تفسیرِ فاضلی

منزل ششم

الصّٰفّٰت ۔ الحجرات

حضرت فضل شاہ

محمد اشرف فاضلی

۱۴۱۸ھ

فاضلی فاؤنڈیشن، لاہور

Marfat.com

M
1199

تفسیرِ فاضلی

منزل ششم

الصّٰفّٰت ۔ الحجُرات

بیان :

امام العارفین ، سراج السالکین ، راحت العاشقین

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

تحریر :

ڈاکٹر محمّد اشرف فاضلی

۱۴۱۸ھ

فاضلی فاؤنڈیشن ، لاہور

Marfat.com

297.16
ق 69 ثف
160789
جلد ۶

جملہ حقوق بحق فاضلی فاؤنڈیشن محفوظ

باراوّل	:	۱۹۹۷ء، ۱۴۱۸ھجری
باردوم	:	۲۰۱۵ء، ۱۴۳۶ھجری
ناشر	:	محمد اشرف فاضلی فاضلی فاؤنڈیشن، پیکو روڈ، کوٹ لکھپت، لاہور فون:042-35943292
کمپوزنگ	:	حسن رشید، مکتبہ جدید پریس
پرنٹر	:	رشید احمد چودھری مکتبہ جدید پریس، ۱۴۔ ایمپریس روڈ، لاہور فون:40-042-6307639

Marfat.com

فہرست

ابتدائی کلمات

ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی

(۱)	سورۃ الصافات	۱
(۲)	سورۃ صٓ	۴۷
(۳)	سورۃ الزمر	۷۶
(۴)	سورۃ المؤمن (غافر)	۱۰۹
(۵)	سورۃ حٰمٓ السجدۃ (فصلت)	۱۴۵
(۶)	سورۃ الشوریٰ	۱۶۸
(۷)	سورۃ الزخرف	۱۹۳
(۸)	سورۃ الدخان	۲۲۵
(۹)	سورۃ الجاثیہ	۲۴۳
(۱۰)	سورۃ الاحقاف	۲۵۹
(۱۱)	سورۃ محمد	۲۷۷
(۱۲)	سورۃ الفتح	۲۹۶
(۱۳)	سورۃ الحجرات	۳۱۳

Marfat.com

کیٹلاگ کارڈ نمبر ۱۲۲۹، ۲۹۷
297,1229۔ فضل شاہؒ، حضرت
تفسیر فاضلی، (الصافات تا الحجرات)۔ مرتبہ: محمد اشرف فاضلی
لاہور، فاضلی فاؤنڈیشن، پیکو روڈ کوٹ لکھپت لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54770.
ج۔۶ (منزل ششم)

ہر گاہ میں نے تفسیر فاضلی منزل ششم (الصافات تا الحجرات) کا عربی متن بغور مطالعہ کیا ہے لہٰذا میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کی عربی عبارت میں اب کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حافظ قاری عالم سعید
رجسٹرڈ پروف ریڈر
(حکومت پنجاب)

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

ابتدائی کلمات

منزل ششم میں تیرہ (13) سورتیں ہیں، اور اس میں ۸۴۲ آیات ہیں

(۱) سورۃ الصفات	میں	۱۸۲	آیات ہیں۔
(۲) سورۃ صٓ	میں	۸۸	آیات ہیں۔
(۳) سورۃ الزمر	میں	۷۵	آیات ہیں۔
(۴) سورۃ المومن	میں	۸۵	آیات ہیں۔
(۵) سورۃ حٰم السجدۃ	میں	۵۴	آیات ہیں۔
(۶) سورۃ الشوریٰ	میں	۵۳	آیات ہیں۔
(۷) سورۃ الزخرف	میں	۸۹	آیات ہیں۔
(۸) سورۃ الدخان	میں	۵۹	آیات ہیں۔
(۹) سورۃ الجاثیہ	میں	۳۷	آیات ہیں۔
(۱۰) سورۃ الاحقاف	میں	۳۵	آیات ہیں۔
(۱۱) سورۃ محمد	میں	۳۸	آیات ہیں۔
(۱۲) سورۃ الفتح	میں	۲۹	آیات ہیں۔
(۱۳) سورۃ الحجرات	میں	۱۸	آیات ہیں۔

یہ منزل تیئسویں (23) پارے میں سورۃ الصافات سے شروع ہوتی ہے اور چھبیسویں (26) پارے میں سورہ الحجرات پر ختم ہوتی ہے۔

کسی بدعت سیّہ کی ابتدا کے وقت علم والے ضرور ان حالات سے آگاہ کرتے ہیں، جو اس راستے کو اختیار کرنے سے لازماً پیش آنے والے ہوتے ہیں۔ مگر جب علم والوں کو لاعلموں کے برابر ٹھہرایا جائے تو پھر رخ درست نہیں رہ سکتا، اور رخ درست نہ ہو تو خرابیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

اصلاح حال کی صورت یہ ہے کہ جن کی بات حق کے حوالے سے ہو، ان کی بات کو ادب سے مان لیا جائے اور اس معیار کو اس قدر روشن کر دیا جائے کہ من مانی کرنے والوں سے کراہت کا اظہار لوگوں کا طبعی رویہ بن جائے۔

ہدایت یافتہ بہی خواہوں کی بے قدری سے پیدا ہونے والے نتائج ختم ہو جائیں تو احساس ندامت انتہائی درجے کا ہوگا۔ تب گریہ بھی ہوگا، اور محسنین کی شان بھی واضح ہوتی جائے گی۔

مستقبل کے حوالے سے بھی اپنا حق پہچانئے، اس حق کو حال پر ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ آپ کو رحمت و برکات سے نوازے، اگر آپ معلم ہیں تو آپ کی قدر و منزلت ہو اور اگر آپ متعلم ہیں تو آپ علم والوں کی قدر و منزلت کریں۔

اشرف فاضلی

۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

اشاعتِ ثانی

پہلی بار تفسیر فاضلی کی منزل ششم ۱۴۱۸ھ میں چھپی تھی، اب ۱۴۳۶ھ میں چھپ رہی ہے۔

اس منزل میں ۱۳ سورتیں ہیں، اور اُن کی کل آیات ۸۴۲ ہیں۔

اس منزل کی پہلی سورۃ الصافات ہے اور آخری سورۃ الحجرات ہے۔

بنی نوع انسان کے سب سے بڑے بہی خواہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اُن پر لوگوں کا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہوتا ہے۔ اُنہیں حرص ہوتی ہے کہ لوگوں کا بھلا ہو۔ آپ ایمان والوں کے لئے بہت مہربان اور بڑے رحیم ہیں۔

اگر ہمیں اُن سے اپنے تعلق کا علم ہو جائے، تو ہماری زبان کو پاک ہو جانا چاہیے، ہمارے ہاتھ کو امین ہو جانا چاہیے، ہمارے اجتماعی رویے میں امانت، اہلیت اور معاشرتی بھلائی کے لئے سعیٔ مسلسل نظر آنی چاہیے۔

شعوری بیداری کا ثبوت ہمیں اس طرح دینا چاہیے، کہ ہر دعویٰ کرنے والے سے اُس کی صداقت کی سند معلوم کی جائے۔ اس طرح بے سند باتیں کرنے والے رُک جائیں گے اور ہمارا معاشرہ اچھی روایات کا حامل ہوتا جائے گا۔

اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے اپنے حال کو بہتر بنائیے۔

اللہ آپ کو رحمت و برکات سے نوازے اور ہر مقام پر پورا رکھے۔

اشرف فاضلی

فاضلی فاوٴنڈیشن

پیکو روڈ، کوٹ لکھپت، لاہور

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

Marfat.com

آیاتھا ۱۸۲ ۳۷ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۵۶ رکوعاتھا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

المنزل ۶

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① قسم ان کی جو صف باندھے حاضر رہتے ہیں۔

قسم، بیان کی شان کو بڑھانے کے لئے بھی ہوتی ہے اور شہادت کے لئے بھی ہوتی ہے۔ فرشتوں کا مقام یہ ہے کہ وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں امر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کا مقام معلوم ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے حضور صف بستہ رہتے ہیں، تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

حاصل: شاہد کے حضور تعمیل ارشاد کے لئے حاضر رہنا بڑی قابل قدر بات ہے کہ شاہد کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ② پھر ان کی کہ جھڑک کر ڈانٹیں۔

فرشتوں کو جس کام پر بھی مامور کیا گیا ہو وہ امر الٰہی کی تعمیل بصد ادب کرتے ہیں۔ شیاطین جب ملاء اعلیٰ کی طرف رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو جھڑکنا، ڈانٹنا اور انہیں مار کر بھگانا، فرشتوں کا کام ہوتا ہے۔

حاصل: من مانی کرنے والوں کو ایسے مقامات تک آنے سے روکنا چاہئے، جہاں پہنچ کر وہ اپنی معلومات کے حوالے سے لوگوں کے لئے زیادہ دکھ دینے والے بن جاتے ہیں۔

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ③ پھر تلاوتِ ذکر کرنے والوں کی۔

یہ صفت مذکورہ فرشتوں کی ہے، کہ وہ ادب سے اپنے ربّ کی حمد بیان کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں۔ فرمان الٰہی کی تلاوت ان کے لئے باعث راحت ہوتی ہے۔

حاصل: قرآن پاک کی تلاوت بڑے ادب سے کرنی چاہئے، اور تعمیل ارشاد کے ارادے سے کرنی چاہئے۔

اِنَّ اِلٰـهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ④ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

فرشتوں کی تین صفات کو واضح فرمانے کے بعد یہ ارشاد ہوا ہے، کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ فرشتے کسی بھی مقام پر من مانی نہیں کرتے۔ وہ امر الٰہی کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ اپنی جہالت کی بنا پر فرشتوں کی بندگی کرنے لگتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ فرشتے ان کی شفاعت کریں گے، وہ محض اپنے ظن کا اتباع کرتے ہیں اور ان کے ظن کا اتباع ان کو خسارے میں ہی ڈال سکتا ہے۔

حاصل: عملاً معبود کو ایک اور لاشریک ماننے کا ثبوت پیش کرنے والے، ہر مقام پر اللہ کی رضا کو مقصود ٹھہراتے ہیں۔

Marfat.com

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، اور رب مشارق کا۔

اللہ جو ایک ہے اور لاشریک ہے، آسمانوں میں بھی ربوبیت وہی کرتا ہے، زمین میں بھی ربوبیت اسی کی شان ہے اور آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر اپنی مخلوق کو علم سے پالنا اسی کا کام ہے۔ مشرق کی طرف سورج کے تمام مقامات طلوع اپنا اپنا کام رکھتے ہیں اور اپنے اپنے کام کے حوالے سے اپنی ضروریات بھی رکھتے ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنا اور کائنات میں ایک نظم کو قائم رکھنا، اللہ کی شان ہے۔ مقامات طلوع کے دو انتہائی مقامات مشرقین ہیں۔ اسی طرح مقامات غروب کے دو انتہائی مقامات مغربین ہیں۔ مشرقین کے درمیان سورج کے طلوع ہونے کے سب مقامات مشارق ہیں اور مغربین کے درمیان سورج کے غروب ہونے کے سب مقامات مغارب ہیں۔

حاصل: رب العالمین ایک ہے اور لاشریک ہے۔ ربوبیت کائنات کی جان ہے، اور کائنات کا نظم یہ ثابت کرتا ہے کہ ربوبیت ساری کائنات میں صرف اللہ ہی کر رہا ہے۔ طلوع آفتاب کے سب مقامات پر لوازماتِ حیات کو جاننے کا دعویٰ اللہ ہی کو زیب دیتا ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝۶ بے شک ہم نے دنیا کے آسمان کو کواکب کی زینت سے مزیّن فرمایا ہے۔

غروب آفتاب کے بعد ربوبیت کے تقاضے اور ہوتے ہیں۔ ستاروں کی روشنی کائنات میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ تمام اشیاء اس روشنی سے اثر پذیر ہوتی ہیں، اور یہ روشنی دینے والے کواکب، اللہ نے سماء دنیا پر سجائے ہیں۔ ان کا سجانا بھی اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے، کہ یہ صرف اپنے افعال سے ہی کائنات میں اہم نہیں ہیں، بلکہ اپنی سجاوٹ کے حوالے سے بھی اہم ہیں۔ اللہ نے ان کو بڑے علم سے سجایا ہے۔

حاصل: سماء دنیا کو کواکب سے سجانا بھی ربوبیت کا حصہ ہے۔ اس میں لوگوں کے لئے بہت منافع ہیں۔ سمت کا تعیّن بھی انسانی ضرورت ہے اور سمت رات کو ستاروں سے ہی متعیّن کی جاسکتی ہے۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ اور اس کو ہر شیطان سرکش سے محفوظ کیا ہے۔

سماء دنیا کی زینت کواکب سے کی گئی ہے، اور اس کو شیطان سے محفوظ رکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس مقام تک شیطان کی رسائی کو ناممکن کر دیا گیا ہے، جس سے حاصل ہونے والے علم کو بنیاد بنا کر وہ لوگوں کو اپنے اتباع کی بڑی دعوت دے سکتا ہے۔

حاصل: اجتماعی بھلائی کے فیصلے ان مقامات پر کرنے چاہئیں جو بالکل محفوظ ہوں اور خلاف حق کرنے والوں کو وہاں تک رسائی نہ ہو۔ حکم کے نفاذ سے پہلے اس کی حفاظت بہت ضروری ہوتی ہے۔

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ وہ ملاء اعلیٰ کی طرف کان نہیں لگانے پاتے کہ ان پر ہر طرف سے مار پھینکی جاتی ہے۔

Marfat.com

شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ملاء اعلیٰ سے خبر پا کر وہ انسان دشمنی کی استعداد کو بڑھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ جب بھی شیطان ملاء اعلیٰ کی طرف کان لگانے کی کوشش کریں ان کو دھتکار دیا جاتا ہے، ان پر ہر طرف سے مار پھینکی جاتی ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ انہیں حق کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کا موقع ملے۔ ایسے لوگوں کو ان مقامات سے دھتکارنے کا پورا بندوبست ہونا چاہئے، جہاں سے معلومات لے کر یہ بڑا فساد برپا کر دیتے ہیں۔

دُحُوۡرًا وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ دھتکارنے کے لئے، اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

ملاء اعلیٰ سے شیطانوں کو دھتکارنے کا خدائی انتظام موجود ہے۔ وقت معلوم تک شیطان کے لئے مہلت ہے۔ اس مہلت میں انسان دشمنی سے بڑا اس کے لئے کوئی کام نہیں ہے۔ انسانوں کو بھی ذاتی اور اجتماعی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جو فرمانِ خداوندی کی خلاف ورزی کو اپنی شناخت بنا لے وہ شیطان ہے اور اس کے لئے دائمی عذاب رکھا گیا ہے۔

حاصل: شیطان کو پاک جگہوں سے دھتکارنے کا انتظام، اللہ کی سنت ہے، دائمی عذاب آخرت میں ہوگا۔

اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ مگر جو کچھ اچک ہی لے تو ایک شہاب ثاقب اس کے پیچھے لگتا ہے۔

اچکا ہونا، شیطانی صفت ہے۔ ملاء اعلیٰ سے اگر کوئی شیطان کچھ سن بھی لے، تو وہ اسے انسان دشمنی کے لئے ہی استعمال کرے گا۔ شیطان اپنی بڑائی کے دعوے کے ساتھ اس حقیقت کو کبھی بیان نہیں کرے گا، کہ ملاء اعلیٰ تک رسائی اس کے بس میں نہیں ہے اور وہ غیب کی باتیں جاننے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جب شیطان ملاء اعلیٰ سے کچھ اچک ہی لے تو ایک لپکتے ہوئے شعلے کے ساتھ اس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ چور کا کام اندھیرے سے تعلق رکھتا ہے، روشنی چور کو منظر پر لاتی ہے، اس لئے بڑائی کا دعویٰ کرنے والے شیطان کا تعاقب لپکتے ہوئے شعلے سے کیا جاتا ہے۔

حاصل: عالم بالا سے خواہش کی پیروی کرنے والوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اچکوں کو روشنی میں لانا، ان کے لئے بڑی سزا ہے۔

فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ ان سے پوچھئے کیا ان کی تخلیق اشد ہے یا ان چیزوں کی جو ہم نے پیدا کی ہیں۔ ان کو تو ہم نے چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں سے یہ پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں بحث کرنے سے پہلے کچھ

Marfat.com

حقائق کو بھی دیکھو۔ آسمان اور زمین سے ان کا تعلق ہے۔ ان چیزوں کی تخلیق یقیناً انسان کی تخلیق سے بڑا کام ہے، اور یہ کام کرنے کے لئے اللہ کو کسی مددگار کی احتیاج نہیں ہوئی، کسی سامان کی فراہمی مشکل نہیں ہوئی، کوئی دوسرے مسائل پیدا نہیں ہوئے۔ انسان کی تخلیق میں کام آنے والا مادہ تو ہے ہی چپکتی مٹی۔ خالق کل کے لئے انسان کی تخلیق پہلے بھی کوئی بڑا کام نہیں تھا، دوبارہ بھی یہ کوئی بڑا کام نہیں ہوگا۔

حاصل: آسمانوں اور زمین کی تخلیق، انسان کی تخلیق کے مقابل بڑا کام ہے، اور یہ بہت بڑی چیزیں ہیں جن کی تخلیق انسان کی تخلیق کے مقابل بڑا کام ہے۔ خالق کل، قادر مطلق ہے، اس کے لئے انسان کو جزا کے لئے اٹھانا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور وہ تمسخر کرتے ہیں۔

تبلیغ حق کرنے والے کو تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس قدر روشن بیان، لوگوں پر واضح نہیں ہو رہا اور وہ اللہ کی قدرت کو موضوع بحث بناتے ہوئے، اپنے مقام کو بھی نہیں دیکھتے، اللہ کی قدرت کے مظاہر کو بھی نہیں دیکھتے۔ اور وہ لوگ ہیں کہ حقائق کو سن کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور بعث بعد الموت کو انہونی بات کہہ کر ہنس دیتے ہیں۔

حاصل: روشن بیان سے استفادہ نہ کرنے والوں پر پاک لوگوں کو تعجب ہوتا ہے، اور طلب ہدایت نہ رکھنے والے حقائق کو سن کر ان کا مذاق اڑایا کرتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ اور جب انہیں نصیحت کی جائے، وہ دھیان نہیں کرتے۔

طلب ہدایت نہ رکھنے والے لوگوں کو جب نصیحت کی جائے تو وہ اس کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ حق کے مقابل ان کی پسند ان کے نزدیک بڑی وقعت رکھتی ہے، اس لئے وہ حق کو سن کر اپنے زاویہ نگاہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حق کو سن کر، ان سنا کر دینا اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والی بات ہوتی ہے۔

حاصل: حق کا مذاق اڑانے والے کبھی نصیحت کے قدردان نہیں ہوتے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں، تمسخر کرتے ہیں۔

نصیحت کی قدر نہ کرنے والوں کے سامنے بھی حق کی نشانیاں ضرور آتی ہیں، کہ اتمامِ حجت، اللہ کا طریقہ ہے۔ مگر وہ لوگ حق کی نشانیوں کو دیکھ کر قادر مطلق کو ماننے کی بجائے، ان نشانیوں کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ حق کو جان کر اسے اختیار نہ کرنا استکبار ہے اور حق کا تمسخر اڑانا، استکبار کی ایک صورت ہے۔

حاصل: حق کا تمسخر اڑانے والے اللہ کی قدرت کو دیکھتے ہیں مگر قادرِ مطلق کی طرف نہیں بڑھتے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اور کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

Marfat.com

منکرین حق کے مشاہدے میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں آتی ہیں۔ تبلیغ حق کرنے والے صاحب منکرین حق کو دعوتِ مشاہدہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں، یہ دیکھو اللہ کی قدرت کی نشانیاں، اور غور کرو کیا تم قادر مطلق کی قدرت کا احاطہ کر سکتے ہو۔ جب یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ کی قدرت کا احاطہ کیا جا سکے تو پھر اس بات کے انکار کا جواز کیا رہ جاتا ہے کہ اللہ لوگوں کو جزا کے لئے قیامت کے دن اٹھائے گا۔ تو منکرین حق اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں، جو ہمیں دکھائے جا رہے ہیں۔

حاصل: ناصحین سے محبت ہو تو اللہ کی قدرت کی نشانیاں ایمان کو بڑھاتی ہیں، ورنہ منکرین حق تو انہیں کھلا ہوا جادو کہہ دیا کرتے ہیں۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو پھر اٹھائے جائیں گے۔

منکرین حق یہ کہتے ہیں، کہ اتنی بڑی بات کیسے مان لی جائے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہم کو اٹھایا جائے گا، اور ہم کو ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ مٹی اور ہڈیاں ہو جانے سے پہلے اور موت کے بعد جب تک جسم اپنی شکل میں موجود رہتا ہے، تو مردہ جسم میں جان پڑ جانا بھی بڑی بات ہے، کہ حرکات کے ختم ہو جانے کے بعد ان کا لوٹ آنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، مگر جسم مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو چکا ہو اور پھر وہ زندہ ہو جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حاصل: خلق اولیٰ، عدم سے وجود میں لانے کی صورت ہے، خلق آخر منتشر اجزاء کو جوڑ کر زندہ کر دینے کی صورت ہوگی۔ خالق کل خلق اولیٰ پر بھی قادر ہے، خلق آخر پر بھی قادر ہے۔ ہمارا سوال ہمیشہ حقائق کو جاننے کی نیت سے ہونا چاہئے۔

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اور کیا ہمارے اگلے آباء بھی۔

منکرینِ حق کا یہ سوال کہ کیا ہم مٹی اور ہڈیاں ہو کر پھر اٹھائے جائیں گے، از راہ تمسخر تھا۔ اس تمسخر کو بڑھانے کے لئے ان کی طرف سے یہ کہا گیا، کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی اٹھایا جائے گا۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے، وہی دوبارہ پیدا کرے۔ اس کا علیم مطلق ہونا، اس کا قادر مطلق ہونا یہی ثابت کرتا ہے، کہ اس کے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور اس کی قدرت کا احاطہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل: علم والوں سے سوال کیا جائے، تو ارادہ حصول علم ہونا چاہئے۔ علم والوں کا مذاق اڑانا بڑی جہالت ہے۔

قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔

آخرت کا انکار کرنے والے، جزا کا انکار کرنے والے جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو وہ دن ان کے لئے بہت بھاری ہوگا۔ جس دن کے انکار پر وہ سب کچھ لگا چکے ہوں گے وہ دن ان کے سامنے ہوگا، تو اس سے بڑی ذلت ان کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ ذلت سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ جزا کا انکار نہ کیا جائے، مقصدیت حیات کو مان لیا جائے اور اپنی پسند کو معیار ثابت کرنے کی بجائے، اللہ کی رضا کو معیار مان لیا جائے۔

حاصل: حق کا مذاق اڑانے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنا بھی تبلیغ حق کا حصہ ہے۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ بس وہ تو ایک جھڑک ہی ہے جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔

صور پھونکنے کی آواز لمبی نہیں ہوگی۔ بس یہ ایک جھڑک ہی ہوگی، اور دفعۃً وہ بیداری کی حالت میں ہوں گے، اور ایک سراسیمگی ان پر طاری ہوگی۔ وہ تبدیلی جس کو منکرین آخرت ناممکن کہتے ہوئے سب کچھ خلاف حق کرنے پر لگاتے رہتے ہیں، اچانک واقع ہو جائے گی۔

حاصل: بعث بعد الموت کو واقع ہوتے دیر نہیں لگے گی، بس ایک جھڑک کے ساتھ ہی حال، مستقبل میں بدل جائے گا۔

وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾ اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری، یہ تو یوم الدین ہے۔

منکرین آخرت قبروں سے اٹھتے ہی، یوم الدّین کو دیکھ لیں گے۔ اسی دن کے انکار پر وہ سب کچھ ضائع کر چکے ہوں گے، اس لئے انہیں اس دن اپنی خرابی میں کچھ شک نہ ہوگا۔ جو بعث بعد الموت انہیں ناممکن نظر آتی تھی، وہ اس وقت واقع ہو چکی ہوگی، اور یہ جزا کا دن ہوگا۔ یوم الدین کے انکار کو طریق زندگی بنانے والے جس خرابی کی طرف جا رہے ہیں وہ آخرت میں بالکل واضح ہوگی، اور اس وقت حق کو مان لینا کسی کو نفع نہ دے گا۔

حاصل: یوم الدین کے پہچاننے میں منکرین حق کو دیر نہیں لگے گی، وہ قبروں سے اٹھتے ہی اسے دیکھ لیں گے۔ حال پر جزا کا یقین رکھنا یقیناً عقل مندی ہے۔

ع ۲۱ ۵ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ع یہ ہے فیصلے کا دن، جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

منکرین حق یوم الدین کو دیکھ لیں گے تو ملائکہ کی طرف سے کہا جائے گا، یہ وہی فیصلے کا دن ہے، جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ حال پر ملی ہوئی مہلت میں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا بہت بڑی بات ہے۔ جزا کے دن اصلاح حال کا موقع نہیں ہوگا۔

حاصل: توفیق بھی اللہ نے دی ہے، معیار حق بھی اسی کا مقرر کردہ ہے، جزا بھی وہی دے گا۔ فیصلے کے دن کو جھٹلانا انتہائی غفلت ہے۔

شہادت: اس دن کے بارے میں سورہ الروم (۳۰) میں یہ فرمایا گیا ہے۔ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ تو اس دن ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ ان سے کوئی راضی کرنا مانگے گا۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ لا جمع کرو ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو اور ان کو جن کی یہ بندگی کرتے تھے۔

یہ حکم مالک یوم الدین کی طرف سے ملائکہ کو دیا جائے گا، کہ خلافِ حق کرنے والوں کو، ان کے ہم مشرب لوگوں کو اور جن کی یہ پرستش

Marfat.com

کرتے رہے ہیں، سب کو جمع کرو۔ یہ سب شرک کے عمل میں شامل تھے۔ شرک کی ترغیب دینے والے، ان کی ترغیب کو ماننے والے اور جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، یہ سب حال پر بالفعل یکجا ہوتے ہیں، آخرت میں یہ سب جزا کے حوالے سے جمع کئے جائیں گے۔

حاصل: اپنا حال دیکھنا چاہئے۔ جن کے ساتھ ہمارا بالفعل تعلق ہے، وہ ظالم ہوں گے تو ہمارا انجام اچھا نہیں ہوگا، کہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ اللہ کے مقابل۔ پھر ان کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ۔

جو لوگ خلافِ حق کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، یہ اللہ کے مقابل شیطان کی بندگی کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن جب یہ قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتوں کو حکم ہوگا، کہ ان کو دوزخ کا راستہ دکھادو، اور اس کی طرف ان کو ہانکو۔

حاصل: شیطان کی بندگی کرنے والے، دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ اور انہیں ذرا ٹھہراؤ، ان سے سوال ہوگا۔

فرشتوں کو جو منکرینِ حق کو دوزخ کی طرف ہانک رہے ہوں گے، حکم ہوگا: ان ظالم لوگوں کو ٹھہراؤ۔ یہ خلافِ حق کرتے ہوئے جو دعوے کرتے تھے، وہ دعوے کدھر گئے۔ یہ کہا کرتے تھے، ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اب یہ دوزخ کی طرف بلا چون و چرا چل رہے ہیں۔

حاصل: جب کوئی اپنے دعوے کے حوالے سے جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر اس سے سوال کرنے کا مقام آتا ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ تمہیں کیا ہوا، کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے۔

دوزخ کی طرف ہانکے جانے والے لوگوں کو روک کر پوچھا جائے گا: تم یہ دعویٰ کیا کرتے تھے، کہ ہم ایک جمعیت ہیں، اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اور جس انجام سے ہمیں ڈرایا جارہا ہے، ہم اس سے نہیں ڈرتے۔ یہی وقت تھا جب تم کو اپنے دعوے کے مطابق ایک دوسرے کی مدد کرنی تھی، مگر تم ایک دوسرے کی مدد کر نہیں رہے۔

حاصل: منکرینِ حق کو ان کے دعوے کے حوالے سے وہ وقت یاد دلانا جس وقت ایک دوسرے کی مدد کرنے کا وہ زعم رکھتے تھے، اللہ کی شان ہے۔

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بلکہ یہ تو آج پیکر تسلیم بنے ہوئے ہیں۔

منکرینِ حق کو جب یہ یاد دلایا جائے گا، کہ جس انجام سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا اور تم بے پرواہی کرتے ہوئے یہ کہتے تھے، ہم ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں، ہمیں انجام کا ڈر کیوں ہو، وہ انجام تم پر واقع ہوچکا ہے، تم دوزخ کی طرف جارہے ہو اور پیکر تسلیم بنے ہوئے ہو، اطاعت و نیازمندی تمہاری حرکات سے ظاہر ہورہی ہے۔

حاصل: حال پر تسلیم حق نفع بخش ہے۔ آخرت میں تسلیم حق کے علاوہ چارہ ہی نہیں ہوگا، اس لئے اس وقت حق کا

Marfat.com

ماننا نافع نہ ہوگا۔

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور ان کے بعضوں نے بعض کی طرف منہ کرتے ہوئے، پوچھنا شروع کیا۔

زبردست اور زیردست جب دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کی دعوے میں جھوٹے ثابت ہوجائیں گے، تو ان سے پوچھا جائے گا، تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کررہے۔ وہ تو سر تسلیم خم کئے ہوں گے۔ پھر وہ لوگ اپنے ماضی کے حوالے سے ایک دوسرے سے پوچھنے لگیں گے، اور سابقہ دوستی کا انجام دشمنی کی صورت میں ظاہر ہونے لگے گا۔

حاصل: جس دوستی کی بنا تقویٰ پر نہ ہو، اس کا انجام بھلا ہو ہی نہیں سکتا۔

قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ کہنے لگے تم ہی تو تھے کہ ہم پر دائیں طرف سے آتے تھے۔

زیردست، زبردستوں سے کہیں گے کہ تم لوگ ہی تو ہماری گمراہی کا سبب بنے ہو۔ تم ہی تو تھے کہ ہم کو حق کی طرف آنے نہ دیتے تھے اور ہمیں استکبار میں مبتلا کردیتے تھے۔

حاصل: حال پر دیکھنا چاہئے، ہمارے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرنے والے ہمیں حق کو ماننے میں مدد دے رہے ہیں، یا ہماری خواہشات نفس کو ابھار رہے ہیں۔ مسلم اور مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ جواب دیں گے، بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔

زیردستوں کو یہ جواب ان کی طرف سے دیا جائے گا، جو انہیں برائی کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن ان سے کہیں گے، تم یہ الزام ہم پر نہ رکھو کہ ہم نے تمہیں ماننے سے روکا ہے بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ تمہیں ہدایت کی طلب ہی نہ تھی۔

حاصل: برائی کی ترغیب دینے والے، اپنے پیروؤں کی بات کا جواب فوراً دیں گے، اور ان کے الزام کو رد کرتے ہوئے کہیں گے، تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا، بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

برائی کی ترغیب دینے والے، اپنے پیروؤں سے یہ کہیں گے کہ ہمارا تم پر کچھ زور تو تھا نہیں۔ ہم نے تمہیں خلافِ حق کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ تمہارے اندر سرکشی موجود تھی۔ یہی سرکشی تمہیں ہمارے قریب لائی اور تم وہ کچھ کرتے رہے، جس کا انجام آج تمہارے سامنے ہے۔

Marfat.com

حاصل: حق کے مقابل من مانی کرنا سرکشی ہے۔ سرکش کو کوئی برائی پر مجبور نہیں کرتا۔

فَحَقَّ عَلَیۡنَا قَوۡلُ رَبِّنَآ ٭ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوۡنَ ﴿۳۱﴾ تو ہم پر ہمارے رب کی بات پوری ہوئی، ہمیں اس کا مزا چکھنا پڑے گا۔

شیطان کے اس دعوے کے بعد کہ وہ اللہ کے مخلص بندوں کے علاوہ سب کو گمراہ کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمایا گیا تھا کہ یقیناً تم سے اور تمہارا اتباع کرنے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ برائی کی ترغیب دینے والے اس وقت یہ کہیں گے کہ ہمارے رب کی بات ہم پر پوری ہو چکی ہے، اور ہمیں ضرور جہنم کا عذاب ملے گا، کہ یہ اللہ کا فرمان ہے۔

حاصل: شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اپنی پیروی کرنے والوں کو خسارے تک پہنچا کر حقیقت ان کے سامنے بیان کر دیتا ہے۔

فَاَغۡوَیۡنٰکُمۡ اِنَّا کُنَّا غٰوِیۡنَ ﴿۳۲﴾ اور ہم نے تمہیں گمراہ کیا جیسے خود گمراہ تھے۔

بھلائی سے منع کرنے والے اور برائی کا امر کرنے والے، قیامت کے دن، اپنی پیروی کرنے والوں سے یہ کہیں گے کہ ہم نے تمہیں گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ تھے۔ تمہیں گمراہی عزیز تھی تو تم نے ہمارے ساتھ تعلقات استوار کئے، اور ہم جس گمراہی میں پڑے تھے اسی کی طرف تمہیں بلاتے رہے۔

حاصل: جو ہمیں خواہشات کی پیروی کی ترغیب دیتا ہے، وہ گمراہ ہے اور گمراہی پھیلا رہا ہے۔ گمراہ کی پیروی سے صراطِ مستقیم نہ کسی کو ملا ہے نہ مل سکتا ہے۔

فَاِنَّہُمۡ یَوۡمَئِذٍ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾ تو وہ سب اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے۔

بُرائی کی طرف بلانے والے اور ان کے پیروکار سب قیامت کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ حیاتِ دنیا میں ان کا اشتراک خلافِ حق کرنے کے حوالے سے تھا، عذاب میں اشتراک جزا کے حوالے سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو اس کے کئے کی پوری جزا دی جائے گی۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے حال پر اپنے اندر ایک اشتراک رکھتے ہیں، جزا کے وقت ان کو عذاب میں مشترک رکھا جائے گا۔ پوری پوری جزا دینے والا، مالک یومِ الدّین کسی پر ظلم تو کرتا ہی نہیں۔

اِنَّا کَذٰلِکَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۴﴾ مجرمین کے ساتھ ہم ایسے ہی کرتے ہیں۔

مسلمین حق کو مانتے ہیں، مجرمین حق کے خلاف کرتے ہیں۔ حق کو ماننے والے اور حق کا انکار کرنے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ مجرمین کو ان کے اعمال کی جزا دیتے وقت سزا کے طور پر بھی اکٹھا رکھا جاتا ہے کہ یہ ان کے درجہ بدرجہ استکبار کا بدلہ ہے۔ مجرمین کو سزا میں اکٹھا رکھنا اللہ کا طریقہ ہے۔

Marfat.com

حاصل: جرم ہمیشہ اپنی خواہش کی پیروی سے ہوتا ہے۔خواہشات کا اشتراک مجرمین کو اکٹھا رکھتا ہے۔جزا کے وقت اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں اکٹھا رکھتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ﴿۳۵﴾ بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ استکبار کرتے تھے۔

مجرمین کا حال بیان فرمایا گیا ہے، کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ لوگ غرور کرتے تھے اور اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔اللہ کو معبود ماننے والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا خالق، اللہ ہے۔اللہ نے ان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ان کو اللہ نے توفیق بھی دی ہے، مہلت بھی دی ہے اور وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔مجرم نہ مقصدِ حیات کو مانتے ہیں، نہ عطائے الٰہی کو مانتے ہیں، نہ جزا کو مانتے ہیں۔

حاصل: جو اللہ کو معبود مانتا ہے وہ استکبار نہیں کرتا۔جو شرک کرتا ہے وہ استکبار کا مرتکب ہوتا ہے۔جرم کی ابتدا استکبار سے ہی ہوتی ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ﴿۳۶﴾ اور کہتے تھے کیا ہم ایک شاعر، مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو ترک کر دیں۔

استکبار کرنے والے یہ کہتے تھے، کہ دعوتِ حق کے نام سے جو کلام ہمیں سنایا جا رہا ہے، یہ کلام بہت اچھا ہے، الفاظ بہت موزوں ہیں، باتیں ایک خاص انداز سے کی گئی ہیں، مگر ہیں یہ باتیں تصوراتی اور شاعر لوگ ایسی ہی تصوراتی زندگی کے نقشے کھینچتے رہتے ہیں۔مجنون اس لئے ہیں کہ یہ اپنی ذاتی غرض کو کبھی اہمیت نہیں دیتے۔ان کے کہنے سے ہم اس طریق زندگی کو کیسے ترک کر دیں جس میں ہماری پسند کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جس میں ہمیں شان و شوکت نظر آتی ہے، اور یہ طریق زندگی ہماری شناخت ہے۔

حاصل: استکبار کرنے والے، دعوت حق دینے والے کو شاعر اور مجنون کہتے ہیں، اور اس طرح اپنے طریق زندگی کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ بلکہ وہ حق لے کر آئے اور مرسلین کی تصدیق فرمائی۔

علیم مطلق نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق لے کر آئے ہیں۔ماضی میں مرسلین اپنے اپنے حال پر ان کی بشارت دیتے رہے ہیں اور یہ حال پر مرسلین کی تصدیق کرتے ہیں۔ماضی حال کی تصدیق کرے اور حال ماضی کی تصدیق کرے تو شبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔خاتم النّبیین کو ماننا ہی پہلے انبیاء کرام کو ماننے کا ثبوت ہو سکتا ہے۔جو لوگ آپ کو شاعر اور مجنون کہہ کر استکبار کرتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیان کے حق ہونے کی شہادت دی ہے، اور آپ کے مقام کے بارے میں یہ شہادت دی ہے کہ یہ مرسلین کے مصدق ہیں۔

حاصل: خاتم النّبیین کے بیان کو حق ماننا اور آپ کو مرسلین کا مصدق ماننا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا جزو لازم ہے۔

Marfat.com

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ بے شک تمہیں المناک عذاب پانا ہے۔

جو لوگ حق کو سن کر دعوتِ حق دینے والے کو شاعر اور مجنون کہہ دیتے ہیں، ان مجرموں کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان کو المناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یقیناً ان کو ان کے کیے کی جزا ہی دی جائے گی۔ دعوتِ حق دینے والے کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے، اس کا انکار اللہ کا انکار ہوتا ہے۔ مجرم استکبار کرتے ہوئے اللہ کا انکار کرتا ہے، اور جرم اس کائنات میں استکبار سے ہی شروع ہوا ہے۔

حاصل: جرم کی ابتداء استکبار سے ہی ہوتی ہے۔ دعوت حق دینے والے کی شان میں گستاخی اس کی انتہا ہے، اور المناک عذاب اس کی سزا ہے۔

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اور تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو عمل تم کرتے رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو توفیق دی ہے، مہلت دی ہے، شعور کے ساتھ حق اور ناحق میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا وقت دیا ہے۔ حق کو مانتے ہوئے جو سچے ثابت ہو جاتے ہیں وہ صادق ہیں، جو جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں وہ کاذب ہیں۔ جزا ہر ایک کو وہی ملے گی جو عمل اس نے کئے ہوں گے۔

حاصل: ہمارے اعمال کو حق کے حوالے سے ہونا چاہئے اور اسوۂ حسنہ کے مطابق ہونا چاہئے، ورنہ جزا کا یقین ہمارے اعمال سے ظاہر نہیں ہوگا۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں۔

جن بندوں کو اللہ مخلص ہونے کا مرتبہ عطا کرتا ہے، ان کی صفات کو دیکھنا چاہئے۔ وہ خلوت میں پاک رہتے ہیں، اور جہاں صرف اللہ ہی ان کو دیکھ رہا ہو، وہاں بھی حق کے مطابق رہتے ہیں۔ جلوت میں بھی پاک رہتے ہیں کہ ناصح سے محبت ان کو راہ راست پر رہنے کے لئے استقامت عطا کرتی ہے۔ ان کا قول پاک ہوتا ہے، ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں۔ یہ اپنے علم سے اللہ کی مخلوق کو فیض یاب کرتے ہیں اور نتائج کو باذن اللہ مانتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و رحمت سے نوازا جائے گا۔ ان کی حسنِ نیت، ان کا حسن عمل، حق کی احسن ادائیگی کے بعد یہ نہ دیکھنا کہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا ہے، ان کے مرتبے کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جس طرح نوازا جائے گا، وہ اللہ کی شان ہے۔

حاصل: اللہ کے مخلص بندوں کے ساتھ کو مقصود بنا لیا جائے، تو بہت آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال ہو جاتی ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ یہ لوگ ہیں جن کے لئے رزق معلوم ہوگا۔

مخلصین کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں جو رزق دیا جائے گا وہ ان کی پسند کے مطابق ہوگا، ان کے لئے نیا نہیں ہوگا اور ان کے

Marfat.com

اوقات ضرورت کو دیکھ کر دیا جائے گا۔ رزق معلوم، اللہ کے بندے کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔

حاصل: اللہ کے پاک بندوں کے لئے مفید چیزوں کا اہتمام کرنا چاہئے، اور ان کی پسند کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔

فَوَاكِهُ ۚ وَهُم مُّكْرَمُونَ ۝٤٢ میوے۔ اور وہ مکرّم ہوں گے۔

جو رزق مخلصین کو دیا جائے گا، اس کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ میوے ہوں گے، اور مخلصین کو جنّت میں بڑی عزت نصیب ہوگی۔ تقویٰ کے مقام پر پورے رہنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ہوں گے۔

حاصل: اللہ کی سنّت یہی ہے جس کو میوہ دے اس کی عزت بھی کرتا ہے۔ ہمارا طریق زندگی بھی یہی ہونا چاہئے۔

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝٤٣ نعمت کے باغوں میں۔

مخلصین کا مستقر وہ باغ ہوں گے، جو نعمتوں سے پُر ہوں گے۔ ان باغوں میں ان کو وہی ملے گا جو وہ چاہیں گے، اور جس قدر وہ چاہیں گے۔

حاصل: مخلصین کا مستقر بھی ان کی سہولت کے حوالے سے آراستہ ہوگا۔

عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝٤٤ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

مخلصین کا باہمی تعلق حیات دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے، کہ وہ ایک دوسرے کی قدر کرتے ہیں، ایک دوسرے کو سکھ دیتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر راحت پاتے ہیں، نعمت کے باغوں میں بھی وہ آمنے سامنے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے بے پرواہی مخلصین کی طریقت نہیں ہے۔

حاصل: مخلصین پر اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر راحت پاتے ہیں۔

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝٤٥ شراب لطیف کے جام گردش میں ہوں گے۔

انسان کی بنائی ہوئی شراب میں منافع کم اور نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی بھی مشکل ہوجاتی ہے، حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی توازن بگڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پینے کی نعمت عطا کی جائے گی، اس میں لطافت ہی لطافت ہوگی۔

حاصل: علیم مطلق کی عطا کی ہوئی پینے کی نعمت اپنی مثال آپ ہی ہوگی۔ اس میں کثافت تو ہوگی ہی نہیں۔

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۝٤٦ شفاف اور پینے والوں کے لئے سراسر لذّت۔

اس مشروب کی صفات کا ذکر ہے جو اہل جنت کو پلایا جائے گا۔ وہ بالکل صاف، شفاف ہوگا۔ یہ لطافت کی انتہا ہے، کہ افادیت بھی بہت ہو اور گدلا پن نام کو بھی نہ ہو، پھر پینے والوں کے لئے وہ سراسر لذت ہو۔

Marfat.com

حاصل: کسی مشروب کا شفاف اور لذیذ ہونا، اور مفید ہونا بڑی قابل قدر بات ہے۔

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ نہ اس میں ضرر ہوگا اور نہ وہ اسے پی کر بہکیں گے۔

مذکورہ مشروب میں کوئی خرابی نہ ہوگی، نہ اس کو پی کر سر چکرائے گا، اور نہ اس کو پی کر عقل معطل ہوگی۔ وہ مشروب جو جسمانی اذیت میں مبتلا کرے اور عقل کو معطل کرے وہ معاشرے میں فساد کی آبیاری کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے وہ حرام ہے۔

حاصل: مشروب بناتے وقت یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ مضر نہ ہو اور اس سے اضمحلال نہ پیدا ہو۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں اور بڑی آنکھوں والیاں۔

عورت مرد کے جوڑے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس تعلق میں اللہ نے بڑی راحت رکھی ہے۔ عورت کے حیادار ہونے کی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں، کہ اس کی نگاہ نیچی ہو اور وہ اپنی حفاظت کو ملحوظ رکھے ہر مقام پر۔

حاصل: پاکیزگی کی قدر کرنی چاہئے۔ عورتیں نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی حفاظت پر نظر رکھیں تو یہ ان کے حیادار ہونے کی سند ہے۔

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ گویا وہ انڈے ہیں چھپا کر رکھے ہوئے۔

ان عورتوں کی پاکیزگی کو روشن کرنے کے لئے یہ تشبیہ دی گئی ہے، کہ وہ انڈوں کی طرح نازک ہیں، اور اس قدر محفوظ رکھی گئی ہیں جیسے انڈوں کو محفوظ رکھا جائے، جو ان کی سلامتی کا تقاضا ہوتا ہے۔

حاصل: بچیوں کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کرنے چاہئیں کہ یہی اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کلام کریں گے۔

اس ماحول کو بیان فرمانے کے بعد جو انعامات الٰہی کی صورت سے جنت میں ہوگا یہ بتایا گیا ہے کہ جنتی حضرات اس کیف و سرور میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کلام کریں گے۔ یہ کلام ماضی کے حوالے سے ہوگا، اور اظہار بندگی کے لئے ہوگا۔

حاصل: کیف و سرور کے انتہائی بلند مقام پر بھی پاک لوگوں کی جسمانی زبان اور کلام دیدنی ہوتا ہے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا، میرا ایک ساتھی ہوتا تھا۔

ماضی کو بیان کرنا اپنے تجربات ومشاہدات کے حوالے سے ہو اور اظہار بندگی کے لئے ہو تو سامعین کو اس سے راحت ملتی ہے۔ پاک لوگوں کی مجلس میں ایک بولتا ہے باقی سنتے ہیں۔

حاصل: پاک لوگوں کی مجلس میں ایک بولتا ہے باقی سنتے ہیں، بات اظہار بندگی کے لئے ہوتی ہے۔

يَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝۵۲ جو کہا کرتا تھا، کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں سے ہو۔

وہ ساتھی مجھے کہا کرتا تھا، کیا تم بھی ان لوگوں میں شمار ہو، جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، کہ بعث بعد الموت یقیناً ہوگی۔ وہ ساتھی آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے مجھے بے وقوف کہتے ہوئے ملامت کرتا تھا، اور میرے عقیدے کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

حاصل: اچھی بات کی یہ صفات ہیں، کہ وہ سننے والوں کے فہم کے حوالے سے پوری ہوتی ہے، مختصر ہوتی ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝۵۳ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، تو ہم کو جزا ملے گی۔

وہ ساتھی میرے عقیدے کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہا کرتا تھا، کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو ہم کو اٹھایا جائے گا اور ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ وہ اس کو ناممکن کہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا تھا۔

حاصل: جس نے پہلے نہ ہونے سے ہونا بنایا ہے، اس کے لئے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوسکتا۔ جزا کا انکار ہو تو برائی کا ارتکاب ممکن ہوتا ہے۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝۵۴ کہا کیا آپ جھانک کر دیکھیں گے۔

اس ساتھی کے عقیدے کا ذکر کرنے کے بعد اس کے انجام کو دیکھنے میں اہل جنت کی پسند کے بارے میں پوچھنا، بڑے ادب کی بات ہے۔

حاصل: پاک لوگوں سے بات کرتے وقت ان کی پسند کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝۵۵ پھر جھانکا تو اُسے جہنم کے بیچوں بیچ دیکھا۔

اہل جنت کو اس شرف سے بھی نوازا جائے گا، کہ وہ جو کچھ دیکھنا چاہیں گے، انہیں دکھا دیا جائے گا اور اس میں کوئی مشقت بھی نہیں ہوگی۔ جس ساتھی کو وہ منکر جزا کے طور پر یاد کر رہے تھے اس کے انجام کو اس طرح دیکھیں گے کہ وہ انہیں دوزخ کے بیچوں بیچ نظر آئے گا۔

حاصل: اہل جنت اپنے جس سابقہ ساتھی کے انجام کو دیکھنا چاہیں گے، وہ انہیں دکھا دیا جائے گا۔

Marfat.com

قَالَ تَاللّٰهِ اِنۡ كِدۡتَّ لَتُرۡدِيۡنِ ۙ﴿۵۶﴾ کہا اللہ کی قسم تم تو مجھے بھی گڑھے میں ڈالنے لگے تھے۔

جو صاحب اپنے سابقہ منکر جزا ساتھی کا ذکر کر رہے تھے، وہ اس ساتھی کو دوزخ کے بیچوں بیچ دیکھ کر اس سے مخاطب ہوئے اور کہا۔ اللہ کی قسم تم تو مجھے بھی دوزخ میں گرانے لگے تھے۔ تمہارا رخ درست نہیں تھا اور تم مجھے بھی من مانی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ تمہاری بات ماننے کی صورت میں میرا انجام بھی یہی ہوتا جو تمہارا ہوا ہے۔

حاصل: اہل جنت اپنی بات کو جہاں پہنچانا چاہیں گے، پہنچا سکیں گے۔ من مانی کرنے کا نتیجہ جہنم ہی ہوگا۔

وَلَوۡلَا نِعۡمَةُ رَبِّىۡ لَـكُنۡتُ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۵۷﴾ اور اگر میرے ربّ کی نعمت نہ ہوتی تو میں بھی پکڑ کر حاضر کئے گئے لوگوں سے ہوتا۔

اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتا ہے، جو اس کی طرف رجوع لائے۔ رجوع لانے کی صورت یہ ہے، کہ اس کا اتباع کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے سے تعلق کا استوار ہونا اللہ کی نعمت ہے۔ اس نعمت ربی کی بدولت ایمان قلب میں داخل ہوتا ہے، اور کفر، فسوق اور عصیان سے کراہت ہو جاتی ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کی صورت سے مرے وہ مجرم ہوتا ہے، اور مجرم پکڑ کر حاضر کیا جاتا ہے۔

حاصل: پاک لوگ اپنے حال کو نعمت ربی کی بدولت جانتے ہیں اور کہتے ہیں اگر میرے ربّ کی نعمت نہ ہوتی تو میں بھی پکڑا جاتا۔

اَفَمَا نَحۡنُ بِمَيِّتِيۡنَ ۙ﴿۵۸﴾ تو کیا ہمیں موت نہیں ہوگی۔

یہ جنتی حضرات کے کلمات مسرت ہیں۔ انہیں یقین ہوگا، کہ حیاتِ آخرت کے بعد کوئی مقام نہیں، مگر وہ دائمی راحت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے، یہ کہیں گے، کیا اب ہمیں موت نہیں ہوگی۔

حاصل: مسرت کا اظہار ایسے سوال سے بھی ہوتا ہے، جس کے جواب کا بالکل یقین ہوتا ہے۔

اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۵۹﴾ مگر موت جو ہو چکی اور ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔

خوشی کے اظہار کے لئے یہ کلمات ادا کئے جائیں گے، کہ موت تو ایک بار ہو چکی ہے، اب کبھی نہ ہوگی، اور اب جنتیوں کو کبھی دکھ نہیں پہنچے گا، وہ ہمیشہ سکھی رہیں گے۔ جزا کا یقین رکھتے ہوئے عمل کرنے کا صلہ دائمی انعامات کی صورت میں ملے گا۔

حاصل: موت اور دکھ سے نجات کا یقین، خوشی کے اظہار میں سند کا درجہ رکھتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۰﴾ بے شک یہی عظیم کامیابی ہے۔

عظیم کامیابی یہ ہے کہ فانی اشیاء کے رضائے الٰہی کے مطابق استعمال کرنے کی جزا دائمی راحت ہوگی۔

حاصل: دائمی راحت عظیم کامیابی ہے۔

لِمِثۡلِ هٰذَا فَلۡيَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ عمل کرنے والوں کو اسی کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

عمل اگر حق کے مطابق نہ ہو تو خلاف حق ضرور ہوتا ہے، نتیجہ بہر حال باذن اللہ ہوتا ہے۔ فانی اشیاء کو استعمال کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک نفس کی خواہش کے مطابق ہے، دوسری حق کے مطابق ہے۔ خلاف حق کرنے میں صریحاً خسارہ ہے۔ حق کی ادائیگی میں عظیم کامیابی ہے۔ عقل کے ساتھ عمل کرنے والوں کو عظیم کامیابی کے لئے عمل کرنا چاہئے۔

حاصل: عقل کی موجودگی میں عظیم کامیابی کے لئے ہی عمل کرنا چاہئے۔

اَذٰلِكَ خَيۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَةُ الزَّقُّوۡمِ ﴿۶۲﴾ تو یہ ضیافت بہتر ہے یا شجر زقوم۔

مذکورہ ضیافت اہل جنت کے لئے ہے اور ان کے صالح اعمال کا صلہ ہے۔ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے، یہ عظیم کامیابی ہے۔ اعمال کی جزا تو بہر حال ہوتی ہے۔ جو خلاف حق کریں گے ان کی جزا زقوم کا درخت ہے۔ یہ گناہ گاروں کا طعام ہے۔ یہ ذائقے کے لحاظ سے بھی تکلیف دہ ہے، یہ اثرات کے لحاظ سے بھی تکلیف دہ ہے اور پھر اس غذا کا تسلسل کس قدر تکلیف دہ ہوگا، اللہ کی پناہ۔

حاصل: دیکھنا چاہئے ہم اپنے اعمال کے اعتبار سے کس ضیافت کے مستحق ہیں۔ رخ کو درست کرنے کا وقت صرف حال ہے۔

اِنَّا جَعَلۡنٰهَا فِتۡنَةً لِّلظّٰلِمِيۡنَ ﴿۶۳﴾ بے شک ہم نے اسے ظالمین کے لئے فتنہ ٹھہرایا ہے۔

آخرت کا انکار کرنے والے ظالمین ہیں، اور شجر زقوم کی دوزخ میں موجودگی ان کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ آگ میں شجر کی موجودگی کو ناممکن کہتے ہوئے اس بات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

حاصل: وہی بات جس کو ایمان والے حق مانتے ہیں، کبھی ظالمین کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخۡرُجُ فِىۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۶۴﴾ بے شک وہ ایک شجر ہے کہ دوزخ کے پیندے سے نکلتا ہے۔

شجر زقوم کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک درخت ہے، کہ وہ دوزخ کے پیندے سے نکلتا ہے۔ اس درخت کے لئے مناسب ماحول، مناسب درجہ حرارت اور مناسب نمی کا اللہ تعالیٰ نے ایسا معیار رکھا ہے کہ وہ پیدا ہی دوزخ میں ہو سکتا ہے۔ یہ خالق کل کی شان ہے، کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

حاصل: خالق کل ہی کسی شجر کے لئے مناسب ماحول، مناسب نمی اور مناسب درجہ حرارت کو جانتا ہے۔

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ اس کا خوشہ شیاطین کے سروں کی طرح ہے۔

شجرزقوم کے خوشے کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ شیاطین کے سروں کی طرح ہے، جس کا دیکھنا ہی طبعی طور پر سخت ناگوار ہوگا۔

حاصل: کریہہ النظر شے کو اسی طرح تشبیہ دینی چاہئے۔

فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ تو وہ اس میں سے کھائیں گے پھر وہ اسی سے پیٹ بھریں گے۔

زقوم کا کھانا، جہنمی لوگوں کی مجبوری ہوگی۔ حالت اضطرار کی ہوگی اور کھانے کو صرف زقوم ہوگا۔ اس کھانے کی صفت یہ ہوگی کہ یہ پیٹ میں کھولے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ یہ کھانا بذاتِ خود ایک عذاب ہوگا۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے مجرم ہیں۔ جہنم میں ان کو وہ کھانا دیا جائے گا، جو بذاتِ خود ایک عذاب ہوگا۔

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ پھر اس کے اوپر وہ گرم بدبودار پانی پیئیں گے۔

زقوم کھانے کے بعد پیاس کی شدت ہوگی، اور اس پیاس کو بجھانے کے لئے انہیں وہ پانی دیا جائے گا، جو بہت گرم ہوگا اور بدبودار ہوگا۔ اس قدر تکلیف وہ مشروب کا اثر یہ ہوگا، کہ انتڑیاں کٹ کٹ کر باہر آنے لگیں گی۔

حاصل: انتڑیوں کی جلن میں گرم مشروب سے تکلیف کی شدت بڑھ جاتی ہے۔

ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ پھر ان کی مراجعت دوزخ کی طرف ہوگی۔

مذکورہ کھانے اور پینے کے بعد ان کو جہنم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ یہ عذاب دوزخیوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا، کہ ظلم کرنا اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ ہی کسی کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے سکتا ہے۔

حاصل: آگ کی سزا دینا، اللہ کا کام ہے کہ کسی برائی کی سزا کیسی اور کتنی آگ ہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ بیشک انہوں نے اپنے آباء کو گمراہ پایا۔

منکرین حق کے آباء واجداد راہ راست پر نہیں ہوتے۔ وہ طلب ہدایت نہیں رکھتے۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے گمراہ ہی ہوتے ہیں، اور یہ بات منکرین حق کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے کہ ان کے آباء اپنی پسند کے دائرے سے باہر نہیں نکلتے۔

حاصل: اگر آباء واجداد اپنی خواہشات کی پیروی میں ہی مگن ہوں تو ان کے گمراہ ہونے میں شک نہیں رہتا۔

Marfat.com

فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ تو وہ انہی کے آثار پر دوڑے چلے جاتے ہیں۔

منکرین حق کو کہا جاتا ہے، اس کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے، تو کہتے ہیں ہم اس کا اتباع کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا۔ آباء کے حق پر ہونے کی سند موجود نہ ہو، اور ان کی پیروی بھی ہوتی رہے تو یہ اندھی تقلید باعث عذاب ہی ہوسکتی ہے۔

حاصل: اپنے آباء کے آثار کو معیار جاننا اور ان کے نقوش قدم پر دوڑے چلے جانا اور اپنے آباء کے حق پر ہونے کی سند کو نہ دیکھنا، گمراہ لوگوں کا طریق زندگی ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ اور ان سے قبل بھی اوّلین میں اکثر گمراہ ہوئے۔

اوّلین میں حق کو ماننے والے بھی ہوئے ہیں، حق کا انکار کرنے والے بھی ہوئے ہیں۔ اکثریت خلاف حق کرنے والوں کی ہی رہی ہے۔ شکر گزار بندے قلیل ہی تھے۔ اس لئے اوّلین بذات خود کوئی معیار نہیں ہوسکتے۔

حاصل: اوّلین کی طریقت اسی صورت میں سند کا درجہ رکھتی ہے جب وہ صراطِ مستقیم پر ہونے کی شہادت رکھتے ہوں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے۔

اللہ تعالیٰ علیم مطلق ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے نتائج سے ضرور آگاہی دیتا ہے۔ ڈر سنانے والے ہمیشہ لوگوں کو ان کی زبان میں ٹھیک ٹھیک ان کے انجام سے آگاہ کرتے رہے ہیں، اور سلامتی کی راہ دکھاتے رہے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم میں ڈر سنانے والے نہ آئے ہوں اور اس قوم پر عذاب الٰہی آجائے۔

حاصل: ڈر سنانے والے ہمیشہ اللہ کی طرف سے بھیجے جاتے رہے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی قوم اپنے انجام سے آگاہ نہ ہو اور وہ عذاب میں پکڑی جائے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ تو نظر کرو ان کی عاقبت کیسی ہوئی جن کو ڈر سنایا گیا۔

جن لوگوں کو خلافِ حق کرنے کے انجام سے ڈرایا گیا اور انہوں نے اپنے آباء واجداد کی روش کو چھوڑنے سے انکار کیا وہ ہمیشہ عذاب الٰہی کی پکڑ میں آتے رہے۔ اللہ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ اپنا کچھ بھی دفاع نہ کرسکے۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔ وہ اصلاح کو حال پر قبول نہ کریں تو ان کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

ع ۲ ۵۲ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

اللہ کے مخلص بندے ناصحین سے محبت رکھتے ہیں، شیطان انہیں بہکا نہیں سکتا۔ انہیں شاہد سے محبت ہوتی ہے۔ وہ شاہد کے قول پر اپنے قول کو نثار کردیتے ہیں، اس طرح ان کا قول پاک ہوجاتا ہے۔ شاہد کے حسن عمل کو دیکھ کر ناقص اعمال کو ترک کرتے جاتے ہیں، اس طرح ان کے اعمال صالح ہوجاتے ہیں۔ جس علم سے یہ فیض یاب ہوتے ہیں وہ علم، طلبگاروں کو آسانی کے ساتھ عطا کرتے ہیں۔ ان پاک

Marfat.com

لوگوں کو اخلاص کی بارش سے نوازا جاتا ہے۔ ان ہی کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کے عبادِ مخلصین میں شمار ہونا فلاح دارین کے حصول کی سند ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر (۵۹) میں فرمایا ہے: كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ شیطان کی مثال جب اس نے انسان سے کہا کہ کفر کر، پھر جب اس نے کفر کیا، کہنے لگا میں تجھ سے الگ ہوں، میں اللہ سے خائف ہوں جو ربّ العالمین ہے۔ تو ان دونوں کی عاقبت یہ ہوئی کہ وہ دونوں آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور ظالمین کی یہی جزا ہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ اور نوح علیہ السلام نے ہمیں ندا دی، تو ہم کیا اچھے مجیب ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ربّ کو پکارتے ہوئے گزارش کی تھی کہ ان کافروں کا ایک گھر بھی زمین پر نہ چھوڑ، ان کی اولاد بھی فاجر و کافر ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی ندا کو قوم کے حال پر شہادت مان لیا تو پھر آپ کی پکار کو جو اہمیت دی، وہ تا قیامت لوگوں کے لئے اپنے اندر درس عبرت لئے ہوئے ہے۔ منکرین حق غرق کر دیئے گئے اور اللہ کے مقابل کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔

حاصل: جس کی بات حق ہو، اس کی گواہی اللہ کے نزدیک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اللہ سے بہتر مدد دینے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ اور ہم نے آپ کو اور آپ کے اہل کو کربِ عظیم سے نجات دی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو ایک بڑے دن کے عذاب سے بارہا آگاہ کیا تھا۔ منکرین حق آپ کا مذاق اڑاتے رہے، حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام حکم الٰہی کے مطابق ان جانوروں کو سنبھالنے لگے جو اللہ نے آپ کے پاس بھیجے۔ حیوانات ہر قسم، طیور ہر قسم اور کیڑے مکوڑے جو بھی اللہ نے زینت زمین کے لئے محفوظ رکھنے تھے ان کو پہلے محفوظ کیا گیا، پھر صالح عمل کرنے والے لوگوں کو کشتی میں بٹھایا گیا۔ جن لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام سے محبت تھی، یہی آپ کے اہل تھے۔ پاک لوگوں کی معیت کے لئے معیار یہی رہا ہے کہ ان سے محبت ہو تو خلوت و جلوت میں ان کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے اہل کو اللہ نے اس کرب عظیم سے نجات دی، جس نے بصورت طوفان منکرین حق کو مٹا کر رکھ دیا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مدد دی جاتی ہے، وہ ہر لحاظ سے پوری ہوتی ہے اور حال کے مطابق ہوتی ہے، کہ علیم مطلق ہی سب سے بڑی مدد دے سکتا ہے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ اور ہم نے آپ کی ذرّیت کو ہی باقی رہنے والا ٹھہرایا۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے ساتھی جو آپ سے محبت رکھتے تھے، وہی باقی رہنے والے ہوئے اور منکرین حق کا نشان مٹ گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہیں، کہ ان ہی سے نسل انسانی دوبارہ شروع ہوئی۔ اللہ کی رحمت شامل حال ہو جائے تو مغلوب کے غالب ہونے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ اللہ نے مومنین کی نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ اللہ جس کا مددگار ہو وہی باقی رہنے والا ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کی نصرت حاصل ہو تو اولاد میں کام جاری رہتا ہے، نام باقی رہتا ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ اور پچھلوں کو ان کے طریقے پر رکھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مکذبین حق کے جواب میں جس طرح صبر کا مظاہرہ کیا وہ اتنا بڑا معیار ہے، کہ قیامت تک طلب حق رکھنے والے اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے، قیامت تک استقامت کے ساتھ حق کی احسن ادائیگی کرنے والے آپ کی زندگی کو مانتے رہیں گے۔

حاصل: اللہ کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کا طریقِ زندگی پیچھے آنے والوں کے لئے معیار ہے۔ پاک لوگ اس معیار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ سلام ہو نوح پر عالمین میں۔

حضرت نوح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام، بندے کی قدر و منزلت کے حوالے سے بڑا بلند مقام ہے۔ عالمین میں جہاں جہاں رب کو ماننے والے ہیں اور ہوں گے، وہ حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجتے ہیں اور آپ پر سلام بھیجتے رہیں گے، کہ حق کی تکذیب کرنے والوں کی تکلیف دہ باتوں پر آپ صدیوں صبر کرتے رہے، اور اللہ کی رضا کے لئے جو کچھ آپ کو کرنا چاہئے تھا، اس کا تسلسل ٹوٹنے نہیں دیا، تا آنکہ اس قوم کو عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہو گئی۔

حاصل: مخالفین حق کے ساتھ صبر کا رویہ رکھنے والا جہاں بھی ہو، لازم ہے کہ وہ حضرت نوح پر سلام بھیجے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ بے شک محسنین کو ہم ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس قدر و منزلت سے نوازا گیا، وہ ان کے محسن ہونے کی جزا ہے، اور محسنین کو ایسی ہی جزا سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ کی سنت یہی رہی ہے۔ محسنین، منکرین حق کی باتوں کو سن کر صبر کرتے ہوئے وہ کچھ پہنچاتے رہتے ہیں، جس کے پہنچانے کا ان پر حق عائد ہوتا ہے۔

حاصل: محسنین اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کرتے ہیں، اور اللہ کے شکر گزار بھی ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن ہونے کی اور مومنین سے ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔

Marfat.com

آپ کے بارے میں بات کرنے سے پہلے آپ کے اس مرتبے کو دیکھنا ضروری ہے۔ آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات کرنا جو مومن کی شان کے لائق نہیں ہوتی قطعاً خلاف حق ہوگی۔

حاصل: احسان کرنے والے ہی مومنین کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ مومن کے مرتبے کو ملحوظ رکھ کر اس کے بارے میں بات کرنی چاہئے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ پھر ہم نے آخرین کو غرق کر دیا۔

جو مومن تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے، وہ طوفان سے نجات پانے والے ہوئے۔ جو ان کے خلاف تھے وہ سب غرق کر دیئے گئے۔ گمراہی، اللہ کے پاک بندوں کی تکذیب سے شروع ہوتی ہے، مکذبین کی ہلاکت ہی اس کا انجام ہوا کرتا ہے۔

حاصل: حق کی مخالفت راہ ہلاکت ہے۔ جو اس راہ کو اختیار کرتا ہے وہ اپنے اوپر خود ہی ظلم کرتا ہے۔

وقف لازم

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اور بے شک آپ ہی کے زمرے سے ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی وہی طریقت اپنائی جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنائی تھی: منکرین حق کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے معاملہ کرنا، ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنا، اور نتائج کو باذن اللہ جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی معیت میں رہنا۔

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت مبارک حضرت نوح علیہ السلام کی سیرت مبارک سے بڑا تعلق رکھتی ہے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ جب قلبِ سلیم کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ جن کو تم پوجتے ہو، یہ تمہارے نفع وضرر پر قادر نہیں ہیں۔ یہ تو کچھ بھی کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ خالق کل نے ہی سب کچھ بنایا ہے۔ ارض وسماوات کا پیدا کرنے والا ہی ربّ العالمین ہے۔ میں صرف اسی کی طرف یکسوئی کے ساتھ لگتا ہوں۔ شرک سے میں ہمیشہ بیزاری کا اظہار کروں گا۔ یکسوئی صاحب قلب سلیم کی شان ہے۔ رجوع الی اللہ ہونے کا دعویٰ ہو تو قلب سلیم سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

حاصل: اپنے ربّ کے حضور قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ جب آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا، آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو بت پرستی کرتے دیکھا تو ان سے پوچھا، آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کا جواب تھا ہم نے اپنے آباء کو ان بتوں کی عبادت کرتے پایا ہے، اس لیے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، یہ تو صریحاً گمراہی ہے۔ اگر آباء کے راہ راست پر ہونے کی سند موجود نہ ہو تو ان کی پیروی سے فلاح کا حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔

حاصل: مشرکین سے پوچھنا چاہیے تم کس کی عبادت کرتے ہو تا کہ ان کا دعویٰ سامنے آئے۔

اَئِفْکًا اٰلِھَۃً دُوْنَ اللّٰہِ تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ کیا اللہ کے مقابل من گھڑت معبودوں کے طالب ہو۔

جب قوم نے اپنے من گھڑت معبودوں کی عبادت کا دعویٰ کیا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا اللہ کے مقابل تم اپنی پسند کے معبود بنانا چاہتے ہو۔ تم جس کو اپنی پسند سے معبود بناؤ گے وہ تمہارا مالک نہیں ہو سکتا۔ تم اپنے بنائے ہوؤں کو مانتے ہو، اپنے بنانے والے کو نہیں مانتے۔

حاصل: حق کے مقابل جو اپنی تجویز رکھتا ہے وہ اپنا من گھڑت معبود بنانا چاہتا ہے۔

فَمَا ظَنُّکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ ربّ العالمین کے بارے میں تمہارا ظنّ ہے کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ پوچھا کہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان ہے کیا، یہ معلوم ہونا چاہیے۔ یقیناً وہ گمان درست نہیں ہے، ورنہ من مانی کرنے کا راستہ تو بن ہی نہیں سکتا، اور آپ لوگوں نے من مانی کرتے ہوئے اپنے معبود گھڑ لیے ہیں۔ عالمین کو پالنے والا کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہی ہر ایک مخلوق کی ضروریات کو جانتا ہے اور وہی ہر ایک کو اپنے علم سے پالتا ہے۔

حاصل: منکرین حق سے یہ پوچھنا چاہیے کہ ربّ العالمین کے بارے میں تمہارا گمان ہے کیا۔

فَنَظَرَ نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ پھر آپ نے ایک نظر ستاروں پر ڈالی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے علماء سے پوچھا تھا کہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان ہے کیا۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے جو کچھ بھی کہا وہ قطعاً بے سند باتیں تھیں۔ ایسی بے استدلال باتیں سننے کی ایک حد ہوتی ہے۔ سنانے والوں کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ آپ نے اس بیان کو بہت طویل کر دیا ہے اور آپ وہ ثابت نہیں کر سکے، جو آپ ثابت کرنا چاہتے تھے، آپ نے وقت کو دیکھنے کے لیے ستاروں پر نظر ڈالی۔

حاصل: جس کا بیان تکلیف دہ حد تک طویل ہو جائے اس کو اس کا احساس دلانے کے لیے وقت کا دیکھنا بھی ایک طریقہ ہے۔

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ تو کہا میں مضمحل ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے اس گمان کو جو ربّ العالمین کے بارے میں رکھتی تھی، سنا اور ان کی بات کے لاحاصل ہونے کا اظہار وقت کو دیکھ کر کیا، اور یہ کہا کہ میں تھک چکا ہوں، آپ لوگ اپنے عقیدے کے درست ہونے کو ثابت نہیں کر سکے۔

حاصل: کسی بیان کی طوالت کا احساس دلانے کے باوجود اگر سنانے والے اس کو ختم نہ کریں، تو پھر یہ کہنا چاہیے کہ میں مضمحل ہو گیا ہوں۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝۹۰ تو وہ آپ سے پیٹھ دے کر چلے گئے۔

قوم نے اپنے عقیدے کو درست ثابت کرنے کی بہت کوشش کی مگر حق کے سامنے باطل کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس حالت میں چھوڑ کر چلے گئے کہ وہ ان کی باتوں کو سنتے سنتے تھک گئے تھے۔

حاصل: منکرین حق اپنے دعوے کو ثابت نہ کر سکیں تو وہ اس کو غلط ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۹۱ پھر ان کے معبودوں کی طرف جا پہنچے اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں۔

عبادت خانہ، اجتماعی ضرورت کے لیے بنایا جاتا ہے، اس لیے وہاں قیام کی اجازت لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ خدمت گاروں کا کام عبادت خانے کو عبادت کرنے والوں کے لیے ساز گار رکھنا ہی ہوتا ہے، کسی کی عبادت میں مخل ہونا ان کا کام نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کے پاس اس وقت پہنچے جب اللہ کے سوا انہیں وہاں کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔ آپ نے بتوں کے سامنے لوگوں کی نذریں پڑی دیکھیں تو بتوں سے مخاطب ہو کر کہا، یہ کھانے کی مرغوب چیزیں آپ کے سامنے رکھی ہیں تو آپ کھاتے کیوں نہیں۔ کھانے کی چیزیں، کھانے کے لیے پیش کی گئی ہوں اور جن کو پیش کی گئی ہوں ان کی قدرت کو بڑھا کر بیان کیا جاتا ہو، تو ان سے یہ پوچھنا بڑا برمحل ہے کہ کھاتے کیوں نہیں۔

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کے پاس اس وقت پہنچے جب اللہ کے سوا انہیں کسی نے دیکھا نہیں۔ بتوں سے سوال کرنا ان کے بارے میں لوگوں کے عقائد کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لیے تھا۔

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝۹۲ تمہیں کیا ہے کہ نطق نہیں کرتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے یہ کہا کہ تم بولتے ہی نہیں۔ تمہارے متعلق تمہارے ماننے والے کیسی کیسی باتیں بناتے رہتے ہیں اور تم کچھ کھاتے بھی نہیں کچھ پوچھا جائے تو جواب بھی نہیں دیتے۔

حاصل: کسی عقیدے کو جانچنے کے لیے، متعلقہ سوال حقائق پر مبنی ہونے چاہیں۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ ۝۹۳ پھر گھسے ان پر دائیں ہاتھ سے ضربیں لگاتے ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو توڑنے کے لیے جنہیں اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا تھا، ان پر بھرپور ہاتھ مارا اور انہیں توڑ دیا۔ منشاء یہ تھا کہ لوگ اپنے معبودوں کو اس حالت میں بھی دیکھیں اور اس نتیجے پر پہنچیں کہ جو اپنی حفاظت بھی نہیں کر پائے وہ کسی کے کیا کام آسکتے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: بت شکنی لوگوں کو یہ احساس دلانے کے لیے تھی کہ ان کے گھڑے ہوئے معبود کوئی قدرت نہیں رکھتے۔

فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ تو لوگ آپ کی طرف دوڑ کر آئے گھبرائے ہوئے۔

جب لوگ معبد میں آئے اور بتوں کو ٹوٹا ہوا پایا، تو وہ بہت پریشان ہوئے، اور کہا، جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اس نے بڑی زیادتی کی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو جسے ابراہیم کہتے ہیں بتوں کی برائی کرتے سنا ہے۔ حکم دینے والوں نے حکم دیا، لاؤ اسے لوگوں کے سامنے کہ لوگ اس پر گواہی دیں۔ تو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑے، کہ انہیں فیصلہ کرنے والوں کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کریں۔

حاصل: کھوج لگانے کے لیے اس واقعہ سے پہلے کی کڑیوں کو ملانا ضروری ہوتا ہے، پھر غالب امکان کی طرف بڑھنا چاہیے۔

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ فرمایا، کیا تم اپنے ہاتھوں تراشے ہوؤں کی عبادت کرتے ہو۔

لوگ جب دوڑے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کا اس طرح آنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توقع کے مطابق تھا۔ آپ اس صورت حال میں اپنا حق ادا کرنے کے لیے تیار تھے۔ پوچھا گیا، کیا آپ نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: اس نے یہ فعل کیا ہے، جسے تم نے ان کی برائی کرتے سنا ہے، ان کے بڑے سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں۔ قوم کے بڑوں نے کہا، یہ بولتے تو نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے تراشے ہوؤں کو مانتے ہو۔ کیا تمہارا معبود تمہارا بنایا ہوا ہونا چاہیے۔ تمہارے بنانے والے کے مقابل ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ یہ تو اپنی حفاظت کرنے پر بھی قادر نہیں ہیں، تمہارا کیا سنوار سکتے ہیں۔

حاصل: اپنی تخلیق کو اپنے خالق کے مقابل کبھی اہمیت نہیں دینی چاہیے، یہ بڑی بے عقلی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ اور اللہ ہی نے تم کو اور جن چیزوں کو تم کام میں لاتے ہو خلق کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ ہی نے تم لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ ان بتوں کے خالق، اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ چیزیں جن پر عمل کر کے تم ان کو معبود ٹھہرا لیتے ہو، وہ بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ خالق کل تو اللہ ہی ہے، ان مورتوں کا مقام اللہ کے سامنے کچھ بھی تو نہیں۔

حاصل: خالق کل نہ ہونے سے، ہونا بنا سکتا ہے۔ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا قطعاً خلاف حق ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ میں جھونک دو۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک کلام کے مقابل خودکولا جواب پاتے ہوئے، قوم کے بڑے لوگوں نے یہ کہا کہ اپنے معبودوں کی مدد کرنی ضروری ہے، اور گستاخی کی سزا ایسی ہونی چاہیے کہ ان کو آگ میں جھونک دیا جائے۔ اس آگ کے لیے جگہ بھی مخصوص ہو اور وہ ہماری زندگی کے دوسرے معمولات پر اثر انداز بھی نہ ہو، اس کے لیے موزوں عمارت بنالی جائے۔

حاصل: منکرینِ حق اپنے عقیدے کے مخالفین کو اتنی بڑی سزا دینا چاہتے ہیں، کہ آئندہ کوئی وہ رُخ اختیار نہ کرے۔

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ تو انہوں نے آپ کے ساتھ بُرا داؤ چلنے کا ارادہ کیا، تو ہم نے انہی کو نیچا دکھایا۔

قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا بڑا بندوبست کیا۔ پوری قوم کے جذبات آگ کی شکل اختیار کر جائیں تو وہ آگ کتنی بڑی ہوسکتی تھی یہ بالکل واضح ہے۔ اس آگ میں ڈالنے کے بعد منکرینِ حق کو ہی خسارہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو سلامتی عطا ہوئی اور بُرا داؤ چلنے والے خسارے میں پڑے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے سامنے کوئی داؤ نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ نتائج پر قادر ہے۔

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ اور پکارے ہیں، اپنے ربّ کی طرف چلتا ہوں وہ جلدی مجھے راستہ دکھادے گا۔

قوم کے خسارے میں مبتلا ہوجانے کے بعد آپ نے وہاں سے چلنے کا فیصلہ کیا، اور یہ اعلان کیا کہ میں اپنے رب کی طرف چلتا ہوں، اسی کی رضا مجھے مطلوب ہے۔ یہاں سے چلنا ضروری ہے۔ میرا ربّ مجھے جس مقام پر لے جانا چاہے میں اسی مقام پر جانا چاہوں گا۔ راستہ میرا ربّ دکھائے گا، میں اپنے آپ کو یکسو کر کے اسی کی طرف چلتا ہوں۔

حاصل: تبلیغِ حق کرنے والے کی شان یہی ہے، کہ جہاں اس کا کام ہو، وہیں رہے، اور جہاں سے کام ختم ہو جائے وہاں سے چل پڑے، عزم یہی ہو کہ جہاں اللہ رکھے وہیں رہنا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ اے میرے ربّ مجھے صالحین سے عطا فرما۔

یہ دعا اس مقام پر پہنچنے کے بعد کی ہے، جس پر آپ کو آپ کے ربّ نے پہنچایا۔ آپ نے صالحین کے ساتھ کے لیے دعا کی۔ اس میں فوری ضرورت تو صالح ساتھیوں کی تھی، اولاد کا مقام تو مستقبل سے تعلق رکھتا تھا۔

حاصل: دعا پہلے حال سے تعلق رکھتی ہے، پھر مستقبل سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ تو ہم نے آپ کو ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقام پر اپنا گھر بنایا، جہاں اللہ نے پسند فرمایا۔ آپ کو ایک بیٹے کی بشارت دی گئی جس کو اللہ

Marfat.com

نے حلیم فرمایا ہے۔ یہ صفت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ جو بیٹا صالح والدین کے سامنے اپنی کوئی تجویز نہ رکھتا ہو اور صداقت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنے میں راحت پاتا ہو، وہ حلیم ہوتا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں، جن کو حلیم فرمایا گیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پہلے پیدا ہوئے اور دوڑنے پھرنے کی عمر میں ذبیح اللہ ہو گئے جب کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ہی آپ کی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے اسرائیلی روایت کوئی حقیقت نہیں رکھتی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔ جو صاحبان حق کے فرمان کو فرمانِ الٰہی جان کر مانے، اور حکمِ الٰہی پر جان تک قربان کرنے کو تیار ہو، اس کو بھی ذبیح اللہ کا مقام عطا ہو جاتا ہے۔ ذبیح اللہ، صادق الوعد بھی ہوتا ہے، صابر بھی ہوتا ہے۔

حاصل: حلیم باپ اور حلیم بیٹے کے بارے میں اپنی اولاد کو بتانا چاہئے کہ ان کا مرتبہ کیا تھا، ہماری اولاد کا رُخ اسی طرح درست رہ سکتا ہے۔ امّی (بنی اسمٰعیل میں سے) ہونے کے لیے موصوف کی صفت کو پانا لازم ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

پھر جب وہ آپ کی معیّت میں دوڑنے پھرنے لگا، فرمایا: اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، پھر تُو نظر کر تیری رائے کیا ہے۔ عرض کی اے میرے باپ وہی کیجئے جس کا آپ کو امر ہوتا ہے، جلد ہی انشاء اللہ آپ مجھے صابرین سے پائیں گے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب دوڑنے پھرنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ بٹانے لگے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خواب آیا۔ آپ نے اپنے بیٹے سے وہ خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، تم دیکھو تمہاری رائے کیا ہے۔ بیٹے کی رائے معلوم کرنا قطعاً حق تھا کہ قربان ہونے والے کی نیت کو قربان ہونے کے عمل میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ بیٹے نے جواب دیا: والد محترم وہی کیجئے جس کا آپ کو امر دیا گیا ہے۔ بیٹے نے باپ کے مرتبے کو دیکھتے ہوئے باپ کے خواب کو باپ کے لیے امرِ الٰہی جانا اور جہاں تک اس عمل میں بیٹے کی ذات کا تعلق تھا، صبر کے ساتھ اس مقام پر انشاء اللہ کہتے ہوئے پورا رہنے کے عزم کا اظہار کیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس مقام کو مستقبل قریب میں دیکھا، وہیں آپ کے صبر کا ثبوت ملنا تھا، اس لیے آپ نے یہ عرض کیا کہ عن قریب آپ مجھے صابرین سے پائیں گے۔

حاصل: خواب کی حقیقت آگاہی ہوتی ہے۔ جس عمل میں بندے کی رضا شامل نہ ہو وہ عمل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ حلیم بیٹے اپنے صالح باپ کی بات کو بڑے ادب سے مانتے ہیں، قربان ہونے کا مقام آجائے تو صبر سے اس مقام پر انشاء اللہ کہتے ہوئے اپنے عزم کا اظہار کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ پھر جب دونوں تیار ہو گئے اور آپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔

امرِ الٰہی کے مطابق ذبح کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیاری یہ تھی، کہ اللہ کی رضا کے لیے وہی کرنا ہے، جس کا امر دیا گیا ہے اور ویسے کرنا ہے جیسے خواب میں دکھایا گیا ہے، ذبح کرنیوالا آلہ بالکل ٹھیک ہونا چاہیے۔ ذبح ہونے والے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تیاری یہ تھی کہ آپ قربان ہونے کے لیے تیار تھے، امرِ الٰہی کے سامنے اپنی کوئی تجویز نہ رکھتے تھے، اور یہی عرض کرتے تھے کہ جیسے آپ نے خواب میں دیکھا ہے، بالکل ویسے ہی کیجیے۔ ماتھے کے بل لٹانے میں آپ کا منشاء اظہارِ ادب تھا اور آپ نے خواب میں ایسے ہی دیکھا تھا۔

حاصل: نیت پہلے ہوتی ہے عمل بعد میں ہوتا ہے۔ سجدے کی صورت، اظہار بندگی میں اللہ کے نزدیک قرب کے حوالے سے پسندیدہ ہے۔

وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ اور ہم نے آپ کو ندا دی اے ابراہیم علیہ السلام۔

ذبح کرنے کا عمل شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکا نام لے کر ندا دی۔ معبود نے اپنے عبد کو ندا دی اور عبد نے قُربِ الٰہی کا وہ مقام پایا جو دائرہ عبدیت میں بلند ترین مقام ہے۔

حاصل: معبود کا عبد کو ندا دینا، عبد کے لیے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس اعزاز کے لیے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ بے شک آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند نازل فرمائی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں جو کچھ دکھایا گیا تھا، آپ نے اسے عملاً کر کے دکھا دیا۔ رضاءِ الٰہی کے حصول سے بڑی کامیابی نہ دنیا میں ہو سکتی ہے نہ آخرت میں ہو سکتی ہے۔ اس کامیابی کے حاصل کرنے والے محسنین ہی ہوتے ہیں۔ محسنین کو تعلق مع اللہ کی وجہ سے جو سہارا ملتا ہے وہ سہارا ان کی شان کو روشن کر دیتا ہے۔

حاصل: خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہنا محسنین کی طریقت ہے۔ اللہ محسنین کی شان کو روشن کرتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ یقیناً یہ ایک عظیم امتحان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا دعویٰ جس امتحان سے سچا ثابت ہوا، وہ اتنا بڑا امتحان تھا جو صرف اللہ ہی لے سکتا ہے۔ جس دعوے کے ساتھ شہادت موجود نہ ہو وہ دعویٰ بے حقیقت ہوتا ہے۔

حاصل: ہمارے دعویٰ ایمان کے ساتھ بھی ہماری صداقت کا ثبوت ہونا چاہیے۔

Marfat.com

وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ اور ہم نے اس کے لیے ذبح عظیم سے فدیہ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے قربانی کا جانور بطورِ فدیہ دیا۔ یہ قربانی معنوں میں عظیم ہے کہ قبول کرنے والے مالک کل کی طرف سے دی گئی ہے۔

حاصل: مالکِ کُل نے جس کے لیے فدیہ دیا، اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور لوگوں کے لیے لائقِ تکریم ہے۔

وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ اور ہم نے اس پر آخرین کو قائم رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے ذبح عظیم کا فدیہ، قربانی کے حوالے سے بلند ترین مقام ہے۔ اللہ نے اس عمل کو قربِ الٰہی کے لیے ایک رکن ٹھہرادیا ہے۔ مناسکِ حج میں اس کا ایک مقام ہے اور قربانی (ذبح عظیم بطور سنت) بڑھتی چلی جارہی ہے اور بڑھتی چلی جائے گی۔

حاصل: قربانی کو اللہ نے باقی رکھا ہے، اس کو قُربِ الٰہی کے لیے اہم ٹھہرایا ہے اور وہ بڑھتی چلی جارہی ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۱۰۹﴾ سلام ہے ابراہیم پر۔

حضرت ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمایا گیا ہے۔ معبود جس بندے پر سلام فرمائے عبادِ صالحین پر اس بندے کی تعظیم لازم ہوجاتی ہے، اس کی توقیر لازم ہوجاتی ہے، اور اس کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا حق ہوجاتا ہے۔

حاصل: حضرت ابراہیم کے مبارک نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا بھی چاہیے اور آپ کا مبارک نام لیتے ہوئے علیہ السلام کہنا بھی چاہئے۔

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۰﴾ ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

عبدیت کے دائرے میں اللہ کی رضا پر سب کچھ قربان کردینا، احسان کا بلند ترین مقام ہے۔ معبود کی طرف سے عبد کے محسن ہونے کی تصدیق اور اس پر سلام بہت بڑی جزا ہے۔

حاصل: محسن ہونا عبد کی شان ہے جزا دینا معبود کی شان ہے۔

اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ بے شک وہ ہمارے عبادِ مومنین سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مومن ہونے کی اور مومن بندوں میں سے ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ مومن کے نو مقامات کا قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے: توبہ، عبادت، حمد، روزہ، رکوع، سجدہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور حدود اللہ کی حفاظت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان مقامات پر پورا رہنے کی اللہ نے شہادت دی ہے۔ مومن ذاتی زندگی کے حوالے سے بھی معیار ہوتا ہے،

Marfat.com

اجتماعی زندگی کے حوالے سے بھی معیار ہوتا ہے۔

حاصل: عبادِ مومنین کا ساتھ صراطِ مستقیم ہے۔ کسی ایسی بات کو جو مومن کی شان کے خلاف ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ منسوب کرنا صریحاً گناہ ہے کہ اللہ نے آپ کے مومن ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور ہم نے آپ کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی جو صالحین سے نبی ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ہی ان کے نبی ہونے کی بھی بشارت دی گئی۔ یہ مقام نبوت حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ نہ ہونے کا ثبوت ہے، کہ ذبیح اللہ ہونے کا مقام تو اوائل عمری میں آیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے نبی ہونے کی بشارت پیدائش کے ساتھ ہی دی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ بڑی راحت کی بات تھی کہ ان کی اولاد میں اللہ نے نبوت کو رکھنا پسند فرمایا۔

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محسن ہونے کا، مومن ہونے کا انعام حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کی صورت میں بھی دیا گیا۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع ۲۹/۷

اور ہم نے اسے بھی برکت دی اور اسحاق علیہ السلام کو بھی برکت دی۔ اور ان دونوں کی اولاد سے محسن بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریحاً ظلم کرنے والے بھی ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام دونوں بھائی ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی اولاد سے جو لوگ اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے والے ہیں وہ سب محسن ہیں اور جو اپنی پسند پر سب کچھ لگا دیتے ہیں وہ اپنے آپ پر صریحاً ظلم کرنے والے ہیں۔

حاصل: آباء کا بابرکت ہونا کسی کے محسن ہونے کی سند نہیں ہوتا۔ اگر ہمارا حال خلافِ حق ہو تو ہم اپنے آباء کی برکت سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات (۴۹) میں فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شعبے اور قبیلے ٹھہرایا کہ تعارف ہو سکے۔ بے شک اللہ کے نزدیک اکرم وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے۔ بے شک اللہ علم والا خبر والا ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر احسان فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف تبلیغ حق کے لیے بھیجا گیا۔ قوم فرعون استکبار میں مبتلا تھی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل پر قہر کرنے میں اپنی شان دیکھتے تھے۔ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ ایسے ظالم لوگوں سے بنی اسرائیل کو چھڑا کر لے جانا، اس احسان کی بدولت ممکن ہوا جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر فرمایا۔

حاصل: جس پر اللہ کا کرم ہو اس کے ساتھ میں یقیناً فلاح ہوتی ہے۔

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ اور ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو کربِ عظیم سے نجات دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون اور آل فرعون سے بہت دکھ پہنچتے تھے۔ بنی اسرائیل سے خدمات بھی لی جاتی تھیں، ان پر قہر بھی کیا جاتا تھا۔ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا جاتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل جسمانی طور پر بھی دکھ اٹھاتے تھے روحانی طور پر بھی دکھ میں رہتے تھے۔ اللہ نے ہی ان لوگوں کو کربِ عظیم سے نجات دی۔

حاصل: دکھ سے نجات اللہ ہی دیتا ہے، اور پاک لوگوں کی معیت نصیب ہو تو دکھ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ اور ہم نے انہیں نصرت دی تو وہی غالب ہوئے۔

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہہ دیا کہ ہم کبھی بھی آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو یہ ان کے ناقابل اصلاح ہونے کا ثبوت تھا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات دریا عبور کر جائیں۔ دریا نے امر الٰہی کے مطابق آپ کو راستہ دیا اور آپ مع بنی اسرائیل کے سلامتی کے ساتھ دریا سے گزر گئے۔ آل فرعون آپ کے تعاقب میں دریا پر پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ دریا میں بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نصرت کو دیکھا اور نظر انداز کر دیا۔ آل فرعون اور فرعون اسی راستے پر چل پڑے جو اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے بنایا تھا۔ جب یہ سب لوگ دریا کے پیٹ میں آ گئے تو پانی کے عظیم تودے آپس میں مل گئے، اور بنی اسرائیل کے دشمن مغلوب ہو گئے۔ اللہ کی نصرت نے بنی اسرائیل کو غالب کر دیا۔

حاصل: فخر غلبے پر نہیں ہونا چاہیے، غالب کرنے والے پر ہونا چاہیے۔ اللہ کی نصرت سے ہی مغلوب، غالب ہو سکتے ہیں۔

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ اور ہم نے انہیں روشن کتاب عطا فرمائی۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب عطا فرمائی گئی، وہ تورات شریف ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مددگار بنایا گیا تھا، اس لیے کتاب اللہ سے روشنی لینے والوں میں اور اس نور کو تقسیم کرنے میں حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام لائق صد احترام ہے۔ تورات شریف، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت عطا فرمائی گئی جب ایک معاشرہ احکام الٰہی کو ماننے کے لیے وجود میں آ گیا تھا۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ کیا ہے اور ناپسندیدہ کیا ہے، اللہ کی بیان کردہ مثالیں کیا ہیں، تعلیم میں رخ کیا ہونا چاہیے، بات کیسی ہونی چاہیے، افراد کے مابین تعلقات کو کس طرح ہونا چاہیے، ان کی حفاظت کیسے ہونی چاہیے، اس طرح زندگی کے ہر شعبے میں کتاب الٰہی نے طلبِ ہدایت رکھنے والوں کو روشنی دی۔

حاصل: اللہ تعالیٰ علیم مطلق ہے، اس کی عطا اس کے علم سے ہوتی ہے اور حال کی ضروریات کے حوالے سے ہوتی ہے۔

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۚ﴿۱۱۸﴾ اور انہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت یافتہ ہونے کی سند اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ ان کے نقوشِ قدم صراطِ مستقیم ٹھہرائے گئے۔ یہ بنی اسرائیل کے لیے بڑی آسانی تھی، کہ وہ امر الٰہی کی تعمیل کے لیے کسی بھی مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت ہارون علیہ السلام کی طریقت کو دیکھ سکتے تھے اور من مانی کرنے سے بچ سکتے تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کیا جائے، تو اس سے ہدایت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے ہی خواہشات کی پیروی سے بچنے میں مدد دیا کرتے ہیں۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ﴿۱۱۹﴾ اور آخرین میں ہم نے ان کے طریقے کو باقی رکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا طریقِ زندگی اس قدر روشن ہوا کہ ہدایت کے طالب ان کے نقوش قدم سے روشنی پاتے رہے اور ان حضرات کا ذکر خیر پیچھے آنے والوں میں جاری رہا۔ عنداللہ مقبولیت کی بڑی شان ہے۔

حاصل: جن کے ذکر خیر کو اللہ باقی رکھے وہ طلبِ ہدایت رکھنے والوں کے لیے روشنی کے مینار ہوتے ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ سلام ہے موسیٰ پر اور ہارون پر۔

حضرت موسیٰ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمایا گیا ہے حضرت ہارون پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمایا گیا ہے۔ یہ سلام معبود کا عبد پر سلام ہے۔ یہ سلام صراط مستقیم پر ہونے کی سند ہے۔ یہ سلام پیچھے آنے والوں کو سلامتی کا راستہ دکھانے والا ہے۔

حاصل: جن پر اللہ نے سلام فرمایا ہے ان کے نقوشِ قدم سے سلامتی کے راستے کا تعین ہوتا ہے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ بے شک ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

Marfat.com

معبود کا عبد پر سلام اتنی بڑی جزا ہے، کہ اس کے لیے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ اللہ سے بڑا جزا دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ پہلے محسنین کو جزا دیتا رہا ہے، آئندہ بھی جزا دیتا رہے گا۔

حاصل: حسنِ عمل بندے کے ذمے ہے، جزا دینا اللہ کی شان ہے۔

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ بیشک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں یہ سند نازل فرمائی گئی ہے، کہ وہ اللہ کے مومن بندوں سے ہیں۔ ایسی کوئی بات جو مومن کی شان کے لائق نہ ہو ان حضرات کے ساتھ منسوب نہ کی جائے ورنہ اللہ کے فرمان کا انکار ہو جائے گا جو قطعاً ظلم ہے۔ اس لیے اسرائیلی روایات جو آپ کی شان کے منافی ہوں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ علیمِ مطلق جن کے مومن ہونے کی شہادت دے ان کو معیارِ ہدایت جاننا چاہیے۔

حاصل: مومن بندوں کی صفات کو اپنانا چاہیے، کہ ان کے ساتھ میں ہی فلاحِ دارین رکھی گئی ہے۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ؕ اور بیشک الیاس علیہ السلام مرسلین سے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی لیے بھیجا جاتا تھا، کہ وہ اللہ کے احکامات کو عملاً نافذ کرے، اور حکمِ الٰہی کو ماننے کے لیے جس نمونے کی ضرورت ہوتی تھی اس نمونے کے بارے میں لوگ یقین کے ساتھ یکسو ہو جائیں۔

حاصل: حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں، اس لیے ان کی تعلیمات میں کوئی بات خلافِ حق نہیں ہو سکتی۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا، کیا تم لوگ ڈرتے نہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے مرسلین کی طریقت کے مطابق اپنی قوم کو ان کے انجام سے ڈرایا۔ ماضی میں خلاف حق کرنے والوں کے انجام کو ان کے سامنے رکھا، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنے کی ترغیب دی اور فرمایا، کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔

حاصل: تقویٰ کرنے والے لوگ ہی عقل مند ہوتے ہیں۔ وہ ماضی سے سبق سیکھتے ہیں اور انجام سے غافل نہیں ہوتے۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔

Marfat.com

بعل ایک بت تھا، جس کی پرستش میں حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم مگن تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم کیا تم بعل کو پکارتے ہو، جو انسانی ہاتھوں سے بنا ہے اور خود کچھ نہیں بنا سکتا اور خالقِ کل کو، علمِ مطلق سے پیدا کرنے والے کو، اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ رہے ہو۔

حاصل: تقابل سے دعوت غور وفکر دی جائے تو احسن الخالقین کے مقابل انسانی تخلیق ہیچ نظر آتی ہے۔

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ اللہ جو تمہارا ربّ ہے اور تمہارے اوّلین آباء کا ربّ ہے۔

جس کو تم لوگ چھوڑ کر بعل کی پرستش میں لگے ہوئے ہو، وہ تمہارا ربّ ہے۔ وہ تمہیں نہ ہونے کے مقام سے ہونے کے مقام پر لایا ہے۔ وہی ہر حال میں تمہاری ضروریات کا جاننے والا ہے اور وہی ان ضروریات کا پورا کرنے والا ہے۔ تمہارے آباء کا رب بھی وہی ہے، ان کے آباء کا ربّ بھی وہی ہے، اور خالقِ کل بھی وہی ہے۔ اس کے مقابل تو کوئی ہے ہی نہیں۔ یہ بعل جو تمہاری خواہشات کے حوالے سے بنایا گیا ہے، یہ تمہارے نفع وضرر پر قادر نہیں ہے۔ یہ تو تمہارا محتاج ہے۔ یہ تمہارا رب نہیں ہے۔

حاصل: ربوبیّت ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہی ماضی میں سب سے بڑی ضرورت تھی اور یہی مستقبل میں سب سے بڑی ضرورت ہوگی۔ ربّ کو پہچاننا، طلبِ ہدایت کا ثبوت ہے اور اس کے پہچاننے میں مدد دینا اللہ کے پاک بندوں کی طریقت ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ پھر انہوں نے آپ کی تکذیب کی، تو وہ پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کو جھٹلانے والے لوگ بصورت مجرمین اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیے جائیں گے۔ دنیا میں بھی ان کا انجام خاسرین کے ساتھ ہوا، آخرت میں بھی یہ خاسرین کے ساتھ ہوں گے۔ جو اللہ کے رسول کو مانتا ہو وہ محرم ہو جاتا ہے، جو اللہ کے رسول کا انکار کرے وہ مجرم ہو جاتا ہے۔ محرم اور مجرم کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں ہوتا۔

حاصل: اللہ کے رسول کی تکذیب وہی کرتے ہیں، جن کے نزدیک ان کی اپنی پسند سے زیادہ کچھ اہم نہیں ہوتا۔ یہ لوگ دنیا و آخرت کے خسارے میں پڑتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ سوائے اللہ کے عبادِ مخلصین کے۔

اللہ کے عبادِ مخلصین ہی اللہ کے رسول کو مانتے ہیں جیسے ماننے کا حق ہوتا ہے۔ عبادِ مخلصین کو شیطان بہکا نہیں سکتا کہ وہ اپنی پسند کو معیار نہیں جانتے۔ ناصحین سے محبت ان کو اتنا سہارا دیتی ہے، کہ وہ مشکل مقامات سے اپنے صاحب کے نقوشِ قدم کو دیکھتے دیکھتے سلامتی سے گزر جاتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں بھی فلاح پاتے ہیں، آخرت میں بھی فلاح پاتے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: اللہ کے عبادِ مخلصین ہی دنیا و آخرت میں سکھی رہتے ہیں، دنیا و آخرت میں عزت انہی کی ہوتی ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٩﴾ اور ہم نے آخرین میں ان کے طریقے کو باقی رکھا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کی یہ سند ہے کہ ان کا ذکرِ خیر ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جو اللہ کے ساتھ ہو جائے اسے بقاباللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ دائمی پاک دامنی کا مقام پانے والے ہی پیچھے آنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔

حاصل: جسے بقاباللہ کا مقام حاصل ہو جائے اس کا ذکرِ خیر، اللہ کے فضل سے ہوتا رہتا ہے۔

سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿١٣٠﴾ سلام ہو الیاس والوں پر۔

الیاسین میں وہ سب حضرات شامل ہیں، جو آپ کے ساتھ تھے۔ جو تعلق اللہ کے لیے ہو وہی تعلق پورا ہوتا ہے اور دائمی ہوتا ہے، باقی سب تعلقات غرض و غایت کے زمرے میں آتے ہیں۔

حاصل: جو پاک ہو جائے اور خلوت و جلوت میں اپنے شاہد کے ساتھ رہے، سلامتی اس کا احاطہ کیے رکھتی ہے۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣١﴾ بے شک ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

محسنین کی جزا کو بیان کرنے کا منشاء لوگوں کو احسان کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ معبود کی طرف سے عبد پر سلام ہو تو یہ رضاءِ الٰہی کے حصول کی سند ہے، یہ محسنین کی پاک جماعت میں شامل ہونے کی سند ہے۔

حاصل: محسنین کی پاک جماعت میں شامل ہونے والے رضاءِ الٰہی کے حصول کی سند رکھتے ہیں۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں سے ہیں۔

مومن بندے حق کو تسلیم کرتے ہیں اور رضاءِ الٰہی کے حصول کو ہر مقام پر مقصود جانتے ہیں۔ بھول جانا بھی محبوب بندوں کی ایک صفت ہے مگر خلافِ حق کرنے کا اور جان بوجھ کر خلافِ حق کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ نتائج کو باذن اللہ جانتے ہوئے حال پر رہتے ہیں، ماضی میں بھی نہیں رہتے، مستقبل میں بھی نہیں رہتے۔ حق کو عملاً دیکھنے کے لیے مومن بندوں کو حال پر دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

حاصل: مومن بندوں کے ساتھ کسی منفی صفت کو منسوب کرنا خلافِ حق ہے۔

وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٣﴾ اور بے شک لوط علیہ السلام مرسلین سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مرسلین سے ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ مرسل وہ معیار ہوتا رہا ہے، جس کے اتباع میں اللہ کی رضا کا حصول یقینی ہوتا تھا۔ حکمِ الٰہی کو ماننے کے لیے جو حوالہ اللہ کے نزدیک معیار تھا، وہ ہر زمانے میں اللہ نے ہی بھیجا ہے۔ اس حوالے کو ادب سے ماننے والے اس صاحب سے محبت کرنے والے ہی ایمان والے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: جس کا تعارف کروایا جا رہا ہو پہلے اس کا مقام بیان کرنا چاہیے۔ مرسلین کا نام ادب سے لینا چاہیے، ان پر سلام بھیجنا چاہیے۔

اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ جب ہم نے آپ کو اور آپ کے سب اہل کو نجات دی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا، اور انہیں یہ کہا کہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو، تم نے وہ بے حیائی کی ہے جو تم سے پہلے عالمین میں کسی نے نہ کی تھی، تو انہوں نے کہا کہ اس کام سے تو ہم باز نہیں آئیں گے، طہارت و پاکیزگی چاہنے والوں کو اپنی بستی سے ضرور نکال باہر کریں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے ایمان والے ساتھیوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیے۔ اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے سب پاک ساتھیوں کو پہلے محفوظ مقام پر پہنچایا جو دائرہ عذاب میں آنے والی جگہ سے باہر تھا، پھر منکرین حق کو عذاب میں پکڑا۔

حاصل: اللہ اپنے پاک بندوں کو نجات دیتا رہا ہے، یہی اس کی سنت ہے۔ پاک ہونا اور پاک لوگوں کے ساتھ ہونا بندے کا حق ہے۔

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ مگر ایک بڑھیا، کہ پیچھے رہ جانے والوں سے ہوئی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی۔ یہ عورت حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ دھوکا کرتی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام سے ازدواجی رشتے کے باوجود کافروں کے ساتھ تھی، اور حق کے مقابل اپنی خواہشات کو ترجیح دیتی تھی، اس لیے نجات پانے والوں میں یہ شامل نہ تھی۔

حاصل: پاک لوگوں کے ساتھ کی قدر ہو تو اس کے مقابل کسی شے کی طرف مائل ہونا ممکن نہیں ہونا چاہیے۔

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ پھر باقی لوگوں کو ہم نے برباد کر دیا۔

منکرین حق جو حضرت لوط علیہ السلام کی مخالفت میں ایک رخ پر تھے، عذاب الٰہی میں پکڑے گئے۔ ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی، اور ان کو نابود کر دیا گیا۔

حاصل: جو لوگ ناپاکی کو اپنا امتیاز بنالیں، بربادی ان پر مسلط کر دی جاتی ہے۔

وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ اور تم ان پر صبح کو گزرتے ہو۔

اہل مکہ شام کی طرف تجارت کے لیے آتے جاتے تھے۔ اس راستے سے گزرتے ہوئے یہ بستیاں جن پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا، نظر آتی ہیں۔ شعور کی موجودگی میں ان کے ماضی کو بھی دیکھا جا سکتا ہے، اللہ کی قدرت کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل: منکرین حق کے انجام سے سبق سیکھنا چاہیے۔ اللہ کی قدرت ہر مقام پر محیط ہے۔

Marfat.com

ع ۲۵ ۸

وَبِالَّيۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾ اور رات کو بھی، تو کیا عقل نہیں کرتے۔

جن بستیوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا، رات کو بھی ان کے پاس سے گزرنے والے عبرت پکڑتے ہیں، اور اللہ کی قدرت سے واقع ہونے والی تبدیلی رات کو بھی نظر آتی ہے۔ عقل کرنے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ اللہ کی عطا کردہ توفیق کو خلاف حق استعمال کرنا باعث عذاب الٰہی ہوتا ہے، اور اللہ کی قدرت کے سامنے کسی بھی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

حاصل: ماضی کے واقعات سے سبق سیکھنا عقل مندی ہے، اور عقل کرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ صفت ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورہ المومنون (۲۳) میں ارشاد فرمایا ہے: اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث خلق کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔

وَاِنَّ يُوۡنُسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ؕ ﴿۱۳۹﴾ اور بے شک یونس علیہ السلام مرسلین سے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق یہ سند نازل فرمائی گئی ہے کہ وہ مرسلین سے ہیں۔ اللہ نے مرسلین پر سلام فرمایا ہے۔ اللہ نے ان حضرات گرامی قدر کو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اللہ نے ان حضرات کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی ٹھہرایا ہے۔ ان کا اتباع کرنے والے اللہ کی ہدایت سے فیض پاتے رہے ہیں۔

حاصل: حضرت یونس علیہ السلام کے مرسل ہونے کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑے ادب سے ان کے متعلق زبان کھولنی چاہیے۔ اسرائیلی روایات قطعاً سند کا درجہ نہیں رکھتیں۔

اِذۡ اَبَقَ اِلَى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ۙ ﴿۱۴۰﴾ جب آپ بھری ہوئی کشتی کی طرف پہنچے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ قوم نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے یہ دیکھا کہ اب ان پر عذاب الٰہی آیا ہی چاہتا ہے، میرا کام ختم ہو چکا ہے، اس لیے آپ وہاں سے چل پڑے۔ اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ اس کا بھیجا ہوا بندہ، منکرینِ حق کے عذاب میں پکڑے جانے پر بھی شاہد ہوا ہے۔ اللہ اپنے بھیجے ہوئے شاہد کو دکھاتا رہا ہے کہ تیری حکم عدولی کرنے والے اسی انجام کو پہنچے ہیں، جس انجام سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام جس کشتی میں سوار ہوئے، یہ کشتی بھری ہوئی تھی اور آپ کے انتظار میں تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے ساتھیوں سمیت اس بستی سے نکل جانے کا حکم اللہ کی طرف سے دیا نہیں گیا تھا۔

حاصل: اپنے ساتھیوں کی حفاظت پاک لوگوں کی نظر میں اہم ترین کام ہوتا ہے، اس لیے اوّلین ترجیح اسی کام کو دی جاتی ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الۡمُدۡحَضِيۡنَ ۚ ﴿۱۴۱﴾ پھر قرعہ ڈلوایا، پھر خود ہی نکلے۔

کشتی بھری ہوئی تھی۔ جب دریا میں کسی مشکل مقام پر وہ پھنس گئی، تو کشتی کو بچانے کے معنی جماعت کو بچانے کے تھے اور بچاؤ کی

Marfat.com

ایک ہی صورت تھی، کہ اس کے بوجھ کو کم کیا جائے۔ ایسے موقع پر قربانی پیش کرنے سے پہلے قرعہ ڈال لینے کا طریقہ معمول رہا ہے۔ اس سے افراد کے مابین شکوک کی گنجائش پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کشتی والوں کے دکھ کو زائل کرنے کے لیے اور کشتی کے بوجھ کو کم کرنے کے لیے خود دریا میں اتر جانے کا فیصلہ کیا۔

حاصل: قرعہ ڈالنا اگر کسی فیصلے کی بنیاد پر ہو تو بھی اللہ کی رضا کو دیکھنا بڑا حق ہے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ پھر مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور آپ غم زدہ تھے۔

جب حضرت یونس علیہ السلام پانی میں اُترے، توحکم الٰہی سے ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور آپ مصائب و آلام کے احاطے میں آ گئے۔ ظلمات کے اس مقام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جو مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کا احاطہ کئے ہوئے تھا اور آپ اس مقام پر اللہ کی تسبیح کر رہے تھے۔ غم یہ تھا کہ امرِ الٰہی کے آنے سے پہلے اس مقام سے چلنا نہیں چاہیے تھا جس مقام پر بظاہر میرا کام ختم ہو چکا تھا، یہ کوتاہی ہوئی ہے اور اللہ ہی اسے معاف کر سکتا ہے۔

حاصل: جس درجے کا علم ہو اسی حوالے سے حق بھی عائد ہوتا ہے۔ پاک لوگ ہمیشہ اسی حوالے سے غم زدہ ہوتے ہیں کہ حق کی ادائیگی میں ان سے کوتاہی ہوئی ہے۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ تو اگر آپ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے،

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا اور عملاً اپنے معبود کو بے مثل ماننا، مالکِ کل ماننا، قادرِ مطلق ماننا اور علیم مطلق ماننا شانِ بندگی ہے۔ تسبیح کرنے والا، اپنے معبود کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرتا ہے، اپنے مملوک ہونے کا اظہار کرتا ہے، نصرتِ الٰہی کی احتیاج کو بیان کرتا ہے اور بندگی کے حق کو ادا کرتے ہوئے بھی یہ اعتراف کرتا ہے کہ بندگی کا حق ادا نہیں ہوا۔

حاصل: تسبیح کرنا پاک لوگوں کی طریقت ہے، اس سے بہت برکات حاصل ہوتی ہیں۔

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ النصف تو یومِ بعث تک اسی کے بطن میں رہتے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ کی تسبیح اس مقام پر بھی جاری رکھی، جس مقام پر ماحول کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تسبیح باعث نجات ہوئی۔ تسبیح کی افادیت کو روشن کرنے کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی تو یومِ بعث تک حضرت یونس علیہ السلام اسی مقام پر رہتے۔ قادرِ مطلق کے لیے مچھلی کو اتنا وقت عطا کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔

حاصل: حضرت یونس علیہ السلام کی بدولت مصائب و آلام سے نجات کا جو علم عطا فرمایا گیا ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ نجات اللہ ہی دیتا ہے، مگر راہِ نجات کو اختیار کرنا بندے کے ذمے ہے۔

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ پھر ہم نے آپ کو خشک جگہ پر ڈال دیا اور آپ نڈھال تھے۔

Marfat.com

مچھلی کے لیے خشک جگہ پر جانا اور اپنے لقمے کو اگلنا بہت بڑے کام ہیں۔ مگر جب اللہ ایسا چاہے تو ان کو ہوتے دیر بھی نہیں لگتی۔ خشک جگہ پر ہونا حضرت یونس علیہ السلام کی جسمانی ضرورت تھی۔ نڈھال ہونے کا حال یہ تھا کہ ابتداءً ہلنے جلنے کی سکت بھی نہ تھی۔

حاصل: اللہ ہی حفاظت کرنے والا، علم والا ہے۔ ہر مقام پر اسی کے فضل سے اور اسی کے علم سے حفاظت ہوتی ہے۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۚ﴿۱۴۶﴾ اور ہم نے آپ پر کدو کی ایک بیل اُگا دی۔

دریا کے کنارے خشک جگہ پر پڑے ہوئے حضرت یونس علیہ السلام کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا خالقِ کل ان کے لیے کدو کی ایک بیل وہاں اس طرح پیدا کرتا ہے، کہ حضرت کو ضروری حد تک شفا بخش سایہ ملے اور کچھ دھوپ بھی لگے۔ اللہ نے لوگوں کو علم عطا کرنے کے لیے یہ بیان فرمایا ہے، ورنہ وہ قادرِ مطلق ہے، کمزوری کی کیفیت کو جلد زائل کرنے میں بھی اسے کچھ مشکل نہیں ہو سکتی تھی۔

حاصل: کدو کی بیل، اس کے پتے اور پھل پھول سب شفا بخش ہیں۔ ان کو ان کے محل پر استعمال کرنا باعثِ برکات ہوتا ہے۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ﴿۱۴۷﴾ اور آپ کو ایک لاکھ یا کچھ زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو جن لوگوں میں مبعوث فرمایا گیا تھا، ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ آبادی کو پورے اعداد کے ساتھ بیان کرنا درست نہیں ہوتا، کہ اس میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے، اس میں اموات کی وجہ سے کمی بھی ہوتی رہتی ہے۔ دس سے پندرہ ہزار لوگوں کی بستی میں بہت سی آسانیاں ہوں گی، آمد و رفت کے مسائل نہیں ہوں گے۔ افراد کے مابین روابط بہتر ہوں گے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو محفوظ مقامات میسر نہیں آئیں گے۔ بڑی سے بڑی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہو جائے، کہ اس کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ بہت بڑے شہر بہت بڑے مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ بڑے شہروں میں ایسے کاموں پر باقاعدہ اور مسلسل اخراجات ہوتے ہیں، جن کاموں پر چھوٹے شہروں میں کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ اجتماعی زندگی کے حسن کو بڑھانے کے نام پر بڑے شہر بسائے جاتے ہیں اور اجتماعی زندگی میں بڑے بڑے شہر حسن معاشرت کو کم کرتے ہی نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: شہروں کی آبادی کو دس سے پندرہ ہزار تک رکھا جائے تو اس سے بڑا سکھ ہوتا ہے۔ بڑے شہر کو ایک لاکھ کے قریب رکھا جائے۔ اجتماعی ضروریات کے حوالے سے شہر بسانے چاہئیں اور جتنے لوگوں کے لیے شہر بسایا جائے، اس حد سے آبادی بڑھنے لگے تو ضروری فاصلے پر دوسرے شہر کو بسانا چاہیے۔

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ؕ﴿۱۴۸﴾ تو وہ ایمان لائے۔ پھر ہم نے انہیں ایک وقت تک متاع دی۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا اور ٹل گیا، کہ جس شاہد نے انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرایا تھا وہ وقت عذاب انہیں دیکھ نہیں رہا تھا۔ اللہ نے ان لوگوں سے عذاب کو ٹال دیا۔ یہ سب تائب ہوئے اور حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو میں لگے رہے۔ ایک وقت کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو یہ سب لوگ ان سے محبت رکھنے والے ہو گئے، ادب سے ان کو مانتے رہے اور اللہ

نے بھی ان کو بہت آسانیوں سے نوازا اور یہ ایک وقت تک عطاء الٰہی سے فیض یاب ہوتے رہے۔

حاصل: ناصحین سے محبت ہو تو ایمان نصیب ہوتا ہے، ایمان والوں کو اللہ بہت سی آسانیاں عطا کرتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ تو ان سے پوچھیے کیا آپ کے ربّ کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ہیں۔

منکرینِ حق ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے تھے۔ ان سے پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے، کہ یہ کیا بات کرتے ہو، کہ اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہو اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو۔ اس سورۃ کے پہلے رکوع میں فرمایا گیا ہے کہ جب ان لوگوں کو سمجھایا جائے تو یہ سمجھتے نہیں اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑانے لگتے ہیں اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں، کیا جب ہم مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، پھر اٹھائے جائیں گے۔ ان لوگوں کی سوچ کے درست نہ ہونے کو واضح فرمایا گیا ہے، کہ خالقِ کل نے سب کو پیدا کیا ہے کہ یہ اسی کی شان ہے۔ تم لوگ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو، اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہو، کیا یہ اللہ کے مقابل بڑائی کا اظہار نہیں ہے۔

حاصل: منکرینِ حق کے عقائد میں تضاد ہوتا ہی ہے، اس تضاد کو روشن کرنے کے معنی دعوتِ فکر ہونے چاہئیں۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ یا ہم نے ملائکہ کو مونث بنایا اور وہ دیکھ رہے تھے۔

منکرینِ حق کی پسند میں جو نقص ہے اس کو واضح کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے، کہ ملائکہ کی تخلیق کے وقت یہ لوگ حاضر نہیں تھے کہ انہوں نے یہ دیکھا ہو کہ ہم نے انہیں مونث بنایا ہے۔ پھر ان کو یہ کہنے کا حق کیسے حاصل ہو گیا، کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔

حاصل: بے سند بات کرنا جہالت کی نشانی ہے۔ اپنے مشاہدے کو بیان کرنا سننے والوں کے لیے وقعت رکھتا ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ سن لو وہ من گھڑت بات کرتے ہیں،

منکرینِ حق کا یہ کہنا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، کسی سند سے نہیں ہے۔ کسی مشاہدے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ یہ ان کی من گھڑت بات ہے، بے حقیقت بات ہے اور بے حقیقت لوگوں کی بات ہے۔

حاصل: من گھڑت بات کرنے والے بے حقیقت لوگ ہوتے ہیں۔

وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ کہ اللہ کی اولاد ہے اور یہ قطعاً کاذب ہیں۔

منکرینِ حق کا یہ کہنا کہ اللہ کی اولاد ہے قطعاً ان کی من گھڑت بات ہے اور یہ بات ان لوگوں کے کاذب ہونے کی سند ہے۔ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے۔ اولاد تو مثل ہوتی ہے اور یہ اللہ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اولاد کا ہونا ہمیشگی کی نفی کا ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

حاصل: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، اللہ نے ان کے کاذب ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ کاذب کو

Marfat.com

کبھی اپنا رہنما نہیں بنانا چاہیے، اس کو کبھی شاہد نہیں بنانا چاہیے۔

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو ترجیح دی۔

منکرین حق پر واضح کیا جا رہا ہے، کہ خالقِ کل تو اللہ ہی ہے۔ سب سے بڑے علم والا بھی وہی ہے۔ سب سے بڑی قدرت والا بھی وہی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اسے اگر اختیار کرنا ہی تھا جو قطعاً اس کی شان کے خلاف ہے، تو وہ بیٹیوں کو کیوں ترجیح دیتا۔

حاصل: جو بات اپنے لیے پسند نہ ہو، اس کو دوسروں کے لیے پسند کرنا، دوسروں کی شان گھٹانے والی بات ہوگی۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا حکم لگاتے ہو۔

شعور کی موجودگی میں دھیان کرنا لازم ہوتا ہے اور دھیان کرنے والے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ حکم لگاتے وقت یہ ثابت کرے کہ اس کی بات بڑا وزن رکھتی ہے، اور اس نے بڑے علم سے بات کی ہے۔ بات سے ہی بات کرنے والے کے علم کا پتہ چلے گا۔

حاصل: بات سے ہی بات کرنے والے کے حال کا پتہ چلتا ہے اس لیے ہماری بات کو بالکل درست ہونا چاہیے۔

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

دھیان کرنا وہ صفت ہے، جو بندے کو تضاد بیانی سے روکتی ہے۔ تضاد بیانی بندے کی وقعت کو کم کرتی ہے، اور بندے کو یہی عزیز ہوتا ہے کہ اس کی وقعت بڑھے۔

حاصل: جس کی تضاد بیانی سے اس کی وقعت کم ہو رہی ہو، اس کو کہنا چاہیے: دھیان کرو، کیا کہہ رہے ہو۔

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ یا تمہارے پاس کوئی روشن سند ہے۔

دعویٰ بغیر دلیل کے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، انہیں اپنے پاس اس دعوے کے ثبوت کو بھی دیکھنا چاہئے، اور اس ثبوت کو اس قدر روشن ہونا چاہئے کہ اس کی تردید ممکن نہ ہو۔

حاصل: ہماری بات کو من گھڑت نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ کے بارے میں وہی کہنا چاہئے، جس کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہو۔

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ تو لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ کہنا، سند سے ہونا چاہئے، اور یہ سند کتاب اللہ ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اللہ کی اولاد ہے، پیش کی جائے یہی صداقت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی بھیجی ہوئی ہر کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے، کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے بارے میں

Marfat.com

بے سند بات کرنا خلافِ ادب ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۵۸﴾

اور اس کے اور جنوں کے بین نسبت ٹھہراتے ہیں۔ اور بے شک جنوں کو علم ہے کہ وہ پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے۔

منکرینِ حق جنوں کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ یقین رکھتے ہیں، کہ وہ نفع دینے کی قدرت رکھتے ہیں اور ضرر دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ بے ہودہ بات ہے۔ اس عقیدے کی حقیقت کو دیکھنا چاہئے۔ جنوں کو یہ علم ہے کہ انہیں ان کے کئے کی جزا دی جائے گی۔ وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جزا دینے والے ہیں۔ جو جزا پانے والا ہے، اس کو معبود کہنا قطعاً خلاف حق ہے۔

حاصل: جنوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نفع وضرر دینے کی قدرت رکھتے ہیں، قطعاً درست نہیں ہے۔ نفع وضرر باذنِ اللہ ہوتا ہے۔ جنوں کو یہ علم ہے کہ وہ جزا دینے والے نہیں ہیں، وہ جزا پانے والے ہیں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾

اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

منکرین حق، اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ بیان کرتے ہیں، وہ اللہ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ اللہ سے کوئی پیدا ہوا ہے، نہ اللہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ نہ جنوں کو اللہ سے کوئی نسبت ہے، نہ جن یہ دعوٰی ہی کر سکتے ہیں کہ وہ الوہیت میں شریک ہیں۔ جنوں کو تو یہ علم ہے کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہوں گے اور انہیں ان کے کیے کی جزا دی جائے گی۔

حاصل: منکرینِ حق کاذب ہیں۔ ان کی باتیں اللہ کی شان کے لائق نہیں ہوتیں۔ ان کی باتوں کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

مگر اللہ کے عبادِ مخلصین۔

اللہ کے حضور جو لوگ مجرمین کی حیثیت سے پیش نہیں کیے جائیں گے، وہ اللہ کے مخلص بندے ہوں گے۔ بشر ہوں یا جن ہوں اخلاص ان کی شان ہوگی۔ مخلصین کا قول سدید ہوتا ہے، پاک ہوتا ہے۔ ان کا حال ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ اس سکھ کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو اتباع حق سے انہیں حاصل ہوتا ہے۔ علم حقیقی کا شکر یہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے۔ اپنے شاہد سے محبت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہوئے اس کا اتباع کرتے ہیں اور یک سو رہتے ہیں۔

حاصل: اللہ کے مخلص بندوں سے تعلق باعثِ فلاحِ دارین ہے، کہ انہی کے نقوشِ قدم سے صراطِ مستقیم کا تعین ہوتا ہے۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۱۶۱﴾

تم اور جن کی تم بندگی کرتے ہو،

جو منکرینِ حق، جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے، ان سے یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اور جن کی تم بندگی کرتے ہو، تم نے اپنے آپ کو جنوں

کے ساتھ عبد و معبود کے رشتے میں باندھا ہے، اس سے تمہاری حیثیت کس قدر بدلی ہے۔

حاصل: عبد کو دیکھنا چاہیے کہ معبود کے ساتھ سے میری حیثیت میں کیا تبدیلی آئی ہے۔

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ تم ہرگز کسی کو فتنے میں نہیں ڈال سکتے۔

منکرینِ حق اور ان کے معبود جن مل کر بھی کسی کو بہکانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اسے مجبور کر کے، دھوکا دے کر بت پرستی کرائی گئی ہے، تو اس کی بات اس سند کے خلاف ہوگی، جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔

حاصل: کوئی طاقت کسی کو غیر اللہ کی پرستش پر مجبور نہیں کر سکتی۔

اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ مگر انہی کو جو بھڑکتی آگ میں جانے والے ہیں۔

جو خلاف حق کرتا ہے، وہ شعور کے ساتھ من مانی کرتے ہوئے دوزخ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ جو دوزخ کی طرف جائے گا، اس کا انجام بھڑکتی آگ میں ہوگا۔ جو بھٹکنے کے لیے تیار ہو، شیطان اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ جو حق کو نہ مانے وہ خلافِ حق کرنے سے بچ نہیں سکتا۔

حاصل: حق کو ماننے کا انجام فلاح ہے، حق کے انکار کا انجام بھڑکتی آگ ہے۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ اور ہم میں سے جو بھی ہے اس کا ایک معلوم مقام ہے۔

ملائکہ کے بارے میں من گھڑت عقائد رکھنے والوں پر یہ واضح فرمایا گیا ہے، کہ ملائکہ کی اپنے زمرے کے بارے میں کہی ہوئی بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہ روشن کر رہے ہیں، کہ ہم ملائکہ میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے، اور ہم وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے۔ ہماری کارکردگی اسی دائرہ کار میں ہوتی ہے، جو اللہ نے ہمارے لیے رکھا ہو۔

حاصل: جس کا مقام معلوم ہو، وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ اور بے شک ہم توصف بستہ رہتے ہیں۔

ملائکہ کی شان یہی ہے، کہ وہ امر الٰہی کی تعمیل کے لیے صف بستہ رہتے ہیں۔ اپنے زمرے کے بارے میں یہ وضاحت کہ ہم توصف بستہ رہتے ہیں، فرشتوں کے بارے میں بے سند عقائد رکھنے والوں کو اصلاح حال میں مدد دینے کے لیے ہے۔

حاصل: امر الٰہی کی تعمیل میں صفت بستہ رہنا یہی ثابت کرتا ہے کہ فرشتے وہی کرتے ہیں جو شانِ بندگی سے تعلق رکھتا ہے۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ اور ہم تو تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

ملائکہ کا اپنے بارے میں یہ کہنا کہ ہم تو اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، یہ روشن کرتا ہے کہ ملائکہ کو اللہ کی تسبیح کرتے رہنے میں اپنی شان نظر

آتی ہے، اللہ کے ساتھ کا احساس ہوتا ہے۔ حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرنا، اللہ کی پاکی کو بیان کرنا، یہ واضح کرتا ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سند باتوں سے کراہت ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سند باتیں ملائکہ کے لیے باعثِ کراہت ہوتی ہیں۔ اللہ کی تسبیح کرنے والے اللہ کو ایک اور لاشریک مانتے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اور یہ لوگ تو کہا کرتے تھے۔

بنی اسرائیل نے کس کس طرح اللہ کے رسولوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا، انبیاء سابقین کی قوموں نے اللہ کے رسولوں کا کس طرح انکار کیا اور ان کا انجام کیا ہوا، یہ واقعات سن کر لوگ کہا کرتے تھے کہ یقیناً وہ بہت بُرے لوگ تھے، بڑے ناشکرے لوگ تھے جو اللہ کے رسولوں کی قدر نہیں کرتے تھے۔

حاصل: ماضی کے واقعات کو سن کر جو نتائج اخذ کئے جائیں ان میں اپنے مقام کو بھی دیکھنا چاہئے۔

لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ اگر ہمارے پاس اوّلین کی کوئی نصیحت ہوتی،

لوگوں کے بارے میں واقعات سن کر ان کے عیوب کو دیکھنا نفس کے لیے بڑا خوش کن ہوتا ہے۔ یہ احساس کہ مذکورہ لوگوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کی بے قدری کی، اسی بنا پر ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر ہوتے تو اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کی قدر کرتے۔

حاصل: نصیحت لوگوں کے سامنے آتی ہے، اور اللہ کے علم سے آتی ہے۔ کوتاہی ہمیشہ حال پر اس کے ماننے میں ہی ہوتی ہے۔

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ تو ہم اللہ کے عبادِ مخلصین ہوتے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ماضی میں اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کی طرح ہدایت ان کے پاس بھی آتی تو یہ اسے خوب مانتے اور اللہ کے مخلص بندوں میں شمار ہوتے، بالعموم حال پر اللہ کی نشانیوں کو دیکھتے نہیں اور تلاوت الوجود تو کرتے ہی نہیں۔

حاصل: ہمیں اپنے اندر دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر حق کو ماننے کا عزم کس قدر ہے۔

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾ تو انہوں نے اس کا انکار کیا تو جلد ہی انہیں معلوم ہو جائے گا۔

اپنے دعوے کو نظر انداز کرنے والے لوگوں کے سامنے حق آیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا، اور وہ نصیحت جس کے ماننے سے انہیں عبادِ مخلصین میں شامل ہونا چاہئے تھا، اس نصیحت کی بے قدری کے مرتکب ہوئے۔ حق کا انکار کرنے والے جلد ہی اپنے انجام کو دیکھ لیں گے، عمل کے لیے دی گئی مہلت اور توفیق لامحدود تو ہوتی ہی نہیں۔

حاصل: اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو دیکھنا چاہیے۔ ہمارے عمل کو ہمارے قول کی تصدیق کرنی چاہیے۔ حق

Marfat.com

کا انکار کرنے والے اسی انجام کو پہنچتے ہیں، جس انجام کو پہلے منکرین حق پہنچ چکے ہیں۔

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اور بے شک ہماری بات ہمارے عبادِ مرسلین کے بارے میں ہو چکی ہے۔

اللہ کی یہ سنت بندوں کے مشاہدے میں آچکی ہے، کہ اللہ حق کی تکذیب کرنے والوں پر حجت تمام کرنے کے بعد اپنے پاک بندوں کو اپنی خصوصی رحمت سے نوازتا ہے، اور منکرین کو نابود کر دیتا ہے۔ حق کے غلبے کو اللہ نے اپنا اور اپنے رسولوں کا غلبہ فرمایا ہے۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے، وہی حق کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔

حاصل: عبادِ مرسلین کی قدر و منزلت، ان کی اطاعت، ان کا اتباع، ان سے محبت رکھنا، یہ سب ہمارے ذمے ہے۔ اللہ کا وعدہ تو ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ بے شک وہی منصور ہوتے ہیں۔

عبادِ مرسلین کو اللہ کی نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کی نصرت سے بڑی کوئی نصرت نہیں ہو سکتی۔ یہ نصرت جو نتائج پیدا کرتی ہے، اس سے حق واضح ہو جاتا ہے، اور باطل کا بھیجا نکال کر رکھ دیا جاتا ہے۔

حاصل: اللہ کی نصرت کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے معنی یہی ہیں، کہ مکذبینِ حق کی کوئی تیاری اور کوئی تعداد ہمیں مرعوب نہ کرے۔

وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔

اللہ کے لشکر میں اللہ کے پاک بندے ہوتے ہیں، اور ان کی مدد کرنے کے لیے، اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہوتے ہیں۔ اس لشکر کے مقابل جو قوت بھی ہو وہ مغلوب ہی ہوتی ہے، کہ قادرِ مطلق کے مقابل کسی کی کوئی حیثیت ہوتی ہی نہیں۔ اللہ کے لشکر میں جو لوگ شامل ہوتے ہیں، ان کا منشاء اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ نتائج کو نہیں دیکھتے اپنے حق کی احسن ادائیگی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ خلوت و جلوت میں ان کی پاکیزگی پر شہادت موجود ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ کا لشکر ہمیشہ غالب رہتا ہے، کہ اللہ قادرِ مطلق ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ تو ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لیجیے۔

اتمامِ حجت اللہ کی سنت ہے۔ اس سنت میں جتنے بھی مقام ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک کو پورا کیا جاتا ہے۔ حق کو روشن کرنے کے بعد، مکذبین کو مہلت دینے کا بھی ایک مقام ہوتا ہے۔ اس وقت میں تبلیغ حق ساکن ہو جاتی ہے۔

حاصل: مکذبین حق سے منہ پھیر لینے کے حکم سے پہلے تبلیغ حق کا عمل جاری رہتا ہے۔ اتمام حجت اللہ کی شان ہے۔

وَّاَبۡصِرۡهُمۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷۵﴾ اور انہیں دیکھتے رہئے تو وہ عنقریب دیکھ لیں گے۔

تبلیغ حق کے عمل کو ساکن کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہنے کا حکم تھا، اس وقت میں مکذبین کیا کیا کرتے ہیں۔ یہ دیکھنا بڑی اہمیت رکھتا ہے، کہ تباہی سے پہلے کسی قوم کی حرکات اسکے عن قریب عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر دے رہی ہوتی ہیں۔ عذاب میں پکڑے جانے والوں کو وہ عذاب اسی وقت نظر آتا ہے جب وہ واقعہ ہو جاتا ہے۔

حاصل: تبلیغ حق کے بعد دیکھتے رہنے کا مقام ہوتا ہے۔ صاحب نظر اور اندھے لوگ مساوی نہیں ہوتے۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۷۶﴾ کیا ہمارے عذاب میں عجلت چاہتے ہیں۔

جو لوگ حق کے انکار کو اپنا طریق زندگی بنا لیتے ہیں، وہ عذابِ الٰہی سے ڈرانے والوں سے یہی کہتے ہیں، وہ عذاب جس سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے وہ آ کیوں نہیں رہا۔ انجام سے غافل لوگ ہر زمانے میں یہی کہتے رہے ہیں۔

حاصل: انجام سے غافل لوگ عذاب الٰہی کو جلدی چاہتے ہیں، مگر یہ لوگ عذابِ الٰہی کے سامنے اپنی حیثیت کو نہیں جانتے۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمۡ فَسَآءَ صَبَاحُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۱۷۷﴾ پھر جب ان کے صحنوں میں اترے گا، تو کیا ہی بری صبح ہو گی ان لوگوں کی جن کو اس انجام سے آگاہ کیا جا چکا ہے۔

جو لوگ عذاب الٰہی کو جلد مانگتے ہیں، ان کے متعلق فرمایا گیا ہے: کہ عذاب الٰہی جب ان پر آئے گا، تو پھر ان لوگوں کے بچ جانے کی کوئی صورت نہیں ہو گی، اور یہ اگلی صبح اپنے گھروں میں عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہوں گے۔

حاصل: عذابِ الٰہی اللہ کے حکم سے آتا ہے، بالکل صحیح وقت پر آتا ہے، اس وقت حق کو مان لینا کسی کو نفع نہیں دیتا۔

وَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۱۷۸﴾ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لیجئے۔

عذاب الٰہی کو حق کی صداقت کی سند کے طور پر مانگنے والے، حق کے انکار پر اڑ جاتے ہیں۔ ان سے منہ پھیر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ منہ پھیر لینا بھی اتمام حجت کا ایک رکن ہے۔ غور و فکر کرنے میں اس سے یقیناً مدد مل سکتی ہے۔ اللہ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے اور اللہ کسی پر ظلم تو کرتا ہی نہیں، لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

حاصل: مکذبین حق سے ایک وقت پر منہ پھیر لینا بھی حکم الٰہی ہے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

وَّاَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾ اور دیکھتے رہئے وہ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے۔

مکذبین حق سے منہ پھیر لینے کے حکم کے بعد یہ حکم ہے کہ دیکھتے رہئے کہ آپ کے سامنے ہی یہ لوگ عذاب میں پکڑے جائیں گے، اور

Marfat.com

جس انجام سے آپ نے ان کو آگاہ کیا تھا، وہ انجام آپ کی شہادت کے مطابق ان پر مسلط ہو جائے گا۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والوں پر ان کا انجام شاہدین کے سامنے مسلّط ہوتا ہے۔

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۞۱۸۰ آپ کا ربّ، ربّ العزت ہے اوران صفات سے پاک ہے، جو وہ اس کے لیے بیان کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ربّ، عزت کا مالک ہے۔ اس سے ہی عزت ملتی ہے، مرسلین کو بھی، مومنین کو بھی۔ جو لوگ حصول عزت کے لیے اپنا من پسند راستہ اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ جن صفات کا ذکر کرتے ہیں، وہ صفات اللہ کی شان کے لائق نہیں ہوتیں۔ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ قادر مطلق ہے، وہ علیم مطلق ہے وہ ہر ایک کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ اس سے کسی کی نیت بھی مخفی نہیں ہے، کسی کا عمل بھی مخفی نہیں ہے۔ وہ تعین سے پاک ہے اور کوئی شے اس کے مثل نہیں ہے۔

حاصل: مومن پاک اور عزت والے ہوتے ہیں۔ یہ پاکیزگی، ربّ العزت کی شان کو بیان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ من گھڑت صفات کو بیان کرنا بے عزت کافروں کا طریقہ ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۞۱۸۱ اور مرسلین پر سلام ہے۔

مرسلین، اللہ کے وہ بندے ہیں، جو قول، عمل، علم اور اخلاص کے حوالے سے لوگوں کے لیے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے نقوش قدم سے ہی صراط مستقیم کا تعین ہوتا ہے۔ ان کی عصمت میں کوئی شک نہیں، ان کے منصور ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ان پر اللہ سلام فرماتا ہے۔ جہاں بھی ان کے اسماء گرامی کا ذکر ہو، ان پر سلام کہنا چاہیے۔

حاصل: مرسلین کے اسماء گرامی کے ساتھ سلام کہنا بھی چاہیے اور لکھنے کا موقع ہو تو لکھنا بھی چاہئے۔ ان کی تعظیم اور توقیر کا اہم پر حق ہے۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞۱۸۲ اور حمد اللہ ہی کی ہے جو ربّ العالمین ہے۔ ع ۵ ۱۴۴ ۹

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ سب کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ اس کے پالنے میں کسی کی تجویز کو دخل نہیں ہوتا۔

حاصل: ربوبیّت عالمین کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور اس کو ربّ العالمین ہی پورا کر رہا ہے۔ جو اس بات کو مان لے، اس کی سعی حق کی احسن ادائیگی کے لیے ہوتی ہے۔ اپنی خواہش کی پیروی کے دائرے سے وہ نکل جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید (۵۷) میں ارشاد فرمایا ہے: سَابِقُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ۙ اُعِدَّتۡ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۞۲۱
اپنے ربّ کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف بڑھو، جس کا پھیلاؤ ہے جیسے آسمان اور زمین کا۔ تیار ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، عطا کرتا ہے جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

Marfat.com

ایاتها ۸۸ ۳۸ سُورَۃُ ص مَکِّیَّۃٌ ۳۸ رکوعاتها ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ﴿۱﴾ صٓ اور نصیحت والے قرآن کی قسم۔

صٓ حروف مقطعات سے ہے۔ انسانی زندگی میں نصیحت کی اہمیت بہت واضح ہے۔ جو نصیحت علیم مطلق کی طرف سے ہو، اس سے بڑی کوئی نصیحت ہو نہیں سکتی۔ اس نصیحت میں منشاء حیات کو بیان فرمایا گیا ہے، راہ راست کو روشن کیا گیا ہے، حقائق بیان ہوئے ہیں، ماضی کے واقعات سے نتائج اخذ کرنے کا رخ دکھایا گیا ہے، جزا پر یقین رکھنے والوں اور جزا کا انکار کرنے والوں کے رویے میں فرق دکھایا گیا ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو بندوں کو کسی مقام پر اور کسی حال پر درکار ہو سکتا ہے اور پھر اس نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال نہیں ہے۔

حاصل: خاموشی کے مقامات پر خاموش رہنا چاہیے۔ جو نصیحت قرآنِ پاک سے تعلق نہیں رکھتی، اس کو سند کا درجہ حاصل نہیں ہوتا۔

بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾ بلکہ کافر گھمنڈ اور مخاصمت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

قرآن پاک کے نصیحت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت کی طلب رکھنے والوں کے لیے اس میں سب کچھ ہے۔ کافر اس لیے اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، کہ ان کو گھمنڈ اور مخاصمت نے گھیرا ہوا ہوتا ہے۔ ان کا استکبار، ان کی نخوت، انہیں تسلیم حق کے مقام پر آنے نہیں دیتے۔ اور حق کے انکار کو اپنا امتیاز بنا لینے والے مخاصمت میں پھنس جاتے ہیں۔

حاصل: طلب ہدایت کا دعویٰ ہو تو گھمنڈ اور مخاصمت سے بچنا لازم ہے۔

کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ ہم نے ان سے قبل کتنے ہی قرون ہلاک کیے۔ تو وہ فریاد کرتے رہے، اور خلاصی کا وقت گزر چکا تھا۔

جو لوگ گھمنڈ اور مخاصمت کو اپنا طریق زندگی بنا لیں، انہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ جس راستے پر جا رہے ہیں، ان سے قبل اس راستے پر جانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے۔ یہ واضح فرمایا گیا ہے، کہ ان سے قبل کتنی ہی قومیں استکبار اور مخاصمت میں مبتلا ہو کر عذاب الٰہی کو اپنے لیے مقدر کر چکی ہیں۔ عمل کے لیے دی گئی مہلت کے خاتمے پر یہ لوگ بہت فریادیں کرتے رہے، بہت آہ و زاری کرتے رہے، مگر اس وقت قبول حق سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا۔

حاصل: اصلاح حال کے لیے دی گئی مہلت میں ہی حق کو ماننا نفع دیتا ہے۔ جب یہ وقت گزر جائے تو آہ و زاری کیا فائدہ دے سکتی ہے۔

وَ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۚ﴿ۖ۴﴾ اور تعجب کرنے لگے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا کیسے آ گیا۔ اور کافروں نے کہا یہ تو ساحر و کذاب ہے۔

Marfat.com

منکرین حق کو جس بات پر ہمیشہ تعجب رہا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پاس حق پہنچانے کے لیے، اور خلاف حق کرنے کی صورت میں انجام سے ڈرانے کے لیے، انہی کی مثل ایک بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے۔ اللہ کی بندگی میں قول، عمل، علم اور اخلاص میں بشر ہی ہر مقام پر شاہد ہو سکتا ہے، اس لیے بشر کا رسول ہونا اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ کافروں نے ہمیشہ اللہ کے رسول کو ساحر اور کذاب کہا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے رسول کو ساحر اس لیے کہتے تھے کہ وہ ان کے ہاں جو نشانیاں دیکھتے تھے، ان کو محیر العقول مانتے تھے۔ مگر ان کی تعلیمات کو ماننے سے اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلنا پڑتا تھا، اور یہ انہیں قبول نہ ہوتا تھا، اس لیے ڈر سنانے والے کو جھوٹا کہہ دیتے تھے۔

حاصل: اللہ ڈر سنانے والا، بھیجتا رہا ہے اور وہ ہمیشہ علوم زمانہ پر حق کی فوقیت کو روشن کرتا رہا ہے۔ کافر اللہ کے رسول کو ساحر و کذاب کہتے رہے ہیں۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ کیا اس نے اتنے معبودوں کو واحد معبود کر دیا، بے شک یہ عجیب بات ہے۔

منکرین حق کے من گھڑت معبود ان کی خواہشات سے وجود پاتے ہیں، اس لیے ان کی تعداد بہت ہوتی ہے۔ جب انہیں معبود لاشریک کی بندگی کی طرف بلایا گیا، تو انہوں نے کہا: یہ کیا بات ہوئی، اتنے سارے معبود چھوڑ کر ایک معبود کو مانا جائے۔ اتنے معبودوں کی نفی کر دینا اور عقائد کو ایک رخ پر لانا بڑی عجیب بات ہوگی۔

حاصل: اپنی تخلیق میں ہماری تجویز کو دخل نہیں ہوتا۔ اپنے معبود کی تجسیم ہمارے علم سے ہو تو یہ بڑی عجیب بات ہوگی۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۚۖ ⑥ اور ان کے سردار اٹھے اور کہنے لگے جاؤ اور اپنے معبودوں کے ساتھ لگے رہو، بے شک یہ کام کرنے کا ہے۔

منکرین کے سرداروں نے معبود لاشریک کی بندگی کی دعوت کے جواب میں اپنے پیروکاروں سے کہا: یہ عجیب عقیدہ ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں، اور ان کے معبود کو مان لیں۔ تم لوگ جاؤ اور اپنے معبودوں کے ساتھ لگے رہو، یہ بہت ضروری کام ہے۔ اس میں کوتاہی ہوگی تو ہمارے عقائد ختم ہو جائیں گے، پھر ہمارا تشخص کیا رہ جائے گا۔

حاصل: منکرینِ حق کے سردار، لوگوں کو ان کی خواہشات سے جوڑے رکھنے میں اپنی سرداری کی سلامتی دیکھتے ہیں اس لیے اس کام میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚۖ ⑦ یہ ہم نے ملتِ آخر میں تو سنا نہیں، یہ صرف من گھڑت بات ہے۔

Marfat.com

منکرین حق کے سامنے جب اللہ کے ایک ہونے کا ذکر کیا گیا، اور لاشریک ہونے کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد میں تو یہ سنا نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو اس کا ذکر وہاں ضرور ہوتا۔ یہ بات تو محض من گھڑت عقیدہ معلوم ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین کے حوالے سے یہ روشن کر دیا تھا کہ وہ سب حضرات، اللہ کو ایک مانتے تھے، کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے، یک سو تھے اور حق کے مقابل کبھی اپنی پسند کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔

حاصل: اپنے آباؤ اجداد کو سند جاننا اسی صورت میں درست ہوتا ہے، جب ان کا حال حق کے مطابق ہو۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ ﴿۸﴾

کیا ہم میں سے اسی پر نصیحت کا نزول ہوا۔ بلکہ وہ میری نصیحت میں شک کرتے ہیں، بلکہ ابھی میرا عذاب نہیں چکھا۔

منکرین حق یہ کہا کرتے تھے، کہ حق کا نزول اگر اللہ تعالیٰ کو کرنا ہی تھا تو اس کے لیے اللہ کو کسی صاحب ثروت کا انتخاب کرنا چاہیے تھا، کہ لوگ اس کی شان وشوکت کو دیکھتے اور اس کی بات کو سنتے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے، کہ اللہ سے بڑا علم رکھنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں۔ اس نے جس پر اپنی نصیحت کو نازل فرمایا ہے، اس سے بہتر اس کام کے لیے کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اعتراض کرنے والے، اللہ کی نصیحت میں شک کرتے ہیں، اور اس نصیحت کو من گھڑت کہہ رہے ہیں۔ جس انجام سے ان لوگوں کو آگاہ کیا گیا ہے، وہ انجام بصورت عذاب ان کو گھیرے گا تو ان کا شک رفع ہو جائے گا۔

حاصل: اللہ کے علم کی شان سب سے بڑی ہے۔ اس نے جس پر نصیحت کو نازل فرمایا، نفاذِ حق کے لیے وہی بہترین صورت تھی۔ نصیحت میں شک ہو تو ناصح کو کب مانا جاتا ہے۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر لوگ حق کو مان جایا کرتے ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۚ ﴿۹﴾

کیا آپ کے ربّ عزیز و وہاب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں۔

جن لوگوں کو نصیحت کے نزول کے متعلق اعتراض ہے، ان کے متعلق فرمایا گیا ہے: ربّ العالمین عزت والا ہے، عطا کرنے والا ہے، مالک کل ہے، سب خزانے اسی کے ہیں۔ اس کی رحمت اسی کے علم سے تقسیم ہوتی ہے اور اس سے بڑا کوئی علم والا نہیں ہے۔ اس نے جن صاحب پر نصیحت کو نازل فرمایا ہے، ان سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ یہ عطا ہے ربّ عزیز و وہاب کی۔ رحمت کے خزانے اللہ کے ہیں، ان کی تقسیم بھی اللہ کے علم سے ہوتی ہے اور اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔

حاصل: عطاءِ الٰہی پر اعتراض کرنے والے سے اس کا مقام معلوم کرنا چاہیے۔

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۟ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

کیا آسمانوں اور زمین میں اور ان کے مابین مقامات پر ان کی حکومت ہے۔ پھر وہ اوپر چڑھ جائیں۔

Marfat.com

ربِّ عزیز و وہاب کی رحمت کے خزانے، آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب مقامات پر اللہ کی حکومت ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ اگر نصیحت کے نزول میں، اعتراض کرنے والوں کو کچھ دخل ہو سکتا ہے تو پھر وہ ان مقامات تک پہنچیں جہاں سے یہ رحمت تقسیم ہو رہی ہے۔ یہ تو ان لوگوں کے لیے ممکن ہی نہیں ہے پھر ان کا اعتراض کیا معنی رکھتا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین میں اور ان کے مابین سب مقامات پر اللہ کی حکومت ہے، اور اس کی حکومت میں دخل دینا ممکن ہی نہیں۔

جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ﴿۱۱﴾ ایک لشکر یہ بھی ہزیمت اٹھانے والے لشکروں میں ہوگا۔

جو لوگ گھمنڈ میں مبتلا تھے، اور حق کے ساتھ مخاصمت کو اپنا امتیاز جانتے تھے، ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ یہ لوگ جس راستے پر چل پڑے ہیں، اس راستے پر چلنے والے ہزیمت ہی اٹھاتے ہیں۔ ان کی کوئی تعداد، ان کی کوئی تیاری، انہیں تباہی سے بچا نہیں سکتی، کہ قادرِ مطلق کے سامنے کسی طاقت کا مقام ہی کیا ہوتا ہے۔

حاصل: حق پر رہنے والوں کو اس بات سے بڑی تقویت ملتی ہے، کہ خلافِ حق کرنے والے لوگوں کا انجام ہزیمت ہی ہوتا ہے۔

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ﴿۱۲﴾ ان سے قبل قومِ نوح اور عاد، اور لشکروں والے فرعون نے تکذیب کی۔

ماضی میں ہزیمت اٹھانے والے لشکروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اندھی قوم فرمایا گیا ہے۔ یہ لوگ حق کی مخالفت میں اندھے ہو گئے تھے، بہت بڑی تعداد میں تھے، بڑے قوی لوگ تھے مگر عذابِ الٰہی نے ان کو غرق کر دیا۔ عاد بھی بڑے زور آور تھے، بڑے ہنر مند تھے، تعداد بھی بہت تھی، عذابِ الٰہی نے انہیں مٹا کر رکھ دیا۔ فرعون کی فوجیں بڑے لشکروں پر مشتمل تھیں۔ زمین میں وہ اپنی قوت کا بڑا زعم رکھتا تھا۔ عذابِ الٰہی کے سامنے اسے اور اس کی فوجوں کو کتنی دیر ٹھہرنا نصیب ہوا۔

حاصل: حق کی تکذیب کرنے والے، بہت بڑی تعداد میں ہوں، بڑی قوت والے ہوں، بڑے ہنر مند ہوں، بڑے منظم ہوں، وہ ہمیشہ ہزیمت ہی اٹھایا کرتے ہیں۔

وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾ اور ثمود اور قومِ لوط اور بَن والے، یہ بڑے لشکر تھے۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ یہ بڑے طاقتور لوگ تھے، پہاڑوں میں گھر تراش لیتے تھے۔ ان لوگوں نے اللہ کی نشانی دیکھی۔ اس نشانی کو جو اللہ کی اونٹنی تھی، برائی سے مس کرنا منع فرمایا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ حضرت لوط

Marfat.com

علیہ السلام کی قوم بھی آسودہ لوگوں پر مشتمل تھی۔ ان لوگوں نے فحاشی کو اپنا امتیاز بنالیا تھا، اور عورتوں کے مقابل مردوں پر شہوت رانی کی رغبت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو جب نصیحت کی گئی تو انہوں نے جواب یہی دیا، کہ جو لوگ پاکیزگی چاہتے ہیں، انہیں اپنے قریئے سے نکال دیا جائے۔ بن والوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام رسول ہوئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو حق پہنچایا، اور انہیں ناپ اور تول کو پورا رکھنے کی تاکید کی۔ یہ سب، بہت بڑے بڑے گروہ تھے، بڑے وسائل والے لوگ تھے۔ ان سب گروہوں نے خلاف حق کرنے کی راہ کو اختیار کیا۔

حاصل: ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت کی، قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کی مخالفت کی، بن والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت کی۔ خلاف حق کرنے والوں کو اپنے مقام اور حیثیت کا ان سے موازنہ کر کے دیکھ لینا چاہیے۔

ع ۱۴ / ۱۰ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی، تو میرا عذاب ہو کے رہا۔

مذکورہ قوموں کے متعلق فرمایا گیا ہے، کہ ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی، اور جس انجام سے ان لوگوں کو ڈرایا گیا تھا، وہ انجام واقع ہو کے رہا۔ ان لشکروں کی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے عذاب سے بچ جاتے، عذاب الٰہی نے ان کو مٹا کر رکھ دیا۔

حاصل: حق کو جھٹلانے کا انجام، تباہی ہی ہوا کرتا ہے۔ اللہ کے عذاب سے بچ نکلنا کسی کے بس میں ہوتا ہی نہیں۔ صالحین کا انجام اور ہوتا ہے، مفسدین کا انجام اور ہوتا ہے۔ متقین کا انجام اور ہوتا ہے، فجار کا انجام اور ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ نے سورہ صٓ (۳۸) میں ارشاد فرمایا ہے: اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ کیا ہم ایمان والوں کو جو صالح عمل کرتے ہیں، زمین میں فساد مچانے والوں کی طرح کر دیں گے۔ کیا ہم متقین کو فجار کی طرح کر دیں گے۔

وَمَا يَنۡظُرُ هٰٓؤُلَاۤءِ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ اور یہ لوگ بھی صرف ایک آسمانی صیحہ کے انتظار میں ہیں، جس کے بعد کوئی مہلت نہ ہوگی۔

مکذبین حق کو پہلے بھی ایک ہی ڈانٹ کے ساتھ، جو سخت آواز کی صورت میں آسمان سے آتی تھی، ہلاک کیا جاتا رہا ہے۔ جب یہ لوگ، حق کو جھٹلانے والے لوگوں کی راہ کو اختیار کریں گے، تو انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے ہوتا رہا ہے۔ ان کی طاقت، ان کی صولت، ان کی تیاری، بس ایک ہی آواز کے ساتھ ختم ہو جائے گی، اور انہیں مہلت نہ ملے گی۔ اس وقت حق کو ماننا ان لوگوں کے لیے نافع نہ ہوگا۔

حاصل: مکذبین حق کی راہ کو اپنانے والا اسی انجام کا منتظر ہوتا ہے، جو ان کے سامنے آچکا ہوتا ہے۔ عذاب الٰہی کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

وَقَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اور کہتے ہیں اے ہمارے ربّ یوم حساب سے قبل عجلت سے ہمیں ہمارا حصہ دے دے۔

منکرین حق ازراہ تمسخر یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں یوم حساب سے ڈرایا جارہا ہے۔ وہ تو پتہ نہیں کب آئے گا، اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے، یا ہم پر کوئی المناک عذاب لے آ۔ سورۃ انفال آیت نمبر ۳۲ میں یہ فرمایا گیا ہے۔ یہاں بھی اللہ کے رسول کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے عذاب الٰہی مانگا گیا ہے اور جلدی مانگا گیا ہے۔ عذاب الٰہی کے سامنے اپنی حیثیت کو نہ دیکھنے والے ہی ایسی باتیں کیا کرتے ہیں۔

حاصل: جہالت وغرور لازم وملزوم ہوتے ہیں۔ جن لوگوں نے عذابِ الٰہی کو دیکھ کر حق کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے، ان کی بات کبھی سنی نہیں گئی، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہو تو، توبہ قابل سماعت نہیں رہتی۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿١٧﴾

ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے، بے شک وہ رجوع رہنے والے تھے۔

مکذبین حق کی تکلیف وہ باتوں پر صبر کرنے کا حکم ہے۔ صبر یہ ہے کہ مکذبین حق کی بے ہودگی کا جواب نہ دیا جائے، اور اللہ کی رضا کے مطابق رہا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی حیات طیبہ میں اقتدار کا بہت بڑا مقام تھا، بڑی بادشاہی تھی۔ جسمانی قوت بھی بہت تھی۔ مگر مشکل مقامات سے ان کا بھی گزر ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام تائید ایزدی کے لیے ہمہ وقت رجوع الی اللہ رہتے تھے، اپنا حق ادا کرنے میں کمی نہیں کرتے تھے، نتائج کو باذن اللہ مانتے تھے اور اللہ کی رضا کو ہر مقام پر مقصود جانتے تھے۔

حاصل: مکذبین حق کی باتوں پر صبر کرنا پاک لوگوں کی طریقت ہے۔ قوت واقتدار کی موجودگی میں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی رضا کو ہر مقام پر مقصود جانتے تھے۔ حال کی تصدیق ماضی سے ہوتی ہے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۙ ﴿١٨﴾

ہم نے پہاڑوں کو آپ کی معیت میں مسخر کر دیا، کہ وہ شام وصبح کو تسبیح کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ شان عطا کی گئی، کہ پہاڑوں کو اللہ نے آپ کے لیے مسخر کر دیا۔ شام وقت تغیر ہے کہ رات کی آمد ہو رہی ہوتی ہے، اشراق وقت تغیر ہے کہ دن کی آمد ہو رہی ہوتی ہے۔ ان اوقات میں تسبیح کرنا اللہ کے پاک بندوں کی طریقت رہی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی شام وصبح اللہ کی تسبیح کرتے تھے، مگر اس تسبیح میں پہاڑ بھی آپ کے ہم نوا ہوتے تھے۔

حاصل: شام کو بھی تسبیح کرنی چاہئے، صبح کو بھی تسبیح کرنی چاہئے، اور بلند آواز کے ساتھ کرنی چاہیے۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿١٩﴾

اور پرندے، جھنڈ کے جھنڈ آپ کے ساتھ رجوع لاتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ کی تسبیح کرتے تھے، تو شام وصبح کو سماں یہ ہوتا تھا، کہ پہاڑ آپ کے ہم نوا ہوتے تھے، پرندے اپنی اپنی ٹولیوں کے ساتھ آپ کے ہم نوا ہوتے تھے۔ ہر شے اپنے خالق کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کے پاک بندے کے مقام اور اہمیت کے

Marfat.com

حوالے سے اس کے ساتھ کی قدر کرتی ہے۔

حاصل: پرندے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ شام کو بھی کرتے ہیں، صبح کو بھی کرتے ہیں۔ ان کو ساتھ ملا کر تسبیح کرنے میں جو راحت ہے اسے عملاً محسوس کیا جا سکتا ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اور ہم نے آپ کے ملک کو مستحکم کیا، اور آپ کو حکمت عطا کی اور عادلانہ فیصلہ کرنے کا شرف بخشا۔

اللہ نے رعایا کے دلوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پاکیزگی کو محبوب بنایا۔ ان کی قوت وصولت کے حق کے مطابق استعمال ہونے کا یقین ان کے اندر راسخ ہو گیا۔ یوں اللہ نے آپ کے ملک کو مستحکم کیا۔ آپ کو حکمت عطا فرمائی۔ حکمت خیر کثیر ہے۔ آپ چیزوں کو ان کے صحیح محل پر رکھتے تھے، اس طرح ہر شے اپنی افادیت دکھاتی تھی اور آپ ترجیحات کا تعین حکمت سے کرتے تھے کہ لوگ سکھی رہیں۔ نزاعات کا فیصلہ، معاشرتی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حقائق کے جاننے میں دیر نہیں لگتی تھی، اس طرح فیصلہ حق کے مطابق اور جلد ہو جاتا تھا۔

حاصل: رعایا، حاکم کو محبوب جانتی ہو تو ملک مستحکم ہوتا ہے۔ اللہ ہی کسی کے ملک کو مستحکم کرے تو وہ مستحکم ہوتا ہے۔ حکمت و فصلِ خطاب، حاکم کی وہ صفات ہیں جو حکومت کی شان کو واضح کرتی ہیں۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ۙ

اور کیا آپ کو ان جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے، جب انہوں نے محراب کی دیوار پھاندی۔

وقف لازم

مستحکم حکومت کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک مقدمے کے دونوں فریق حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتے ہیں۔ وہ وقت مقدمات کے سننے کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ مقام، عدالت نہیں ہے۔ فیصلہ کرنے والے صاحب، خلوت میں ہیں اور فیصلہ چاہنے والے اپنے دکھ کے حوالے سے انتظار نہیں کر سکتے۔ حاضری کے لیے دربان اجازت نہیں دیتے، تو یہ لوگ دیوار پھاند کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتے ہیں۔

حاصل: عادلانہ فیصلہ کرنے والے صاحب تک رسائی ممکن نہ ہو، فریقین ان صاحب کے فیصلے کے قدردان ہوں، انتظار ممکن نہ ہو، تو مقررہ حدود کا احترام قائم نہیں رہتا۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

جب وہ داؤد علیہ السلام کے ہاں داخل ہوئے تو آپ کو حیرت ہوئی۔ عرض کرنے لگے، آپ خائف نہ ہوں، ہم دو فریق ہیں، ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، تو ہمارے مابین حق کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور بات کو دور نہ ڈالئے اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیے۔

Marfat.com

جب یہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس خلوت میں پہنچ گئے، تو آپ کو اس سے حیرت ہوئی۔ ان کا بے وقت آنا، ان کی تعداد، دربانوں کا لوگوں کی آمد سے پہلے آگاہ نہ کرنا وغیرہ باعث حیرت ہوا۔ ان لوگوں نے عرض کیا، کہ آپ خائف نہ ہوں۔ عام آدمی ایسی صورت میں اپنی کیفیت کو جانتے ہوئے، کسی پاک بندے کے بارے میں بھی یہی سوچ سکتا ہے۔ مگر جو اللہ کے ساتھ ہو اس کو گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ ان لوگوں نے اپنی حاضری کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا: ہم دو فریق ہیں۔ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ آپ حق کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور بات کو دور نہ ڈالئے اور ہمیں سیدھی راہ دکھا دیجئے، کہ ہم حق کے حوالے سے اپنے آپ کو ٹھیک رکھ سکیں اور خواہشات کی پیروی سے بچ سکیں۔

حاصل: پاک لوگوں کو اللہ کے ساتھ کی بدولت کبھی گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ خلافِ معمول واقعات باعثِ حیرت ہوتے ہیں۔ جھگڑے کے بعد فریقین کا تعین، جھگڑے کی نوعیت، عدل کرنے والے کے سامنے حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی درخواست، تاخیر سے بچانے کی استدعا اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی، حصولِ امن کے لیے یہ سب ارکان ہیں۔

إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ تو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے، اور خطاب میں مجھ پر بھاری ہے۔

مظلوم فریق نے اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا، کہ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ تو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے اور خطاب میں مجھ پر بھاری ہے۔ ملت کے حوالے سے اُخوت کا رشتہ تعارف میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ دنبیاں جہاں معاش کے حصول کا ذریعہ ہوں وہاں وہ معاشی اکائی بھی بن جاتی ہیں۔ ننانوے دنبیاں رکھنے والا یہ کہتا ہے، ایک دنبی کو رکھ کر تم خواہ مخواہ مشقت میں پڑے ہو، یہ بھی مجھے دے دو، اور بات میں مجھ پر بھاری ہے، میں اس کے استدلال کے سامنے دبا ہوا ہوں۔ زیردست کو زبردست سے بچنے کے لیے عدل کرنے والوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

حاصل: عدل کرنے والے کے سامنے مقدمہ پیش کرتے وقت، حقائق بیان کرنے چاہئیں اور مخالف کے سامنے اپنی حیثیت کا ذکر بھی کرنا چاہئے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدۃ

فرمایا، بے شک یہ تمہاری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کے سوال سے تم پر ظلم کرتا ہے اور بے شک اکثر مخلوط کام کرنے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور صالح عمل کئے، اور وہ قلیل ہی ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام نے جانا کہ ہم نے انہیں دیکھا ہے، پھر اپنے ربّ سے استغفار کی اور رکوع میں پڑے اور رجوع لائے۔

السجدۃ ۱۰

مدعا علیہ نے مدعی کے بیان کو درست تسلیم کیا۔ عدم اعتراض بھی تسلیم کی ایک صورت ہوتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حقائق جاننے میں دیر نہیں لگی۔ آپ نے فیصلہ فرمادیا، کہ ننانوے دنبیوں والا، ایک دنبی والے سے، اس کی ایک دنبی کو مانگ کر ظلم کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ لوگ اکثر مال کے لالچ میں دوسروں پر زیادتی کرتے ہیں۔ جو لوگ ایمان والے ہوں، صالح عمل کرتے ہوں وہ محنت ضرور کرتے ہیں، مگر رزق کو اللہ تعالیٰ کی عطا جانتے ہیں اور عطاء الٰہی کو پورا جانتے ہیں۔ ایسے لوگ قلیل ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی خلاف حق نہیں کرتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ فرمانے کے بعد یہ محسوس کیا، کہ ہم نے انہیں دیکھا ہے۔ حصول عدل کے لیے خلوت تک بلا اجازت پہنچ جانے والوں سے خفگی کا اظہار ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر روشن ہوا، کہ عدالت کے اوقات مقررہ کے بعد بھی فوری نوعیت کے نزاعات کے لیے، عدل کرنے والوں تک رسائی آسان ہونی چاہیے۔ اس پر آپ نے اپنے رب سے بخشش طلب کی، رکوع میں پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے۔

حاصل: مدعا علیہ کا موقف سننے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔ ظلم کا تعین ہو تو عدل ممکن ہوتا ہے۔ شرکاء معاملہ ایک دوسرے کے سکھ کے مقابل اپنی حیثیت کو بڑھانے کی کوشش میں لگ جائیں تو یہ زیادتی ہوتی ہے۔ ایمان والے اور صالح عمل کرنے والے محنت ضرور کرتے ہیں اور اپنے مقام پر کبھی کوتاہی نہیں کرتے، مگر رزق کو عطاء الٰہی جانتے ہیں، اور پورا مانتے ہیں۔ خدمتِ خلق کا جو شرف بھی حاصل ہو، اس میں لوگوں کی سہولت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

پھر ہم نے آپ کو معاف کر دیا اور بے شک آپ کے لیے ہمارے پاس مرتبہ اور احسن ٹھکانا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے رجوع الی اللہ ہونے کے ساتھ، خدمتِ خلق میں کوتاہی کے ایک مقام سے آگاہ ہونے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوتاہی کو معاف کر دیا۔ توبہ و انابت بندے کے مرتبے میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ جس کو قرب خاص سے نوازے اس کا ٹھکانا یقیناً احسن ہوتا ہے۔

حاصل: توبہ کرنا بندے کی شان میں اضافہ کرتا ہے۔ جسے اللہ اپنے قرب خاص سے نوازے، اس کے ٹھکانے کو احسن ماننا چاہیے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع ۱۲/۲

اے داؤد علیہ السلام بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ ٹھہرایا۔ تو لوگوں کے مابین حق کے ساتھ حکم کیجیے، اور خواہش کی پیروی نہ کیجیے کہ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے پھر جاتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے یومِ حساب کو بھلائے رکھا۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے زمین میں خلیفہ ٹھہرایا، اور خلافت کا علم بھی عطا فرمایا۔ خلافت کا علم یہ ہے کہ لوگوں کے مابین حق کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور کسی فیصلے میں اپنی پسند کو داخل نہ کیا جائے، کہ حق کے ساتھ اپنی پسند کو داخل کرنا بندے کو راہ راست سے ہٹا دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے پھر جاتے ہیں وہ یوم حساب کو بھولے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کا انجام شدید عذاب کی صورت میں ان کو گھیر لے گا۔

حاصل: اللہ جس کو آسانی عطا کرے وہ بھی فیض یاب ہوتا ہے اس کے پیچھے آنے والے بھی اس فیض سے نوازے جاتے ہیں۔ خلافت کا علم یہ ہے کہ لوگوں کے مابین حق کے مطابق فیصلہ کیا جائے، اور خواہش کی پیروی نہ کی جائے۔ خواہش کی پیروی سے بندہ یوم حساب کو بھلانے کا ثبوت دیتا ہے، جس کا انجام عذابِ شدید ہوگا۔

شہادت: اللہ نے سورۃ سبا (۳۴) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی، اور یہ ان کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچے جو ہم نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ پھر انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی، تو کیسا ہوا میرا انکار۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، بے مقصد نہیں پیدا کیا۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ تو خرابی ہے کافروں کے لیے آگ سے۔

تخلیق سے پہلے مقصد تخلیق کا ہونا ضروری ہے۔ آسمانوں کا خالق بھی اللہ ہے، زمین کا خالق بھی اللہ ہے، اور آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ ہے وہ بھی اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اللہ ہی خالقِ کل ہے۔ اس نے کسی شے کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ جو شے مقصدِ تخلیق کے مطابق استعمال ہوگی، اس کا شکریہ ادا ہو جائے گا، اور جو شے اپنے مقصد تخلیق کے خلاف استعمال ہوگی، اس کی ناشکری ہو جائے گی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اشیاء کو خلاف حق استعمال کرتے ہیں، ان کا گمان ہے کہ اشیاء کے استعمال کا کوئی راستہ اللہ نے متعین نہیں کیا ہے اور من مانی کرنا جائز ہے۔ وہ کافر ہیں اور خرابی کے راستے پر چلے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ اس راستے سے دوزخ میں جا پڑیں گے۔

حاصل: کسی شے کو بھی خلافِ حق استعمال کرنا، ناشکری ہے، اور ناشکری بندے کو زیب نہیں دیتی۔ من مانی کرنا کافروں کا طریقہ ہے اور کافروں کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح عمل کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح ٹھہرا دیں گے، یا ہم متقین کو فاجروں کی طرح ٹھہرا دیں گے۔

اللہ پر ایمان لانے والے اپنی صداقت کا ثبوت صالح اعمال سے پیش کرتے ہیں، صالحین کو معیار جانتے ہیں اور کسی مقام پر من مانی

Marfat.com

نہیں کرتے۔ کسی جگہ بھول ہو جائے تو اصلاح کو اختیار کرتے ہوئے توبہ سے آلودگی کو دور کرتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانے والے، من مانی کرتے ہیں، ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں اور امن کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ صالحین کے خلاف ہوتے ہیں۔ متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اپنا حق ادا کرنے کے بعد نتائج کو باذن اللہ جانتے ہیں، اور جزا کا یقین ان کے حسنِ عمل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ فاجر وہ لوگ ہیں جو جزا کو نہیں مانتے، جہالت اور غرور سے خلافِ حق کرتے رہتے ہیں اور ماضی میں فاجروں کے انجام سے سبق نہیں سیکھتے۔

حاصل: ایمان والے صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ صالحین اور مفسدین کو برابر قرار دینا خلافِ حق ہے۔ متقیوں کو فاجروں کے برابر ٹھہرانا خلافِ حق ہے۔ جہاں اللہ نے وقف کو لازم رکھا ہے، وہاں وقف رکھنا قطعاً حق ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

یہ کتاب مبارک ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، کہ لوگ اس کی آیات میں تدبّر کریں اور عقل والے نصیحت مانیں۔

قرآنِ پاک ہدایت و رحمت ہے، مگر استفادہ مومنین ہی کرتے ہیں۔ یہ کتاب یقیناً مبارک ہے، مگر برکت وہی حاصل کر سکتے ہیں، جو گھمنڈ اور مخاصمت کی روش کو چھوڑ دیں۔ یہ کتاب علیمِ مطلق کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔ اس کے احکام کو ماننے کے لیے اس ذاتِ پاک کا اتباع لازم ہے، جس پر اس کتاب کا نزول ہوا ہے۔ اللہ کی حب ہو تو اللہ کے رسول کا اتباع ہو سکتا ہے۔ قرآنِ پاک کی آیات میں تدبر یہ ہے، کہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، فرمانِ الٰہی سے بہتر رہنمائی کہیں سے نہیں مل سکتی۔ عقل والے یہ دیکھتے ہیں کہ جس نصیحت میں ناصح کی کوئی غرض نہ ہو، اور ناصح بڑے علم والا ہو، اس نصیحت کو ماننے میں ہی بھلا ہوتا ہے۔

حاصل: قرآنِ پاک مبارک کتاب ہے۔ حصولِ برکت کا راستہ یہ ہے، کہ حکم اللہ کا ہو نمونہ اللہ کا محبوب ہو۔ تدبر کرنے والے احکامِ الٰہی کی قدر کرتے ہیں۔ نصیحت کا قدردان ہی نصیحت کو مانتا ہے اور وہی عقل مند ہوتا ہے۔

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾

اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام عطا کیے، خوب بندے، بے شک وہ رجوع رہنے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے فرزندِ ارجمند عطا کیا، نام سلیمان علیہ السلام رکھا گیا، نعم العبد ہونے کی شان عطا کی گئی اور اوّاب ہونے کی سند نازل فرمائی گئی۔ خوب بندہ وہ ہوتا ہے، جو حدودِ عبدیت میں رہتے ہوئے، شعور کے ساتھ رضاءِ الٰہی کے حصول کے لیے ہمہ وقت لگا رہے۔ خدمتِ خلق بھی اللہ کی رضا کے لیے کرے اور نتائج کو بھی باذن اللہ جانے۔ جب خدمتِ خلق سے فراغت ہو تو اللہ کا ذکر کرے۔ اوّاب وہ ہوتا ہے جو حق کی ادائیگی کے بعد یہ کہتا ہے کہ یا اللہ میرے اعمال کی طرف نہ دیکھیو اپنے کرم کی طرف دیکھیو۔

حاصل: خوب بندے کی صفات کو روشن کرنا، راہِ خیر کو روشن کرنا ہے۔ اوّاب کو کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس نے

Marfat.com

بندگی کا حق ادا کر دیا ہے، وہ یہی کہتا ہے: یا الہ العالمین میرے اعمال کی طرف نہ دیکھیو، اپنے کرم کی طرف دیکھیو۔

اِذۡ عُرِضَ عَلَیۡہِ بِالۡعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِیَادُ ﴿۳۱﴾ جب آپ کی خدمت میں تیسرے پہر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے پیش کئے گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی گئی تھی۔ اس بڑی سلطنت کے ساتھ جہاد کی تیاری واضح اہمیت رکھتی ہے۔ جہاد کے لیے گھوڑوں کا پالنا اور سنبھالنا ایک رکن کا درجہ رکھتا ہے۔ جن لوگوں کے ذمے یہ خدمت لگائی گئی تھی، انہوں نے اپنی کارکردگی دکھانے کے لیے عمدہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں تیسرے پہر پیش کیے۔

حاصل: جہاد سے متعلق امور کو امیر المومنین کے سامنے پیش کرنے کا منشاء تیاری اور حسن کارکردگی پر انہیں شاہد بنانا ہوتا ہے۔

فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿۳۲﴾ وقفة تو فرمایا، بے شک میں اپنے ربّ کی خاطر ان کو پسند کرتا ہوں، حتیٰ کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

نعم العبد کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار دیکھ کر آپ کو خوشی ہوئی تو آپ نے اس وقت بھی اپنے ربّ کی حمد ہی بیان کی، اور اپنی پسند کو اپنے ربّ کی رضا کے تابع رکھا۔ گھوڑے بڑی تعداد میں تھے۔ آپ ان کی کارکردگی دیکھتے رہے۔ وہ گھوڑے اپنی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ نے ان گھوڑوں کو جاتے ہوئے دیکھا، اور اس تیاری پر آپ کو خوشی ہوئی۔

حاصل: خوب بندے کی یہ شان ہے، کہ وہ جو بھی کرتا ہے اپنے ربّ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ امیر المومنین کو جہاد کی تیاری کا مشاہدہ کرتے رہنا چاہیے۔

رُدُّوۡہَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ ﴿۳۳﴾ انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر ان کی پنڈلیوں پر اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی روانگی دیکھی۔ آپ کو خوشی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ان کی آمد کو دیکھنا ضروری سمجھا۔ حکم دیا گیا، انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ آپ نے سبک رفتاری سے گھوڑوں کو آتے دیکھا تو اس مشاہدے کا حق ادا ہو گیا۔ پھر آپ نے قریب ہو کر ان کی پنڈلیوں پر اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا۔ گھوڑوں کو تیار کرنے والوں نے جس حسنِ کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا، ان کو داد دینے کا صحیح طریقہ یہی تھا، کہ گھوڑوں کی پنڈلیوں پر ہاتھ پھیر کر اور گردنوں پر ہاتھ پھیر کر ان لوگوں کو شاباش دی جائے۔

حاصل: گھوڑوں کی روانگی بھی دیکھنی چاہیے، آمد بھی دیکھنی چاہیے، اور گھوڑوں کو تیار کرنے والوں کے کام کی داد

دیتے وقت گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا چاہئے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو دیکھا اور ایک جسد ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ پھر آپ رجوع لائے۔

اللہ تعالیٰ نے نعم العبد حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے، کہ ہم نے ان کا امتحان لیا۔ ہونے کے مقام پر شکر ادا کرنے والے اور نہ ہونے کے مقام پر صبر کرنے والے، اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ نے شیاطین کو یہ توفیق دی کہ وہ من مانی کر سکیں۔ جسد اس بے جان بچھڑے کے لیے بھی آیا ہے، جس سے گائے کی طرح کی آواز نکلتی تھی۔ یہ ایک بے جان جسم تھا، جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر رکھ دیا گیا، اور شیاطین نے اس کی پوجا کی اور کفر کے مرتکب ہوئے۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ سند موجود ہے کہ انہوں نے کفر نہیں کیا۔ شیاطین لوگوں کو یہ کہتے رہے، کہ یہی جسد معبود ہے۔ خواہشات کی پیروی کرنے والے ان کی باتوں کو مانتے بھی رہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا نظام ان کی آنکھوں کے سامنے اس طرح ہو گیا، کہ انہیں بندے کی حیثیت وضاحت کے ساتھ معلوم ہو گئی۔ اللہ کی قدرت، اس کا فضل، اس کی رافت و رحمت اور اس کی عنایات سب کچھ روشن ہو گیا۔ آپ نے اس مشاہدے کے بعد معطی مطلق کی طرف رجوع ہو کر بندگی کا حق ادا کیا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھا جاتا ہے۔ کسی کو کس طرح دیکھنا ہے، یہ فیصلہ اللہ ہی کرتا ہے۔ جو لوگ پاک ہوتے ہیں، اس طرح ان کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے، جو لوگ پاک نہیں ہوتے ان کے کذب کا ثبوت ملتا ہے۔ خوب بندے کی یہی شان ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور اپنی حیثیت کو اللہ کے فضل کی بدولت جانے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

عرض کی کہ اے میرے ربّ مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایاں نہ ہو، بے شک تو ہی وہاب ہے۔

حسن عبادت میں پہلا مقام یہ ہے کہ اپنے لیے مغفرت طلب کی جائے، جس کے معنی یہ ہیں کہ یا اللہ دانستہ طور پر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے، نادانستہ طور پر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے، تجھ سے بخشش طلب کرتے رہنا ہی حق ہے۔ آپ نے ایسی سلطنت کے لیے دعا کی جو آپ کے بعد کسی کے شایاں نہ ہو۔ آپ نے کفر کی سرکوبی کے لیے ایسی توفیق مانگی کہ پھر کسی کو کفر کی سرکوبی کے لیے ایسی کوشش نہ کرنی پڑے۔ یہ دعا ذاتی جاہ و جلال کے لیے نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے مقام کا احسن ہونا اس کی سند ہے۔ وہاب، وہ عطا کرنے والا ہے، جس کے سب محتاج ہیں اور اسے کوئی احتیاج نہیں۔ وہاب سے مانگنے والے کو یہ یقین ہو کہ وہ جو چاہے عطا کر سکتا ہے، تو دعا کرنے والے کے اندر بے چینی نہیں رہتی۔

حاصل: دعا کی ابتدا طلب مغفرت سے کرنی چاہئے۔ کفر کی سرکوبی کے لیے توفیق کی دعا کرنی چاہے۔ یہ بھی کہنا

Marfat.com

چاہیے، یا اللہ تو ہی وھاب ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿۳۶﴾ تو ہم نے آپ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا، کہ وہ آپ کے امر سے چلے، آرام کے ساتھ، اور وہ جائیں جہاں چاہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا گیا۔ ہوا کو آپ کے امر کے تابع بنایا گیا، کہ وہ آرام کے ساتھ آپ کو آپ کی وسیع سلطنت میں جہاں آپ چاہیں، لے جاتی تھی۔ بادشاہ کے بارے میں حکومت کے ارکان کو یہ یقین ہو کہ وہ جب چاہے سرعت کے ساتھ ان کے پاس پہنچ سکتا ہے، تو وہ نظام حکومت کے درست رکھنے میں کبھی غفلت نہیں برتتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے یہ آسانی عطا فرمائی، کہ اصلاح حال کے لیے کسی بھی مقام پر سرعت کے ساتھ پہنچ سکتے تھے۔

حاصل: آسانیاں عطا کرنا اللہ کی شان ہے۔ اصلاح حال کے لیے سربراہ حکومت کا موقع پر پہنچ جانا، بے بدل افادیت رکھتا ہے۔ نظام حکومت کے درست رکھنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔

وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ اور شیاطین کو بھی، جو ماہر معمار اور غوطہ خور تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دینے کے بعد، جس نوازش الٰہی کا ذکر ہے، وہ بیان فرمائی گئی ہے۔ شیاطین کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔ یہ شیاطین جن تھے، جو آپ کے حکم کے مطابق خدمات سرانجام دیتے تھے۔ ان کی صلاحیت کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے خدمات لے لیتے تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ حال پر جو آسانیاں عطا کرنا چاہے، اسے دیر نہیں لگتی۔ مخالفت کرنے والوں کو مغلوب کر دینا، انہیں خادم بنا دینا اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ اللہ جو بھی کرتا ہے اپنے علم سے کرتا ہے۔

وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ اور دوسرے وہ جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

جو شیاطین، فساد سے رکتے نہیں تھے، ان کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔ یہ آپ کی قید میں تھے۔ یہ آپ کی منشاء کے خلاف کوئی کام کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے۔ اس قوت کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کر سکتے تھے۔

حاصل: جو فساد سے باز نہ آئے، اس کے دائرہ کار کو محدود کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ عطاء الٰہی بڑے علم سے ہوتی ہے، اس لیے اس سے جو فائدہ پہنچتا ہے، وہ کسی دوسری صورت میں پہنچ نہیں سکتا۔

هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ یہ ہماری عطا ہے تو احسان کیجیے یا روک رکھیے، آپ پر کچھ حساب نہیں۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کے بعد، ان کی صداقت کے ثبوت کے بعد، ان کو اس مقام پر پورا دیکھنے کے بعد کہ اللہ کی رضا کے علاوہ ان کو کچھ مطلوب نہیں ہے، عطاء الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ احسان کرنے کی حقیقت، اصلاح یافتہ قیدیوں کو آزاد کر دینا ہے۔ روک لینے کی حقیقت یہ ہے، کہ کسی کے دعویٰ کو کہ وہ کبھی فساد نہیں کرے گا، نہ مانا جائے۔ فیصلہ کرنے کا حق حضرت سلیمان علیہ السلام کو تھا۔

حاصل: اختیارات دینے سے پہلے، صداقت و امانت کی تصدیق کا مقام ہونا چاہیے۔ بعد میں صاحب اختیار کی قدر ہی کرنی چاہیے۔

ع ۳ ۱۴ ۱۲ **وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾** اور بے شک آپ کے لیے ہمارے پاس مرتبہ اور احسن ٹھکانا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے یہ سند نازل فرمائی گئی ہے، کہ ان کا مقام اللہ کے نزدیک بلند ہے اور ان کا ٹھکانا احسن ہے۔ جو بیان آپ کے مقام کو پست ثابت کرے، جو بیان آپ کے انجام کو اچھا ثابت نہ کرے، اس کو فرمانِ الٰہی کے خلاف جانتے ہوئے رد کر دینا حق ہے۔ جو لوگ، اللہ کے پاک بندوں کے اخلاق حسنہ سے روشنی نہ لیں، وہ من مانی کرنے کی راہ سے بچ نہیں سکتے اور من مانی کرنے والوں کی راہ کا انجام ہمیشہ خسارہ ہی ہوتا ہے۔

حاصل: جس کے مرتبے اور احسن مقام کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہے، اس کے ساتھ کسی خلاف حق بات کو منسوب کرنا فرمانِ الٰہی کا انکار ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ صٓ (۳۸) میں فرمایا ہے۔ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ یہ نصیحت ہے، اور بے شک متقین کا ٹھکانہ احسن ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کو یاد کیجیے، جب آپ نے اپنے ربّ کو ندا دی کہ بے شک شیطان نے مجھے دکھ اور اذیت سے مَس کیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مقام کو قرب الٰہی کے حوالے سے بیان فرمایا گیا ہے۔ شیطان کا تسلط ایمان والوں پر اور اپنے ربّ پر توکل کرنے والوں پر ہوتا ہی نہیں۔ اس کا تسلط انہی لوگوں پر ہوتا ہے، جو اسے دوست بنائیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو مقام شکر پر پورا دیکھنے کے بعد مقام صبر پر بھی دیکھا گیا۔ آپ مقام صبر پر بھی پورے رہے اور صابرین کے لیے روشنی کا مینار ہوئے۔ اللہ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ شاہدین کا مقام صبر پر پورا رہ کر دکھانا بھی لوگوں کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے، مقام شکر پر پورا رہ کر دکھانا بھی لوگوں کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے۔ مصائب و آلام ختم ہو جائیں تو درجات اور بلندیاں بھی سب ختم ہو جائیں۔ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دکھ اور اذیت سے مس کیا اور یہ کہا کہ اللہ کی بندگی سے اس جسمانی اور روحانی کیفیت کا کیا تعلق ہے۔

حاصل: کسی خلاف حق بات کو اللہ کے پاک بندوں سے منسوب کرنا قطعاً بے ادبی ہے۔ بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف سے جاننا حق ہے، برائی کو شیطان سے منسوب کرنا، بندگی کا حصہ ہے۔ شیطان، انسانی صفات کو جانتا تو ہے۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾

اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگایئے، یہ ہے ٹھنڈے پانی کا چشمہ غسل کے لیے اور پینے کے لیے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا دکھ اور اذیت بارگاہ الٰہی میں بیان کیا اور پاکیزگی اور سلامتی کے لیے دعا کی، تو حکم ہوا کہ اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگایئے۔ جسم میں اتنی سکت تھی کہ آپ ٹھوکر لگا سکتے تھے۔ آپ کا ٹھوکر لگانا تھا کہ ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ پانی آپ کے لیے باعث شفا ہوا۔ بیرونی استعمال کے لیے بھی یہی پانی تھا، اور پینے کے لیے بھی یہی پانی تھا

حاصل: دعا حسبِ حال ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو آسانیاں عطا کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ ٹھنڈے اور صاف پانی کا جلد پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے، احشاء پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

اور ہم نے آپ کو آپ کے اہل، اور ان کے ساتھ ان کی مثل اور، عطا فرمائے اپنی رحمت سے اور عقل والوں کی نصیحت کے لیے۔

مقام شکر و صبر پر پورا دیکھنے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو انعامات الٰہی سے نوازا گیا۔ وہ سب کچھ جو آپ کو حاصل تھا، وہ بھی عطا کیا گیا مزید بھی عطا کیا گیا۔ رحمت الٰہی سے آپ کی ذات بابرکات نے فیض پایا اور عقل والوں پر یہ واضح ہوا، کہ بے صبری مشکلات کا حل نہیں ہو سکتی اور بے صبری سے قرب الٰہی کے مقام پر رہنا ممکن نہیں ہوتا اور قرب الٰہی سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ کسی دوسری صورت میں پہنچ ہی نہیں سکتا۔

حاصل: جس کی صداقت اللہ کے ہاں دیکھی جائے، اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت اس کا احاطہ کر لیتی ہے، عقل والے اس سے نصیحت لیتے ہیں۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا لے کر اس سے ضرب لگا لیجیے، اور قسم نہ توڑیے۔ بے شک ہم نے آپ کو صابر پایا، خوب بندگی کرنے والا۔ بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے آپ کو سزا دینے کی قسم کھائی تھی، احساس یہ تھا کہ مقام صبر پر خاموش رہنا چاہیے تھا، نفس کو دکھ کے اظہار کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسانی عطا فرمائی اور یہ حکم دیا کہ جتنی ضربیں لگانے کی قسم کھائی تھی، ان کو یکبارگی لگا لیجیے۔ مٹھا پکڑ کر ایک ہی بار اپنے آپ کو مار لیجیے، بات پوری ہو جائے گی۔ پاک بندے کی زبان، اللہ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

Marfat.com

اس لیے اس سے نکلے ہوئے الفاظ کو وقعت دینی چاہیے۔ اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کا ذکر کیا ہے، حسنِ بندگی کا ذکر کیا ہے اور آپ کی انابت کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب صفات قربِ الٰہی کے لیے لوازمات کا درجہ رکھتی ہیں۔

حاصل: پاک زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو وقعت دینی چاہیے، یہ اللہ کی سنت ہے۔ صبر و استقامت، حسنِ بندگی اور اوابیت قربِ الٰہی کے لیے لوازمات کا درجہ رکھتی ہیں۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِی الْاَيْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾

اور ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو یاد کیجیے، جو قوت والے اور بصیرت والے تھے۔

اللہ کے رسولوں کا منشاء لوگوں کو بشارت دینا اور ڈرسنانا تھا۔ اتمام حجت میں اس کی اہمیت واضح ہے۔ قوت کی حقیقت امانت ہے۔ جس کا ہاتھ امین ہو وہ امامت کا حق ادا کر سکتا ہے۔ لوگ اس کو اجتماعی مفادات کا محافظ جانتے ہیں، اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ جو ہر مقام پر رضاءِ الٰہی کو مقصود رکھے وہ منور ہو جاتا ہے اور صاحبِ بصیرت ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کے نورِ ہدایت کی بدولت ظلمات سے نور کی طرف آنے لگتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر خیر ان کی قوت اور بصیرت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔

حاصل: قوت کی حقیقت امانت ہے، اور بصیرت کی حقیقت حق کی قدر و منزلت ہے۔

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ ج

بے شک ہم نے انہیں ذکرِ آخرت کے حوالے سے ممتاز کیا تھا۔

جو قوت و بصیرت کے ساتھ حق کی احسن ادائیگی کو اپنا حال بنالے، اسے امتیاز عطا ہو جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے یہی کہتا ہے، کہ حق سے کبھی غافل نہ ہونا اور یاد رکھنا تمہیں موت، مسلمان کی حیثیت سے آئے۔ جو حال پر مسلمان ہے، وہ سلامتی کے مقام پر ہے۔ آخرت میں بھی اسے سلامتی حاصل ہوگی، کہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔ دارِ آخرت پر یقین بندے کے عمل میں نظر آئے تو دیکھنے والوں کو پتہ چلتا ہے، کہ کس طرح قول پر عمل شاہد ہونا چاہیے۔

حاصل: خلوص، خصوصیت کا اصل ہے۔ دارِ آخرت پر یقین بندے کے عمل میں نظر آنا چاہیے، ساتھیوں کو اسی طرح روشنی حاصل ہو سکتی ہے۔

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ ط

اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے اخیار میں سے ہیں۔

جو اللہ کے نزدیک خیر والے ہیں، راہِ خیر پر ہونے کے حوالے سے وہ سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ خیر والے، صابر ہوتے ہیں، خوب بندے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں، کہ ہم پر کیا حق عائد ہوتا ہے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ لوگ ان کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ جس کو اخیار کے ساتھ محبت ہو، وہ طلبِ خیر رکھنے کے دعوے میں سچا ہے۔ اس کے نیک ہونے میں شک نہیں کرنا چاہیے۔

حاصل: نیک لوگ ہمیشہ صابر ہوتے ہیں، خوب بندگی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان سے محبت رکھنے والے بھی بلاشبہ نیک ہوتے ہیں۔

وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۴۸

اور اسمٰعیل علیہ السلام اور یسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کو یاد کیجئے، وہ سب اخیار میں سے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے متعلق صابر ہونے کی اور صالح ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۷ میں حضرت یسع علیہ السلام کی عالمین پر فضیلت مذکور ہے۔ یہ سب حضرات، اللہ کے نزدیک خیر والے لوگ ہیں۔ ان کا مقصود رضاء الٰہی کا حصول تھا۔ ہونے کے مقام پر ان حضرات نے شکر کیا ہے، نہ ہونے کے مقام پر ان حضرات نے صبر کیا ہے۔ یہ نہیں دیکھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، یہی دیکھا ہے کہ ان پر جو حق عائد ہوتا ہے وہ رضاء الٰہی کے مطابق شاہدین کے حوالے سے پورا ہونا چاہیے۔ یہ حضرات نتائج کو ہمیشہ باذن اللہ جانتے رہے ہیں۔

حاصل: اخیار کا ذکرِ خیر ہمیشہ باعث برکت ہوتا ہے، کہ ان کے نقوشِ قدم سے نیک لوگوں کو تقویت ملتی ہے۔ جس صفت کی قدر کی جائے، اسے قدر دان کی صفت بن جانا چاہیے، اس سے کم ماننے کا ثبوت کیا ہوگا۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۴۹

یہ نصیحت ہے، اور بے شک متقین کا ٹھکانا احسن ہے۔

قرآن پاک نصیحت ہے۔ علیم مطلق کی طرف سے ہے۔ اس میں ماننے والوں کی بھلائی کا یقینی علم ہے۔ ناصحین، نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال نہیں کرتے۔ جس نصیحت کا تعلق قرآن پاک سے نہ ہو وہ سند کا درجہ نہیں رکھتی۔ حق کے مطابق ہو جانے والے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے لوگ متقی ہیں۔ ان کا ٹھکانا دنیا میں بھی احسن ہے کہ انہیں اللہ کی معیت نصیب ہے، آخرت میں بھی احسن ہوگا، کہ یہ انعامات سے نوازے جائیں گے۔

حاصل: نصیحت کا تعلق ہمیشہ قرآنِ پاک سے ہونا چاہیے۔ نصیحت کو ماننے والوں کا ٹھکانا دنیا میں بھی احسن ہے، آخرت میں بھی احسن ہوگا۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۵۰

سدا بسنے کے باغ۔ ان کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

متقی حضرات کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان کے اعمال کی جزا سدا بسنے کے باغ ہوں گے۔ جنت کے دروازے، جنتیوں کے انتظار میں کھلے ہوئے ہوں گے۔ فرشتے جنتی حضرات پر ان کے جنت میں داخلے کے وقت سلام کہیں گے۔ اللہ کے ہاں پاک لوگوں کی یہ قدر و منزلت ہوگی۔

Marfat.com

حاصل: بسنے کے مقامات کو پودوں سے زینت دینا حسنِ معاشرت کا حصہ ہے۔ مہمانوں کی قدر و منزلت کا اظہار عملاً ہونا چاہیے۔

مُتَّكِـِٔيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ تکیہ لگائے ہوئے وہ وہاں کثیر میوے اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے۔

اہل جنت سکھ میں ہوں گے۔ وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ انہیں جنت میں وہ ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ بہت سے میوے اور مشروبات، ان کی طلب کے مطابق انہیں پیش کیے جائیں گے۔ جیسے اپنے گھر سے کسی شے کے طلب کرنے میں کوئی حجاب نہیں ہوتا، ویسے ہی متقین کو جنت میں کسی شے کے طلب کرنے میں حجاب نہیں ہوگا۔ طلب جو بھی ہوگی وہ ساتھیوں کی تعظیم و تکریم کے لیے ہوگی۔

حاصل: تکیہ لگا کر بیٹھنا اور بٹھانا، پھلوں اور مشروبات سے مہمانوں کی تواضع کرنا، حسنِ معاشرت کا حصہ ہے۔

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ﴿۵۲﴾ اور ان کے پاس بیبیاں ہوں گی، نیچی نگاہ والی، ہم سِن۔

اہل جنت کو جنت میں اجتماعی حیات کے ساتھ، انفرادی سطح پر بھی بڑے سکھ سے نوازا جائے گا۔ وہ عورت جو اپنے شوہر کی ہم سن ہو اور شوہر کے علاوہ کسی طرف دیکھنا اسے ناگوار ہو، یقیناً بڑی نعمت ہے، کہ جنت کی نعمتوں میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ازواج مطہرہ کی شان دیکھیے کہ اللہ نے ان کی طہارت پر شہادت دی ہے۔

حاصل: بیبیوں کی صفات کو روشن کرنا چاہیے، کہ بیبیاں ان صفات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور ان صفات کو اپنا حال بنائیں۔

هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۵۳﴾ یہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، یومِ حساب کے لیے۔

اہل جنت کو سکھ سے نوازا جائے گا۔ اس کی تفصیل بیان فرمانے کے بعد یہ ارشاد ہوا ہے: یہ ہے وہ وعدہ جو یوم حساب کے لیے متقی حضرات سے کیا جاتا تھا، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ یہ وعدہ مالک یوم الدین کا وعدہ ہے۔ یہ وعدہ اعمال کی پوری پوری جزا دینے والے کا وعدہ ہے۔ یہ وعدہ اسکا وعدہ ہے جو ماضی، حال اور مستقبل پر مطلق قدرت رکھتا ہے۔

حاصل: جو راہِ انعام پر ہے، اس سے حساب کے دن اس وعدے کو پورا کرنا، اللہ کی شان ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ بے شک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

اہل جنت کو جو کچھ بھی عطا ہوگا، اس کو رزق فرمایا گیا ہے۔ یہ رزق پاک ہوگا، کہ اللہ کا عطا کردہ ہوگا، اور کبھی ختم ہونے والا نہ ہوگا، کہ

Marfat.com

اللہ کے ہاں صداقت کا ثبوت ملنے کے بعد دائمی پاک دامنی کی سند مل جاتی ہے۔ پھر ایسی بہار آتی ہے جس کے بعد اللہ نے خزاں کا مقام ہی نہیں رکھا۔

حاصل: اللہ کے انعامات رزق ہیں۔ اللہ کے ہاں صداقت کا ثبوت، دائمی پاک دامنی کے انعام سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ کا دیا ہوا رزق دائمی ہوگا۔

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝۵۵

ان کو تو یہ ہے۔ اور بے شک سرکشوں کا ٹھکانا بہت برا ہوگا۔

متقین اہل جنت ہوں گے۔ ان کا انجام بیان فرمانے کے بعد، طاغوت پر ایمان لانے والوں کا انجام بیان فرمایا جا رہا ہے۔ یہ سرکش لوگ بڑائی اور حق سے مخاصمت کو اپنا طریق زندگی بنا لیتے ہیں۔ حال پر خوف وحزن کے مقام پر رہتے ہیں، آخرت میں عذاب کے مقام پر ہوں گے۔ من مانی کرنا سرکشی کی بنیاد ہے۔

حاصل: انجام کے تقابل سے حجّت پوری ہوتی ہے۔ من مانی کرنا سرکشی کی بنیاد ہے۔ سرکش لوگ بڑائی کے اظہار اور حق سے مخاصمت کو اپنا طریق زندگی بنا لیتے ہیں۔ حال پر خوف وحزن کے مقام پر رہتے ہیں، آخرت میں عذاب کے مقام پر ہوں گے۔

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۵۶

جہنّم، کہ اس میں جائیں گے، تو کیا ہی برا بچھونا ہے۔

سرکش لوگوں کا انجام جہنّم ہوگا۔ سرکش اپنے اعمال کی جزا جس مقام پر پائیں گے وہ مقام جہنّم ہے، اور جہنّم بہت ہی برا بچھونا ہے۔ اعمال میں رخ درست ہو تو انجام راحت کی صورت میں سامنے آتا ہے، رخ درست نہ ہو تو انجام دکھ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

حاصل: جہنّم میں جانا سرکشی کی جزا ہے۔ اعمال میں رخ درست نہ ہو تو انجام برا ہی ہوتا ہے۔

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝۵۷

یہ ہے جلانے والا پانی اور پیپ، تو یہ لوگ اس کو چکھیں۔

سرکشوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں جو کچھ جہنّم میں ملے گا، اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تکلیف دہ مشروب ہوں گے، جو انتہائی گرم، انتہائی بدذائقہ اور سخت ناگوار بو والے ہوں گے، اور ان لوگوں کو جہنم میں مذکورہ چیزوں کو پینا پڑے گا۔

حاصل: سرکش لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے، حقوق العباد کی ادائیگی کے مقابل من مانی کرنے کے بدلے، ایسے مشروب پینے پڑیں گے، جو لمس کے اعتبار سے بھی شدید ہوں گے، ذائقے اور بُو کے اعتبار سے بھی سخت ناگوار ہوں گے۔

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝۵۸

اور ان کے علاوہ ان کی ہم شکل اور چیزیں ہوں گی۔

Marfat.com

جہنم میں سرکش لوگوں کو جو کچھ بھی ملے گا، وہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا، جو دیکھنے میں بھی تکلیف دہ ہوگا، چکھنے میں بھی تکلیف دہ ہوگا، بُو کے لحاظ سے بھی تکلیف دہ ہوگا اور اس کو کھائے پیے بغیر کوئی چارہ بھی نہ ہوگا۔

حاصل: سرکش لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ، ایسی خوراک کی صورت میں دیا جائے گا، جس کا دیکھنا، چکھنا، سونگھنا سب تکلیف دہ ہوگا، مگر اس خوراک کو استعمال بھی کرنا پڑے گا۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۗ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

یہ گروہ بھی تمہارے ساتھ دھنسے گا۔ ان کے لیے مرحبا نہیں ہے۔ وہ سب آگ میں جانے والے ہیں۔

سرداران ضلالت جب اپنے پیروکاروں کو دوزخ کی طرف آتا دیکھیں گے، تو آپس میں یہ بات کریں گے، کہ یہ گروہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں پڑے گا، ان کے لیے خوش آمدید نہیں ہے، ان پر خدا کی مار ہو، وہ سب آگ میں جانے والے ہیں۔ خلافِ حق دوستی غرض وغایت کے لیے ہوتی ہے اور جب غرض وغایت ختم ہوجائے تو دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ قیامت کے دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔

حاصل: سردارانِ ضلالت دنیا میں اپنے پیروکاروں کو مرحبا کہتے ہیں، آخرت میں اس کے خلاف کریں گے۔ من مانی کرنے والے عذاب کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۗ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

وہ کہیں گے بلکہ تمہیں ہی مرحبا نہ ہو۔ تم نے ہی تو یہ ہمارے لیے فراہم کیا ہے۔ تو کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

پیروکار جب اپنے سرداروں کی بات سنیں گے، تو اسی زبان میں جواب دیں گے، اور یہ بھی کہیں گے، کہ جو عذاب ہم سامنے دیکھ رہے ہیں، یہ تمہارا ہی فراہم کردہ ہے۔ تم ہمیں اسی کی دعوت دیتے رہے ہو۔ تو کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے جہاں بُرائی کی ترغیب دینے والوں کا ساتھ ہے اور آگ کا عذاب ہے۔

حاصل: پیروکار جب سرداروں کی بدخواہی کو دیکھ لیں تو پھر انہیں وہ کچھ نظر آنے لگتا ہے، جو پہلے نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ٹھکانا بُرا ہے، جہاں بُرائی کی ترغیب دینے والوں کا ساتھ ہو اور اس ٹھکانے کو تبدیل کرنے کی توفیق نہ ہو۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾

وہ کہیں گے۔ اے ہمارے ربّ جس نے ہمارے لیے یہ سامان کیا اسے آگ میں دگنا عذاب دے۔

گمراہوں کے پیروکار یہ کہیں گے، کہ اے ہمارے ربّ جس نے ہمیں خلافِ حق کرنے کی ترغیب دی، جس نے ہمیں من مانی کرنے پر اکسایا، جس نے ہمیں اس منزل پر پہنچایا، اسے آگ میں دگنا عذاب دے۔ بُرائی کا انجام سامنے آئے تو بُرائی کی ترغیب دینے والے کے لیے یہی دعا نکلتی ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے پیروی تو اپنی خواہشات کی کرتے ہیں، مگر برائی کا انجام سامنے آنے پر سردارانِ ضلالت کے لیے بڑے عذاب کی دعا کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اور کہیں گے کیا بات ہے، کہ ہم ان لوگوں کو یہاں نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار میں شمار کرتے تھے۔

سردارانِ ضلالت کہیں گے، کہ ہم یہاں دوزخ میں ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے، جن کو ہم اشرار میں شمار کرتے تھے۔ وہ لوگ رسومات کو اہمیت نہ دیتے تھے، اس لیے رسومات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ کسی کے مال کی کثرت انہیں مرعوب نہ کرتی تھی، بس پاکی کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ ناداری کی شکایت وہ نہیں کرتے تھے۔ ہم ان لوگوں کے بارے میں قسمیں کھاتے تھے، کہ ان کا کبھی بھلا نہیں ہوگا۔

حاصل: جو منکرینِ حق کے خلاف ہو وہ اسے شرپسند کہتے ہیں۔ جب انجام کار حق کو ماننے والے خسارے میں نظر نہ آئیں تو منکرینِ حق کو حیرت ہوتی ہے۔

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ کیا ہم نے ان کے ساتھ تمسخر کیا تھا، یا ہماری آنکھیں ان سے چوک رہی ہیں۔

سردارانِ ضلالت یہ کہیں گے، کہ جن لوگوں کو ہم اشرار کہتے تھے، جن کو دباتے ہوئے ہم کہتے تھے کہ تم ہماری ملت میں لوٹ آؤ، ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے قریئے سے نکال دیں گے، اور جو ہماری اس بات کے جواب میں اپنی کراہت کا واضح طور پر اظہار کرتے تھے، کیا ہم نے ان کی ناداری کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ مذاق کیا تھا درآنحالیکہ وہ اللہ کے پاک بندے تھے اور ناصحین سے محبت رکھتے تھے، یا یہ بات ہے کہ وہ یہیں کہیں ہیں اور ہماری آنکھیں انہیں دیکھ نہیں رہیں۔

حاصل: عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے گزر جانے کے بعد غور و فکر کرنا اور اپنے مشاہدے اور عمل کو ناقص ماننے پر تیار ہونا بے عقل لوگوں کا کام ہے۔

ع ۴ ۲۴ ۱۳ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع بے شک اہل نار کی مخاصمانہ باتیں ایک امرِ واقعہ ہے۔

اہلِ جہنم کی تُو تُکار ایک حقیقت ہے، جو یقیناً واقع ہوگی۔ جب ان لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ جن کو وہ اشرار کہتے تھے اور جن کے بارے میں قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان پر کبھی رحمت نہ کرے گا، وہ تو جنت میں ہیں تو ان کو اپنے ماضی پر سخت افسوس ہوگا۔

حاصل: اہل نار کا آپس میں باہمی رشتہ غرض و غایت پر قائم ہوتا ہے اور پاکی سے خالی ہوتا ہے۔ جس تعلق کی بنیاد پاکیزگی پر نہ ہو اس کا انجام باہمی جھگڑا ہی ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (۲۱) میں منکرینِ حق کے متعلق فرمایا ہے: اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

Marfat.com

حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ تم اور جن کو تم اللہ کے مقابل پوجتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہے، تمہیں اس پر پہنچنا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ڰ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ فرما دیجئے کہ میں تو منذر ہی ہوں اور معبود کوئی نہیں سوائے اللہ واحد قہار کے۔

منذر کی شان ہے، کہ اسے علمِ الٰہی سے نوازا گیا۔ آپ نے حق پر پورا رہ کر دکھایا اور خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرایا۔ علمِ حقیقی کے بڑھنے سے خوفِ خدا کا بڑھنا لازم ہے۔ جو خوفِ خدا نہ رکھتا ہو، وہ ڈر سنانے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ معبود قادرِ مطلق ہے، اور ایک ہے اور قہار ہے۔ اسے کسی کی احتیاج نہیں ہے، وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے، باقی سب اس کے سامنے اس کی عطا کردہ توفیق کے مطابق جواب دہ ہیں۔ جو منذر کی مان لے، اس کی بات اللہ مان لیتا ہے۔ جو منذر کی نہ مانے وہ صراطِ مستقیم کو کہاں سے پائے گا۔ جو منذر کی صفات کو اپنا لے وہ ماننے کے دعوے میں سچا ہے، جو حق کو سنے اور من مانی کرے وہ تکذیب کا مرتکب ہوتا ہے۔

حاصل: حقِ تبلیغ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معبود ماننا، ایک ماننا اور قہار ماننا بندگی ہے۔ ماننے کا ثبوت، خلوت وجلوت میں اللہ کی رضا کو مقصدِ حیات بنانے سے ملتا ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ ربّ ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، عزت والا، بخشنے والا۔

یہ معبود کی شان ہے، جو ایک ہے اور قہار ہے، کہ آسمانوں میں، زمین میں اور آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر ربوبیت اسی کی طرف سے ہو رہی ہے۔ ربّ العالمین کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ جو بھی کرتا ہے، اپنے علم سے کرتا ہے۔ اس کی قدرت کا غلبہ ہر مقام پر موجود ہے۔ جو حق کو مان لے وہ عزت پالیتا ہے کہ مومنین میں شمار ہو جاتا ہے۔ اسے پاک ہونے کی سند مل جاتی ہے، اسے بخشش سے نوازا جاتا ہے۔

حاصل: ربوبیت ہر مقام پر اللہ کی شان ہے۔ حق کو ماننے والے کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے، اسے بخشش نصیب ہوتی ہے۔ تبلیغ حق کرنے والوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ حق کو ماننے والوں کی عزت میں اضافہ ہو اور ان کے پاک ہو جانے کے بعد ان کے ماضی کا ذکر نہ ہو۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ فرما دیجئے یہ ایک عظیم خبر ہے۔

قیامت کی خبر، بہت بڑی خبر ہے۔ عمل کے لیے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو جانے کی خبر بہت بڑی خبر ہے۔ یوم الدّین کی خبر بہت بڑی خبر ہے۔ قیامت کے وقوع کو روکنا قطعاً ممکن نہیں کہ یہ قادرِ مطلق کے امر سے واقع ہوگی، اس دن اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہوگا، اس لیے منکرینِ حق پر وہ دن بڑا بھاری ہوگا۔

Marfat.com

حاصل: قیامت کی خبر بہت بڑی خبر ہے۔ اس خبر کے دینے والے کو ناصح امین ماننا چاہیئے۔

اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۶۸﴾ تم اس سے اعراض کر رہے ہو۔

یوم الدّین کی خبر کو سن کر اصلاح کی طرف آنے سے غفلت، اعراض ہے۔ بہت بڑی خبر دینے والے سے اپنا تعلق معلوم ہو، تو خبر دینے والے کی قدر کی جاتی ہے، اس سے ہدایت طلب کی جاتی ہے، راہِ ہدایت اختیار کی جاتی ہے اور ناصح صاحب کو اپنا شاہد بنایا جاتا ہے۔

حاصل: جزا کی خبر سن کر من مانی کے راستے کو نہ چھوڑنا وہ رویہ ہے، جو غافل کو خسارے تک پہنچا دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنۡ عِلۡمٍۭ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰٓى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۶۹﴾ — مجھے عالم بالا کا علم نہیں جب وہ تکرار کر رہے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے جو بھی فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے فرمایا ہے۔ عالم بالا میں ملائکہ کی باتیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے حوالے سے انہوں نے کی تھیں، آپ کی زبان پاک سے بیان ہوئیں۔ یہ بیان اللہ تعالیٰ سے آپ کے تعلق کو ثابت کرتا ہے۔

حاصل: علمِ حقیقی کی شان کو پہچاننا چاہیئے۔ جس کو اللہ اپنی بات عطا کر دے، اس کی ذاتی بات کوئی ہوتی ہی نہیں۔

اِنۡ يُّوۡحٰٓى اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۰﴾ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں واضح ڈر سنانے والا ہوں۔

شانِ رسالت کو روشن فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کے رسول کسی ذاتی علم سے بات نہیں کرتے، اللہ کے عطا کردہ علم سے بولتے ہیں۔ وحی سے جو جو علم عطا ہوا وہی سب سے ارفع ہے۔ اس عطاء الٰہی کا منشاء یہ بتایا گیا ہے، کہ لوگوں پر ان کے رخ کے حوالے سے ان کے انجام کو واضح کر دیا جائے تا کہ وہ شعور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو استعمال کریں۔

حاصل: اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ روشن راستہ ہے، جس سے قیامت تک لوگ استفادہ کرتے رہیں گے۔

اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۱﴾ جب تمہارے ربّ نے ملائکہ سے فرمایا، بے شک میں بشر کو مٹی سے خلق کرنے والا ہوں۔

ملاءِ اعلیٰ میں جو باتیں ہوئیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے، کہ بشر پر حقائق روشن ہوں، اس کی ابتداء اس کے علم میں آئے، ملائکہ کے تاثرات اس کے علم میں آئیں، خالقِ کُل کا یہ بیان اس کے علم میں آئے کہ اس نے ملائکہ سے فرمایا، مجھے علم ہے اور سب سے بڑا علم میرا ہی ہے، تم نہیں جانتے۔

حاصل: کائنات میں بشر کے مقام کو خالقِ کل نے جس قدر اہمیت دی ہے، اس پر نظر رہنی چاہیئے۔ قربِ الٰہی کے

Marfat.com

لیے، نیابت کے لیے جو اہلیت بشر کو دی گئی ہے وہ کسی اور کو نہیں دی گئی۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ پھر جب میں اسے پورا کر دوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو تم اسے سجدہ کرنا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے پہلے، لباس بشریت میں آنے سے پہلے ملائکہ کو آپ کی تعظیم کے لیے تیار کیا گیا، اور یہ حکم دیا گیا، کہ جب وہ بنائے جا چکیں اور ان میں روح پھونک دی جائے تو سب سجدہ کریں۔ کائنات میں، علم کے حوالے سے، حضرت آدم علیہ السلام کے مقام کی فضیلت کو منوایا گیا۔

حاصل: بشر کو ہی خلافت کا اہل بنایا گیا ہے۔ اپنے خلیفہ کی فضیلت کا اعتراف کرانا، اللہ کی سنت ہے۔ دھیان رکھنا چاہیے کہ ابتداء درست ہو۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ تو سب ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے کے بعد اور آپ کے وجود میں روح پھونکے جانے کے بعد سب فرشتوں نے امرِ الٰہی کے مطابق آپ کی تعظیم کی اور آپ کو سجدہ کیا۔ اللہ کے حکم کو ماننا پاکیزگی کا ثبوت ہے۔ جو پاک ہے وہ صرف اللہ کی رضا کو مقصود جانتے ہوئے بندگی کا حق ادا کرتا ہے۔ حکم کو ماننا، حکم دینے والے کی شان کو تسلیم کرنا ہے اور ادب ہے۔

حاصل: امرِ الٰہی کی تعمیل، اللہ تعالیٰ کو اعلم ماننے کا ثبوت ہے۔ حق کو ماننے والے ہی پاک ہوتے ہیں۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور نہ ماننے والوں سے ہو گیا۔

ابلیس بھی اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتا تھا، ملائکہ کے ساتھ تھا۔ جب ملائکہ نے امرِ الٰہی کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، تو ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے امرِ الٰہی کو نہ مان کر تکبر کیا۔ اس طرح نہ ماننے والوں کے رخ کا تعین ہو گیا۔ حق کا انکار کرنے والوں کا سربراہ ابلیس ہے۔

حاصل: با ادب ہونے کا دعویٰ ہو تو عملاً اس کا ثبوت بھی دینا چاہیے۔ استکبار اور حق کا انکار، ابلیس کی صفات ہیں۔

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ فرمایا: اے ابلیس تجھے کس نے اسے سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں خلق کیا، کیا تو نے تکبر کیا یا تو ہے ہی بڑائی والوں سے۔

علیمِ مطلق کی طرف سے ابلیس کے سجدہ نہ کرنے پر یہ پوچھا گیا: تجھے کس چیز نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکا، جسے اللہ کے دستِ قدرت سے وجود پانے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ کے ہاتھوں کا تعین ممکن نہیں۔ اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ پوچھا گیا: کیا تو نے

Marfat.com

خودسری کی ہے، یا تو یہ ہی ان سے جو بڑائی کے زعم میں مبتلا رہتے ہیں۔ استکبار کسی صفت یا صفات سے متعلق ہو سکتا ہے، بڑائی کا زعم نسب سے تعلق رکھتا ہے۔

حاصل: علیمِ مطلق ہر حال کا علم رکھتا ہے۔ ابلیس کو کس چیز نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے منع کیا تھا، اللہ یقیناً جانتا تھا، سنتِ الٰہی یہ رکھی گئی ہے کہ حکم عدولی کرنے والے سے یہ سوال کرنا چاہئے۔ کسی حکم عدولی کرنے والے سے وضاحت طلب کرنے سے پہلے اگر اسے سزا دی جائے گی، تو اللہ سے آگے قدم بڑھانے والی بات ہوگی اور یہ ممنوع ہے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ کہنے لگا، میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ہر شے کا علم رکھنے والے، خالقِ کل کے سامنے ابلیس کا جواب یہ تھا: کہ میں اس بشر سے بہتر ہوں۔ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اس حوالے سے میرا نسب برتر ہے اس کے مقابل جسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ علیم مطلق کو اپنے مقام کے بارے میں بتانا یقیناً جہالت ہے۔ مٹی کا مقام کیا ہے، اس میں کیا کیا خزانے رکھے گئے ہیں، اس کائنات کی زینت میں اس کا کتنا حصہ ہے، آگ کا مقام کیا ہے اس کا دائرہ کار کہاں سے شروع ہوتا ہے، کہاں پر ختم ہوتا ہے، یہ سب اللہ جانتا ہے کہ وہی خالقِ کل ہے۔

حاصل: نسب کا تعلق کسی برتری سے نہیں ہوتا۔ نسب کو فضیلت کی سند کے طور پر پیش کرنا، ابلیس کا کام ہے اور قطعاً جہالت ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۚۖ ﴿۷۷﴾ حکم ہوا، تو یہاں سے نکل جا، کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔

ابلیس نے جب تک زبانِ حال سے تکبّر کا اظہار نہیں کیا، اس کو جنت سے نکل جانے کا حکم نہیں دیا گیا، اور اس کے راندۂ درگاہ ہونے کا عنوان نہیں رکھا گیا۔ جب اس نے تکبّر کا اظہار کیا، تو فرمایا گیا: تو یہاں سے اتر جا، تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر تکبّر کرے۔ نکل جا، تو ذلیلوں سے ہے۔ راندۂ درگاہ قربِ الٰہی کی اہلیت کو کھو دیتا ہے۔

حاصل: تکبّر کے اظہار کے بعد، بندہ پاکی کے مقام سے گر جاتا ہے۔ راندۂ درگاہ قربِ الٰہی کی اہلیت کو کھو دیتا ہے۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ اور بے شک تجھ پر یومِ الدّین تک میری لعنت ہے۔

اللہ تعالٰی کی طرف سے ابلیس کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا، اسے رجیم قرار دیا گیا، اور جزا کے دن تک اسے لعنتی ٹھہرایا گیا۔ لعنتی کبھی رحمتِ الٰہی سے فیض یاب نہیں ہوتا۔ یومِ الدّین تک ابلیس رحمتِ الٰہی سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ دارِ عمل کی انتہائی حد تک ابلیس پر لعنت ہے۔ اس کے بعد جزا کا مقام ہوگا۔ یومِ الدّین تک ابلیس کے رخ سے بچنا ہر بندے کے لیے لازم ہے۔ کسی مقام پر بھی اس سے صرفِ نظر

Marfat.com

نہیں کرنا چاہیے۔

حاصل: ابلیس کے ساتھ سے کسی کا بھلا ہو ہی نہیں سکتا۔ لعنت ابلیس کے رُخ پر ہے، جو بھی اس کے رُخ کو اختیار کرے وہ اس آئینے میں خود کو دیکھ لے۔ دوسروں کو لعنتی کہنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ کہنے لگا میرے ربّ، مجھے یوم یبعثون تک مہلت دے۔

یوم الدّین تک لعنتی قرار پانے کے بعد ابلیس نے اپنے ربّ سے یہ دعا کی، کہ مجھے اس دن تک مہلت دے دے، جس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ یہ مہلت ابلیس نے اصلاح حال کے لیے تو مانگی نہیں تھی، جس نیت سے وہ مہلت مانگ رہا تھا، وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں تھی۔ اس مہلت میں اسے ایک ہی کام ہوسکتا تھا، اور وہ کام تھا، انسان دشمنی۔

حاصل: انسان دشمنی کے لیے ابلیس نے دارِعمل کی انتہا تک مہلت مانگی کہ کوئی وقت اس کے دائرہ کار سے باہر نہ ہو۔

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ ارشاد ہوا، تجھے مہلت دی گئی۔

ابلیس نے انسان دشمنی کو مقصدِ حیات بنانے کے لیے انتہائی مہلت مانگی۔ مہلت دینے والا ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اس نے فرمایا: تجھے مہلت دی گئی۔ انسان دوستی اللہ کے نزدیک بھلائی ہے۔ اس میں اپنی حیثیت کے مطابق لگے رہنا، عبودیت کا حصہ ہے۔

حاصل: انسان دشمنی کے لیے ابلیس کے پاس مہلت ہے۔ وہ کبھی اپنے مقصدِ حیات سے غافل نہیں ہوتا۔ انسان دوست قوتوں کو منظم کرنا بہت بڑی خدمت ہے۔

اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ وقت معلوم کے دن تک۔

یہ دن، یوم یبعثون سے پہلے ہے، کہ یوم یبعثون کے بعد تو جزا کا مقام شروع ہوجائے گا، تب حق کا انکار ممکن ہی نہ ہوگا۔ یہ دن ابلیس کو دی گئی مہلت کی انتہا ہے۔ اس دن تک ابلیس کی بات ہر جگہ پہنچ جائے گی اور انسان دشمنی کے حوالے سے اس کا کام ختم ہوجائے گا۔

حاصل: ابلیس کو دی گئی مہلت، قیامت کے دن سے پہلے ختم ہوجائے گی۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ کہنے لگا، تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاؤں گا۔

مطلوبہ مہلت کے قریب مگر یقیناً اس سے کم مہلت پا لینے کے بعد ابلیس نے مقصدِ مہلت کو بیان کیا۔ انسان دشمنی تو اس کا مقصدِ حیات ہے ہی مگر اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی نیت کو مخفی جانتا تھا۔ جو اللہ کی حکم عدولی کو اپنا طریق زندگی بنا لے، اسے اللہ کی عزت کی قسم نہیں کھانی چاہیے، کہ ناپاک اور پاک کے مابین وقف لازم ہوتا ہے۔ ابلیس نے سب کو بہکانے کی قسم کھائی ہے، سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھنے کی قسم کھائی ہے۔ ان کے آگے سے آنے کا اعلان کیا ہے، پیچھے سے آنے کا اعلان کیا ہے، دائیں سے آنے کا اعلان

کیا ہے اور بائیں سے آنے کا اعلان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے، کہ تو انہیں اکثر شکر گزار نہ پائے گا۔

حاصل: ابلیس نے مہلت پالینے کے بعد، مہلت مانگنے کا مقصد بیان کیا۔ پاک اور ناپاک کے مابین وقف لازم ہوتا ہے۔ ہمیں ذاتی حفاظت سے بھی کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے، اجتماعی حفاظت سے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ سوائے تیرے بندوں کے جو ان میں سے تیرے مخلص ہوں گے۔

ابلیس نے یہ تسلیم کیا، کہ وہ مخلص کو نہیں بہکا سکے گا۔ اللہ کے مخلص بندے، ہونے اور نہ ہونے کو باذن اللہ جانتے ہیں۔ قول حق کو مانتے ہیں عملاً اپنے آپ کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ اپنے علم سے لوگوں کو سکھ دیتے ہیں۔ قول، عمل، علم کے مقامات پر پورا رہنے کا انعام یہ ملتا ہے کہ اخلاص ان پر حسن کی صورت میں برسنے لگ جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ جس کو رضائے الٰہی کے علاوہ کچھ مطلوب ہی نہ ہو، وہاں ابلیس کا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: اللہ کے عباد مخلصین میں شمار ہونا وہ مقام ہے، جو حیات دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں فلاح کی ضمانت رکھی گئی ہے۔ قول پاک ہو، عمل صالح ہوں، علم حقیقی ہو تو مخلص ہونے کی سند عطا ہو جاتی ہے۔ شاہدین اخلاص کی تصدیق کرتے ہیں۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ ارشاد ہوا حق کی قسم، اور میرا قول حق ہی ہوتا ہے۔

جب ابلیس نے اللہ سے ملنے والی مہلت اور توفیق کا استعمال بیان کیا، اور یہ کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا، سوائے ان کے جو تیرے مخلص بندے ہوں گے، تو جواب میں فرمایا گیا: کہ حق کی قسم اور میرا قول حق ہی ہوتا ہے۔ حق وہ پاک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، جس میں ماننے والوں کی فلاح یقینی ہوتی ہے، اور رب العالمین کی کوئی احتیاج نہیں ہوتی۔ اللہ کا فرمان یہ شان رکھتا ہے، کہ اس کے ماننے والے کا بھلا ہوتا ہے، نہ ماننے والا خسارے میں پڑ جاتا ہے۔

حاصل: حق کی قسم کھانا، پاکی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کی بات ہمیشہ حق ہوتی ہے۔ اس سے بہتر بات کو تلاش کرنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ حق کے بعد ہے ہی گمراہی۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ میں تجھ سے اور جو تیرا اتباع کریں گے، جہنّم کو بھر دوں گا۔

ابلیس پر اس کا انجام واضح کر دیا گیا۔ جو لوگ اس کی پیروی کریں گے ان کا انجام بھی ابلیس کے ساتھ ہوگا۔ یہ سب جہنم میں بھر دیئے جائیں گے۔ انجام سے آگاہی ہو جائے اور وہ انجام مطلوب نہ ہو تو اس سے بچنے کی راہ بھی اختیار کرنی چاہئے اور یہ حال پر ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل: حق کے مقابل من مانی کرنے والے ابلیس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس ساتھ کا انجام جہنم ہوتا ہے۔

Marfat.com

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

فرما دیجئے میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔

تبلیغ حق کرنے والی ذات بابرکات کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں، کہ اس کی طرف سے تبلیغ اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔ اجر عطا کرنے والا بھی اللہ ہی ہے اور اس سے بہتر کوئی اجر دینے والا ہو بھی نہیں سکتا۔ تکلف میں اپنی ذات کا نمود پیش نظر ہوتا ہے جس کی بے شمار صورتیں ہوتی ہیں۔ اس سے ہمیشہ ماحول غیر طبعی ہو جاتا ہے۔ تبلیغ کے لیے لازم ہے کہ ماحول طبعی ہو۔

حاصل: تبلیغ حق کرنے والے کو اجر کے سوال سے پاک ہونا چاہئے اور تکلف سے برتر ہونا چاہیے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

یہ تو عالمین کے لیے نصیحت ہے۔

ربّ العالمین سے بڑا کوئی علیم نہیں ہے، اس لیے سب سے اعلیٰ نصیحت اسی کی ہے۔ یہ نصیحت سب کے لیے ہے، ماننے والے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہدایت بھی پا سکتے ہیں، رحمت سے بھی فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ اس نصیحت کو ماننے کی بجائے، اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے ہیں، وہ کبھی حق کو پا نہیں سکتے۔

حاصل: قرآن پاک ہی وہ نصیحت ہے، جسے عالمین کے لیے معیار فرمایا گیا ہے۔ عالمی سطح پر بھلائی اس نصیحت کو ماننے سے ہوگی۔

ع ۵ ۲۴ ۱۴ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

اور ضرور ایک وقت کے بعد تمہیں اس خبر کا علم ہو جائے گا۔

انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم سے راحت کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ عالمی سطح پر جب راحت کے حاصل نہ ہونے کا اعتراف کیا جائے گا، تو پھر آسمانی کتابوں کو تلاش کیا جائے گا۔ زبور، توریت اور انجیل تضادات کی وجہ سے رہنمائی نہیں کر سکیں گی۔ قرآن پاک تضاد سے پاک ہے۔ ساری کائنات اس کو مانے گی اور اس سے نصیحت لے گی۔ وقت معلوم کے دن کے بعد اور یوم یبعثون سے پہلے ساری کائنات میں مومنین ہی ہوں گے، کہ اس وقت صرف قرآن پاک کو مانا جائے گا، اور خوب مانا جائے گا۔

حاصل: حق کو قبول نہ کیا جائے تو باطل کو ماننا پڑتا ہے۔ باطل کو ماننے میں مشقت ہے اور خسارہ ہے۔ مشقت اور خسارے کے بعد حق کو ماننا پڑتا ہے، اور کوئی راستہ ہی نہیں رہتا۔ باطل کو ماننے کے تجربات ختم ہونے والے ہوں تو حق کے نور کے پھیلنے کی خبر بھی قریب ہی ہوتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعرآء (۲۶) میں ارشاد فرمایا ہے، منکرینِ حق قیامت کے دن یہ کہیں گے: تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اللہ کی قسم ہم صریحاً گمراہی میں تھے، جب ہم تمہیں ربّ العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ ہمیں مجرموں نے ہی بہکایا۔ پھر کوئی نہیں جو ہماری شفاعت کرے، اور نہ کوئی دوست مہربانی کرنے والا۔ سو کسی طرح ہم کو پھر جانا ملے تو ہم مومنین سے ہوں۔

Marfat.com

آیاتہا ۷۵ ۳۹ سُورَۃُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹ رکوعاتہا ۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۱ یہ کتاب، اللہ عزیز وحکیم کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔

قرآن مجید کے متعلق فرمایا گیا ہے، کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ نازل فرمانے والا ہی خالقِ کل ہے۔ ہماری ضروریات کو اللہ سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ قدرت وحکمت کے ساتھ ان ضروریات کو پورا کرنا بھی اسی کی شان کے لائق ہے۔ کتاب اللہ کو ماننے سے عزیز وحکیم کی بندگی کا حق ادا ہوگا۔

حاصل: یہ مان لینے کے بعد کہ قرآنِ پاک عزیز وحکیم کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اس کے مقابل کسی بات کو اہمیت دینا اپنی تسلیم کی نفی کرنے کے مترادف ہوگا۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ؕ ۲ ہم نے اسے تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے، تو اللہ کی بندگی کرو خالص اسی کے دین کے ہو کر۔

کتاب اللہ، اللہ کے چنے ہوئے بندے پر، اللہ کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے، کہ اللہ کے عبد اور رسول ہی اللہ کے احکامات کو مان کر دکھا سکتے تھے۔ ان کے نقوش قدم سے ہی صراطِ مستقیم کا تعین ہوسکتا تھا۔ فرد کے لیے بھی حکم ہوتا ہے، جماعت کے لیے بھی حکم ہوتا ہے، مقام نزول ایک ہی ہے۔ اسوۂ حسنہ کا تعین بھی وہیں سے ہوا۔ اللہ کی بندگی وہی کرسکتا ہے جو اللہ کا ہوجائے۔ اللہ کا ہوجانے کے لیے اس کے محبوب سے محبت کا رشتہ استوار کرنا ضروری ہے کہ خالص ہونے کا شرف یہیں سے عطا ہوتا ہے۔ اللہ کی بندگی صرف قولی عبادت نہیں ہے، اللہ کے نزدیک دینِ اسلام ہی ہے اور اس میں بندے کو کسی بھی مقام پر من مانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہر ہر مقام پر اللہ کی رضا کو مقصود ہونا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع ہونا چاہئے۔ ماناسب پاک لوگوں کو جائے گا، اتباع صرف ایک کا ہوگا۔ خلوت میں بھی پاکی کو قائم رکھا جائے گا، جلوت میں بھی پاکی کو قائم رکھا جائے گا۔ خلوت کی پاکی پر اللہ کی شہادت ہوگی، جلوت کی پاکی پر اللہ کے محبوب کی شہادت ہوگی۔ اس طرح اللہ کی بندگی کا حق ادا ہوگا، تو نور ہدایت بڑھتا چلا جائے گا۔

حاصل: کتاب اللہ کی قدر ومنزلت کا ثبوت عملاً ہماری زندگی میں اس طرح نظر آنا چاہیے، کہ ہمارے معاملات میں اللہ کے احکامات کی جلوہ گری ہو، جو ہم کریں وہ حق کے مطابق ہو جو ہمارے ساتھ ہو اسے باذن اللہ مانیں۔ خلوت وجلوت میں پاک رہیں، تو ہمارا دین اللہ کے لیے خالص ہوجائے گا۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا (وقف لازم) سن لو دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے مقابل اور دوست ٹھہرا لئے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت اسی لیے

Marfat.com

لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں، بے شک اللہ ان کے مابین فیصلہ فرمادے گا جس بات میں یہ اختلاف کررہے ہیں۔ بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو کاذب و کفار ہو۔

تاکید کے ساتھ آگاہی فرمائی گئی ہے، کہ دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ خالقِ کل بھی وہی ہے، توفیق دینے والا بھی وہی ہے، جزا دینے والا بھی وہی ہے، اس لیے حق کے علاوہ اگر کچھ مقصود بنالیا جائے گا، تو یہ شرک ہوگا اور ظلم عظیم ہوگا۔ جو لوگ اللہ کے مقابل اور معبود ٹھہرالیتے ہیں، جب ان سے یہ کہا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت کرتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں گے۔ یہ بات قطعاً جھوٹ اور ناشکری سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ کے عبادِ مخلصین ہی سے راہ قرب مل سکتی ہے۔ ان کی زبان پاک ہوتی ہے، جو ان سے میل جول رکھے اس کا قول پاک ہوجاتا ہے۔ ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں، جو ان سے محبت رکھے وہ اصلاح حال میں لگ جاتا ہے۔ جو اپنے علم سے لوگوں کا بھلا کرے وہ سچا ثابت ہوجاتا ہے، اور مخلصین کی صف میں شمار ہوجاتا ہے۔ مقرب ہونے کی سند اسے عطا ہوجاتی ہے۔ جو لوگ قربِ الٰہی کے نام پر من مانی کرتے ہیں وہ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکل نہیں سکتے، ہدایت انہیں کیونکر ہوسکتی ہے۔ ہدایت کے لیے صداقت اور شکر گزاری ضروری ہے۔ جہاں جھوٹ اور ناشکری ہو وہاں ہدایت الٰہی کا مقام ہوتا ہی نہیں۔

حاصل: دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ قربِ الٰہی مخلصین کے اتباع سے ملتا ہے۔ خواہشات کی پیروی کرنے سے قربِ الٰہی کا حصول ممکن ہی نہیں۔ حق کے مقابل اپنی تجاویز کو وقعت دینے والے قیامت کے دن خدائی فیصلے کو دیکھ لیں گے۔ جھوٹ اور ناشکری ہدایت سے دوری کا باعث ہی ہوتے ہیں۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

اگر اللہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق سے جس کو چاہتا منتخب کرلیتا۔ وہ پاک ہے۔ وہ اللہ واحد ہے قہار ہے۔

جو لوگ اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں، وہ اللہ کے بارے میں بے سند بات کرتے ہیں۔ کسی کو اللہ کی اولاد ہونے کا دعویٰ ہی نہیں ہے۔ اگر اللہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق سے جس کو چاہتا منتخب کرسکتا تھا۔ مگر اللہ کو اولاد کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ پاک ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ اللہ ایک ہے اور لاشریک ہے۔ ہر حال پر غالب ہے۔ کوئی مقام اس کے دائرہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔

حاصل: اولاد رکھنا اللہ کی شان کے لائق نہیں۔ اللہ بے مثل ہے، پاک ہے، واحد ہے، لاشریک ہے اور ہر حال پر غالب ہے۔ کسی بھی مقام پر من مانی نہ کی جائے تو اللہ کو ماننے کا ثبوت ملتا ہے۔

Marfat.com

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

اس نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اس نے شمس و قمر کو مسخر فرمایا کہ ہر ایک اجل مسمّٰی تک جاری ہے۔ سن لو وہی عزت والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

مظاہر قدرتِ الٰہی بیان فرمائے گئے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اللہ کی شان کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ تخلیق حق کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جہاں کوئی کام خلافِ حق ہوگا وہ باعثِ تکلیف ہی ہوگا۔ بھلائی صرف حق کے ساتھ ہی تعلق رکھتی ہے، مقام کوئی ہو۔ رات کو دن پر لپیٹنا اور دن کو رات پر لپیٹنا اور ایک کو دوسرے سے نکالنا اللہ کی قدرت ہے۔ اتنی تدریج کے ساتھ یہ کام ہو رہا ہے کہ اس کے حسن کو دیکھنے والا، اللہ کی تسبیح کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ شمس و قمر کو جو کام سپرد کیا گیا ہے، وہ اپنے اپنے دائرے میں اللہ کے امر کو خوب بجا لا رہے ہیں۔ کبھی کسی نے کوتاہی نہیں کی۔ جس وقت تک یہ کام ان کے ذمّے ہے منشاء الٰہی کے مطابق خوب ہوتا رہے گا۔ مذکورہ امور سے ہر مقام پر فرد کا بھی تعلق ہے، جماعت کا بھی تعلق ہے، اور ان امور کا مہتمم ہی عزت والا بخشنے والا ہے۔ اس کی قدرت محیط عالم ہے۔ خطاؤں کو بخش دینا اللہ کا فضل ہے، اس کی رافت و رحمت ہے۔

حاصل: مظاہر قدرتِ الٰہی سے استفادہ کرتے ہوئے معبود کے عبد سے تعلق کو دیکھنا چاہیے۔ رات اور دن کا اہتمام، شمس و قمر کی تسخیر اللہ کی عطا کردہ سہولتیں ہیں، جن کی کوئی قیمت دی ہی نہیں جا سکتی۔ اللہ کی قدرت محیط عالم ہے، خطاؤں کو بخشنا اللہ کو پسند ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

اس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور تمہارے لیے آٹھ چوپایوں کے جوڑے بنائے۔ تمہیں تمہاری ماؤں کے بطون میں خلق فرمایا ہے، ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت میں، تین تاریکیوں کے اندر۔ یہ ہے اللہ تمہارا ربّ۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

پہلے بشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ کے بعد آپ کی زوجہ کو پیدا کیا گیا، اور بقاء نسل کی صورت جاری کر دی گئی۔ انسانی ضروریات کے لیے ایک جوڑا بھیڑ اور ایک جوڑا بکری کا پیدا کیا گیا۔ ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا پیدا کیا گیا۔ یہ آٹھ نر اور مادہ ہوئے۔ انسانی ضروریات کے لیے ان جانوروں کی پرورش، ان کی حفاظتی تدابیر، ان کے استعمال کے لیے ضروری قوانین، ان سے حاصل

Marfat.com

ہونے والی اشیاء کا درست استعمال کہ سب لوگ استفادہ کر سکیں، بہت بڑے کام ہیں۔ انسان کی پیدائش کے متعلق فرمایا گیا ہے، کہ یہ تین تاریکیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جنین ایک جھلی کے اندر ہوتا ہے، یہ جھلی رحم کی دیوار کے اندر ہوتی ہے اور رحم بطن کے اندر ہوتا ہے۔ ان تین تاریکیوں میں تخلیق کا کام ہوتا ہے۔ رحم کے اندر صورت کا بنانا اللہ کا کام ہے۔ کسی کی تجویز کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ جنین کی ابتدا جن دو مادوں سے ہوتی ہے وہ بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ جنین کے قیام سے لے کر وضع حمل تک جو جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کے لیے لوازمات کا اہتمام بھی اللہ کرتا ہے۔ جس حال پر جو کچھ درکار ہوتا ہے، وہ اللہ جانتا ہے، وہی اسے مہیا کرتا ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب خالق اللہ ہی ہے، اور اس کی قدرت محیط عالم ہے، تو پھر اس سے انحراف کے معنی کیا ہوں گے۔ یہ تو خلافِ عقل ہوگا۔

حاصل: انسان نفسِ واحدہ سے پیدا کیے گئے ہیں، اس لیے نسبی برتری کا دعویٰ ہمیشہ بے سند ہوتا ہے۔ عطاء الٰہی کو علم سے استعمال کرنا ضروری ہے۔ جانوروں کی پرورش، حفاظت اور استعمال کے قوانین واضح ہونے چاہئیں کہ سب لوگوں کا بھلا ہو۔ ماؤں کو ان کی ضروریات کے حوالے سے آسانیاں مہیا کرنی چاہئیں۔ اپنے معبود کے ساتھ لگے رہنا ہی عقل مندی ہے۔

اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ ‌ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ‌ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ‌ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۞

اگر تم کفران کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے کفران سے راضی نہیں۔ اور اگر تم شکر کرو تو تمہارے لیے اس سے راضی ہوتا ہے۔ اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے ربّ کی طرف مراجعت کرنی ہے، تو وہ تمہیں بتا دے گا جو عمل تم کرتے تھے۔ بے شک وہ صدور کی باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے۔ کفرانِ نعمت سے نقصان بندے کو ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ بندے خسارے میں مبتلا ہوں۔ حق کے مطابق رخ کے اختیار کرنے کی یا حق کے خلاف رخ کے اختیار کرنے کی توفیق بندے کو دی گئی ہے۔ جو رخ وہ اختیار کرے اس کی جزا پائے گا۔ بندے کو مجبور محض کہنے والے لوگوں کا عقیدہ درست نہیں ہوتا۔ شکر یہ ہے کہ اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے مطابق تصرف میں لایا جائے۔ شکر سے شاکر کو فائدہ پہنچتا ہے اور شاکر سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ شکر گزاری کا رخ اختیار کیا جائے یا اس کے خلاف کیا جائے شعور کے ساتھ ہی کیا جائے گا، اور اسی کی بندے کو جزا ملے گی۔ کسی دوسرے کے شعور کی ذمہ داری بندے پر نہیں ہوگی۔ انسان کا آنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے جانا بھی ہے۔ نہ اس کے آنے میں اس کی تجویز کو دخل ہے نہ اس کی واپسی میں اس کی تجویز مانع ہو سکتی ہے۔ توفیق دینے والا اللہ ہی ہے اور وہ ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے، کفرانِ نعمت سے نقصان بندے کو ہوتا ہے، اور اللہ بندوں کے خسارے کو پسند نہیں کرتا۔ شکر گزاری اللہ کو پسند ہے۔ جب واپسی اللہ تعالیٰ کی طرف یقینی ہے تو ہماری پاکیزگی خلوت وجلوت

Marfat.com

میں نظر آنی چاہیے۔ نیت درست ہو تو عقیدہ درست ہوتا ہے، عقیدہ درست ہو تو اعمال درست ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۸

اور جب انسان کو ضرر مس کرتا ہے، تو وہ اپنے ربّ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع ہو کر۔ پھر جب اللہ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکار رہا تھا، اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکائے۔ فرما دیجئے اپنے کفر سے قلیل فائدہ اٹھالے، بے شک تو اصحاب نار میں سے ہے۔

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اپنی بے بسی کو دیکھتا ہے۔ پھر طبعی طور پر اپنے معبود سے اپنے تعلق کو دیکھنے لگتا ہے، اور اپنے ربّ کو پکارتا ہے۔ اس وقت یکسوئی بندے کا حال ہوتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسے نعمت سے نواز دے، تو وہ نعمت کو دیکھنے لگتا ہے اور نعمت عطا کرنے والے کو بھول جاتا ہے۔ جب اللہ کی عطا کو خلافِ حق استعمال کیا جائے، تو یہ شرک کی صورت ہے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکانے کی صورت ہے۔ انسان کو عمل کے لیے دی گئی مہلت میں ہی متاع کو استعمال کرنا ہوتا ہے، اور خلافِ حق کرنے کا انجام جہنم کی آگ بتایا گیا ہے۔

حاصل: اپنے ربّ کو پہچان لینے کے بعد یکسوئی ہمارا حال ہو جائے تو ہم سچے ہیں ورنہ نہیں۔ نعمت عطا کرنے والے مالکِ کل سے تعلق ہو تو ہر مقام پر پورا رہنے کا شرف مل جاتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے کو قلیل فائدہ ہی ہوتا ہے، انجام تو اس کا برا ہوتا ہی ہے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۹ ع

ع ۱ ۹ ۱۵

کیا وہ جس کی رات فرماں برداری کے ساتھ سجدے اور قیام میں گزرے، آخرت کا ڈر رکھتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو (ان صفات کے نہ رکھنے والے کے برابر ہو جائے گا۔) فرمائیے کیا علم والے اور لاعلم مساوی ہوتے ہیں۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

جس کی خلوت پاک ہو، اس کے لیے رات کو اٹھنا، نماز تہجد ادا کرنا معمول بن جاتا ہے۔ ایسی نماز کو طویل کرنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ آخرت کا ڈر رکھنا یہ ہے کہ عمل کرتے وقت جزا کا یقین پیش نظر ہو اور دکھاوے سے بچنے کی سعی کی جائے، رخ کو درست رکھنے میں کبھی غفلت

Marfat.com

نہ ہو،حق کی احسن ادائیگی میں اپنے ربّ کی رحمت کے شامل حال ہونے کی امید ہمیشہ رہے، یہ پاک لوگوں کی طریقت ہے اور ان لوگوں کو علم والے فرمایا گیا ہے۔ جولوگ ان صفات سے دور ہیں وہ علم والے نہیں ہیں، اور علم والے اور لاعلم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ جو حق کو مانتا ہے وہ عقل مند ہے۔ جو نصیحت کو خواہش سے پیدا ہونے والی بات کے برابر ٹھہرائے وہ کہاں کا عقل مند ہے۔ نصیحت ہمیشہ ماننے والے کی بھلائی کے لیے ہوتی ہے، خواہش سے پیدا ہونے والی بات میں ظاہر کچھ اور ہوتا ہے باطن کچھ اور۔

حاصل: فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہوتے۔ علم والے اور لاعلم برابر نہیں ہوتے۔ نصیحت کو ماننے سے ہی عقل مندی کا ثبوت ملتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد (۱۳) میں فرمایا ہے: اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ﴿۱۹﴾ کیا وہ جو علم رکھتا ہو کہ جو تمہاری طرف تمہارے ربّ کے پاس سے نازل ہوا ہے حق ہے، اس جیسا ہو جائے گا جو اندھا ہے۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

فرما دیجئے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے ربّ سے ڈرتے رہو۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ہے ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ یقیناً صبر والے بے حساب اجر سے نوازے جائیں گے۔

حکمِ خداوندی سے یہ ارشاد بندوں تک پہنچایا گیا۔ یہ عقل مند لوگ ہیں، جو ایمان لائے ہیں اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں کہ اس کی رضا کے خلاف کوئی کام نہ ہو جائے۔ جو لوگ انابت کرنے والوں کا اتباع کرتے ہیں، وہ من مانی کرنے سے تائب ہو جاتے ہیں۔ ان کا قول پاک ہو جاتا ہے عمل صالح ہو جاتے ہیں۔ یہ نیک لوگ ہیں۔ ان کو دنیا و آخرت میں اچھا اجر عطا کیا جاتا ہے۔ نیک لوگوں کی ایک طریقت واضح فرمائی گئی ہے، کہ جب کسی مقام پر ظلم، بندگی کے لیے حالات کو تکلیف دہ بنا دے تو وہ وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ اللہ کی مہربانی سے انہیں احسن جگہ مل جاتی ہے اور وہ خوف کے بعد امن سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حالات جو بھی ہوں، اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ یقیناً نیک لوگوں کو ہجرت کے بعد سازگار ماحول نصیب ہوتا ہے۔ صبر کرنے والے، ہجرت کرنے والے لوگوں کے اعمال بھی کسی حساب سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لیے انہیں اجر بھی بے حساب ہی دیا جاتا ہے۔ اللہ انہیں اپنے فضل سے اس طرح نوازتا ہے، کہ ان کا حال، ماضی کے مقابل بہت بہتر ہو جاتا ہے۔

حاصل: ایمان والوں کو ہر مقام پر دھیان رکھنا چاہیے کہ کوئی کام رضاءِ الٰہی کے خلاف نہ ہو۔ نیکی کا بدلہ دنیا و آخرت میں بھلا ہی ہوتا ہے۔ بندگی، جبر و قہر کی وجہ سے مشکل ہو جائے تو ہجرت کا مقام آتا ہے۔ ہجرت صبر کے ساتھ ہی ممکن ہوتی ہے۔ جو اللہ کے ساتھ بے حساب ہو جائے، اللہ اس کے ساتھ بے حساب ہو جاتا ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۙ﴿۱۱﴾

فرما دیجئے مجھے تو یہی امر ہوا ہے، کہ اللہ کی بندگی کروں خالص اسی کے دین کا ہو کر۔

Marfat.com

امرِالٰہی کو روشن کرنا شانِ رسالت ہے، کہ عباد کو معبود سے ملانے کا وسیلہ بھی اللہ نے بنایا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو فرمایا، وہ امرِالٰہی کا درجہ رکھتا ہے، اور امرِالٰہی یہ بتایا گیا ہے، کہ اللہ کی بندگی کی جائے خالص اسی کے دین کا ہو کر۔ بندہ اللہ کا ہو جائے تو بندگی کا حق ادا کر سکتا ہے، ورنہ نیک عادت کے مقام پر رہتا ہے جس کا دائمی پاک دامنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حاصل: امرِالٰہی کو روشن کرتے رہنا شاہدین کی طریقت ہے۔ بندہ اللہ کا ہو جائے تو بندگی کا حق ادا ہوتا ہے، ورنہ نہیں، اور اللہ کا ہونے کے لیے اس کا اتباع ضروری ہے جو اللہ کا ہو چکا ہے۔

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ اور مجھے امر دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا تسلیم کرنے والا بنوں۔

احکامِ الٰہی کو بیان کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان پر پورا رہ کر دکھاتے ہوئے راہِ راست کو روشن کرے اور پیچھے آنے والوں کو گمان کے دائرے سے نکلنے میں مدد دے۔ سب سے پہلے تسلیم کرنے والا ہی معیار قرار دیا گیا ہے، قول میں، عمل میں، علم میں اور اخلاص میں۔ اسی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اسی اطاعت سے آپ سے رشتہ محبت استوار ہوتا ہے، ایمان قلب میں زینت پاتا ہے، اور کفر، فسوق اور عصیاں سے کراہت ہوتی ہے۔ رشد و ہدایت والے حضرات کی یہی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

حاصل: سب سے پہلے حق کو ماننے والے کی زبان پاک ہے، سب سے پہلے حق کو ماننے والے کے ہاتھ امین ہیں۔ ان دو صفات سے تسلیم کی ابتدا ہوتی ہے۔ حق کو بیان کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ خود نمونہ بن کر دکھائے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ فرما دیجیے اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو میں یومِ عظیم کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔

اوّل المسلمین نے حق کی اہمیت کی وضاحت میں حکمِ الٰہی سے یہ فرمایا ہے کہ خلافِ حق کرنے کا انجام آخرت کا عذاب ہے اور یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ جو بھی خلافِ حق کرے گا وہ یہ جان لے کہ وہ عذابِ الٰہی کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنا اللہ کی نافرمانی ہے۔ نافرمانی کے انجام سے آگاہ کرنا پاک لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فرما دیجیے میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں خالص اس کے دین کا ہو کر۔

اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے، اللہ کا ہو جانا ضروری ہے۔ جس کا مقصود ہو رضاءِ الٰہی، ہر مقام پر وہ اپنے نفس کی شح سے بچے اور ادب سے حق کو مانتا رہے، اس کا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ جو سلامتی کے مقام پر ہو وہی دوسروں کو سلامتی کی دعوت دے سکتا ہے۔ اپنا حال بیان کرنا حق کو روشن کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

حاصل: تبلیغِ حق کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کے حوالے سے اپنا حال بیان کرتے ہوئے یہ کہے کہ میں خالص اللہ کے دین کا ہو کر اس کی بندگی کرتا ہوں۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

توتم اس کے مقابل جس کی چاہو بندگی کرو۔ فرما دیجیے، بے شک خسارے والے وہی لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ سن لو یہی صریح خسارہ ہے۔

شرک کرنے والوں کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور وہ خسارے والوں میں ہوجاتے ہیں۔ جو خسارے والوں کو اپنا رہبر بنالے وہ ان کا اہل ہے۔ حزب الشیاطین خسارے والے ہیں۔ اسلام کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کیا جائے آخرت میں اس کا انجام خسارہ ہی ہوگا۔ حال پر عمل کے لیے مہلت موجود ہے اس لیے اصلاحِ حال کی توفیق سے استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے، آخرت میں عمل کے لیے مہلت نہیں ہوگی کہ وہ دارِ جزا کا مقام ہوگا، اس لیے اس خسارے کو صریح خسارہ فرمایا گیا ہے۔ صریح خسارے سے بچنا عقل مندی کا تقاضا ہے۔

حاصل: شرک سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، خسارہ یقینی ہوجاتا ہے۔ خلافِ حق کرنے سے بچنا ہمارے لیے اور ہمارے اہل کے لیے بہتر ہے۔ عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ صریح خسارے سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

ان کے اوپر بھی آگ کے پردے ہوں گے، ان کے نیچے بھی آگ کے پردے ہوں گے۔ یہی ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ اے میرے بندو مجھ ہی سے ڈرو۔

قیامت کے دن خسارے والے مع اپنے اہل کے اس حال میں ہوں گے، کہ ان کے اوپر بھی آگ کا سائبان ہوگا، ان کے نیچے بھی آگ ہوگی، جہنم کی آگ شرک کرنے والوں کو اس طرح گھیرے گی کہ اوپر نیچے ہر طرف انہیں آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ یہ مشرکین کے اعمال کی جزا ہوگی۔ اس سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے حال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو اس انجام سے ڈرایا جارہا ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔ جزا سے بچ جانا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اس لیے بھلائی کی طلب رکھنے والوں کو اللہ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

حاصل: جہنم میں خسارے والے ہی ہوں گے، جن کے اوپر بھی آگ ہوگی، نیچے بھی آگ ہوگی۔ کسی کو آگ کی سزا دینا بندے کا مقام نہیں ہے۔ اللہ حال پر انجام سے آگاہ کر کے لوگوں کو نافرمانی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔

وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿۱۷﴾

جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع لائے ان کے لیے بشارت ہے۔ تو میرے ان بندوں کو بشارت دیجیے۔

Marfat.com

من مانی کرنے سے اجتناب ہوتو طاغوت کی بندگی سے اجتناب ہوتا ہے، خواہشات کے دائرے سے نکلنے کی یہی صورت ہے۔ طاغوت کے انکار کے بعد اللہ پر ایمان لانے کا مقام آتا ہے، اور ناصحین سے محبت باعثِ ایمان ہوتی ہے۔ محبّ صرف محبت سے بنتا ہے، اور محبت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتا ہے کہ وہ محبوب سے اپنی کوئی صورت رکھتا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کو ہدایت ملتی ہے اور یہ ہدایت فلاح کی بشارت ہے۔ جو لوگ یہ صفات رکھتے ہوں انہیں بشارت دینے کا حکم ہے کہ وہ فلاح پائیں گے۔

حاصل: طاغوت کی بندگی من مانی کرنا ہے۔ اس سے اجتناب ہوتو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے کا مقام آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کریں، ان سے محبت رکھیں، انہیں فلاح کی بشارت دینی چاہیے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

وہ لوگ جو باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر ان میں سے احسن کا اتباع کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت عطا فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

فلاح کی بشارت پانے والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جب ان کے سامنے حقائق بیان ہوتے ہیں، تو بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور جہاں محبین کی طریقت ان کے سامنے آئے اسے احسن جانتے ہیں، اور اسی کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت عطا فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

حاصل: خواہشات کی پیروی کی ترغیب دینے والوں سے اجتناب ضروری ہے۔ پاک لوگوں کی باتوں کو توجہ سے سننا چاہیے۔ جس بات میں محبین کی طریقت روشن ہو اس کو احسن ماننا چاہیے، اس کا اتباع کرنا چاہیے، اس سے ہدایت ملتی ہے، یہی عقل مندی ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ ج

تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات پوری ہو چکی ہے، کیا آپ اسے آگ سے نکال دیں گے۔

جو ابلیس کی پیروی کو اپنا حال بنالیتا ہے وہ متاع حیات کو حق کے انکار پر لگاتا رہتا ہے، ایسے لوگوں کو بتادیا گیا ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ جس نے شعور کے ساتھ اپنے لیے جہنم کو منزل ٹھہرایا ہے، اسے کب آگ سے بچایا جاسکتا ہے۔ جن لوگوں کو المناک عذاب کی خبر دینے کا حکم ہے، ان کو آگ سے بچانے والا کون ہوسکتا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنا جس کا حال ہوجائے اس پر عذاب کی بات پوری ہو چکی ہوتی ہے۔ جو عدوِّ مبین کو دوست بنالے اسے آگ سے کب نکالا جاسکتا ہے۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

لیکن جن لوگوں نے اپنے ربّ پر تقویٰ کیا، ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے اوپر پھر بالا خانے آراستہ ہیں۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور وعدہ خلافی اللہ کی شان کے منافی ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے صابر ہوتے ہیں اور متوکل ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں۔ ان کو کفر، فسوق اور عصیاں سے کراہت ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کو ان کے اعمال کی جزا اس طرح دی جائے گی کہ آراستہ بالا خانے ان کی قیام گاہ ہوں گے، اور اللہ بھی ان کے انجام خیر سے خوش ہوگا۔ ان قیام گاہوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اس طرح یہاں ایسی بہار ہوگی، جس کے بعد خزاں کا مقام نہیں آئے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے، کہ مالک کل کے وعدے کی یہی شان ہے۔

حاصل: صبر و توکّل اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ اس کی جزا جنت میں آراستہ قیام گاہیں ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ وعدہ خلافی اللہ کے بندے کو بھی زیب نہیں دیتی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع ۲/۱۲/۱۶

دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اس کو زمین کے سوتوں میں سمو دیتا ہے، پھر وہ اس سے مختلف رنگوں کی زراعت نکالتا ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو، پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

بندے کو اس کے مشاہدے کے حوالے سے نصیحت فرمائی گئی ہے، کہ زمین کو دیکھو، اسے بارش کے پانی سے زندہ کیا جاتا ہے۔ آسمان سے پانی کا برسنا زمین کے لیے باعثِ حیات ہے، اور زمین کو زندہ رکھنا اللہ کا کام ہے۔ پھر وہ پانی زمین کے سوتوں میں، نفوذ پذیر تہ کی بدولت داخل ہو کر اللہ کی مشیّت کے مطابق کام کرتا ہے، جس سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں نکلتی ہیں۔ پھر ایک وقت کے بعد وہ کھیتیاں خشک ہو جاتی ہیں، زرد ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ پک کر خشک ہو جاتی ہیں اور چورا چورا ہو جاتی ہیں۔ حیاتِ انسانی کے مدارج کو بھی دیکھنا چاہیے۔ صلب و ترائب سے مادوں کے اخراج کے بعد رحم میں پیدائش ہوتی ہے۔ وہاں جنین کو اس کے لیے لوازمات مہیا کئے جاتے ہیں۔ پھر ایک مقررہ وقت کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے وہ جوانی کو پہنچتا ہے۔ پھر وہ بڑھاپے کو پہنچتا ہے۔ پھر موت کا مقام آ جاتا ہے۔ جس قادرِ مطلق کے علم سے یہ تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، اس کی قدرت ہم پر محیط ہے۔ اس کے سامنے حاضری ہوگی، اور ہم کو ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ جزا کا یقین ہمارے ہر عمل میں نظر آئے تو ہم عقل مند ہیں اور ہم نے نصیحت سے فائدہ اٹھایا ہے۔

حاصل: جو تبدیلیاں ہمارے مشاہدے میں آتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کا ثبوت ہیں۔ ہماری زندگی

Marfat.com

میں تبدیلیاں لانے والا اللہ ہی ہے۔ ہم جہاں بھی ہیں، جو حق ہم پر عائد ہوتا ہے، اس حوالے سے ہم اللہ کے حضور جواب دہ بھی ہیں۔ جزا کا یقین ہمارے ہر عمل میں نظر آئے تو یہ ہماری عقل مندی کا ثبوت ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان (۳۱) میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ اور جو اپنا رخ اللہ کی تسلیم کی طرف رکھے اور وہ ہو محسن، تو بے شک اس نے مضبوط گرہ تھامی۔ اور امور کی عاقبت اللہ ہی کی طرف ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

تو جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے تو وہ اپنے ربّ کے نور پر ہے (دل کے اندھوں کی طرح نہیں ہوگا۔) سو خرابی ہے ان کے لیے جن کے قلوب اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آسمان سے پانی تو ایک ہی برستا ہے، مگر ہر جگہ پر اس کے اثرات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کا نزول ہوا ہے، اس سے استفادہ کرنے والے بھی سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جس دل میں ناصح سے محبت کا مقام ہو، اللہ اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ اُسے نورِ ہدایت سے نوازا جاتا ہے۔ دل کے اندھے لوگ کبھی اس کیفیت کو نہیں پا سکتے۔ جو لوگ حق کو نہیں مانتے، اپنی پسند کے دائرے سے نہیں نکلتے، ان کے قلوب سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی پسند کے مقابل حق کو کم اہمیت دیتے ہیں، وہ ناصح امین کی قدر نہیں کرتے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

حاصل: طلب ہدایت رکھنے والے کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔ جسے نورِ ہدایت حاصل ہو اس کی شان سبحان اللہ۔ طلبِ ہدایت نہ رکھنے والے کبھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جو دل اندھا ہو وہ سخت ہوتا ہے، خوفِ خدا سے خالی ہوتا ہے اور کھلی گمراہی اس کا حال ہوتی ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ڰ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ نے احسنُ الحدیث کتاب نازل فرمائی ہے، ایک جیسی دہرے بیان والی۔ اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلدیں نرم ہو جاتی ہیں اور ان کے قلوب اللہ کے ذکر پر متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت، ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی کتاب ہے۔ کسی حال پر اس سے بہتر بات کا تصور بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اچھی بات وہی ہوگی، جس کی قرآن پاک سے تصدیق ہو۔ یہ کتاب مقدس ہم رنگ ہے۔ اس کے بیان میں تضاد اور اختلاف نہیں ہے۔ حسن بیان کی شان یہ ہے کہ جب کوئی بیان دہرایا جاتا ہے تو اس سے نور ہدایت بڑھتا ہے۔ ایک جگہ اگر دعویٰ ہو تو دوسری جگہ اس کی شہادت ہوتی ہے۔ یہ کلام اپنے اجزاء کے لحاظ سے بھی احسن ہے، مطالب کے لحاظ سے بھی احسن ہے۔ اپنے ربّ سے ڈرنے والے جب اس پاک کلام کو سنتے ہیں، تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، خوفِ خدا ان پر طاری ہو جاتا ہے۔ وہ آئینہ قدرت میں اپنا حال دیکھتے ہیں، علیم مطلق کی طرف سے بھیجے گئے معیار کے اسوۂ حسنہ کو دیکھتے ہیں۔ پھر رحمت الٰہی انہیں سہارا دیتی ہے، عمل کے لیے دی گئی مہلت اصلاح حال کے امکان کو واضح کرتی ہے، تو ان لوگوں کی سختی نرمی میں بدل جاتی ہے، وجود کا تناؤ ختم ہو جاتا ہے۔ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ انہیں پتہ لگ جاتا ہے، کہ ان کے لیے سب سے بہتر وہی ہے جو ان کا ربّ ان کے لیے پسند کرتا ہے۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت۔ ہدایت اسے ہی ہوتی ہے جو طالب ہدایت ہو۔ طالبِ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتا ہے۔ جو لوگ فاسق ہو جائیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کرے اسے ہدایت دینا ممکن ہی نہیں۔ جو قبولِ حق کی استعداد کو ہی ضائع کردے وہ نورِ ہدایت نہیں پا سکتا۔

حاصل: جس بات کی قرآن پاک سے تصدیق ہو وہ اچھی ہے کہ اللہ نے قرآنِ پاک کے احسنُ الحدیث ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں تضاد بھی نہیں ہے، اختلاف بھی نہیں ہے۔ اس کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ اپنے ربّ سے ڈرنے والے اس سے فیض یاب ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ حق کو ماننے والوں کے وجود میں تناؤ نہیں ہوتا، ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔ طلبِ ہدایت ہو تو ہدایت ہوتی ہے۔ فاسق طلب ہدایت نہیں رکھتے۔ فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

تو وہ جو قیامت کے دن بُرے عذاب کے لیے اپنے چہرے کے سوا ڈھال نہ پائے گا (اس جیسا ہو جائے گا جو اس عذاب سے محفوظ ہوگا)۔ اور ظالموں کو حکم ہوگا، کہ جو کسب تم کرتے رہے ہو اس کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، خلاف حق کرنے والے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ جو لوگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے، وہ اپنے چہروں کی حفاظت نہیں کر سکیں گے، اور بُرے عذاب سے وہ چہرے براہِ راست متاثر ہوں گے۔ خلافِ حق کرنے والوں کو حکم ہوگا، یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ اب اس کا مزہ چکھو۔

حاصل: چہرے کی حفاظت طبعی طور پر کی جاتی ہے، کہ شناخت اسی سے ہوتی ہے۔ آنکھیں، ناک، کان اور زبان بھی اسی حصے میں ہیں۔ خلاف حق کرتے ہوئے جن مقامات نے مزا لیا، عذاب کا مزا بھی وہیں آئے گا۔ ظالموں سے یہ فرمایا جائے گا، جو کسب تم کرتے رہے ہو اس کا مزہ چکھو۔

Marfat.com

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ان سے قبل والوں نے بھی تکذیب کی تو ان پر عذاب الٰہی آیا جہاں سے انہیں شعور بھی نہ تھا۔

حال پر منکرینِ حق کو یہ دکھایا جا رہا ہے، کہ حق کی تکذیب کی جو راہ تم نے اختیار کی ہے، اس راہ پر حق کو جھٹلانے والے تم سے پہلے بھی گئے ہیں۔ انہیں بھی حق کے انکار سے منع کیا گیا تھا، مگر وہ من مانی کرنے سے باز نہ آئے، تو ان پر عذاب آیا اور انہیں شعور بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح عذاب الٰہی میں پکڑ لیے جائیں گے۔ عذاب الٰہی کی گرفت ایسی ہوتی ہے کہ اس سے چھوٹ جانا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔

حاصل: حق کو جھٹلانے والے اس انجام کو پہنچتے ہیں، جس انجام کو پہلے مکذّبین پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اس طرح سے ہوتی ہے کہ منکر کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اللہ نے انہیں حیاتِ دنیا میں رسوائی کا ذائقہ چکھایا، اور بے شک عذابِ آخرت تو بڑا ہے ہی۔ کہیں انہیں علم ہوتا۔

وقف لازم

مرسلین کی تکذیب، استکبار کرنے والوں کا طریق زندگی رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم کو اتمامِ حجت سے پہلے ہلاک نہیں کیا گیا۔ اتمامِ حجت کے بعد کسی قوم پر اللہ نے اس کے کئے کو ہی انڈیل دیا ہے۔ رسوائی کے عذاب کی شکل ہمیشہ اس قوم کے اعمال کے مطابق بنی ہے۔ حق کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ رسوا ہی ہوئے ہیں۔ عذابِ آخرت اس لیے بڑا ہوگا، کہ وہاں پوری پوری جزا دی جائے گی۔ توفیق دینے والا، توفیق کے حوالے سے پوچھا بھی کرتا ہے۔ توفیق اللہ نے دے رکھی ہے تو اللہ کی طرف سے پوچھ بھی ضرور ہوگی۔ اس پوچھ کا یقین ہو تو پھر اصلاحِ حال سے غفلت نہیں ہو سکتی۔

حاصل: حق کو جھٹلانے والے حیاتِ دنیا میں بھی رسوائی کا ذائقہ چکھتے ہیں، آخرت کا عذاب تو بڑا ہوگا ہی۔ توفیق اللہ نے دی ہے تو پوچھ بھی اس کی طرف سے یقیناً ہوگی۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ج

اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل بیان کی ہے کہ وہ نصیحت مانیں۔

حقائق کو جاننے کے لیے مثل سے بڑی مدد ملتی ہے۔ مثل سے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ ہم کس رخ پر ہیں، اور اس رخ پر رہنے کا انجام کیا ہو گا، اصلاح حال کس طرح ہو سکتی ہے اور حفاظت کے تقاضوں کو کس طرح پورا ہونا چاہیے۔ مثل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا گیا ہو، تو اس میں نصیحت کو ماننا یقیناً آسان ہوتا ہے، کہ اعلم کی طرف سے بیان کردہ مثل سے بڑی بات کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: قرآن پاک کی ہر مثل، بہترین مثل ہے، اور اس میں نصیحت ماننے والوں کے لیے بھلائی یقیناً موجود ہوتی ہے۔

Marfat.com

قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا غَيۡرَ ذِيۡ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قرآنِ عربی، اس میں کوئی کجی نہیں، کہ وہ تقویٰ کریں۔

قرآن پاک عربی زبان میں نازل فرمایا گیا ہے، اس لیے فصاحت کا جو مقام عربی کو حاصل ہے، وہ دوسری کسی زبان کو حاصل نہیں ہے۔ دوسری تمام زبانوں میں متراجم ہوں گے۔ قرآن پاک عربی زبان میں آیات کے اس مجموعے اور سورتوں کی اس ترتیب کا نام ہے جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق فرمائی ہے، اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا ہو رہا ہے۔ پڑھنے کی کوئی چیز اس کے مقابل کسی لحاظ سے اہم نہیں ہو سکتی۔ اس میں کوئی کجی نہیں۔ اس میں کوئی تضاد نہیں، کوئی اختلاف نہیں۔ اس کی آیات ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کا بہترین استعمال یہی ہے کہ قرآنِ پاک کو پڑھا جائے، خلوت وجلوت میں پاک رہتے ہوئے اس سے ہدایت لی جائے اور اپنے تقویٰ پر قرآن پاک سے سند لی جائے۔

حاصل: قرآن پاک عربی زبان میں آیات کے اس مجموعے اور سورتوں کی اس ترتیب کا نام ہے، جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق فرمائی ہے اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں کوئی تضاد نہیں۔ قرآن پاک کو ماننا ہی ہمارے متقی ہونے کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيۡهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوۡنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ۚ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۹﴾

اللہ مثل بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص ہے جو کئی مختلف الاغراض شرکاء کو مانتا ہے اور ایک شخص ہے جو صرف ایک صاحب کو ہی مانتا ہے، کیا یہ دونوں مساوی ہیں۔ حمد اللہ ہی کی ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر لاعلم ہیں۔

شرک کی حقیقت واضح کرنے کے لیے یہ مثل بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک خادم جس کو کئی مختلف الاغراض آقاؤں کی خدمت کرنی پڑے وہ کس قدر مشکل میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں کو بھی ٹھیک طور پر استعمال نہیں کر سکتا، اور اپنی اپنی منوانے کی طلب رکھنے والے آقا بھی اسے ہمیشہ پریشان ہی کرتے ہیں۔ اس کے مقابل ایک شخص ہے جو صرف ایک صاحب کو مانتا ہے۔ اس کو یکسو رہنے میں بھی کوئی مشکل نہیں ہوتی، اپنے صاحب کی خدمت میں ہمہ وقتی حاضری بھی ممکن ہوتی ہے اور وہ اپنی استعداد کا درست استعمال بھی کر سکتا ہے۔ بہت سے آقاؤں کی جو ہم آہنگ بھی نہ ہوں خدمت کرنے والا، اور ایک صاحب کی خدمت کرنے والا کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔ بندہ اپنے معبود کے ساتھ طبعی تعلق رکھتا ہے۔ اس تعلق میں جو راحت ہے، وہ کسی دوسرے مقام سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ حق کے مقابل من مانی کرنے کو چھوڑ دیا جائے تو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور علم والوں سے ہو جاتا ہے، ورنہ لاعلمی سے کب نجات ہوتی ہے۔

حاصل: مشرک غرض وغایت کی بندگی کرتا ہے، مومن اللہ کی بندگی کرتا ہے، اور یہ دونوں کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ عبد و معبود کا طبعی تعلق بندے کا حال ہو جائے تو اسے وہ راحت ملتی ہے جس کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ لاعلم کو اس راحت کا پتہ نہیں ہوتا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ ﴿۳۰﴾ بے شک موت آپ کو بھی آئے گی اور وہ بھی مریں گے۔

Marfat.com

بندے کو حیاتِ دنیا میں عمل کے لیے دیا گیا وقت محدود ہے۔ اس وقت کے پورا ہو جانے کے بعد موت کا مقام رکھا گیا ہے۔ اللہ نے موت و حیات کو خلق ہی اس لیے کیا ہے کہ یہ دیکھا جائے کون حق کو ادا کر رہا ہے اور کون حق کے خلاف کر رہا ہے۔ موت کے وقت یہ پتہ چل جاتا ہے کہ زندگی خلافِ حق کرتے ہوئے گزاری گئی ہے، حق کو مانتے ہوئے گزاری گئی ہے، یا ابرار کی صورت سے گزاری گئی ہے۔ اس وقت رخ کو درست کرنے کی توفیق ختم ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے اس وقت توبہ فائدہ نہیں دیتی۔

حاصل: موت کے دروازے سے سب کو گزرنا پڑتا ہے، مگر موت کے دروازے سے گزرتے وقت بھی سب مساوی نہیں ہوتے۔ منکرینِ حق کی موت کا تعلق عذاب سے ہوتا ہے، ابرار کے ساتھ وفات باعثِ راحت ہوتی ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع — پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

ع ۲ / ۱۷

منکرینِ حق کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے، کہ جس دن صور پھونکا جائے گا اور یوم الوعید سامنے آئے گا، تو منکر کو یہ بتایا جائے گا: یہ ہے وہ جس سے تو غفلت میں رہا، اب ہم نے تجھ سے تیری اندھیری کھول دی ہے، تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔ (۵۰:۲۲) پھر حکم ہوگا: ہر ناشکرے مخالف کو، نیکی سے روکنے والے کو، حد سے بڑھنے والے کو جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود ٹھہرایا سخت عذاب میں ڈال دیا جائے۔ اس وقت منکر کا ساتھی شیطان کہے گا، اے ربّ میں نے اس کو شرارت پر نہیں ابھارا تھا یہ تو خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا تھا۔ حکم ہوگا: میرے پاس نہ جھگڑو، میں پہلے ہی تمہیں وعدہ سے آگاہ کر چکا تھا۔ میرے پاس بات بدلتی نہیں، اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ مرسلین کی صداقت تو قیامت کے دن بالکل واضح ہوگی، ان سے جھگڑنے کا مقام وہاں نہیں ہوگا۔

حاصل: خلافِ حق کرنے پر ابھارنے والا اپنے ساتھی سے بھی قیامت کے دن جھگڑے گا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا: میرے پاس مت جھگڑو، میں تو تمہیں پہلے ہی عذاب سے ڈرا چکا تھا، میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ (۵۸) میں فرمایا ہے: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٦﴾ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا، اللہ نے اسے سنبھال رکھا اور یہ اسے بھول گئے۔ اور اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

الجزء ۲۴

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَاۗءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ — تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب اس کے پاس پہنچا۔ کیا جہنّم ہی کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے۔

سب سے بڑا ظلم یہی ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھا جائے، کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے، اور اللہ کے فرمان کو سننے کے بعد اس کا انکار کیا جائے۔ اظلم، ظلم کو پھیلایا کرتے ہیں۔ انکا انجام جہنم ہی ہے۔ خلافِ حق کرنے والے یہاں خوف و حزن میں مبتلا رہتے ہیں، آخرت میں ان کا مقام جہنّم ہوگا۔

حاصل: اللہ کے بارے میں وہی کہنا چاہئے، جو اللہ کے فرمان پر مبنی ہو۔حق کو ادب سے ماننا چاہئے، کوئی مقام اپنی سمجھ سے بالا نظر آئے تو یہ کہنا چاہئے یہ میری سمجھ میں انشاء اللہ آجائے گا، مگر اللہ کا فرمان یقیناً حق ہے۔ اظلم یقیناً جہنّم میں جائیں گے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

وہ جو سچ کو پیش کرے اور وہ جو اس کی تصدیق کرے وہی متقی ہیں۔

جس کی بات اللہ کی بات ہو اور جس کے اعمال صالح ہوں، وہ ہمیشہ سچ کو بیان کرتا ہے، اس کا رخ درست ہوتا ہے۔ ایسے پاک صاحب سے محبت رکھنے والا بھی اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا۔ وہ محبوب کے قول کو بھی مانتا ہے اور اعمال کو بھی مانتا ہے اور اپنے علم سے اپنے صاحب کی صداقت کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ اللہ سے ڈرنے والوں کا طریقِ زندگی ہے۔

حاصل: حق کو بیان کرنے والے کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔ جو اس سے محبت رکھے اس کی بھی اپنی کوئی بات نہیں رہ جاتی۔ اللہ سے ڈرنے والوں کا قول پاک ہوتا ہے، اعمال صالح ہوتے ہیں۔

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۴﴾

ان کے لیے جو وہ چاہیں ان کے ربّ کے پاس ہے۔ محسنین کی جزا یہی ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگ خوشی میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، رنج کے وقت بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ غصے کو پی جایا کرتے ہیں اور لوگوں کی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہیں۔ یہ محسنین ہیں۔ ان کو جزا کے دن ان کے ربّ کے حضور قرب نصیب ہوگا۔ محبّ کو محبوب کی معیّت کی طلب ہوتی ہے، محبوب کو محبّ کے ساتھ سے راحت ہوتی ہے۔

حاصل: محسنین کی قدر کرنی چاہیے کہ یہ اللہ کی سنّت ہے۔

لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

تاکہ اللہ ان سے ان کے بُرے اعمال کی نفی کر دے، اور انہیں ان کے اچھے اعمال کی جزا دے جو وہ کرتے تھے۔

ایمان والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں، اللہ ان کے لیے فرقان ٹھہرا دے گا، ان کی برائیوں کی نفی کر دے گا اور انہیں بخش دے گا۔ یہ اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔ جس ماضی کا حال شاہد نہ ہو اس ماضی کی نفی کر دی جاتی ہے۔ شاہد کے ساتھ رشتہ محبت استوار ہونے سے پہلے من مانی کرنے کے وقت میں جو اعمال ہوتے رہے وہ برے اعمال تھے، محسنین کے دامنوں سے ایسے داغوں کو صاف کر دیا جائے گا۔ شاہد کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے جو اعمال کئے گئے وہ اچھے اعمال ہیں، جن کی جزا بصورت انعام ہوگی۔

Marfat.com

حاصل: اللہ کے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو معیار جانتے ہوئے اپنے رخ کو درست رکھنا چاہیے۔ برے اعمال کے اثرات کو مٹانا اور اچھے اعمال کی جزا دینا اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ اور آپ کو ان سے خوف دلاتے ہیں جو اس کے مقابل بنا رکھے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

اللہ اپنے بندے کے لیے ہر مقام پر کافی ہے۔ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ بندہ اپنی ضرورت کو جانتا ہو یا نہ بھی جانتا ہو تو بھی اللہ ہی اس کو پورا کرتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے، حق کی احسن ادائیگی کو اپنا حال بناتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ حق کی احسن ادائیگی کے لیے درکار ہے وہ موجود ہے، آئندہ جو درکار ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا رہے گا، وہ اللہ کو کافی جانتا ہے۔ جو لوگ اسباب کو قادرِ مطلق کے برابر اہمیت دیتے ہیں، وہ اپنے مخالفین کو ان کے انجام سے خوف زدہ کرتے رہتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ پاک لوگ ان کی ملت میں لوٹ آئیں۔ مگر پاک لوگوں کو ہمیشہ کفر، فسوق اور عصیاں سے کراہت ہوتی ہے۔ پاک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا ہے، کہ ان منکرینِ حق کا داؤ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ بے شک اللہ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جو حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگا رہے وہ کبھی طالب ہدایت نہیں ہوتا۔ اللہ فاسق کو ہی گمراہ کرتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اللہ سے بڑا رحم کرنے والا بھی کوئی نہیں، اس سے بڑا علم والا بھی کوئی نہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہی کی مہر لگا دی جائے وہاں ہدایت کا مقام ممکن ہی نہیں رہتا۔

حاصل: ہمارے اعمال سے یہ بات عیاں ہونی چاہیے، کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ اسباب پر اللہ کی قدرت ہر مقام پر ہے، تو ڈر اللہ کا ہونا چاہیے نہ کہ اسباب کا۔ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کو ہدایت دینا کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ زبردست، بڑا انتقام لینے والا نہیں ہے۔

اللہ نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے، وہ شکر گزاری سے اپنی صداقت کا ثبوت دے تو اسے ہدایت حاصل ہوتی ہے، ناشکری کرتے ہوئے اپنے کذب کا ثبوت دے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہدایت و گمراہی کے لیے انسان پر کوئی جبر نہیں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اسے ہدایت ملتی ہے، اور جسے اللہ ہدایت دے اسے گمراہ کرنا کسی کے بس میں ہو نہیں سکتا۔ مجرمین سے انتقام لینا اللہ کی سنت ہے، اور اللہ بڑی قدرت والا ہے اس لیے اس کی گرفت سے بڑی گرفت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

حاصل: جسے اللہ ہدایت دے اسے گمراہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ اللہ مجرمین سے انتقام لیتا ہے اور وہ ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

Marfat.com

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق فرمایا، تو کہیں گے اللہ نے۔ فرما دیجئے بتاؤ تو جن کو تم اللہ کے مقابل پوجتے ہو اگر اللہ مجھے ضرر پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس ضرر کو کھول دیں گے، یا وہ مجھ پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک لیں گے۔ فرما دیجئے مجھے اللہ کافی ہے، متوکّل اسی پر توکّل کرتے ہیں۔

آسمانوں اور زمین سے انسان کو اپنے تعلق کا علم ہوتا ہے، اس لیے ان کے بارے میں پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ آسمانوں اور زمین کو اللہ نے نہیں بنایا، کسی دوسرے نے بنایا ہے۔ اللہ کی قدرت کا اللہ کے مقابل ٹھہرائے گئے معبودوں سے تقابل کرنے کے لیے دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ مجھے ضرر پہنچانا چاہے اور یہ اس ضرر کے دائرے کو مجھ سے دور کر دیں اور مجھے ضرر سے بچانے کی قدرت کا ثبوت دیں، دوسری یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے، تو یہ اس کی رحمت کو روک کر مجھے اس سے محروم کر دیں اور یوں اپنی قدرت کا ثبوت دیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے، نہ کبھی ہوگا۔ جب دکھ بھی باذنِ اللہ ہے، اور سکھ بھی باذن اللہ ہے، تو پھر یہی کہنا حق ہے کہ مجھے اللہ کافی ہے، متوکّل اللہ پر ہی توکّل کرتے ہیں۔ متوکّل یہ یقین رکھتے ہیں کہ بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے جو کچھ حال پر درکار ہے، وہ موجود ہے، جو آئندہ درکار ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کر دیا جائے گا۔

حاصل: اگر ہم متوکّل ہیں تو اللہ کو کافی ماننے کے دعوے میں ہم سچے ہیں۔ ضرر بھی باذن اللہ ہوتا ہے، رحمت بھی باذن اللہ ہوتی ہے۔ اللہ کے ساتھ سے جو کچھ ملتا ہے، وہ اللہ کے محبوب کے اتباع کی صورت سے ہی ملتا ہے، یہی راہ، شاہراہ ہے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

فرما دیجئے اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ، میں اپنا حق ادا کروں گا، پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اتمامِ حجت میں یہ مقام بھی آتا ہے کہ شاہد کی طرف سے اپنی قوم کو خطاب کر کے یہ کہا جاتا ہے، اے میری قوم تم خلاف حق کرنے کو اپنا معمول بنا چکے ہو، میں اپنا حق ادا کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا، خلافِ حق رخ اختیار کرنے کا انجام جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں سے یہ کہنے کا مقام آتا ہے کہ تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں اپنا حق ادا کروں گا، پھر جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

کس پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے، اور پھر قائم رہنے والا عذاب آتا ہے۔

حیاتِ دنیا میں منکرینِ حق پر رُسوا کرنے والا عذاب آتا ہے، آخرت میں ان پر قائم رہنے والا عذاب آئے گا۔ عذابِ اکبر سے پہلے عذابِ ادنیٰ دیا ہی اس لیے جاتا ہے، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت میں اصلاحِ حال کا آخری موقع بھی انہیں حاصل ہو۔ پہلے منکرینِ حق کو عذاب ہو چکا ہے، تو اسی راستے پر جانے والے کس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے، اور آخرت کا عذاب تو قائم رہنے والا ہو گا ہی۔

حاصل: اتمامِ حجت کی بات یہاں ختم ہوتی ہے کہ خلافِ حق کرنے والوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا، کہ دنیا میں ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے اور آگے قائم رہنے والا عذاب ہو گا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع ۴/۱۰

بے شک ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ نازل فرمائی، تو جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی لیے پائی اور جو بہکا اس کا بہکنا بھی اسی پر ہے، اور آپ ان پر وکیل نہیں۔

کتاب اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی، کہ آپ حکمِ خداوندی پر عمل کر کے دکھائیں تو لوگوں کو حق کے ماننے کی طریقت معلوم ہو گی۔ احکامِ الٰہی کو جس نمونے کے حوالے سے ماننا ضروری ہے وہ نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حق کے روشن ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنا اور شعور کے ساتھ بھلائی کا رُخ اختیار کرنا باعثِ ہدایت ہوتا ہے، اور حق کا انکار اور شعور کے ساتھ خسارے کا رُخ اختیار کرنا گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔ حق پہنچانے والے سے اس بات کی پوچھ نہیں ہو گی کہ تبلیغ حق کے نتائج کیا ہوئے۔

حاصل: کتاب اللہ کو ماننے والے ہی اپنی پسند کے دائرے سے نکل سکتے ہیں۔ بھلائی کا رخ اختیار کرنا بھی شعور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، خسارے کا رخ بھی شعوری کوشش سے اختیار کیا جاتا ہے اور تبلیغ حق کرنے والے سے نتائج کی پوچھ نہیں ہوتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم (۳۰) میں ارشاد فرمایا ہے: مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ جو کفر کرے اس کا کفر اسی پر پڑے گا، اور جو صالح عمل کرے تو اپنے لیے ہی تیاری کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

اللہ موت کے وقت انفس کو وفات دیتا ہے، اور جن کی موت نہ ہو ان کو نیند میں۔ پھر جن کی موت کا فیصلہ کر چکا ہو انہیں روک رکھتا ہے اور دوسروں کو اجلِ مسمّٰی تک لوٹاتا رہتا ہے۔ بے شک اس میں فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

جو حرکات انسانی ارادے سے تعلق رکھتی ہیں، وہ نیند کی حالت میں نہیں پائی جاتیں۔ جن کا تعلق انسانی ارادے سے نہیں ہے وہ جاری

Marfat.com

رہتی ہیں۔ وفات اور نیند کے تعلق کو روشن کیا گیا ہے۔ جو حرکات انسانی ارادے سے تعلق رکھتی ہیں ان کا خاتمہ نیند میں بھی دیکھا جا سکتا ہے اور جو حرکات انسانی ارادے سے تعلق نہیں رکھتیں ان کا خاتمہ موت کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جس پر موت کا حکم آ جائے اس کو عمل کے لیے دی گئی مہلت پوری ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے اسے روک لیا جاتا ہے۔ اور جس کے لیے عمل کا وقت باقی ہو اسے نیند سے بیداری کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ اعمال کے لیے دی گئی مہلت کا وقتی خاتمہ نیند ہے، اعمال کے لیے دی گئی مہلت کا کلّی خاتمہ موت ہے۔ اعمال کے بعد جزا کا مقام رکھا گیا ہے۔ نیند سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اپنے قول کی حفاظت میں کہاں کوتاہی ہوئی ہے، رخ کو درست رکھنے میں کہاں کوتاہی ہوئی ہے۔ بُری عادت جو بھی ہو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، اسوۂ حسنہ کو ہر مقام پر پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اللہ رات کو ہمیں وفات دیتا ہے، پھر ہمیں دن میں اٹھاتا ہے، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت پوری ہو۔ اسے علم ہے جو ہم دن میں کماتے ہیں۔ پھر اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ ہمیں بتا دے گا جو ہم کرتے رہے تھے۔ غور و فکر کرنے والے لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ عمل کے لیے دیا گیا وقت گزر رہا ہے، اور اسی وقت میں صلاح و فلاح کو حاصل کیا جا سکتا ہے، اس لیے وہ نیند سے پہلے تلاوت الوجود کرتے ہیں، اصلاحِ حال کے لیے عہد کرتے ہیں اور اللہ سے استقامت کی دعا کرتے ہوئے سو جاتے ہیں۔

حاصل: رات کو سونے سے پہلے اپنے قول و عمل پر نظر کرنی چاہئے۔ اپنے حال کو احسن بنانے میں کبھی غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ بعث بعد الموت کا انکار اپنے مشاہدے کا انکار ہے۔ جزا کا یقین ہمارے قول و فعل میں نظر آنا چاہیے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل شفاعت کرنے والے ٹھہرا رکھے ہیں۔ فرما دیجئے کہ چاہے وہ کسی شے کا اختیار نہ رکھتے ہوں اور عقل نہ رکھتے ہوں۔

خلافِ حق کرنے والے اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اگر ان کو جزا کے وقت گرفت ہوگی، تو ان کو ان کے معبود اپنی شفاعت سے چھڑا لیں گے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ شفاعت کرنے والے کیا اختیار رکھتے ہیں اور کتنے عقل والے ہیں۔ اللہ کے حضور تو اس کے اذن کے بغیر شفاعت ممکن ہی نہیں ہوگی۔ شفاعت کا اذن انہی صاحبان کو ہوگا جو حق کے ساتھ شہادت دیں اور ہوں علم والے۔ جو فرمانِ الٰہی کے حوالے سے اس زمرے میں شامل ہی نہیں، ان کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ شفاعت کریں گے، اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والی بات ہے۔

حاصل: جو اللہ کے حضور شفاعت کرنے کا اذن رکھتا ہو اور عقل والا ہو، اس کا اتباع کیا جائے تو فلاحِ دارین حاصل ہوتی ہے۔ اس کی حکم عدولی سے کسی کا بھلا ہو جائے یہ ممکن نہیں۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

فرما دیجئے شفاعت جمیع اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی کے لیے ہے، آسمانوں اور زمین کی شاہی، پھر تمہیں اسی کی طرف مراجعت کرنی ہے۔

شفاعت کے بارے میں یہ وضاحت فرما دی گئی ہے کہ اس کا منشاء ایزدی کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں۔ شفاعت وہی کرے گا، جس کو

Marfat.com

اللہ کے حضور شفاعت کا اذن ہوگا۔ ماننے والا مالکِ کل ہے۔ آسمانوں اور زمین میں سب کچھ اسی کا ہے۔ ہر ایک کو توفیق اسی اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ ہر ایک کو اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ جس نے حق کو مانا ہو، اس سے بھول چوک ہو جائے، تو اس کو عیناً خلافِ حق کرنے والے کے برابر نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

حاصل: شفاعت قطعاً اللہ کے اذن سے ہوگی۔ اللہ کی عطا کو استعمال کرتے وقت یہ احساس بھی رہنا چاہئے، کہ ہم کو اللہ کے حضور لوٹ کر جانا ہے، اور ہمیں ہمارے کیے کی جزا دی جائے گی۔

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۴۵﴾

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے قلوب کُڑھتے ہیں اور جب اس کے ماسوا کا ذکر ہوتا ہے تو جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

مومنین کی صفات یہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں، اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کا حال اس کے خلاف ہے، کہ اللہ کی وحدانیت کا ذکر انہیں ناگوار ہوتا ہے، اور اللہ کے مقابل اوروں کے ذکر سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔ قادرِ مطلق کی بات ہو تو انسانی پسند اور ناپسند کوئی حقیقت نہیں رکھتی، اور انسان کو اپنی پسند اور ناپسند کے بیان میں بڑی خوشی ہوتی ہے۔

حاصل: آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے دل، اللہ کی وحدانیت کے بیان سے کُڑھتے ہیں، اللہ کے ماسوا کا ذکر ہو تو انہیں خوشی ہوتی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۴۶﴾

کہیے، اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب اور حاضر کا علم رکھنے والے، تو ہی اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں سے اعراض کرنے کے بعد اللہ کے حضور اظہارِ عبدیت کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ یہ دعا سکھائی گئی ہے، کہ اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، غیب اور حاضر کا علم رکھنے والا ہے۔ حق کے مقابل جو لوگ اپنی پسند کو وقعت دیتے ہیں، وہی اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ یا اللہ تیری شان ہے کہ تو ایسا فیصلہ فرمائے گا، کہ جو ہر لحاظ سے پورا ہوگا، ہر لحاظ سے روشن ہوگا۔

حاصل: منکرینِ حق سے اعراض کرنے کے بعد یہ دعا کرنی چاہئے۔ ہمارے ظاہر و باطن میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں حق کو ادب سے جان لینا چاہئے۔ اللہ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے، اور اس کی مثل اور بھی، تو وہ یومِ قیامت کے بُرے عذاب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے فدیہ میں دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ اور اللہ کی طرف سے انہیں وہ پیش آئے گا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔

خلافِ حق کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں عبث ہی پیدا کیا گیا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف مراجعت نہیں کرنی۔ جب قیامت واقع ہوگی اور عذابِ خداوندی ان کے سامنے ہوگا، تو یہ لوگ اپنی جانوں کا فدیہ دینے کے لیے اور عذاب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے اس قدر متاع دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے کہ اس کا حساب لگانا بھی آسان نہیں۔ جو کچھ زمین پر ہے اور اسی کی مثل اور بھی ان کی ملکیت ہو تو عذابِ الٰہی سے رہائی حاصل کرنے میں دینا انہیں قبول ہوگا۔ عذابِ الٰہی انہیں اس طرح گھیرے گا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔

حاصل: قیامت کا عذاب، عذابِ اکبر ہوگا۔ اس سے رہائی حاصل کرنے میں سب کچھ دے دینا بھی ظالموں کو قبول ہوگا۔ اس عذاب سے بچنے کی فکر حال پر کرنی چاہئے۔ عذابِ الٰہی سے بچنے کے لیے حال پر اپنے رخ کو درست کرنا چاہئے۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ان پر ان کے کئے کے بُرے نتائج کھل جائیں گے اور انہیں گھیرے گا جس کا مذاق اڑاتے رہے تھے۔

منکرینِ حق قیامت کے دن کا انکار کرتے ہیں۔ حال پر جو جلوت میں ہے، قیامت کے دن یہ خلوت میں ہوگا، اور جو اس وقت خلوت میں ہے وہ قیامت کے دن جلوت میں آ جائے گا، اس لیے منکرین حق کے اعمال کے بُرے نتائج ان پر واضح ہو جائیں گے۔ منکرینِ حق کو جب ان کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس انجام کا مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ منکر اپنے لیے سامان عذاب ساتھ لے کر جائے گا۔

حاصل: من مانی کرنا بندگی کی نفی ہے۔ قیامت کے دن بُرے اعمال کے نتائج سامنے آ جائیں گے، اور جس عذاب کا مذاق اڑانا منکرینِ حق کا معمول تھا وہی عذاب ان کو گھیرے میں لے لے گا۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

تو جب انسان کو کوئی دکھ پہنچتا ہے، تب ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتے ہیں، تو کہتا ہے، کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت ملی ہے۔ بلکہ یہ تو فتنہ ہے ولیکن ان میں اکثر لاعلم ہیں۔

Marfat.com

انسان دکھ کے وقت اپنی بے بسی کو مانتا ہے۔ یہ بے بسی اسے اللہ کے قریب ہونے کے لیے سواری کا کام دیتی ہے۔ تب وہ اللہ کو پکارتا ہے، پاک رہنے کا عہد کرتا ہے اور خلافِ حق کرنے سے تائب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی صداقت کو دیکھنے کے لیے نعمت عطا کر دی جاتی ہے، تو پھر وہ اسے عطاءِ الٰہی ماننے کی بجائے اپنے علم کی بدولت دیکھنے لگتا ہے۔ حالانکہ بے بسی کا اظہار کرتے وقت بھی تو انسان کو یہی علم تھا جس پر وہ ناز کر رہا ہوتا ہے۔ علم والے ہمیشہ یہ جانتے ہیں، کہ دکھ بھی اللہ کے اذن سے ہوتا ہے، سکھ بھی اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آسانیوں کو اپنے علم کی بدولت جانتے ہیں وہ یقیناً بے علم ہوتے ہیں۔

حاصل: دکھ اللہ کے قریب ہونے کے لیے سواری کا کام بھی دیتا ہے۔ بے بسی کا احساس انسان کو خود شناسی میں مدد دیتا ہے۔ عطاءِ الٰہی بصورتِ نعمت یہ دیکھنے کے لیے ہوتی ہے کہ انسان نعمت کو مانتا ہے یا عطا کرنے والے مالک کل کو مانتا ہے۔ علم والے اللہ کا ساتھ رکھتے ہیں، بے علم اشیاء کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

ان سے پہلے والے بھی یہی کہتے رہے، تو ان کا کمایا ہوا ان کے کسی کام نہ آیا۔

دکھ کے وقت بے بسی کا اظہار کرنے والے اور نعمت کو پا کر اسے اپنے علم کی بدولت جاننے والے جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں۔ پھر ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا مقام آتا ہے تو ان کا کسب ان کے کسی کام نہیں آتا۔ پہلے بھی یہ ہوتا رہا ہے۔ سابقہ واقعات سے سبق لینا بھی عقل مندی ہے۔ خسارے کی راہ کو اختیار کرنے والے فلاح نہیں پا سکتے۔

حاصل: ناشکری کا راستہ اختیار کرنے والے اس انجام کو پہنچیں گے، جس انجام کو پہلے ناشکری کرنے والے پہنچ چکے ہیں۔ اللہ کی پکڑ انسان کو دوسروں کے لیے عبرتناک بنا دیتی ہے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾

تو ان پر پڑ گئیں ان کے کسبوں کی بُرائیاں۔ اور جو ظالم ہیں ان پر عن قریب پڑیں گی ان کے کسبوں کی برائیاں اور وہ عاجز نہیں کر سکیں گے۔

جو لوگ پہلے خلافِ حق کر چکے ہیں، ماضی میں عذابِ الٰہی نے ان کا احاطہ کیا ہے۔ جو حال پر خلافِ حق کر رہے ہیں ان کو بھی اتمامِ حجت کے بعد عذابِ الٰہی اپنی گرفت میں لے لے گا، اور یہ نہیں ہوگا کہ وہ عذابِ الٰہی کے احاطے سے نکل جائیں۔ جو خلافِ حق کر رہا ہے اور کرتا چلا جا رہا ہے اس کے پاس عمل کے لیے دیا گیا وقت کم ہی ہو رہا ہوتا ہے۔

حاصل: اپنے بُرے اعمال کے انجام سے بچ جانا ممکن نہیں۔ خلافِ حق کرنا ظلم ہے، اور ظالم جلد ہی عذابِ الٰہی کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ عذابِ الٰہی کے دائرے سے نکل جانا قطعاً ناممکن ہے۔

Marfat.com

اَوَ لَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ ع ۵ ۱۱ ۲

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی رزق میں بسط دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے (جس کے لیے چاہے)۔ بے شک اس میں ایمان والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

رزق میں کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اللہ سے بڑا کوئی علم والا نہیں۔ کشادگی کی صورت میں اظہارِ عبدیت یوں ہو گا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے عطا کردہ رزق کو محسنین کی طرح لوگوں پر خرچ کیا جائے۔ معیارِ مطلق بہرحال اسوۂ رسول ﷺ ہی ہے۔ تنگی کی صورت میں اظہارِ عبدیت یوں ہو گا، کہ صبر کے ساتھ حال کو گزارا جائے اور یہ یقین رہے کہ موجودہ حالات اس علم کے عطا ہونے کے لیے موزوں ترین ہیں جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو رہا ہے۔ ایمان والے کشادگی کو بھی اللہ کی مہربانی جانتے ہیں، اور رزق میں تنگی کو بھی اللہ کی مہربانی جانتے ہیں۔ ہونے کے مقام پر بھی اللہ کا ساتھ ہو، نہ ہونے کے مقام پر بھی اللہ کا ساتھ ہو تو صداقت کا ثبوت مل جاتا ہے۔

حاصل: رزق میں کشادگی ہو یا تنگی ہو، ہوتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ کا ہر کام علم اور حکمت سے ہوتا ہے۔ ایمان والے لوگ اپنے مشاہدات میں اللہ کے کرم کو بہرحال دیکھتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں فرمایا ہے: وَ لَوۡ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ لٰکِنۡ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۲۷﴾ اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے رزق میں بسط دیتا، تو ضرور زمین میں فساد کرتے۔ ولیکن وہ اتارتا ہے جس قدر چاہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾

فرما دیجیے اے میرے بندو، جنہوں نے اپنے انفس پر اسراف کیا ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نصیحت سے اعراض کرنا اسراف ہے، اور اسراف کرنے والے اللہ کو نہیں بھاتے۔ فرمانِ الٰہی سب سے بڑی نصیحت ہے۔ اس کے مقابل جو بات بھی مانی جائے، اس سے پریشانی ضرور پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ پریشانی بھی قبولِ حق میں حائل ہونے لگتی ہے، اور بندہ رحمتِ الٰہی سے مایوسی کی طرف چل پڑتا ہے۔ گناہ کرتے کرتے حق کی طرف واپسی اسے ناممکن معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس مقام پر بھی رحمتِ الٰہی کی امید کے ساتھ اصلاحِ حال کرنے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ جب بندہ پاک ہو جائے تو اس کے ناپاک ماضی کی نفی کر دی جاتی ہے۔ اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حاصل: اللہ کے فرمان کے خلاف کرنا اسراف ہے۔ اسراف کرنے والا ہمیشہ پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشانی میں بھی بندہ حق کو ماننے کا عہد کرے تو رحمتِ الٰہی اس کو سہارا دیتی ہے، اور بندے کو بخش بھی دیا جاتا ہے اس پر رحم بھی کیا جاتا ہے۔ عبداللہ ہونے کا حق اللہ کی سنت کے مطابق ہونے سے ہی ادا ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَ اَنِيبُوٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور اپنے ربّ کی طرف رجوع لاؤ اور فرمان برداری کرو، قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے، پھر کوئی تمہاری نصرت کو نہ آئے گا۔

اسراف کرنے والوں کو اپنے گناہوں کی بہتات کو دیکھتے دیکھتے حق سے اعراض کے رخ پر تک نہیں جانا چاہیے۔ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ حق کو مان لینے والے کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ رحمتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کا طریقہ بتایا گیا ہے: پہلا قدم ہے انابت اور دوسرا قدم ہے فرمان برداری۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کیا جائے تو انابت کا حق ادا ہوتا ہے، اور شاہد کے فرمان پر اپنی پسند کو قربان کر دیا جائے تو فرمان برداری کا حق ادا ہوتا ہے۔ عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے بعد خلافِ حق کرنے والے پر گرفت ضرور ہوتی ہے۔ گرفت سے پہلے ہی حق سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد مدد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والا، اللہ کی فرمان برداری کرنے والا، مسرف نہیں رہتا۔ اصلاحِ حال کے لیے دیئے گئے وقت کے بعد مدد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور اس احسن کا اتباع کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے، قبل اس کے کہ عذاب اچانک تم پر آ پڑے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

قرآن پاک احسن الحدیث ہے۔ بہترین نصیحت کا تعلق ہمیشہ قرآن پاک سے ہوتا ہے۔ صریحاً عربی زبان میں ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں، کوئی تضاد نہیں۔ حق کو ماننے کی صورت میں بشارت کو واضح فرمایا گیا ہے، حق کے انکار کے انجام سے بھی وضاحت کے ساتھ ڈرایا گیا ہے۔ کوئی حال ہو کوئی مقام ہو قرآن پاک سے ہدایت لی جا سکتی ہے۔ یہ کتاب اللہ، ہمارے پالنے والے علیم مطلق کی طرف سے ہمارے لیے بھیجی گئی ہے۔ اس میں جو بھی فرمایا گیا ہے، ہمارے لیے ہے۔ ہم اس سے عمل کے لیے دیئے گئے وقت میں ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے بعد گرفت کا مقام آئے گا، اور وہ گرفت ایسی نہیں ہوگی جس سے بچ جانا ممکن ہو۔

حاصل: اجتماعی طور پر قرآن پاک کو ماننا، عطاءِ الٰہی کی قدر کرنے کا ثبوت ہے۔ اس بہترین عطا کی بے قدری ہوگی تو عذاب بھی ضرور آئے گا، جو اچانک بھی ہوگا، اور اس سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

مبادا کوئی کہے کہ اے حسرت میری کوتاہی پر جو اللہ کے بارے میں مجھ سے صادر ہوئی، اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا۔

جو حال پر اللہ کی بہترین عطا کی بے قدری کرے گا، اسے مستقبل میں اپنے کیئے پر ندامت ہوگی۔ اپنی کوتاہیوں پر افسوس بذاتِ خود

مستقل دکھ ہوگا، اور یہ احساس بھی دکھ دے گا کہ ناصحین کا مذاق اڑانے والوں میں شمولیت رہی۔

حاصل: اللہ کے فرمان کی قدر کرنی چاہئے ناصحین کا ادب کرنا چاہئے، یہی بھلے لوگوں کا طریق زندگی ہے۔ اللہ کے فرمان کی بے قدری اور ناصحین سے تمسخر یہ بُرے لوگوں کا طریقِ زندگی ہے۔ جو حال پر بُرا کرے گا، اسے مستقبل میں اپنے کئے پر افسوس ہوگا۔

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾

یا کوئی یہ نہ کہے کہ اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں متقین سے ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو نصیحت نازل فرمائی ہے، جس طرح عملاً اس کو لوگوں تک پہنچایا ہے، جس طرح کے مشاہدات لوگوں کو کرائے ہیں، اس کی بدولت قیامت کے دن کسی کے لیے یہ کہنا ممکن نہ ہوگا، کہ مجھے تو حق کا پتہ ہی نہیں لگا، اگر پتہ لگ جاتا تو میں اللہ سے ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتا۔

حاصل: حق ہر ہر بندے تک پہنچتا ہے۔ اس کے ماننے یا نہ ماننے کی شعوری کوشش کی بندے کو جزا دی جائے گی۔

اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾

یا کوئی عذاب کو دیکھ کر کہے کاش میں لوٹ کر جا سکوں تو محسنین سے ہو جاؤں۔

جزا کے انکار پر انحصار کرنے والے کو بتا سب کچھ دیا جاتا ہے، اس کو انجام سے آگاہی بھی ہو جاتی ہے، حال پر غفلت سے بچنے کی اہمیت بھی اس پر واضح ہو جاتی ہے، اس کو یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت میں ہی اس نے اپنی صداقت یا کذب کا ثبوت دینا ہے۔ عذابِ الٰہی کو دیکھ کر دارِ عمل کی طرف لوٹنے کی طلب اور محسنین کے ساتھ ہونے کی طلب کوئی قابلِ قدر بات نہیں ہے۔

حاصل: محسنین کے ساتھ ہونے میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ عذابِ الٰہی کو دیکھ کر محسنین کے ساتھ کی قدر کا پتہ لگے گا، مگر اس وقت اصلاح کو قبول کرنے کی حسرت ہی رہے گی۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾

ہاں بے شک تیرے پاس میری آیات آئی تھیں پر تو نے ان کی تکذیب کی اور استکبار کیا اور تو کافروں سے تھا۔

خلافِ حق کرنے والے لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس اللہ کی نشانیاں آتی ہیں۔ خلاف حق کرنے والا ان کو جھٹلاتا ہے، اپنی پسند کو حق کے مقابل اہمیت دیتا ہے اور استکبار کرتا ہے، اور پورے شعور کے ساتھ حق کے انکار کی راہ کو اختیار کرتا ہے۔ یہ بات اس اضطراری کیفیت میں مجرمین پر واضح کر دی جائے گی جو عذابِ الٰہی کے مشاہدے سے ان کے اندر پیدا ہوگی۔

حاصل: اللہ کی نشانیاں دیکھنا، ان کو جھٹلانا، استکبار کرنا اور کافروں کی راہ اختیار کرنا، ہر منکرِ حق کو ان مقامات سے گزرنا ہوتا ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۶۰

اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا، ان کے چہرے سیاہ ہیں۔ کیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں۔

فلاح کی راہ اختیار کرنے والے لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے، خسارے کی راہ اختیار کرنے والے لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ سیاہ چہرے والے لوگوں سے فرمایا جائے گا، کیا تم ایمان کے بعد کافر ہوئے تو اب چکھو عذاب، اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے۔ روشن چہرے والے حضرات کو اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا۔ اللہ کے بارے میں وہی کہنا حق ہے، جو قرآن پاک کی رو سے مستند ہے اور ہم عملاً اس کو مانتے ہیں۔ متکبرین کا ٹھکانا صرف اور صرف جہنّم میں ہی ہوسکتا ہے کہ ان کے اعمال کی جزا یہی ہے۔

حاصل: اللہ پر جھوٹ باندھنے والے لوگوں کا رخِ حیاتِ دنیا میں بھی سیاہ ہوتا ہے مگر یہ سیاہی خلوت میں ہوتی ہے، آخرت میں یہ سیاہی جلوت میں آجائے گی۔ متکبرین کا ٹھکانا صرف اور صرف جہنّم میں ہے۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۱

اور اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، کامیابی کے ساتھ نجات دے گا، نہ انہیں تکلیف پہنچے گی اور نہ انہیں حزن ہوگا۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کو عزت و رحمت سے نوازا جائے گا۔ ان کی کوتاہیوں کو بخش دیا جائے گا۔ ان کا اللہ پر ایمان رکھنا، اللہ کے رسول پر ایمان رکھنا اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنا، ان کی کامیابی کا باعث ہوگا۔ ہدایت کے اتباع کو حال بنانے والے یہ لوگ غم میں مبتلا نہ ہوں گے۔

حاصل: متقی ہونے میں فلاحِ دارین ہے۔ اللہ نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ آخرت میں متقی لوگوں کو نہ دکھ پہنچے گا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۶۲

اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے، اور وہی ہر شے پر وکیل ہے۔

اللہ خالقِ کل ہے۔ ہر شے کو اس نے اپنے علم سے بنایا ہے۔ کسی شے کو اس نے بے مقصد نہیں بنایا۔ ہر شے کو اس کے منشاء تخلیق کے مطابق ایک دائرہ کار میں لگائے رکھنا اور کائنات کے توازن کو قائم رکھنا اللہ کے ہر شے پر وکیل و محافظ ہونے کا ثبوت ہے۔ جس شے کو بھی خلافِ حق استعمال کیا جائے گا، اس کے نتائج برے ہی ہوں گے، اور اللہ کی قدرت کے ہر شے پر محیط ہونے کا مشاہدہ تو انسان کو ہوتا ہی رہتا ہے۔

حاصل: کسی بھی شے کو اس کے منشاء تخلیق کے مطابق استعمال کرنا اور اللہ کی قدرت کے احاطے کو ہر مقام پر دیکھتے رہنا بھلائی کی راہ ہے۔ ہمیں اسی کی جزا دی جائے گی، جو رخ ہم اختیار کریں گے۔

لَهٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶/۱۱/۲

اسی کی ملکیت ہیں، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، وہی خسارے والے ہیں۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے۔ تمام خزانوں کا خالق و مالک بھی اللہ ہی ہے۔ ان خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں۔ کسی خزانے کو مشیت الٰہی کے خلاف استعمال کرنا ممکن ہی نہیں۔ جو لوگ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی کرتے وہی ہیں، جو ان کا جی چاہتا ہے، یہ لوگ شعوری کوشش کے ساتھ خسارے کی راہ کو اپناتے ہیں۔ دنیا میں خوف و حزن ان پر مسلط ہو جاتا ہے، آخرت میں عذابِ الٰہی ان کو گھیرے گا۔ یہی دنیا و آخرت کا خسارہ ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین سے جو کچھ بھی حاصل ہو اس کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو اجتماعی بھلائی کا راستہ کھلے گا۔ جو لوگ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی من مانی کرنے سے باز نہ آئیں وہی خسارے والے لوگ ہوتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ فرما دیجیے: اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے ربّ پر تقویٰ کرو۔ جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے، اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ تو صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

قُلۡ اَفَغَیۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّیۡۤ اَعۡبُدُ اَیُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ ﴿۶۴﴾

فرمایئے۔ اے جاہلو کیا پھر بھی تم مجھے غیر اللہ کی بندگی کے لیے کہتے ہو۔

آسمانوں اور زمین کے خالق و مالک کے مقابل اپنے گمان سے بنائے گئے معبودوں کو ماننا قطعاً جہالت ہے۔ جب حق کو سن لیا جائے گا، اس کی اسناد بھی نظر آ جائیں، تو پھر خلافِ حق کرنے سے باز نہ آنا اور جہالت کو پھیلانے کے لیے زور لگانا جاہلوں کا طریقِ زندگی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا تو وہ لوگ کہنے لگے، لے آیئے اس عذاب کو اگر آپ سچے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کے آنے کا وقت تو اللہ کے علم میں ہے، میں تو تمہیں اپنے ربّ کا پیغام پہنچاتا ہوں، ولیکن میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ ہو جاہل۔

حاصل: غیر اللہ کی بندگی کا امر کرنے والے قطعاً جاہل ہوتے ہیں۔ جو حق کے مقابل اپنے گمان کو وقعت دیں ان کے اختیارات کو بڑھانے سے جہالت ہی بڑھتی ہے۔

وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۶۵﴾

اور بے شک تیری طرف بھی اور تجھ سے قبل والوں کی طرف بھی یہی حکم بھیجا گیا، کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارے والوں سے ہو جائے گا۔

Marfat.com

قرآن پاک میں فرد کو بھی خطاب فرمایا گیا ہے، جماعت کو بھی خطاب فرمایا گیا ہے۔ مثلاً اسی سورۃ کی آیت ۵۹ میں فرمایا گیا ہے: بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے ان کو جھٹلایا اور استکبار کیا اور تو کافروں سے تھا۔ یہ حق کا انکار کرنے والے ہر ہر فرد سے خطاب ہے۔ یہاں بھی یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ حق کا ہر ہر بندے تک پہنچانا اللہ کی شان ہے۔ حال ہو یا ماضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی فرمایا گیا ہے کہ بندے اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارے والوں سے ہو جائے گا۔ شرک ظلم عظیم ہے۔ مشرک کبھی حنیف نہیں ہوسکتا، اور حنیف ہونا، یک سو ہونا، فلاح پانے والوں کی نشانی ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا حق ہی سند کا درجہ رکھتا ہے، اور حق میں اختلاف کا مقام نہیں ہوتا۔ حق کو ماننے کا دعویٰ شرک کے ارتکاب سے جھوٹا ثابت ہوجاتا ہے اور وہ سب عمل بھی ضائع ہوجاتے ہیں جو حق کو ماننے کے حوالے سے کئے گیے ہوں۔ شرک کا انجام قطعاً خسارہ ہے کہ مشرک حزب الشیطان سے ہوتا ہے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعۡبُدۡ وَ كُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۶۶﴾ بلکہ صرف اللہ کی بندگی کر اور شاکرین سے ہو۔

بندے کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کرے، اور شکر کرنے والوں کے ساتھ رہے۔ اللہ کی بندگی وہی کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہوجائے۔ جس کا مقصود اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ نہ ہو، وہ شاکرین کے ساتھ لگے گا تو اس کی شکر گزاری کی تصدیق ہوجائے گی۔ اللہ کی عطا کو، اللہ کی رضا پر لگانے کا علم شاکرین سے ہی سیکھا جاسکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی بندگی کرنے والے کے لیے شاکرین سے ہونا لازم ہے۔ مشرک کبھی شاکر نہیں ہوسکتا۔

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ۖ وَ الۡاَرۡضُ جَمِيۡعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطۡوِيّٰتٌۢ بِيَمِيۡنِهٖ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۷﴾

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسے اس کی قدر کا حق تھا۔ اور قیامت کے دن ساری زمین اسی کے قبضہ قدرت میں ہوگی اور آسمان بھی اسی کے ہاتھ ہوں گے۔ اس کی ذات ان کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔

مشرک اللہ کی بے قدری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی جہالت ان کو قدردان بننے سے روک دیتی ہے، اور جہالت کو چھوڑنے کے لیے مشرک تیار نہیں ہوتے۔ اللہ کی قدر کا حق یہ ہے، کہ اس کے فرمان کی ادب سے تعمیل ہو اور اس کا شکر ادا کیا جائے کہ جو نصیحت اس نے بھیجی ہے، اس سے بہتر کچھ نہیں ہے، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے بہتر کوئی راہ عمل نہیں ہے۔ زمین و آسمان حال پر بھی اللہ کے احاطہ قدرت میں ہیں مگر قیامت کے دن حقائق جس طرح واضح ہوں گے کسی اختلاف کا وہاں امکان ہی نہ ہوگا۔ جب زمین کا مقصد تخلیق پورا ہوجائے گا، آسمانوں کا مقصد تخلیق پورا ہوجائے گا، تو یہ ماحول بدل جائے گا۔ جواب جلوت ہے یہ خلوت ہوجائے گی اور جواب خلوت ہے وہ جلوت میں آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، واحد ہے اور بے مثل ہے، قادر مطلق ہے، خالق کل ہے، اس کی ذات ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔

حاصل: مومن اللہ کی قدر کرتے ہیں، مشرک بے قدری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو کچھ اب جلوت میں ہے اللہ کی قدرت سے ہے، جو کچھ اب خلوت میں ہے وہ بھی اللہ کی قدرت سے ہے۔ قیامت کے دن یہ جلوت خلوت ہو جائے گی، اور خلوت جلوت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے خسارے میں پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے مثل ہے۔ کوئی اس کا شریک ہو ہی نہیں سکتا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، مگر جن کو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

عمل کے لیے دی گئی مہلت کے ختم ہوتے ہی، حکم الٰہی سے صور پھونکا جائے گا، تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اور جن کو عمل کے لیے مہلت دی گئی ہے۔ ان پر ہوش کا مقام نہیں رہے گا۔ اس وقت بھی اللہ جن کو ہوش میں رکھنا چاہے گا وہ ہوش میں رہیں گے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ حیات دنیا میں بھی بندے کو ہوتا رہتا ہے، مگر جو کچھ آخرت میں ہوگا، وہ اس لحاظ سے بڑا ہوگا کہ گمان کی سب صورتیں ختم ہو جائیں گی۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، تو جزا کا مقام آجائے گا، اور سب دفعتاً کھڑے ہو جائیں گے اور وہ کچھ دیکھنے لگیں گے، جس کے بارے میں انہیں آگاہ کیا گیا تھا۔ اللہ کی قدرت کی شان یہ ہے، کہ اس کی ایک آواز سے ہونا، نہ ہونے میں بدل جائے گا، اور ایک ہی آواز سے نہ ہونا، ہونے میں بدل جائے گا۔ تمام تبدیلیاں اس سرعت کے ساتھ ہوں گی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل: اللہ کی قدرت یہ شان رکھتی ہے، کہ اس کی ایک آواز سے ہونا، نہ ہونا ہو جائے گا، اور پھر ایک ہی آواز سے نہ ہونا، ہونا ہو جائے گا۔ دارِ عمل بھی اللہ کا ہے، دارِ جزا بھی اللہ کا ہے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اٹھے گی، اور کتاب رکھی جائے گی، اور انبیاء اور شاہد لائے جائیں گے، اور ان کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

قیامت کے دن نورِ الٰہی حقائق کو اس طرح روشن کر دے گا، کہ کسی کو ان کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے گا، یوں زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ فلاح پانے والے کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ کہے گا مجھے یقین تھا کہ حساب پیش آنے والا ہے۔ خسارے والے کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ کہے گا: افسوس میرا نامہ اعمال مجھے نہ ہی ملتا، اور مجھے پتہ ہی نہ لگتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ افسوس موت ہی خاتمہ کر چکی ہوتی۔ میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، میری جاہ و حشمت بھی گئی گزری ہو گئی۔ وہ حضرات عالی قدر جنہوں نے حق کی تبلیغ کی، وہ اللہ کے نبی اور اللہ کے نبی سے محبت رکھنے والے شاہدین ہیں، ان کو دربار الٰہی میں لایا جائے گا۔ جن کی اطاعت اللہ کے نزدیک صداقت کا ثبوت ہے، جن کا اتباع اللہ کے نزدیک حب الٰہی کا ثبوت ہے، ان حضرات عالی قدر کی شہادت اللہ کے دربار میں بڑی اہمیت

Marfat.com

رکھتی ہے۔ جس کے عمل صالح ہوں گے، وہ شاہدین کے ماننے کے دعوے میں سچا ثابت ہو جائے گا۔ جس کے عمل غیر صالح ہوں گے وہ ماننے والوں میں شمار نہیں ہوگا۔ حق فرمانِ الٰہی ہے، قیامت کے دن اسی حوالے سے فیصلہ فرمایا جائے گا، اور کسی پر بھی ذرّہ برابر زیادتی نہ ہوگی۔

حاصل: حق کو روشن کرتے رہنا بندے کی شان ہے۔ اپنے اعمال کو جزا کے حوالے سے دیکھنا چاہیے۔ شاہدین سے تعلق کا دعویٰ ہو تو حسنِ عمل سے اس کا ثبوت بھی دینا چاہیے۔ ہماری بات حق کے مطابق ہونی چاہیے، اور کبھی خلافِ حق نہیں ہونی چاہیے۔

وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۷/۴

اور ہر نفس کو پورا ملے گا جو عمل وہ کرتا تھا اور اللہ کو سب سے زیادہ علم ہے جو فعل وہ کرتے تھے۔

پوری پوری جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ اس کا وقت اللہ نے یوم الدین رکھا ہے۔ کوئی مقام ہو عمل کرنے والے کی نیت بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوتی، عمل بھی اللہ سے مخفی نہیں ہوتا۔ ہمارے ہر فعل کا سب سے بڑا علم اللہ کو ہی ہوتا ہے، اس لیے پوری پوری جزا اللہ ہی دے سکتا ہے۔

حاصل: اپنے قول کی بھی حفاظت کرنی چاہیے، اعمال کی بھی حفاظت کرنی چاہیے کہ ہمیں ہمارے کیے کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (۴۰) میں ارشاد فرمایا ہے: مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ جس نے بُرا عمل کیا اسے اسی کی مثل جزا ملے گی۔ اور جو صالح عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور ہو مومن تو یہی لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے، جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

اور کافروں کو جہنّم کی طرف ہانکا جائے گا، گروہ در گروہ، حتّٰی کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے، اس کے دروازے کھولے جائیں گے، اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول تشریف نہیں لائے کہ تم پر تمہارے ربّ کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے۔ عرض کریں گے، آئے تو تھے۔ ولیکن کافروں پر کلمۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔

کافروں کو جہنّم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ جو حال پر منکرینِ حق کے ساتھ ہے وہ قیامت کے دن بھی ان کے ساتھ ہوگا۔ اس طرح

Marfat.com

گروہ در گروہ کافروں کو جہنّم کی طرف ہانکا جائے گا۔ سزا کا مقام جہنّم ہے۔ جب کافر یہاں پہنچیں گے، تو جہنّم کے دروازے کھولے جائیں گے، اور مقامِ سزا ان کے سامنے ہوگا۔ جہنّم پر مقرر کردہ داروغے کافروں سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول تشریف نہیں لائے کہ تم پر تمہارے ربّ کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کے بارے میں آگاہ کرتے۔ کافر عرض کریں گے: وہ تو آئے تھے مگر ہم نے ان کی تکذیب کی، اور ہم نے کہا اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ اگر ہم سنتے اور عقل کرتے تو عذاب میں نہ پڑتے۔ شیطان کی پیروی کرنے والوں کے لیے جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

حاصل: مقامِ سزا کا دروازہ مجرمین کے پہنچنے پر کھلتا ہے۔ جس کا حال پر ساتھ ہوگا آخرت میں بھی وہی ساتھی ہوگا۔ جہنّم کے داروغے بھی جو کچھ پوچھیں گے وہ امرِ الٰہی سے پوچھیں گے۔ رسولوں کی تشریف آوری کا بھی مجرمین اعتراف کریں گے، انجام سے آگاہی کا بھی اعتراف کریں گے، اور فرمانِ الٰہی کے پورا ہونے کو بھی دیکھ رہے ہوں گے۔

قِيۡلَ ادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۲﴾

حکم ہوگا۔ ابواب جہنّم میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ کے لیے اس میں رہو۔ تو کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے متکبرین کا۔

جہنّم کے دروازوں میں داخلے کے حکم سے پہلے مذکورہ باتیں ہوں گی، اور کافروں کے اس اعتراف کے بعد کہ ان تک حق پہنچا، انہوں نے اس کو جھٹلایا، اور وہ استکبار کرتے رہے، ان کو جہنّم میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ انہیں یہ بھی بتا دیا جائے گا، کہ یہی تمہارا دائمی ٹھکانا ہے۔ متکبّرین کا ٹھکانا بہت بُرا ہے، کہ وہ دائمی دکھ کا مقام ہے۔

حاصل: کافروں سے اعترافِ جرم کروا کر ان کو جہنّم میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا، اور ان کو بتا دیا جائے گا، یہ تمہارا دائمی ٹھکانا ہے۔ استکبار سے تمام گناہ پیدا ہوتے ہیں، اس لیے فلاح کی طلب ہو تو استکبار سے بچنا ضروری ہے۔

وَسِيۡقَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ اِلَى الۡجَـنَّةِ زُمَرًا‌ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡهَا وَفُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِيۡنَ ﴿۷۳﴾

اور جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے رہے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوں گے، اور ان سے جنّت کے داروغے کہیں گے، سلام ہو تم پر، تم پاک ہو، تو جنت میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے۔

جو لوگ احکامِ الٰہی کو مانتے ہیں، وہی اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور حق کی ادائیگی کے بعد یہ کہتے ہیں: یا اللہ ہمارا رخ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ہمارے حال کو آپ کے اسوۂ حسنہ سے نسبت ہی کیا ہے۔ تو قبول کرے تو یہی تیری مہربانی ہے۔ جن پاک لوگوں کا حال پر ساتھ ہوگا وہی آخرت میں بھی ساتھ ہوں گے، اسطرح پاک لوگوں کو بڑی عزت کے ساتھ جنت کی طرف گروہ در گروہ لایا جائے گا۔ ان لوگوں کو نہ بُرائی مس کرے گی، نہ انہیں غم ہوگا۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازے ان حضرات کے انتظار میں کھلے ہوں

گے، اور ملائکہ ان حضرات کو سلام کہیں گے اور ان سے کہیں گے تم جنت میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے۔

حاصل: پاک لوگوں کی تکریم کا ایک رکن یہ بھی ہے کہ ان کی تشریف آوری سے پہلے ان کی آرام گاہ کے دروازے کھلے ہوں اور خوش آمدید کہنے والے ان کے منتظر ہوں۔ جنت دائمی راحت کا مقام ہے۔

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾

اور وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللہ نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا، کہ ہمیں اس زمین کا وارث کیا، ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں۔ تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔

جنتی حضرات اللہ کا شکر بجالائیں گے، کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا ہے اور انہیں دائمی راحت عطا فرمائی ہے۔ جنت میں رہنے کا شرف، جہاں چاہیں رہنے کی آزادی، خدائی مہمانوں کی شان ہے۔ جنتی حضرات کو وہی ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ صالح عمل کرنے والے جو اجر پائیں گے، وہ ربّ العالمین کی طرف سے ہوگا، جس سے بہتر اجر دینے والا کوئی نہیں ہے۔

حاصل: سکھ عطا کرنے والے مالک کُل کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ دائمی راحت کا مقام اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ اللہ سب سے بہتر اجر دینے والا ہے۔ صالح عمل کرنے والوں کی قدر کرنی چاہیے۔

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع

اور تم ملائکہ کو دیکھو گے، عرش کے گرد حلقہ کئے ہوئے، حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ اور بندوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اور پکار ہوگی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قیامت کے دن ملائکہ عرش الٰہی کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہوں گے۔ حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کر رہے ہوں گے، تقدیس بیان کر رہے ہوں گے۔ اور بندوں کے مابین تمام معاملات کا حق کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا، کسی پر قطعاً کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ جزا کا مقام اس قدر عیاں ہوگا، کہ اللہ کے پاک بندے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ رہے ہوں گے، ملائکہ بھی یہی پڑھ رہے ہوں گے، اور کائنات بیک آواز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھے گی۔

حاصل: اللہ کی شان بیان کرنا بندے کی بھلائی ہے۔ فیصلہ حق کے مطابق ہو تو اللہ کی تائید شاملِ حال ہوتی ہے۔ دنیا میں بھی حق کے مطابق فیصلہ ہو جانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھنا چاہیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد (۴۷) میں فرمایا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

Marfat.com

ایاتہا ۸۵ ﴿۴۰ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ مَکِّیَّۃٌ ۶۰﴾ رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ حروف مقطعات

سورتوں کے ناموں کی حد تک بھی اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ معیار وہی ہے جس کی نبی اکرم ﷺ نے تصدیق فرمائی ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی حروف مقطعات سے ہو رہی ہے۔ یہ حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں، کہ معلمِ قرآن نے یہی تعلیم دی ہے۔ ان کے معانی کا تعین نہیں کیا جاتا، کہ یہ خاموشی کا مقام ہے۔

حاصل: بولنا بھی علم سے ہونا چاہیے، خاموشی بھی علم سے ہونی چاہیے۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۲﴾ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے جو عزیز ہے، علیم ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے۔ وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اس کی نصیحت کو کسی دوسرے کی بات کے مقابل رکھنا، حق کی بے قدری ہوگی۔ اللہ کی کتاب حصولِ عزت کا بہترین ذریعہ ہے، حصولِ علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے مقابل بندہ جس راستے کو بھی اختیار کرے گا، پریشان ہی رہے گا۔

حاصل: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ حصول عزت کے لیے، حصولِ علم کے لیے اسی سے ہدایت لینی چاہیے۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾ جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، شدید عقاب والا، بڑے انعام والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ عزیز وعلیم ہے۔ گناہ ہو جائے تو بندے کو بخش دینا اللہ کی شان ہے۔ بخشش طلب کرتے رہنا اللہ کے بندوں کی طریقت ہے۔ بندہ خلافِ حق کرنے سے رک جائے اور من مانی کرنے سے توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اور توبہ کے عہد کو سچا ثابت کرنے والے کے گناہوں کی نفی کر دیتا ہے۔ جو خلافِ حق کرنے سے باز نہ آئے اس کو سختی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے۔ اللہ کی پکڑ اتنی شدید ہوتی ہے کہ کسی دوسرے کی گرفت سے اس کا تقابل نہیں کیا جا سکتا۔ حق کو مان لینے والوں کے لیے اس کے پاس بے حساب نعمتیں ہیں۔ حضرتِ انسان کی زندگی کے اہم مقامات یہی ہیں۔ گناہوں کا بخشنا بھی اللہ کی شان ہے، توبہ قبول کرنا بھی اللہ کی شان ہے، خلافِ حق کرتے چلے جانے والے کو شدید گرفت میں لینا بھی اللہ کی شان ہے، اور حق کے ماننے والوں کو، وہ جس قدر بھی ہوں، رحمت و برکات سے نوازنا بھی اللہ کی شان ہے۔

Marfat.com

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مذکورہ صفات میں اس کے مقابل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی کی طرف سے سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کا جانا ہوگا۔ ان حقائق کو مان لینے کے بعد حیاتِ دنیا میں من مانی کرنے کا راستہ چھوڑ دینا ہی بندے کے صادق ہونے کا ثبوت ہوگا۔

حاصل: اللہ سے بخشش طلب کرنی چاہئے۔ خلافِ حق کرنے سے توبہ کرنی چاہئے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ یہ یقین رکھنا چاہئے جو اللہ عطا کر سکتا ہے وہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔ ان مقامات پر پورا رہنا، اللہ کو معبود ماننے کا ثبوت ہوگا۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی ہوگی، تو پھر شعوری زندگی میں من مانی کرنا قطعاً بے جا ہوگا۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④

اللہ کی آیات میں وہی لوگ مجادلہ کرتے ہیں جو کافر ہیں۔ تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکہ نہ دے۔

اللہ کی آیات حق ہیں اور اللہ کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہیں۔ یہ ماننے والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہیں۔ جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ظن کو حق کے مقابل وقعت دیتے ہیں، اللہ کی عطا کو اپنی کارکردگی کی بدولت جانتے ہیں اور من مانی کرنے کو بہترین طریقِ زندگی ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی شہروں میں ظاہری شان و شوکت عام بندے کو دھوکے میں ڈال سکتی ہے، کہ خلاف حق کرنے والے لوگ اسے موجیں کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حیاتِ دنیا میں اترانے والے لوگ، آخرت کے مقابل حیات دنیا میں دل لگا کر کج روی اختیار کرنے والے لوگ تو صریحاً گمراہی میں ہیں۔ متاعِ حیات تو یہ دیکھنے کے لیے دی جاتی ہے کہ اسکا استعمال کس طرح کیا جاتا ہے، کون رخ کو درست رکھتا ہے، اور کون رخ کو درست نہیں رکھتا۔

حاصل: حکمِ الٰہی کے مطابق رہنا مومن کی شان ہے، اللہ کی آیات میں مجادلہ کرنا کفر ہے۔ زینت حیاتِ دنیا اور ظاہری شان و شوکت کسی کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے۔ جس قدر توفیق دی گئی ہے، اسی قدر پوچھ بھی ہوگی۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤

ان سے قبل قومِ نوح نے اور ان کے بعد کے گروہوں نے تکذیب کی، اور ہر امت نے اپنے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا، اور حق کو پسپا کرنے کے لیے بالباطل مجادلہ کیا۔ تو میں نے انہیں پکڑا۔ پھر کیسی ہوئی میری پکڑ۔

شہروں میں ظاہری شان و شوکت سے دندناتے پھرتے کافر پہلے بھی ہوئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بھی بڑے وسائل رکھتی تھی۔ عاد اور ثمود بھی زینتِ حیات دنیا پر اترانے والے لوگ تھے۔ یہ لوگ حق کو جھٹلاتے رہے۔ ان کا انجام تباہی ہی ہوا۔ جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا، ان لوگوں نے اس رسول کی تکذیب کی تو اللہ نے اگلوں سے پچھلوں کو ملا دیا، اور انہیں کہانیاں کر ڈالا۔ ہر امت نے اللہ کے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا۔ حق کے پسپا کرنے کے لیے پورا پورا زور لگایا۔ مجادلے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف سے ان پر گرفت آئی، تو وہ ایسے مٹا دیے گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

حاصل: کافروں کی ظاہری شان وشوکت سے مرعوب نہیں ہونا چاہے۔ حق کی تکذیب کرنے والوں کا انجام تباہی وبربادی ہی ہوتا ہے۔ اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے، اور ہر مقام پر پاک رہنا چاہئے۔ سلامتی کے رخ پر رہنے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٦﴾

اسی طرح تمہارے ربّ کی بات، ان لوگوں کے لیے جو کافر ہو چکے ہیں، حق ہے کہ وہ دوزخ والے ہیں۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم / وقف لازم

کافروں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے بن جائیں گے، اور انہیں حق کے مقابل غلبہ حاصل ہو جائے گا، ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے رہنے کی۔ جو لوگ کفر کو اپنی شناخت بنا چکے ہیں، وہ اس راستے پر پڑ چکے ہیں، جو جہنّم میں ختم ہوتا ہے۔

حاصل: کفر کا انجام یقیناً جہنّم ہے۔ بھلائی کا رُخ اختیار کرنے کے لیے دیئے گئے وقت میں ہی اصلاحِ حال ممکن ہوتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٧﴾

وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اے ربّ ہمارے تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر وسیع ہے، تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے، اور انہیں آگ کے عذاب سے بچا۔

عرش الٰہی کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کرتے ہیں، اس کی تقدیس بیان کرتے ہیں، اللہ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہیں، اور اللہ کی مشیت کو ادب سے مانتے ہیں۔ ایمان والے لوگوں کے لیے ان کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے ربّ تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر وسیع ہے۔ تیری رحمت اور تیرے کرم سے ہی ہر مقام پر پورا رہنا ممکن ہوتا ہے۔ تو ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ تو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی، من مانی کرنے کو چھوڑ دیا اور تیری راہ کو اختیار کیا، تیری طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کیا۔ ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دے، اور انہیں دوزخ کی آگ سے بچا۔ مقرب فرشتوں کی دعا سے یہ روشن ہوتا ہے، کہ اللہ کے نزدیک خیر کا رخ رکھنے والوں کی کتنی اہمیت ہے۔

Marfat.com

حاصل: اللہ کے مقربؔ فرشتے حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کرتے ہیں، اور ایمان والے لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ توبہ کرنے والے اللہ کی راہ پر چل کر ہی اپنی صداقت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ صادق لوگ آگ کے عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔

رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣ الَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۙ﴿۸﴾

اے ربّ ہمارے انہیں رہنے کے باغوں میں داخل فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا تھا، اور ان کے آباء و ازواج اور اولاد کو بھی، جو صالح ہوں۔ بے شک تو عزیز ہے حکیم ہے۔

اللہ کے مقرب فرشتے توبہ کرنے والوں کے لیے، حق کا اتباع کرنے والوں کے لیے، بخشش کی دعا کرنے کے بعد اپنے ربّ سے یہ درخواست کریں گے: کہ اے ربّ ہمارے ان لوگوں کو بسنے کے باغوں میں داخل فرما، جن کا تو نے اپنے پاک بندوں سے وعدہ کیا تھا، اور ان لوگوں کے آباء کو بھی یہاں لا، ان کی ازواج کو بھی یہاں لا اور ان کی اولاد کو بھی یہاں لا جو صالحین کے رخ پر رہے ہوں۔ اللہ عزیز ہے، وہی عزت بڑھا سکتا ہے، حکیم ہے، وہی دکھ کو سکھ میں بدل سکتا ہے۔

حاصل: اپنے ربّ سے دعا کرنے میں بندگی کا جو اظہار ہوتا ہے، وہ کسی دوسری صورت میں نہیں ہوتا، اس لیے دعا کرنے کا یہی طریقہ احسن ہے۔ آباء، ازواج اور ذرّیت میں سے تعلق انہی کے ساتھ ہوگا جو صالحین کے رخ پر ہوں گے۔ ربّ العالمین عزیز و حکیم ہے۔

وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنۡ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۹﴾ ع ۹

اور انہیں برائیوں سے بچا۔ اور جسے تو برائیوں سے بچا لے اس دن تو بے شک اس پر تو نے رحم فرمایا۔ اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

برائیوں کے انجام اور نتائج سے بندے کو بچانا، عزیز و حکیم کی شان ہے، اور جس پر رب العالمین کا رحم ہوگا، وہی کوتاہیوں کے نتائج سے بچایا جائے گا۔ کوتاہی بندے سے ہو جاتی ہے، نتائج اعمال سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا رخ صالحین کا ہوگا، اس کی کوتاہیوں کے نتائج سے اس کو بچانا رب العالمین کی شان ہے۔ جس کو اللہ نے اپنے رحم سے نوازا، اسی نے عظیم کامیابی پائی۔

حاصل: برائی سے بچنا چاہیے۔ کوتاہی بندے سے ہو جاتی ہے۔ کوتاہی کے نتائج سے اللہ ہی بچا سکتا ہے جو ہمارا ربّ ہے۔ جس پر اللہ کا رحم ہوا، اسے عظیم کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت پر اپنا استحقاق نہیں ثابت کیا جا سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء (۱۷) میں فرمایا ہے۔ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِكُمۡ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا ﴿۲۵﴾ تمہارا ربّ خوب جانتا ہے، جو تمہارے نفوس میں ہے۔ اگر تم صالح ہوئے تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰

بے شک کافروں کو ندا کی جائے گی، کہ اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے، جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو۔ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے۔

کافروں کی صفات یہ ہیں کہ جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جائے تو سنتے ہی نہیں، اور حق سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ قیامت کے دن کافر اپنے آپ سے بیزار ہوں گے۔ اس وقت ان کو یہ آواز دی جائے گی، کہ اللہ تم سے بہت زیادہ بیزار ہے، جیسے تم اپنی جان سے بیزار ہو۔ جب تمہیں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی، تو تم اس کا انکار کرتے تھے، اس دعوت سے بیزار ہوتے تھے، آج تم اپنے اعمال کے نتائج کو دیکھ رہے ہو۔ حیاتِ دنیا میں اللہ لوگوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ گناہوں کو بخشنا، توبہ قبول کرنا، مہلت دینا اور اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے، اس لیے اللہ کی بیزاری حال سے تعلق نہیں رکھتی۔

حاصل: کافر حق کو سن کر اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ اپنے آپ سے بیزار ہوں گے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کرے گا۔

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝۱۱

عرض کریں گے۔ اے ربّ ہمارے تو نے ہمیں دو بار موت دی، دو بار حیات دی، تو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے، پھر یہاں سے خروج کی کوئی سبیل ہے۔

حیاتِ دنیا سے پہلے کی حالت کو بھی قرآنِ پاک نے موت کا نام دیا ہے۔ یہ فرمایا گیا ہے: تم کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو، تم مُردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں موت دی، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تمہیں اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کافر قیامت کے دن یہ عرض کریں گے: اے ربّ ہمارے تو نے ہمیں دو بار موت دی دو بار حیات دی، تو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے، اب اس مقام سزا سے نکلنے کی کوئی راہ مل سکتی ہے۔ گناہوں کا اعتراف اسی صورت میں فائدہ دیتا ہے، جب عملاً اپنے آپ کو سچا ثابت کیا جاسکتا ہو۔

حاصل: موت و حیات کو یہ دیکھنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے کہ کون حق کو مانتا ہے، کون نہیں مانتا۔ اعترافِ گناہ اسی صورت میں فائدہ دیتا ہے، جب عمل کے لیے دیا گیا وقت موجود ہو۔ جہنم سے بچنے کا راستہ بتانے کے لیے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا جاتا ہے اس سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ حال پر ہی اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ۝۱۲

یہ اس لیے ہوا کہ جب محض اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے، اور کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جاتا، تو تم مان لیتے تھے۔ تو اب حکم اللہ ہی کا ہے جو سب سے اعلیٰ اور بڑا ہے۔

Marfat.com

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، جب ان کے سامنے اللہ کی وحدانیت کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل سمٹ جاتے ہیں، اور جب ان لوگوں کے سامنے اللہ کے مقابل غیروں کا ذکر ہوتا ہے تو وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ نظر آئے گا، کہ یوم الدین کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ نہ کوئی مرتبے میں اس جیسا ہے نہ کوئی بڑائی کے لحاظ سے اس جیسا ہے۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے، سب اسی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اللہ کے حکم کی یہ شان ہے کہ ہر شے ادب سے اس کو ماننے کے لیے تیار ہے۔

حاصل: اللہ کو ایک ماننے سے ہی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ مشرک کبھی یکسو نہیں ہوتے۔ یوم الدین کا مالک اللہ ہے، اس کے حکم کے مقابل کسی بات کو اہمیت دینا ایسے خسارے میں پڑنے کی صورت ہے، جس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہو گی۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾

وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے۔ اور اس کی طرف رجوع لانے والے ہی نصیحت کو مانتے ہیں۔

اللہ کی قدرت کا مشاہدہ بہر حال ہوتا رہتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بندوں کو اپنی حیثیت کا تعین کرنے میں کوئی مشکل نہیں پیش آتی۔ رزق دینا بھی اللہ کی شان ہے۔ وہ ہر ایک کو پالتا ہے اور اپنے علم سے پالتا ہے۔ جو رزق اللہ عطا کرتا ہے وہی بندے کے لیے مفید ہوتا ہے، وہی پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نصیحت بھیجی گئی ہے، اس کے بہترین ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے، مگر اس نصیحت سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو طلب ہدایت رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں۔

حاصل: اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر استقامت کے ساتھ راہِ حق پر رہنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ رزق اللہ عطا کرتا ہے۔ جو حدود اللہ کا احترام کرتے ہوئے عطاء الٰہی کو پورا جانتا ہے، اسے بے چینی نہیں ہوتی۔ بہترین نصیحت قرآنِ پاک ہی ہے، مگر فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو طلبِ ہدایت رکھتے ہیں۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو اللہ ہی کی دعوت دو، خالص اسی کے دین کے ہو کر، اور اگرچہ کافروں کو اس سے کراہت ہو۔

اللہ کی طرف بلانے والے، حکم خداوندی کو مان کر دکھاتے ہیں۔ ان کا دین خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ منکرین کی تضحیک و استہزاء اور عداوت بھی ان کی استقامت پر اثر انداز نہیں ہوتی، اور ماننے والوں کی کثرت پر بھی انہیں فخر نہیں ہوتا۔ وہ اپنا حق ادا کرنے پر نظر رکھتے ہیں، اور حق کی ادائیگی میں اللہ کی رضا ہی مقصود ہوتی ہے۔ کافروں کو یکسوئی سے ہمیشہ کراہت ہوتی ہے، مگر یکسوئی ہی اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

حاصل: اللہ کی طرف بلانے والے کو، خالصتاً اللہ کے دین کا ہو جانا چاہیے۔ کافروں کو یک سوئی سے ہمیشہ

Marfat.com

کراہت ہوتی ہے، مخلص اور حنیف کو اس نشانی سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۟ۙ ﴿۱۵﴾

درجات میں رفعت دینے والا، عرش کا مالک، اپنے امر سے روح کو القا فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے۔

درجات میں بلندی عطا کرنا اللہ کا کام ہے اور اللہ کا کام بڑی حکمت اور بڑے علم سے ہوتا ہے۔ عرش کا مالک اللہ ہے۔ اللہ جس کا درجہ بلند کرے، اس کے درجے کو کم کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ بلندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورتِ علم القا کی جاتی ہے، اور جس کو یہ بلند درجہ عطا ہو وہ لائقِ احترام ہو جاتا ہے۔ جس کو اللہ یہ بلند درجہ عطا کرنا چاہے تو اسی کو عطا ہوتا ہے۔ اللہ کا فیصلہ ہمیشہ حکمت سے ہوتا ہے، علم سے ہوتا ہے۔ بلند درجے والے صاحبِ علم کو جو فضیلت عطا کی جاتی ہے، اس کا منشاء یہی ہوتا ہے، کہ وہ لوگوں کو جزا کے دن سے خوب آگاہ کر دے، اللہ کے حضور پیش ہونے کا یقین دلائے، اور خلافِ حق کرنے سے ڈرائے۔

حاصل: درجات کو بلند کرنا اللہ کی شان ہے، کہ اللہ عرش کا مالک ہے۔ جس کو عرش کا مالک رفعت عطا کر دے اس کے درجے کو کم کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ جس کا درجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند کیا جائے، وہ جزا کا یقین دلاتے ہوئے اللہ کے حضور پیشی کو روشن کرتا رہتا ہے، یہ عطاءِ الٰہی ہوتی ہی تقسیم کے لیے ہے۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

جس دن وہ نکل کھڑے ہوں گے، اللہ پر ان کی کوئی شے مخفی نہ ہوگی۔ آج بادشاہی کس کی ہے۔ اللہ کی ہے جو واحد ہے، قہار ہے۔

ملاقات کے دن کے متعلق فرمایا گیا ہے، کہ لوگ قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے، اور منکرینِ حق پر وہ دن بڑا بھاری ہوگا۔ جن حقائق کو وہ جھٹلاتے رہے تھے وہ ان کے سامنے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واضح کر دیا جائے گا، کہ منکرین نے جو کچھ کیا وہ اللہ کے سامنے کیا، کہ اللہ سے مخفی کچھ ہوتا ہی نہیں۔ قیامت کے دن منکرینِ حق یہ دیکھ لیں گے کہ اللہ پر انکی کوئی شے مخفی نہیں ہے، اس وقت یہ سوال سنائی دے گا، کہ آج بادشاہی کس کی ہے۔ منکرینِ حق یہ جواب دیں گے، کہ اللہ کی ہے جو واحد ہے اور قہار ہے۔ اس دن اللہ کے ایک ہونے کو مان لیا جائے گا، اور پوری پوری جزا دینے والا بھی مان لیا جائے گا۔

حاصل: ملاقات کے دن منکرینِ حق بھی اللہ کی بادشاہی کو تسلیم کر لیں گے، مگر تسلیم تو وہی فائدہ دے سکتی ہے جو حال پر ہو۔ جو خلافِ حق کرتے ہیں، انہیں اللہ کے قہر سے واسطہ ہوگا۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

آج ہر نفس اپنے کسب کی جزا پائے گا۔ آج ظلم نہ ہوگا۔ بے شک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

Marfat.com

یہ شاہدین کی شہادت ہوگی۔ حیاتِ دنیا میں جو کچھ وہ کہتے رہے، حیاتِ آخرت میں وہی مشاہدے میں آئے گا، تو وہ اپنی شہادت کو روشن کرتے ہوئے یہ کہیں گے: آج ہر نفس اپنے کئے کی جزا پائے گا، آج ظلم نہیں ہوگا، اور اللہ کو حساب کرنے میں دیر تو لگتی ہی نہیں۔ اس دن کوئی جان کسی دوسرے کا بدلہ نہیں ہوسکے گی، کسی منکرحق کی شفاعت نہ ہوگی، کسی منکرِ حق کی نصرت نہ ہوگی، اور اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا ممکن نہ ہوگا۔ ایمان والوں کو حال پر بتادیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں، اور ہر نفس یہ دیکھے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے۔

حاصل: اللہ سے ملاقات کے دن کو مان لیا جائے، تو پھر خلاف حق کرنے کا مقام ہی کہاں رہتا ہے۔ ظلم کرنے والے اپنے کئے کی جزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ اللہ کو حساب کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَى الۡحَنَاجِرِ كٰظِمِيۡنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ ؕ ﴿۱۸﴾

اور انہیں ڈرایئے اس نزدیک آنے والے دن سے جب قلوب غم سے بھرے ہوئے ہوں گے اور حلق تک پہنچ جائیں گے۔ اور ظالمین کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنے والا جس کا کہا مانا جائے۔

شاہد کو ڈر سنانے کا جو مرتبہ عطا فرمایا گیا ہے، اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرایئے۔ اس دن منکرینِ حق کے دل غم سے بھرے ہوئے ہوں گے، اور غم سے ان کے دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور آنکھیں پھر جائیں گی۔ شدتِ غم کی انتہا ہوگی۔ اس دن ظالمین کوئی دوست نہ پائیں گے، کوئی شفاعت کرنے والا نہ پائیں گے۔ اللہ کے دوست کو دوست نہ بنانے والے، اس دن بہت افسوس کریں گے۔ اس دن ان کی شفاعت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے گہرے دوست ان کے دشمن ہوجائیں گے۔

حاصل: قیامت کے دن سے ڈرانا شاہد کا کام ہے۔ شدّتِ غم سے قلب، قیامت کے دن حلق تک آجائیں گے۔ جو تعلق پاکیزگی پر قائم نہ ہو وہ بے حقیقت ہوتا ہے، اس لیے قیامت کے دن ظالمین کا کوئی دوست نہ ہوگا، شفاعت تو بعد کی بات ہے۔

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ ﴿۱۹﴾

وہ آنکھوں کی خیانت کا بھی علم رکھتا ہے اور سینوں میں مخفی بھیدوں کا بھی علم رکھتا ہے۔

جزا دینے والے، مالک یوم الدین کے علم کی شان یہ ہے، کہ وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے، سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اعمال کو بھی جانتا ہے۔ ہر کسی کے عمل کے پیچھے اس کی نیت کو جاننے والے کی طرف سے جو فیصلہ کیا جائے گا، وہ پورا ہوگا۔

حاصل: ہماری آنکھوں کو حق کے مطابق رہنا چاہیے۔ ہمارے سینوں کو بھی حق کے مطابق رہنا چاہئے۔ ہماری خلوت پاک ہوگی تو جلوت درست ہوگی۔ جزا دینے والے سے کچھ مخفی نہیں ہوتا۔ جزا کا یقین ہو تو پھر خلاف حق کرنے کا خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۚ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۱ ۷

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اور جن کو اللہ کے مقابل یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کریں گے۔ بے شک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

حق اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ قیامت کے دن اسی معیار سے فیصلہ کیا جائے گا۔ فیصلہ کرنے والا اللہ ہی ہوگا، کہ اس دن بادشاہی اسی واحد وقہار کی ہوگی۔ جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، ان کے پاس تو کسی فیصلے کا اختیار ہی نہیں ہوگا۔ ان کو معبود ماننا تو اپنے آپ کو صریحاً دھوکے میں ڈالنا ہے۔ معبود کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کی سنتا ہے، ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو یہ دعویٰ ہی زیب نہیں دیتا کہ وہ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ اس لیے ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دینے والا اللہ ہی ہے۔

حاصل: فیصلہ وہی درست ہے جو حق کے حوالے سے ہو۔ معبود کی شان ہے کہ وہ توفیق دیتا ہے، مہلت دیتا ہے، حق کی ادائیگی کا نمونہ دکھاتا ہے، حجت پوری کرتا ہے اور قیامت کے دن حق کے ساتھ فیصلہ کردے گا۔ وہی ہر ایک کی سنتا ہے، وہی ہر ایک کو دیکھتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور (۲۴) میں فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اور کافروں کے اعمال ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتی ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو وہاں کچھ نہ پائے، اور اللہ کو قریب پائے تو اللہ اس کا حساب پورا بھر دے۔ اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾

تو کیا انہوں نے زمین میں سیر نہ کی کہ نظر کرتے کہ ان سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔ وہ قوت و آثار کے لحاظ سے جو وہ زمین میں چھوڑ گئے، ان سے اشد تھے۔ تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑا، اور کوئی انہیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوا۔

ماضی کو دیکھنا، حال کو درست رکھنے میں بڑی مدد دے سکتا ہے، اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے راہِ راست پر ہونے کا یقین حاصل کیا جائے۔ زمین میں سیر کر کے پہلے لوگوں کے آثارِ قدیمہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے آثار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا کرتے تھے، اور وہ کس انجام کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ سند نازل فرمائی ہے کہ وہ موجود لوگوں کے مقابل بڑی قوت والے تھے۔ زمین میں ان کے آثارِ قدیمہ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ماضی میں منکرینِ حق کو ان کے گناہوں پر پکڑا گیا، تو وہ کچھ بھی نہ کر سکے اور کوئی ان کی مدد کو بھی نہ آیا، کوئی انہیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوا۔ جو بھی خلافِ حق کرے وہ اپنی گرفت کا سامان کر رہا ہوتا ہے، حجت اللہ تعالیٰ کی طرف

Marfat.com

سے ضرور پوری کی جاتی ہے، کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ کی پکڑ سے بے پرواہی صرف جہالت کا ثبوت ہی ہو سکتی ہے۔

حاصل: زمین میں سیر کرنی چاہئے، کہ پہلے لوگوں کے انجام سے آگاہی ہو۔ ان کے آثارِ قدیمہ سے ان کے کاموں کا پتہ چلتا ہے۔ جب بڑی قوت والے خلافِ حق کرنے کے انجام سے بچ نہیں سکے، تو پھر کم قوت والوں کو خلاف حق کرنے کے انجام سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آتے رہے، پھر وہ ان کا انکار کرتے رہے، تو اللہ نے انہیں پکڑا۔ بے شک وہ قوت والا، شدید عقاب والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، خلافِ حق کرنے والے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ جو خلافِ حق کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قوت انہیں کسی ناگہانی صورت سے بچا لے گی، اس لیے وہ استکبار میں بڑھتے جاتے ہیں۔ ماضی میں بھی یہی ہوا ہے، کہ اللہ کے رسول روشن نشانیوں کے ساتھ تشریف لاتے رہے، مکذّبین ان کا انکار کرتے رہے۔ روشن نشانیوں کو دیکھ کر حق کا انکار کرنے والے، اتمامِ حجت کے بعد پکڑ لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اتنی قوت والا ہے، اتنی شدید پکڑ والا ہے کہ اسے عاجز کرنا ممکن ہی نہیں۔

حاصل: روشن نشانیوں کا انکار باعثِ عذابِ الٰہی ہوتا رہا ہے۔ اللہ کی قوت اور اس کے شدید عقاب کے سامنے کسی عددی قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اس کے سامنے وسائل کی کثرت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲۳﴾

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور روشن سند کے ساتھ بھیجا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت یہ بتا دیا گیا، کہ تم دونوں اور جو تمہارا اتباع کریں گے، غالب رہیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ کچھ عطا فرمایا گیا، جو اس زمانے کے علوم پر علمِ الٰہی کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے ضروری تھا۔ ایک ایک مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت روشن ہوتی رہی۔ جب فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے والے بڑے بڑے علم والے جادوگر اکٹھے کر لیے، آپ نے حکمِ الٰہی سے اپنا عصا ڈالا جو ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا، تو وہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ربّ پر ایمان لے آئے۔ جس روشن سند کو دیکھ کر جادوگر ایمان لائے تو وہ روشن سند سب نے دیکھی، مگر ایمان وہی لائے، جو حق کی فضیلت کو مان گئے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسلین کو وہ کچھ عطا ہوتا رہا ہے، جو حق کو روشن کرنے کے لیے ضروری تھا۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، تو وہ کہنے لگے ساحر و کذّاب ہے۔

Marfat.com

فرعون اور ہامان تو ہم قوم تھے، قارون بنی اسرائیل سے تھا۔ ان سب میں قدر مشترک وسعتِ مال تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں یہ کہا کہ انہیں میرے ساتھ بھیج دیا جائے، تو فرعون نے کہا کہ تم اپنی صداقت کی سند لاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا، جو فوراً اژدھا بن گیا، اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے جگمگانے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانیوں کو دیکھ کر ان لوگوں نے آپ کو علم والا جادوگر کہا اور جھوٹا کہا۔ جادوگر اس لیے کہا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ حیران کن تھا، اور جھوٹا اس لیے کہا کہ مال کی حق کے مطابق تقسیم کو ماننے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔

حاصل: وسعتِ مال پر فخر کرنے والے، تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کی روشن نشانیاں دیکھ کر بھی اسے ساحرو کذّاب ہی کہتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۲۵

تو جب آپ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لائے، انہوں نے کہا جو لوگ آپ پر ایمان لائیں ان کے بیٹوں کو قتل کرو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔ اور کافروں کی چال ناکام ہوئی۔

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے یہ فیصلہ کیا، کہ بنی اسرائیل کو غلامی کے دائرے سے نکلنے نہ دیا جائے۔ اس کے لیے طریقہ یہ اختیار کیا جائے کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے آپ کی خدمت میں یہ گزارش کی کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی ہمیں ایذا دی گئی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی ہمیں ایذا دی جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عن قریب تمہارا ربّ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور تمہیں زمین میں خلافت دے گا، پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔ کافروں نے جو چال چلی وہ ناکام ہی ہوئی، اور وہی ہوا جس سے انہیں آگاہ کیا جا چکا تھا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ انسانی تجویزیں حق کے مقابل ہمیشہ ناکام رہتی ہیں۔ ہمارا رخ ہمیشہ درست ہونا چاہیے کہ اسی میں فلاحِ دارین ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۲۶

اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑو، کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کردوں اور وہ اپنے ربّ کو پکارے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں فساد نہ پھیلا دے۔

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو خطرات نظر آرہے تھے، وہ دوسرے لوگوں کو ان کا قائل کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے درباری اس کے ساتھ خدشات کی حد تک متفق ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے انتہائی قدم اٹھانے کو درست نہیں جانتے تھے۔ فرعون نے کہا، تم لوگ مجھے چھوڑو، کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کردوں اور وہ اپنی مدد کے لیے اپنے ربّ کو پکارے۔ اس سے کم اس دکھ کو

Marfat.com

دور کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات لوگوں کی توجہ کا مرکز تو بن ہی گئی تھی، اس لیے فرعون کو یہ دو خطرات نظر آئے، کہ لوگ ان کے دین کو قبول کرنے لگ گئے تو اس کا اقتدار ختم ہو جائے گا، اور اگر انہوں نے حاکم و محکوم کے درمیان فاصلوں کو کم کرنے کے لیے تحریک چلا دی تو ملک میں امن تباہ ہو جائے گا۔

حاصل: فرعون صفت لوگ بھی اپنے درباریوں کی رائے کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لیے لوگوں کے سامنے ان کی غرض و غایت کا جال پھیلا دیتے ہیں۔

وَقَالَ مُوسَىٰٓ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ ع ۳ ۸

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے اور اپنے ربّ کی پناہ لیتا ہوں، ہر متکبّر سے جو یومِ حساب پر ایمان نہیں لاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی بات سے خائف نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس ربّ کو میں پکارتا ہوں وہی تمہارا بھی ربّ ہے، اور میں تمہارے اور اپنے ربّ کی پناہ لیتا ہوں، اس سے بڑی کوئی پناہ نہیں ہے، ہر متکبر سے جو یومِ حساب پر ایمان نہیں لاتا، (اسے جو متاع بھی حاصل ہو) وہ اپنے ربّ کی پناہ پکڑنے والوں کو مغلوب نہیں کر سکتا۔

حاصل: منکرینِ حق کے تکلیف دہ کلمات کا جواب بطریقِ احسن دینا چاہیے۔ یومِ حساب پر ایمان رکھنے والے کو تکبّر کی بات کب زیب دیتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج (۲۲) میں ارشاد فرمایا ہے: وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ اور موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہوئی، تو میں نے کافروں کو مہلت دی، پھر انہیں پکڑا، تو کیسا ہوا میرا انکار۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾

اور آلِ فرعون سے ایک مردِ مومن نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہا، کیا تم ایک صاحب کو اس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو، کہ وہ کہتے ہیں میرا ربّ اللہ ہے، اور بے شک وہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے روشن نشانیاں لائے۔ اگر وہ کاذب ہیں تو ان کا کذب انہی پر پڑے گا، اور اگر وہ صادق ہیں تو تمہیں پہنچے گا وہ کچھ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو مسرف و کذّاب ہو۔

Marfat.com

فرعون نے جب آلِ فرعون کے اکابرین سے یہ بات کی کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو راستے سے ہٹانا ضروری ہو گیا ہے، تو آلِ فرعون سے ایک صاحب نے جو اس وقت تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے یہ کہا، کہ اس بنا پر ایک صاحب کو قتل کرنا کہ وہ کہتے ہیں میرا ربّ اللہ ہے، کیا معنی رکھتا ہے۔ عقیدے سے جبر کا تو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ صاحب ربّ العالمین کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اپنے دعوے کے ساتھ روشن نشانیاں دکھا چکے ہیں، اب ان کے دعوے کو جھٹلانا کیسے درست ہوگا۔ اگر اسی بات پر اصرار کیا جائے کہ وہ کاذب ہیں، تو پھر ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت ہی نہیں، ان کا کذب ہی انہیں مٹا دے گا۔ اور اگر وہ صادق ہیں، تو پھر جس عذاب سے وہ ڈرا رہے ہیں وہ آ کر رہے گا، اور اس عذاب سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا۔ اللہ سیدھی راہ اسی کو سجھاتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو۔ جو اسراف کرتا ہو اور جھوٹ گھڑتا ہو اسے کبھی ہدایت نہیں ملتی۔

حاصل: جب تبلیغِ حق کرنے والوں کے خاتمے کے مشورے ہونے لگیں تو اس وقت اپنے ایمان کو مخفی نہیں رکھنا چاہئے۔ بات حقائق کی روشنی میں ہونی چاہئے، امکانات کے حوالے سے ہونی چاہیے۔ اسراف اور کذب سے بچنا، ہدایت پانے کے لیے ضروری ہے۔

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

اے میری قوم آج اقتدار تمہارے پاس ہے۔ تم ملک میں غالب ہو، تو کون اللہ کے عذاب کے سامنے ہماری نصرت کرے گا، اگر وہ ہم پر آ گیا۔ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں، اور میں سیدھی راہ کی طرف ہی تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

آلِ فرعون سے مردِ مومن نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا: آج حکومت تمہارے پاس ہے، تم ملک میں غالب ہو، اس لیے تم اس آگاہی کو وقعت نہیں دے رہے جو عذابِ الٰہی کے حوالے سے تمہیں دی گئی ہے۔ اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا، تو کون اس عذاب کے سامنے ہماری مدد کرے گا، کون ہمیں عبرتناک انجام سے بچا سکے گا۔ یہ باتیں سن کر فرعون کو احساس ہوا کہ اس مدلل گفتگو کے جواب میں کچھ کہنا ضروری ہے، ورنہ میری قوم میری سیادت کو درست ماننے سے ہی انکار کر دے گی۔ اس لیے اس نے کہا: اے میری قوم میں تمہیں اپنی سوچی سمجھی رائے بتاتا ہوں، اور تمہیں وہی بتاتا ہوں جس میں تمہاری بھلائی دیکھتا ہوں۔ فرعون نے مردِ مومن کے بیان کردہ حقائق کے جواب میں بالکل بے سند باتیں کیں۔

حاصل: اقتدار کی موجودگی میں یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ ہم سلامتی کی راہ پر ہیں یا تباہی کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔ اللہ کے عذاب کے سامنے ٹھہرنا کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا۔ فرعون صفت لوگوں کی باتیں بے سند ہی ہوتی ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

اور ایمان والے صاحب نے کہا، اے میری قوم مجھے ڈر ہے تم پر اسی طرح عذاب آئے گا، جس طرح اگلے گروہوں پر آیا۔

Marfat.com

آلِ فرعون سے ایمان والے صاحب نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا: کہ اے میری قوم تم نے جو روش اختیار کی ہے، اس سے تم عذاب میں پکڑ لیے جاؤ گے، جس طرح پہلے خلافِ حق کرنے والے گروہ عذاب میں پکڑ لیے گئے۔ جب تمہارا حال عذاب پانے والوں کی مثل ہے تو تمہارا مستقبل بھی انہیں کی مثل ہوگا۔

حاصل: جو لوگ خسارے کے راہ پر جا رہے ہوں انہیں عذابِ الٰہی سے آگاہ کرنا ایمان والوں کے ذمّے ہوتا ہے۔

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

ویسا ہی عذاب جو قومِ نوح اور عاد و ثمود پر آیا، اور ان کے بعد والے لوگوں پر آیا۔ اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔

قومِ نوح نے حق کو جھٹلایا، اور حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب لے آئیں جس کا آپ وعدہ دیتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے عاد والوں سے یہ کہا کہ تم لوگ تباہی کے راستے پر پڑ چکے ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ پھر وہی ہوا جس سے ان کو آگاہ کیا گیا تھا۔ ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ نے منکرینِ حق کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا تو منکرین نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں جس کو برائی سے مس نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور کہنے لگے، وہ عذاب آتا کیوں نہیں جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ عذاب آیا اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیے گئے۔ اس کے بعد بھی منکرینِ حق اپنے کیے کے انجام کو پہنچتے رہے۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم ہو، وہ خود ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

حاصل: جس قوم میں منکرینِ حق کی صفات پائی جائیں گی، اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم ہو، لوگ خود ہی خسارے کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ۙ

اور اے میری قوم مجھے تم پر اس دن کے آنے کا ڈر ہے، جس دن پکار مچے گی۔

ایمان والے صاحب نے آلِ فرعون کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم تم لوگ جس رخ پر جا رہے ہو، یقیناً تم عذابِ الٰہی میں پکڑ لیے جاؤ گے۔ اس دن تم بہت ہانک پکار کرو گے، بہت شور کرو گے مگر عمل کے لیے دیا گیا وقت ختم ہو چکا ہوگا، توبہ کا دروازہ تمہارے لیے بند ہو چکا ہوگا، تمہاری کوئی بات سنی نہیں جائے گی، اور تم مٹا کر رکھ دیے جاؤ گے۔

حاصل: انجام سے آگاہ کرنا بہت بڑی خدمت ہے، اور لوگوں کی بھلائی چاہنے والے ہی اس خدمت کو سرانجام دیتے ہیں۔

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، کوئی تمہیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

Marfat.com

عذاب الٰہی کے آنے سے پہلے عمل کے لیے دی گئی مہلت میں ہی اصلاح کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ عذاب الٰہی کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ اللہ کی پکڑ سے کوئی بچ کر کہاں جائے گا۔ ایمان والے صاحب نے آل فرعون کو ان کے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا، کہ تم لوگ جس منزل کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہو، وہ عذاب الٰہی ہے۔ جب وہ تمہارے سامنے ہوگا، تو تم اس کو دیکھ کر پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، مگر کوئی تمہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکے گا۔ تم لوگ فسوق میں پڑ چکے ہو، اور اللہ فاسقین کو گمراہ کردیتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کردے، اسے ہدایت دینا ممکن ہی نہیں ہوتا۔

حاصل: عذابِ الٰہی ہی منکرینِ حق کے لیے منزل کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کو دیکھ کر ظالم پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں، مگر عذابِ الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اللہ فاسق لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ منافق ہی فاسق ہوتے ہیں، اور انہیں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ ۝۳۴

اور بے شک اس سے قبل یوسف علیہ السلام تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو تم نے ان کے لائے ہوئے میں شک ہی کیا۔ حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہوئی تو تم نے کہا کہ ان کے بعد اللہ کوئی رسول مبعوث نہیں فرمائے گا۔ اللہ اسی طرح اسراف کرنے والے، شک کرنے والے کو گمراہ کردیتا ہے۔

آل فرعون سے مردِ مومن اب ماضی کے حوالے سے بات کر رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے، کہ ان کی رسالت پر بھی شک ہی کیا گیا تھا۔ تمام عمر وہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے اور حسنِ عمل کا نمونہ بن کر دکھاتے رہے مگر ان سے نور ہدایت نہ لیا گیا، اور اس بے قدری کا احساس ان کے وصال پر ہوا۔ پھر تم یہ بھی کہتے رہے کہ اب اللہ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ تمہاری نامرادی تمہارے لیے پریشان کن ہوگئی۔ جو حق کو ماننے کا دعویٰ بھی کرے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز بھی کرے وہ اسراف کر رہا ہوتا ہے۔ جو ناصحین سے محبت نہ رکھتا ہو وہ شک میں مبتلا ہوتا جاتا ہے۔ اسراف کرنے والے اور شک کرنے والے کا گمراہ ہوجانا لازم ہے۔

حاصل: حال پر عطاءِ الٰہی کی ناشکری ہورہی ہو تو ماضی سے بھی اسی رویے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ناشکری کا انجام ندامت ہی ہوتا ہے۔ اسراف کرنے والے اور شک کرنے والے، گمراہی سے بچ نہیں سکتے۔

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵

وہ جو اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں بغیر سند کے جو انہیں ملی ہو۔ یہ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک بڑی بیزاری کی بات ہے۔ اسی طرح اللہ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر مہر کردیتا ہے۔

Marfat.com

طلب ہدایت نہ رکھنے والے اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔ ان کی بات کبھی سند سے نہیں ہوتی۔ حق کے حوالے سے بات کرنے کی بجائے اپنی پسند کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک بڑی بیزاری کا باعث ہوتی ہے۔ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے والا متکبر ہوتا ہے اور اللہ کی عطا کردہ توفیق کو من مانی پر لگاتے چلے جانے والا جبار ہوتا ہے۔ کبر و جباریت جس قلب میں جمع ہو جائے وہ نا قابل اصلاح ہو جاتا ہے، اس پر مہر کر دی جاتی ہے۔

حاصل: اللہ کی آیات میں سند سے بات کرنی چاہیے۔ جس بات سے اللہ بیزار ہو وہ قطعاً چھوڑ دینی چاہئے۔ اپنے قلب کو کبر و جباریت سے بچانا چاہیے، ورنہ نورِ ہدایت سے استفادہ کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بلند عمارت تیار کر، کہ میں اسباب کو پہنچوں۔

مردِ مومن کے روشن بیان کے بعد لوگوں کو الجھانے کے لیے فرعون نے ہامان سے یہ کہا کہ ایک بلند محل تیار کیا جائے، جس کی بلندی ممکن حد تک ہو، اور ان ذرائع کے حصول کی کوشش کی جائے جو مجھے صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ انتہائی بلند عمارت کو بھی آسمان کی بلندی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ لوگوں کو الجھانے کے لیے بڑی وسیع و عریض بنیاد پر ایک عمارت بنوانی شروع کی گئی، جس میں بہت لوگوں کو لگا دیا گیا، اور فن تعمیر میں مہارت رکھنے والوں کا کام ایک عرصے تک گفتگو کا موضوع بنا رہا۔

حاصل: فرعون صفت لوگ جب رائے عامہ کو اپنے خلاف ہوتا دیکھتے ہیں تو لوگوں کو الجھانے کے لیے خود کوئی چال چلتے ہیں

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع ۱۰/۹

آسمانوں کے اسباب میں، کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے معبود کی خبر لوں، میرے گمان میں ہے تو وہ کاذب ہی۔ اور اس طرح فرعون کے بُرے عمل اس کو مزین کر کے دکھائے گئے اور وہ راہِ حق سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کے داؤ کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہ ہوا۔

فرعون نے لوگوں کو الجھانے کے لیے بہت کچھ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود سے باخبر ہونے کے لیے ایسی بلند عمارت تو درکار ہی نہ تھی۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو کاذب ثابت کرنا اس کے نزدیک ضروری تھا، اس لیے حق کو پانا فرعون کی ضرورت نہ تھی۔ یہ ایک مکر تھا جو وہ کر رہا تھا۔ جب لوگ اس کے کام میں دلچسپی لینے لگے تو وہ بہت خوش ہوا، کہ لوگوں کو الجھانے کا مقصد اسے پورا ہوتا نظر آنے لگا۔ اب وہ صحیح نتیجے پر پہنچنے کی اہلیت کھو چکا تھا۔ اس نے جو چال بھی چلی، جو مکر بھی کیا، وہی اسے لے ڈوبا۔

حاصل: جب منشاء ہی تبلیغ حق کرنے والے کو کاذب ثابت کرنا ہو، تو پھر ہدایت سے دوری ہی ہوگی۔ کافروں

Marfat.com

کے مکر کی زینت ہی ان کے لیے سدِ راہ بن جاتی ہے۔ فرعون صفت لوگوں کا داؤ ہی انہیں لے ڈوبتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں فرمایا ہے: سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ وَ اِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا بِہَا ۚ وَ اِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الرُّشۡدِ لَا یَتَّخِذُوۡہُ سَبِیۡلًا ۚ وَ اِنۡ یَّرَوۡا سَبِیۡلَ الۡغَیِّ یَتَّخِذُوۡہُ سَبِیۡلًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ کَانُوۡا عَنۡہَا غٰفِلِیۡنَ ﴿۱۴۶﴾ اور میں اپنی آیات سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر چلنا پسند نہ کریں، اور گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس پر چلنا پسند کریں۔ یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور وہ ان سے غافل رہے۔

وَ قَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَہۡدِکُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ ﴿ۚ۳۸﴾

اور اس صاحب ایمان نے کہا، اے میری قوم تم میرا اتباع کرو کہ میں تمہیں سبیل الرشاد کی ہدایت دوں۔

سبیل الرشاد بھلائی کی راہ ہوتی ہے، جو شعور کی موجودگی میں ہمیشہ لوگوں کو مطلوب ہونی چاہیے۔ اس راہ پر چلنے والے ماضی میں فلاح پا چکے ہیں، حال پر وہ خوف و حزن سے پاک رہتے ہیں۔ آخرت کا یقین ان کے حسنِ عمل میں ہر مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔ آل فرعون سے صاحب ایمان نے یہ کہا کہ اے میری قوم تم میرا اتباع کرو، میں تمہیں وہ راستہ دکھاؤں گا جس پر چل کر تمہاری دنیا بھی سنور جائے گی، آخرت بھی سنور جائے گی۔

حاصل: بھلائی کی راہ دکھانے والے کی ذات بابرکات وہ نمونہ ہوتی ہے جو قول، عمل، علم اور اخلاص کے اعتبار سے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

یٰقَوۡمِ اِنَّمَا ہٰذِہِ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الۡاٰخِرَۃَ ہِیَ دَارُ الۡقَرَارِ ﴿۳۹﴾

اے میری قوم یہ حیاتِ دنیا تو کچھ متاع ہی ہے، اور بے شک آخرت دارِ قرار ہے۔

بھلائی کی راہ دکھانے والے حیاتِ دنیا کو حیاتِ آخرت کے مقابل صحیح تناظر میں دیکھنے کا حکم لگاتے ہیں۔ حیاتِ دنیا کی متاع یہ دیکھنے کے لیے دی جاتی ہے، کہ کون اس کا استعمال حق کے مطابق کرتا ہے، کون اس کا استعمال خلافِ حق کرتا ہے۔ جو حق سے بغاوت کرتا ہے اس کا کیا اسی پر پڑتا ہے۔ جو حیاتِ دنیا پر راضی ہو جاتا ہے اور اس پر ریجھ جاتا ہے، وہ آخرت سے غافل ہوتا ہے۔ بعث بعدَ الموت کے ساتھ جو حیات شروع ہوگی وہ دائمی ہوگی، اس لیے آخرت کو دارِ قرار فرمایا گیا ہے۔ حیاتِ دنیا کی متاع کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو حال پر صالحین کا ساتھ نصیب ہوتا ہے، آخرت میں بھی ان کا ساتھ نصیب ہوگا۔ حیاتِ دنیا کی متاع کو خلافِ حق استعمال کرنے والے یہاں خوف و حزن کے احاطے میں رہتے ہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

حاصل: حیاتِ دنیا کی متاع کو حق کے مطابق استعمال کرنے میں ہی فلاح ہے۔ آخرت یقیناً دارِ قرار ہے، دائمی زندگی ہے۔ وقتی خوشی کے حصول کے لیے دائمی دکھ کو گلے لگا لینا قطعاً عقل مندی نہیں ہے۔

Marfat.com

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

جو بُرا عمل کرے گا تو اسے اُسی کی مثل جزا ملے گی۔ اور جو صالح عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مومن تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا، جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

جس کا رخ خلافِ حق ہوگا، اس کا عمل بُرا ہوگا۔ جس کا عمل بُرا ہوگا، اسے اس کے عمل کی مثل سزا بھی ملے گی۔ یہ اللہ کے لیے قطعاً آسان ہے۔ جس کا رخ حق کے مطابق ہوگا، اس کا عمل صالح ہوگا۔ جس کا عمل صالح ہو وہ مرد ہو یا عورت، مومن ہونے کی بدولت ان کا مقام جنّت ہوگا، جہاں انہیں بے حساب نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ مردِ مومن نے آلِ فرعون کو اپنا اپنا حال دیکھنے کی ترغیب دی، کہ بُرا بھی اپنے انجام کو جان لے اور بھلا بھی اپنے انعام کو جان لے۔

حاصل: بُرے عمل کی جزا اسی کی مثل ہونی چاہیے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ صالح عمل کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں ان کا مقام جنّت ہوگا، جہاں انہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔

وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ ط

النصف

اور اے میری قوم کیا وجہ ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

مردِ مومن کے روشن بیان کو سن کر فرعون کے درباریوں نے بادشاہ سے اظہارِ عقیدت کے لیے یہ ضروری جانا، کہ حق کو بیان کرنے والے کے سامنے، اس کے آباؤ اجداد کا ذکر کیا جائے، قومی تفاخر کو بیان کیا جائے، اپنے اجتماعی مفادات کے تحفظ کو ضروری ثابت کیا جائے، اور فرعون اور اس کے طریقِ زندگی کو درست ثابت کیا جائے۔ اس مقام پر مردِ مومن نے کہا، کہ میں تو تمہیں عذابِ الٰہی سے نجات کی راہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔

حاصل: اللہ کے پاک بندے ہمیشہ عذابِ الٰہی سے نجات کا راستہ دکھاتے ہیں۔ خلافِ حق کرنے والے دوسروں کو بھی عذاب کی طرف ہی بلا رہے ہوتے ہیں۔

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

تم مجھے اس کی دعوت دیتے ہو کہ اللہ سے کفر کروں اور اس کا شریک ٹھہراؤں اس کو جس کا مجھے علم نہیں، اور میں تمہیں عزیز الغفار کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔

مردِ مومن نے آلِ فرعون کے اکابرین کی دعوت کی حقیقت کو واضح کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ مجھے اللہ سے کفر کرنے کی ترغیب دے رہے

Marfat.com

ہو، شرک کرنے کا حکم دے رہے ہو۔ میرے علم میں تو اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تمہاری دعوت کو ماننے کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ حقائق کا انکار کیا جائے، اپنے ظن کی پیروی کی جائے اور دائمی خسارے کو گلے لگا لیا جائے۔ میری دعوت ایسی نہیں ہے۔ میں تو تمہیں عزت والے، بخشنے والے کی طرف بلا رہا ہوں۔ میری دعوت کو ماننے سے تم یکسو ہو جاؤ گے اور سکھی ہو جاؤ گے۔

حاصل: دعوتِ کفر و شرک ہی دعوتِ جہنم ہے۔ عزّت والے، بخشنے والے کی طرف بلانے والا بڑا محسن ہوتا ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَا فِی الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

اس سے ظاہر ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، اس کی دعوت، دنیا و آخرت میں کسی کام کی نہیں، اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور یہ کہ مسرفین جہنّمی ہیں۔

مردِ مومن نے کہا کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، اس کی حقیقت کو بھی دیکھو۔ دنیا میں جو کچھ اللہ مجھے دینا چاہے اس کو روک لینا کسی کے بس میں نہیں، اور جو نہ دینا چاہیے وہ لا دینا کسی کے بس میں نہیں، اور آخرت تو ہے ہی متقین کے لیے۔ پھر تمہاری دعوت، دنیا و آخرت میں کس کام کی ہے۔ جس کی طرف سے ہم آئے ہیں، وہ اللہ ہے۔ جس کی طرف ہم کو جانا ہے وہ اللہ ہے۔ جس نے توفیق دی ہے، وہ اللہ ہے۔ جو جزا دے گا، وہ اللہ ہے۔ جو بھلا کرے گا، وہی فلاح پائے گا۔ جو اللہ کی مقرر کردہ حدوں کو پھلانگے گا وہ خسارے میں پڑے گا۔

حاصل: خلافِ حق کرنے سے کبھی کسی کا بھلا ہوا ہی نہیں۔ وقتی فائدہ نظر آئے تو دائمی خسارے کو بھی دیکھنا چاہیے۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی ہوگی۔ وہی جزا دینے والا ہے۔ اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہوں گے۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

تو جلد ہی یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

مردِ مومن نے آلِ فرعون سے یہ کہا کہ اتمامِ حجت کے بعد تم پر جلد ہی عذاب آ جائے گا۔ اس وقت تمہیں یاد آئے گا، جو میں اب تم سے کہہ رہا ہوں۔ مگر اس وقت حق کو مان لینے کا دعویٰ مانا نہیں جائے گا، کہ عملاً سچا ثابت ہونا ممکن نہ ہوگا۔ مردِ مومن نے بات یہاں ختم کی کہ جو کچھ عبداللہ ہونے کے اعتبار سے میرے ذمّے تھا وہ میں نے کہا، اب تم میرے ساتھ عداوت کی راہ اختیار کرتے ہو تو میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں، وہ خوب جانتا ہے کہ میں کہاں ہوں اور مجھے کیا درکار ہے، اس سے بڑا مدد کرنے والا کوئی نہیں۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والوں سے آخری بات یہی ہوتی ہے کہ جلد ہی تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ ج

تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچا لیا، اور آلِ فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

Marfat.com

آلِ فرعون نے مردِ مومن کو دکھ دینے کی تجاویز کو ضروری جانا، کہ اُن کی ملت کفر کے دائرے سے آئندہ کوئی باہر نکلنے کی جسارت نہ کرے۔ اللہ نے ان صاحب کو آلِ فرعون کی بُری چالوں سے بچالیا، اور ان کو وہاں پہنچا دیا جہاں وہ راحت محسوس کرتے تھے اور خود کو محفوظ پاتے تھے۔ آلِ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو ختم کر دینے کا فیصلہ کرلیا اور وہ بڑے لشکر کے ساتھ اور بڑی تیاری کے ساتھ ان کے پیچھے لگے، تو انہیں غرق کر دیا گیا، اور ان کا وہ کروفر، وہ شان وشوکت، پاک لوگوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ختم ہوگئی۔ عذابِ الٰہی میں گھر جانے کے بعد ان لوگوں نے حق کو ماننے کا اعلان تو کیا، مگر عمل کے لیے دیا گیا وقت ختم ہو چکا تھا، اب توبہ قبول نہیں ہوسکتی تھی۔

حاصل: پاک لوگوں کو منکرینِ حق کے مکروں سے بچانا اللہ کا کام ہے، اور اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ تکبّر کرنے والوں کو بُرے عذاب سے واسطہ پڑتا ہے۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

آگ ہے جس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں، اور جس دن ساعت قائم ہوگی (حکم ہوگا) آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔

منکرینِ حق میں سے جب کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے، اے میرے ربّ مجھے واپس بھیج دے کہ میں صالح عمل کروں جو میں نے ترک کر رکھے تھے۔ یہ کلمہ کہنے والے کو بتادیا جائے گا کہ اب آگے برزخ ہے، اور یوم یبعثون تک ہے، عمل کا وقت گزر چکا ہے۔ برزخ کا مقام موت سے لے کر یوم یبعثون تک ہے۔ اس وقت میں صبح وشام آلِ فرعون کو یہ مشاہدہ کرایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا انجام یہ آگ ہے جس میں تمہیں جلنا ہے، اور اس سے بچ جانے کی قدرت تم نہیں رکھتے۔ عذاب کے واقع ہونے کا یقین اور اس مشاہدے کا اعادہ یقیناً سزا ہے۔ قیامت کے دن حکم ہوگا، آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کر دیا جائے۔ ان کو ان کے اعمال کی پوری جزا تو اسی دن ہی ملے گی۔

حاصل: عذابِ قبر برزخ کی حد تک ہوگا۔ عذاب کے واقع ہونے کا یقین، بڑی سزا ہے۔ منکرینِ حق کو پوری پوری سزا قیامت کے دن ملے گی۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو ضعفاء، استکبار کرنے والوں سے کہیں گے، ہم تمہارے تابع تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹا لو گے۔

آل فرعون کو جب شدید ترین عذاب میں داخل کیا جائے گا اور وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور لوگ، بڑے بننے والوں سے یہ کہیں گے کہ ہم تمہاری پیروی کرتے رہے، تمہارا کہا مانتے رہے، اس وقت اس تابع داری کے صلے میں ہم سے عذاب کے کچھ حصے کو اپنے لیے قبول کرو گے۔ یہ ایک طرح کی درخواست بھی ہوگی سوال بھی ہوگا۔ اپنے ضعف کا احساس بھی خلافِ حق کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا، کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ توکسی پراس کی وسعت سے زیادہ بوجھ رکھتا ہی نہیں۔ضعفاء اور متکبرین دونوں خلافِ حق کرتے ہیں۔

حاصل: کمزور لوگ استکبار کرنے والوں کی تابع داری اپنی غرض و غایت کے لیے کرتے ہیں۔استکبار کرنے والے،کمزور لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔آگ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے وقت،ضعیف لوگ،استکبار کرنے والوں سے جو کچھ کہیں گے،وہ انہیں خسارے میں اپنے ساتھ دیکھنے کی وجہ سے ہوگا۔اپنے ضعف کا احساس بھی خلاف حق کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

استکبار کرنے والے کہیں گے، ہم سب اسی (آگ) میں ہیں، بے شک اللہ بندوں کے مابین فیصلہ فرما چکا ہے۔

ضعیف لوگوں کی طرف سے،بڑے بننے والوں سے جب یہ کہا جائے گا کہ ہم تمہارا اتباع کرتے رہے اب تم اس آگ کو جو تمہاری پیروی کی وجہ سے ہمیں ملی ہے،ہم سے گھٹا سکو تو گھٹاؤ،تو استکبار کرنے والے یہ جواب دیں گے: کہ ہم سب اسی آگ میں ہیں،اور اللہ بندوں کے مابین فیصلہ فرما چکا ہے،اور اللہ نے ہر ایک کو اس کے اعمال کے حوالے سے ہی جزا دی ہے۔

حاصل: آگ کا عذاب،اللہ کے فیصلے کی بنا پر ہوگا۔اس لیے وہ ہر ایک کے اعمال کے مطابق ہوگا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾

اور آگ میں پڑے ہوئے لوگ جہنّم کے داروغوں سے کہیں گے کہ آپ اپنے ربّ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر سے عذاب کے ایک دن کی تخفیف کر دے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی،کسی پر قطعاً ظلم نہ ہوگا۔پوری پوری جزا اللہ ہی دے سکتا ہے۔جہنمی،جہنّم کے داروغوں سے یہ کہیں گے کہ آپ اپنے ربّ سے یہ دعا کریں کہ وہ ہم پر سے عذاب کے ایک دن کی تخفیف کر دے۔جہنم کے داروغے تو وہی کریں گے جو امرِ الٰہی ہوگا،مگر منکرینِ حق کو عذاب میں ایک دن کی تخفیف بھی بڑی رعایت معلوم ہوگی۔

حاصل: عذابِ جہنّم ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق دیا جائے گا۔جہنّمی عذاب میں تخفیف کی دعا کرنے کے لیے جہنّم کے داروغوں سے درخواست کریں گے۔

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

وہ کہیں گے کیا تمہارے رسول تمہارے پاس روشن نشانیوں کے ساتھ نہیں آتے رہے۔عرض کریں گے آتے تو ضرور رہے۔وہ کہیں گے تو تم ہی دعا کرو،اور کافروں کی دعا بھٹکنے کو ہی ہے۔

ع ۵ ۱۲ ۱۰

Marfat.com

جہنّم والوں کی اس درخواست کو سن کر کہ اپنے ربّ سے یہ دعا کرو کہ وہ ہم پر سے عذاب میں ایک دن کی تخفیف کر دے، جہنّم کے داروغے یہ کہیں گے، کہ اس عذاب سے ڈرانے والے، اللہ کے رسول تمہارے پاس روشن نشانیوں کے ساتھ آتے نہیں رہے۔ جہنّمی کہیں گے، آتے تو ضرور رہے مگر ہم نے ان کی تکذیب کی۔ اس پر جہنّم کے داروغے یہ کہیں گے، تو پھر دعا تم خود ہی کرو، مگر یہ بھی یاد رکھو کہ کافروں کی دعا ہوتی بے حقیقت ہے، اور بھٹکتی ہی رہتی ہے۔

حاصل: عذاب سے پہلے اتمامِ حجت، اللہ کی سنّت ہے، اور اللہ کی سنّت کبھی بدلتی نہیں۔ دعا کرنے کا حق ہی نظر نہ آئے تو دعا کی درخواست کو لوٹا دینا چاہئے۔ کافروں کی دعا بھٹکتی ہی رہتی ہے۔

شہادت: سورہ غافر (۴۰) میں ارشادِ خداوندی ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ اور تمہارے ربّ نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا، بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، جلدی ہی جہنّم میں جائیں گے، ذلیل ہو کر۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

اور بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی نصرت فرماتے ہیں، حیاتِ دنیا میں اور جس دن اشہاد کھڑے ہوں گے۔

مومنین کی نصرت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ منافقین جب یہ دیکھتے تھے کہ نصرتِ الٰہی مومنین کے ساتھ ہے تو وہ کہا کرتے تھے کہ ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ وہ تائیدِ ایزدی جو اظہارِ حق کے سلسلے میں مومنین کو حاصل ہوتی ہے، نصرتِ الٰہی ہے۔ ہدایت و دینِ حق کے غلبے کے لیے کوشاں رہنا اللہ کے پاک بندوں کی طریقت ہے۔ مومنین ہمیشہ بھلائی کا امر کرتے ہیں، اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ اگر کسی کو ہدایت و دینِ حق کے غلبے کے لیے کوشش کرتے ہوئے شہادت نصیب ہوتی ہے تو وہ ایسی زندگی پا لیتا ہے، جس کا عام لوگوں کو شعور نہیں ہے۔ جو اللہ کے دین کی نصرت کرتا ہے، اللہ ضرور اس کی نصرت فرماتا ہے۔ حیاتِ دنیا میں اللہ کی نصرت سے حق کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، اور باطل مٹ جاتا ہے، قیامت کے دن شاہدین کی قدر و منزلت، اللہ کی نصرت کی بدولت اس قدر ہو گی کہ جو لوگ ان کے ساتھ تعلق کے دعوے میں سچے ثابت ہوں گے وہ جنتی ہوں گے۔

حاصل: اگر ہم مومن ہیں تو اللہ کی نصرت یقیناً ہمارے شاملِ حال ہے اور رہے گی۔ ہمارا مقصود رضائے الٰہی ہو اور رضائے رسول ہو تو ہمارا رخ درست ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

جس دن ظالمین کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور انہی کے لیے برا گھر ہے۔

معذرت اس وقت نفع دیتی ہے جب اصلاح کو اختیار کرنا ممکن ہو۔ قیامت کے دن توبہ قبول نہ ہو گی۔ اس وقت جو لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، ان پر لعنت کی جائے گی، اور ان کے اعمال کا بدلہ انہیں برے گھر کی صورت میں ملے گا۔ حال پر یہ لوگ اللہ کی نشانیوں کو

Marfat.com

ہرانے کی سعی کرتے ہیں، یہ سب کچھ استکبار میں لگا دیتے ہیں۔ جو حال پر ان کے ساتھ ہے، وہ آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہوگا۔

حاصل: خلافِ حق کرنے سے تائب ہونے کا وقت حال ہے۔ قیامت کے دن خلافِ حق کرنے والے معذرت کریں گے، مگر اس وقت کی معذرت کے جواب میں لعنت پائیں گے اور بُرا گھر پائیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔

نصرتِ الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سلامتی کے مقام پر رہے اور خلافِ حق کرنے والے غرق کر دیئے گئے۔ مقامِ رسالت پر فائز ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو بھی کیا، اللہ کی عطا کی ہوئی ہدایت سے کیا اور اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کا احسن نمونہ بنی اسرائیل نے دیکھا۔ توریت شریف کی وراثت بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی۔ یہ وراثت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی بدولت بنی اسرائیل کو نصیب ہوئی۔

حاصل: نصرتِ الٰہی کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا، اور نصرتِ الٰہی اللہ کے علم سے ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب کا وارث ہونا بڑی شان ہے، اور حق کو بطریقِ احسن ماننا ہی وارثِ کتاب کی صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

ہدایت اور نصیحت عقل مندوں کے لیے۔

کتاب اللہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل وارثِ کتاب بنائے گئے ہیں، مگر اللہ کی کتاب سے ہدایت اور نصیحت وہی لوگ پائیں گے جو عقل مند ہیں۔ عقل مند لوگ ہمیشہ خوف خدا رکھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے حال اور اپنے اعمال پر نظر رکھتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ ان کا رخ حضوری کا ہے یا دوری کا ہے۔

حاصل: کتابُ اللہ ہدایت و نصیحت کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سے استفادہ کرنے والے ہی عقل مند ہوتے ہیں۔ عقل منداور بے عقل مساوی نہیں ہوتے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

تو صبر کر، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے گناہوں پر استغفار کر اور حمد سے صبح و شام اپنے ربّ کی تسبیح کر۔

عقل مندی کے لیے طریقت بیان فرمائی گئی ہے، کہ ہر عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اپنے گناہوں پر اللہ سے بخشش طلب کرے اور صبح و شام حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتا رہے۔ جماعت کے لیے بھی احکام ہیں فرد کے لیے بھی ہیں۔ اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ صبر کرنے والوں میں سب سے بلند مرتبہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جو آپ سے محبت نہیں رکھتا، وہ راہِ صبر پر ہی نہیں اس کے قول و عمل کی صورت کچھ بھی ہو۔ اللہ کے وعدے کے حق ہونے کا جو علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، وہ اللہ نے ہی عطا فرمایا ہے اور حد و دعبدیت میں اس سے ارفع کوئی مقام نہیں۔ گناہ پہلے قول سے ہوتا ہے پھر عمل میں آتا ہے۔ ایمان والوں

Marfat.com

سے یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارا قول، سدید ہو جائے تو تمہارے اعمال کی اصلاح کر دی جائے گی اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ جس کا قول پاک ہے، جس کا نطق خواہش کے تحت نہیں ہے، جس کی بات اللہ کی بات ہے، جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جو پاک کرنے کے درجے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فائز کیا گیا ہے، وہ اللہ کا بھیجا ہوا شاہد ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے، اس سے تقدم اللہ سے تقدم ہے، اس کے اتباع سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بخشش کی راہ پر ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ حکم ہے کہ یاد رکھو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں پر استغفار کرو۔ ہر مقام پر خود کو حق کے مطابق رکھنا، اور اللہ سے بخشش مانگتے رہنا بندگی ہے۔ جس ذاتِ پاک کے اسوۂ حسنہ کو اللہ نے ہمارے لیے معیار ٹھہرایا ہے وہاں کسی نقص کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صبح و شام وہ اوقات ہیں جب کائنات میں تغیر واقع ہو رہا ہوتا ہے، اس وقت قادرِ مطلق کی حمد سے تسبیح کرنا بندے کا معمول ہونا چاہیے۔ اس وقت ذکر کیا جائے ترنم کے ساتھ، تو کائنات میں تسبیح کرنے والے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔ اس سے جو راحت حاصل ہوتی ہے اس کو کسی قیمت پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل: عقل مند وہ ہے جو صبر کرتا ہے، یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اپنے گناہوں پر استغفار کرتا ہے، اور حمد سے صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کرتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، بغیر کسی سند کے جو انہیں ملی ہو، ان کے صدور میں کبر ہی ہے، جسے کبھی نہ پہنچیں گے۔ تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بے شک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اللہ کی آیات میں کافر ہی مجادلہ کرتے ہیں۔ کافروں کی بات ہمیشہ بے سند ہوتی ہے۔ ماضی میں ہر امت یہ قصد کر چکی ہے کہ اللہ کے رسول کو پکڑ لیا جائے، اس کے ساتھ بالباطل مجادلہ کیا جائے اور حق کو گرا دیا جائے، اور ان لوگوں کو ہمیشہ اللہ کی پکڑ نے عبرتناک انجام تک پہنچایا ہے۔ اللہ کی آیات کو مانا جائے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کیا جائے تو حقیقی علم عطا ہوتا ہے۔ ظن گمان سے حق کو پانا ممکن نہیں ہے۔ منکرینِ حق اس کبر کی وجہ سے اور نخوت کی وجہ سے جو ان کے سینوں میں ہوتی ہے، حق کو نہیں مانتے۔ حق کے انکار کو یہ لوگ اپنی پہچان بنا لیتے ہیں۔ اس طرح جس بڑائی کے یہ طالب ہوتے ہیں وہ انہیں نہ کبھی حاصل ہوئی ہے نہ کبھی حاصل ہو گی، کہ عزّت اللہ کے لیے ہے، اللہ کے رسول کے لیے ہے اور مومنین کے لیے ہے۔ جو لوگ اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، اللہ ان کے کبر و جباریت کی بدولت ان کے قلوب پر مہر کر دیتا ہے، پھر ان کو ڈر سنایا جائے یا نہ سنایا جائے وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔ اللہ کی پناہ مانگنا حق ہے۔ اللہ کی پناہ مانگنے والے اپنے حق کو ادا کرنے کے بعد منکرینِ حق کے شر سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔ انہیں علم ہوتا ہے کہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے، وہی حفاظت کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔

حاصل: آیاتِ الٰہی میں بے سند مجادلہ، کفر اور کبر کی علامت ہے۔ بالباطل مجادلہ کرنے والے ہمیشہ نامراد ہی رہتے ہیں۔ شیطان اور شرارت سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سننے والا اور سب سے بڑا دیکھنے والا ہے، سب سے بہتر حفاظت بھی وہی کرتا ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کا خلق کرنا لوگوں کے خلق کرنے کے مقابل بڑا کام ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

آسمانوں اور زمین کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ان کا منشاء تخلیق بھی اللہ نے رکھا ہے۔ ان کی وسعت بھی اللہ کے علم سے ہے۔ ان کو جو جو کام اللہ نے سپرد کیے ہیں، وہ منشاء ایزدی کے مطابق سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے مقابل انسانوں کی پیدائش بہت چھوٹا کام ہے۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے۔ جو لوگ اصلاح حال سے غافل رہتے ہیں وہ علم حقیقی تو پا ہی نہیں سکتے، اس لیے لاعلم ہی رہتے ہیں۔

حاصل: آسمانوں اور زمین کا خلق کرنا، انسانوں کے خلق کرنے کے مقابل بڑا کام ہے۔ اللہ کے لیے لوگوں کا موت کے بعد اٹھانا آسان کام ہے۔ جو اصلاحِ حال سے غافل ہو وہ لاعلمی کے دائرے سے نکلتا ہی نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِٓيْءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور اندھا اور بصارت والا مساوی نہیں، اور ایمان والے جو صالح عمل کرتے ہیں اور بدکار (مساوی نہیں)۔ کتنا قلیل دھیان کرتے ہیں۔

دھیان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بندے کو اس کے مشاہدات کے حوالے سے بتایا گیا ہے، کہ اندھا اور بصارت والا مساوی نہیں ہیں۔ جو حق کو مانتا ہے اور صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتا ہے وہ آخرت پر یقین رکھتا ہے، جو حق کا انکار کرتا ہے اور من مانی کرنے پر تلا رہتا ہے وہ آخرت کو نہیں مانتا۔ حق کو ماننے والے اور نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے، اس لیے جزا کے دن بھی حق کو ماننے والے اور نہ ماننے والے مساوی نہیں ہوں گے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے اندھے ہیں، حق کو ماننے والے اور صالح عمل کرنے والے بینا ہیں، اور نابینا اور بینا کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ حیاتِ دنیا میں بھی یہی صورت ہے آخرت میں بھی یہی صورت ہوگی۔

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

بے شک ساعت آکے رہے گی، اس میں کچھ شک نہیں ہے، ولیکن اکثر لوگ مانتے نہیں۔

انسان کا آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ اسے جانا بھی ہے۔ اعمال کے بعد نتائج کا مرتب ہونا لازم ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی۔ حیات و موت میں کسی کی تجویز کو دخل نہیں ہے تو بعث بعد الموت میں کسی کی تجویز کو کیسے دخل ہو سکتا ہے۔ جب قیامت کو مان لیا جائے تو پھر اصلاحِ حال سے غفلت ممکن نہیں ہوتی۔ جو لوگ اصلاحِ حال سے غافل ہیں وہ یقیناً آخرت کو نہیں مانتے۔

حاصل: قیامت کا آنا یقینی ہے، اس میں شک کرنا حقائق کا انکار ہے، مشاہدات کا انکار ہے۔ قیامت کو ماننے کا ثبوت اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ ہمارا حال حق کے مطابق ہو۔

Marfat.com

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

اور تمہارے ربّ کا فرمان ہے، مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں جلد ہی جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہوکر۔

قیامت کے آنے کا یقین ہوجائے تو اصلاحِ حال کی طرف فوری توجہ ہوتی ہے۔ اس وقت ہمارے ربّ کا یہ فرمان کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، بڑا سہارا دیتا ہے۔ فلاح کی طلب رکھنے والے کی دعا یہی ہوتی ہے: یا اللہ خلوت میں مجھے پاک رہنے کا شرف عطا فرما، کہ میں تیرے ساتھ پاک رہوں اور جلوت میں مجھے اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ باوضو رہنے کا شرف عطا فرما کہ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ میرا حال ہوجائے۔ یہ دعا اظہارِ بندگی ہے۔ جو لوگ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں وہ عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو ضائع کررہے ہیں، ان کا رخ خلافِ حق ہے۔ وہ بڑائی کے دعوے کررہے ہوں گے اور اتمامِ حجت کے بعد انہیں پکڑ لیا جائے گا۔ پھر وہ اصلاح کو قبول کرنے کی طرف آئیں گے مگر ان کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہوگا۔ وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہوکر۔ موت کے وقت سے لے کر جہنم میں داخل ہونے کا وقت طویل نہیں ہے، کہ عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین بھی ایک عذاب ہے اور یہ عذاب موت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔

حاصل: خلوت وجلوت میں پاک رہنے کی دعا کرنی چاہیے۔ جو لوگ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں، ان کا انجام جہنّم ہوگا۔ استکبار کرنے والے ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ غافر (۴۰) میں ہی فرمایا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، کہاں پھرے جاتے ہیں۔ وہ جنہوں نے کتاب کی تکذیب کی اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا، جلد ہی انہیں معلوم ہوجائے گا، جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی اور وہ گھسیٹے جائیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

اللہ ہی ہے کہ جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں تسکین پاؤ اور دن بنایا دیکھنے کو۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرتا ہے، ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

اللہ ہی رات اور دن کا خالق ہے۔ اگر اللہ قیامت تک رات ٹھہرا دے تو کون ہے اللہ کے سوا جو روشنی لا دے، اور اگر قیامت تک دن ہی ٹھہرا دے تو کون ہے اس کے سوا جو سکون کے لیے رات لا دے۔ جس کی قدرت سے ہمیں سکھ مل رہا ہے، اس سے بڑا ہماری ضروریات کو جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے رات کو ہمارے سکون کے لیے بنایا ہے، اور دن کو اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے بنایا ہے۔ اللہ لوگوں پر فضل کرتا ہے، مگر وہ اکثر شکر نہیں کرتے۔ بندے کو جو کچھ درکار ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ حق کو ماننے کے لیے جو آسانیاں ضروری ہوتی ہیں، وہ بھی اللہ کے فضل سے عطا ہوتی رہتی ہیں۔ جو لوگ من مانی کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ اللہ کے فضل کی

Marfat.com

طرف نہیں دیکھتے۔ جن مقاصد کے حصول میں وہ لگے ہوتے ہیں، ان کا حصول بھی باذن اللہ ہی ہوتا ہے۔ اصلاح کی طرف آنے کے لیے بندے کو جو کچھ ملنا چاہیئے، بندے کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا، مگر اللہ اپنے فضل سے وہ دیتا رہتا ہے جس میں بندے کی فلاح ہوتی ہے۔

حاصل: رات کو سکون کے لیے بنایا گیا ہے۔ دوسروں کے سکون کا بھی دھیان رکھنا چاہیئے۔ دن میں اللہ کا فضل تلاش کرنا چاہیئے۔ اپنے اوپر اللہ کے فضل کو دیکھتے رہنا چاہیے، اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ وقف لازم

وہی اللہ تمہارا ربّ ہے، ہر شے کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو کہاں پھرے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ خالقِ کل ہے۔ اس نے ہمارے لیے سب اہتمام کیے ہیں۔ وہی ہمیں پالتا ہے، اور اپنے علم سے پالتا ہے۔ وہی حیات دیتا ہے وہی موت دیتا ہے، وہی متاعِ حیات دیتا ہے۔ اسی کی طرف سے حق کو نازل فرمایا گیا ہے۔ وہی ہر مقام پر ہمارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ وہی جزا دینے والا ہے۔ وہی تو معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کو معبود ماننے کا دعویٰ ہو تو صداقت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع ہی ہوگا۔ شاہراہِ شریعت روشن ہے، جب کوئی اس سے ہٹتا ہے تو اس کے پاس کوئی سند نہیں ہوتی۔

حاصل: اللہ ہی ہمارا ربّ ہے جو خالق کل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حق سے پھرنا روشنی سے اندھیرے کی طرف جانے والی بات ہے۔

كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

اس طرح پھرے جاتے رہے ہیں، وہ جو اللہ کی آیات سے منحرف ہو جاتے رہے ہیں۔

اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے، اللہ کو خالق تو مانتے ہیں۔ اس کی قدرت کا انکار بھی نہیں کرتے، مگر یہ ماننا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ اللہ بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ کرنا بندے کے لیے تو ممکن ہی نہیں کہ اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے، حق کے مقابل اپنی خواہش کی پیروی کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔ بے سند باتوں میں دلچسپی لیتے لیتے یہ لوگ راہِ حق سے پھر جاتے رہے ہیں۔

حاصل: آیاتِ الٰہی کا انکار کبھی اسناد سے نہیں ہوتا، استکبار کرنے والے اللہ کی آیات کے منکر ہوتے ہیں۔ وہی راہِ راست سے پھر جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے قرار بنایا، اور آسمان کو چھت بنایا، اور تمہیں صورت دی تو تمہیں احسن صورت دی، اور تمہیں طیبات سے رزق دیا۔ یہ ہے اللہ تمہارا ربّ، تو بڑی برکت والا ہے ربّ العالمین۔

اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے روشن ثبوت بیان فرمائے گئے ہیں۔ زمین کو ہمارے لیے مستقر بنایا گیا ہے۔ اس میں ہماری ضروریات کو بہم پہنچایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ آسمان کو چھت بنایا گیا ہے۔ آسمان سے بھی ہماری ضروریات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ہماری صورتوں کو اللہ نے بنایا ہے جیسے چاہا ہے۔ اشیاء تو سب اللہ نے ہی بنائی ہیں، ہماری صورت احسن ان معنوں میں ہے کہ اشیاء سب ہمارے لیے بنائی گئی ہیں اور ہم اللہ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ رزق زندگی کی ضرورت تو ہے مگر ہمارا رزق بھی پاک چیزوں پر مشتمل فرمایا گیا ہے۔ ناپاک چیزوں سے دور رہنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ یہ ہے اللہ کی شان جو ہماری ربوبیت کر رہا ہے، اور عالمین کی ربوبیت کر رہا ہے۔ برکت دینے والا بھی وہی ہے۔ جسے برکت کی طلب ہو، اسے رضائے الٰہی کو ہر مقام پر مقصود جاننا چاہیے۔ جب بندے کو کائنات میں اپنے مقام کا عرفان ہو تو پھر وہ اپنے درجے سے نہیں گرے گا۔

حاصل: اللہ ہی ہے جس نے زمین کو ہمارے لیے مستقر بنایا، آسمان کو چھت بنایا۔ ہماری صورت کو جس نے احسن بنایا، جس نے ہمیں طیبات سے رزق دیا، وہی ہمارا ربّ ہے، وہی ربّ العالمین ہے۔ وہی برکت دیتا ہے۔ برکت کبھی خلافِ حق کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٦٥﴾

وہی دائماً زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اسی کی بندگی کرو خالص اسی کے دین کے ہو کر۔ حمد اللہ ہی کی ہے جو ربّ العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ تعین سے پاک ہے۔ زندگی سب کو وہی دیتا ہے۔ اس کی زندگی سب سے بہت بالا ہے۔ اسی کی رضا کو مقصود بنایا جائے تو ہمارا مقصد تخلیق پورا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسی کے عطا کردہ دین کو مانا جائے اور خلوص کے ساتھ مانا جائے، اور کافروں کو ہمارے طریقِ زندگی سے کراہت ہو تو ہوا کرے، ہمیں اس کی پرواہ بھی نہ ہو۔ حمد اللہ کی شان ہے، کہ وہ سب کو پالتا ہے، اور اپنے علم سے پالتا ہے۔

حاصل: اَلْحَیّ، اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کی بندگی مخلصین کی معیت میں ہی ہوتی ہے۔ اللہ کی حمد کرنے والے کو یہ یقین رکھنا چاہیے، کہ اللہ جو اس کے لیے چاہتا ہے، وہی اس کے لیے بہترین ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّي ۡ وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٦٦﴾

فرما دیجیے مجھے منع کیا گیا ہے کہ ان کی بندگی کروں جن کو تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، جب کہ میرے پاس میرے ربّ کی روشن نشانیاں آ چکی ہیں، اور مجھے امر ہے کہ میں ربّ العالمین کو تسلیم کروں۔

یہ تعلیم امت کے لیے فرمایا گیا ہے۔ مومن کو جب یہ کہا جائے کہ تم منکرینِ حق کی ملت میں واپس آ جاؤ، ورنہ تمہارے ساتھ بڑا سخت برتاؤ کیا جائے گا، تو اسے جواب میں یہ کہنے کا حکم ہے کہ جن کی بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے، انہوں نے مجھے اللہ کے مقابل کسی کی بندگی کرنے سے منع کر دیا ہے، اور میرے پاس میرے ربّ کی روشن نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ مجھے یہی اَمر دیا گیا ہے کہ میں ربّ العالمین کو تسلیم کروں۔ اب میری یہ مجال نہیں کہ ربّ العالمین کا حکم میرے علم میں ہو اور میرا جھکاؤ اس کے مقابل کسی دوسری طرف ہو۔

Marfat.com

حاصل: کافروں کی طرف سے جب غیر اللہ کی بندگی کے لیے کہا جائے، تو جواب میں مومن کو یہ کہنا چاہیے: مجھے اللہ کے مقابل کسی کی بندگی سے منع کر دیا گیا ہے۔ میرے پاس میرے ربّ کی روشن نشانیاں آ چکی ہیں، اور مجھے ربّ العالمین کو ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے خلق فرمایا، پھر نطفے سے، پھر علقے سے، پھر تمہیں بچے کی صورت سے پیدا کرتا ہے، پھر تمہیں پروان چڑھاتا ہے کہ تم پورے زور کو پہنچو، پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو، اور تم میں سے کچھ اس سے قبل ہی وفات پا جاتے ہیں، اور اس لیے کہ تم اجل مسمّٰی تک پہنچو اور اس لیے کہ تم عقل کرو۔

جس ربّ العالمین کو تسلیم کیا جانا چاہیے، اس کی شان یہ ہے کہ اس نے ہمیں مٹی سے پیدا کیا ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور ہم ان کی اولاد ہیں۔ بقاء نسل کی صورت یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے نطفہ ہوتا ہے، حمل قرار پا جانے سے علقہ بنتا ہے، اللہ تعالیٰ ارحام میں صورتیں بناتا ہے جیسے چاہتا ہے، پھر بچہ پیدا ہونے کا مقام آتا ہے۔ ماں کے جسم میں جو تبدیلیاں آتی ہیں، اللہ کے علم سے آتی ہیں۔ پیدائش کے بعد بچے کی ضروریات کے مطابق اسے خوراک دینا بھی اللہ کی شان ہے۔ اس طرح بچے پر بلوغت کا مقام آتا ہے۔ پھر وہ اپنی نوع کے اعتبار سے پورے زور کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس پر بڑھاپے کا مقام آتا ہے۔ یہ سب اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ بلوغت اور بڑھاپے سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اجلِ مسمّٰی تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ عقل کرنے والوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو قادرِ مطلق اپنی قدرت کا مشاہدہ کروا رہا ہے، یقیناً بعث بعدَ الموت اس کے لیے آسان کام ہے۔

حاصل: ربّ العالمین ہی ہمارا خالق ہے اور پالنے والا ہے۔ پیدائش کی ابتدا سے موت تک تمام مراحل پر اللہ کی قدرت نظر آتی ہے۔ وہ یقیناً بعث بعدَ الموت کے بعد لوگوں کو ان کے کئے کی جزا دے گا۔ عقل کرنے کا ثبوت اصلاحِ حال سے دینا چاہیے۔

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۸/۱۲

وہی ہے کہ جو حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے، اور جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے، تو یہی فرماتا ہے، کہ ہو جا، جبھی وہ ہو جاتا ہے۔

حیات دینا بھی اللہ کی شان ہے، موت دینا بھی اللہ کی شان ہے، جزا دینے والا بھی وہی ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس کا کام ہمیشہ اس کے علم سے ہوتا ہے، اور اس کے کام میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ اور وہ جو عنوان چاہے رکھ دے، اسی عنوان کے مطابق تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ اسباب ہمیشہ خالق کل کے امر کو ماننے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یہ ہے معبود کی شان جو عالمین کی

Marfat.com

ربوبیت کر رہا ہے۔ ربّ العالمین کی بندگی سے ہی بندہ ہر مقام پر پوار رہ سکتا ہے۔

حاصل: حیات دینا بھی اللہ کا کام ہے، موت دینا بھی اللہ کا کام ہے۔ عنوان رکھنا بھی اللہ کی شان ہے۔ جب وہ عنوان رکھ دے تو تصرف اسی کے مطابق شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا امر ہمیشہ مانا جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص (۳۸) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے، اس لیے کہ وہ یومِ حساب کو بھلا بیٹھے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿ۚۛ۶۹﴾ — کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، کہ وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔ معانقة ۱۳

جو لوگ اللہ کی آیات میں مجادلہ کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ حیات دینے والا اللہ ہے، موت دینے والا اللہ ہے، اللہ کی مشیت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ نہ ہونے کو ہونا بنانے پر قادر ہے، ہونے کو نہ ہونا بنانے پر قادر ہے۔ عقل کرنے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس رخ پر جا رہے ہیں۔

حاصل: اللہ کی آیات میں مجادلہ کرنے والے ہمیشہ تضاد میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کا رخ خلافِ حق ہوتا ہے۔ افہام و تفہیم کے لیے بات کرنے والے سند سے بات کرتے ہیں۔ ان کے اندر کبر نہیں ہوتا۔ ان کا رخ ہمیشہ درست ہوتا ہے۔

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ۫ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿ۙ۷۰﴾ — وہ لوگ جنہوں نے کتاب کی تکذیب کی اور جو ہم نے رسولوں کے ساتھ بھیجا۔ تو جلد ہی انہیں معلوم ہو جائے گا۔

کتاب اللہ کو جھٹلانے والے، اور اللہ کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، اپنے انجام کو جلد ہی جان لیں گے۔ حق تو ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے، اس لیے حال کی تکذیب ماضی کی بھی تکذیب ہے، اور ماضی کی تکذیب حال کی بھی تکذیب ہے۔ مجادلہ کرنے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سخت سزا کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ جب منکرینِ حق کو یہ معلوم ہو جائے گا، کہ وہ حق کو جھٹلاتے رہے ہیں تو اس وقت انہیں سخت ندامت ہو گی مگر اس وقت اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو گا۔

حاصل: حال سے استفادہ کرنا چاہیے۔ کتاب اللہ کو ماننا اور اللہ کی نشانیوں کو ماننا ہی باعثِ فلاح ہوتا ہے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿ۙ۷۱﴾ — جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی اور وہ گھسیٹے جائیں گے۔

Marfat.com

حق کی اہمیت منکرین کے علم میں تب آئے گی جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں زنجیریں ہوں گی، اور وہ کتاب اللہ کی تکذیب کا اور اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کا انجام دیکھیں گے۔ اس وقت ان کو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا۔ حق کے مقابل اکڑنے والی گردنوں کو اور خلافِ حق چلنے والے پاؤں کو ان کے کئے کی وہ جزا دی جائے گی جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ لوگوں کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دینا اللہ کی شان ہے۔

حاصل: حق کے انکار کا انجام یہ ہوگا کہ گردنوں میں طوق ہوں گے، پاؤں میں زنجیریں ہوں گی، اور گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا۔ حال پر اپنی گردن کو حق کے سامنے جھکانا چاہئے، اپنے رخ کو درست رکھنا چاہئے، یہ اپنی حفاظت کرنے کی صورت ہے اور اپنی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

فِى الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

گرم پانی میں، پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

حق کا انکار کرنے والے، استکبار میں ہی اپنا سب کچھ لگا دیتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ یہ وہ آگ ہوگی جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ یہ سزا بہت سخت ہوگی، مگر ہوگی انسان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی۔

حاصل: گرم پانی کے ساتھ سزا دینا اور آگ کے ساتھ سزا دینا، صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔ بندے کو ایسی سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾

پھر ان سے فرمایا جائے گا، کہاں گئے جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے۔

حق کا انکار کرنے والے جہنمیوں سے یہ سوال اس وقت ہوگا، جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پوچھا جائے گا: جن کو تم اللہ کے مقابل پکارتے تھے، جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے، جن کے بارے میں تمہیں زعم تھا کہ وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکیں گے، وہ کہاں گئے۔ اس وقت تم بڑے دکھ میں ہو، اور کوئی تمہاری نصرت کو آ نہیں رہا۔

حاصل: مشرکین سے ان کے معبودوں کے بارے میں تب پوچھا جائے گا، جب وہ دوزخ میں جھونک دیے گئے ہوں گے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾

اللہ کے مقابل۔ عرض کریں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم تو کسی شے کو اس سے قبل پکارتے ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو حواس باختہ کر دے گا۔

جب کافروں سے یہ پوچھا جائے گا، کہاں گئے تمہارے معبود جن کو تم اللہ کے مقابل پوجا کرتے تھے، تو کافر عرض کریں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے۔ یہ شرک کا اعتراف ہوگا، اور اس اعتراف کے بعد کافر یہ کہیں گے، بلکہ ہم تو اس سے قبل کسی شے کو پوجتے ہی نہ تھے۔ یہ عذاب الٰہی کے سامنے حواس کے گم ہو جانے کی صورت ہوگی، کہ شرک کا اعتراف بھی ہوگا، اور اسکے ساتھ ہی انکار بھی ہوگا۔

حاصل: عذابِ الٰہی سے حواس گم ہو جائیں گے۔ پہلے کافرین اپنے معبودوں کے گم ہو جانے کو تسلیم کر کے اپنے شرک کا اعتراف کریں گے، پھر کہیں گے کہ ہم کسی شے کو پوجتے ہی نہ تھے۔

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾

یہ اس لئے ہے کہ تم زمین میں ناحق فرحت کا اظہار کرتے رہے، اور اس لیے ہے کہ تم اکڑتے رہے۔

کافروں کی بدحواسی تو عذابِ الٰہی کو پا کر ہوگی ہی، حیاتِ دنیا میں اس کے اسباب کو بیان فرمانے کا منشاء یہ ہے کہ اپنے حال اور اعمال کی حفاظت کرنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ جو لوگ اللہ کے فضل کو اپنی کوشش وکاوش کی بدولت جانتے ہیں، وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اترانے لگتے ہیں۔ ان کا رخ درست نہیں رہتا۔ پھر وہ غرور کا اظہار کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر ثابت کرنے لگتے ہیں۔ متاعِ حیات دنیا تو ایک وقت کے لیے ہے، اور یہ دیکھنے کے لیے دی جاتی ہے کہ اس کا استعمال حق کے مطابق کیا جاتا ہے، یا نہیں۔ اسی کو اگر اپنی بڑائی کے جواز کی صورت میں پیش کیا جائے تو یہ حواس کے درست نہ ہونے کا ثبوت ہے۔

حاصل: وسعتِ مال پر اترانا اور غرور کے ساتھ دوسروں کو حقیر ثابت کرنا، حواس کے درست نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اصلاحِ حال کے لیے دی گئی مہلت میں ہی اپنے حال کو درست کیا جا سکتا ہے۔

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

جہنّم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ تو کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے متکبّرین کا۔

زمین میں ناحق اترانے والوں سے اور غرور کرنے والوں سے فرمایا جائے گا: جہنّم کے وہ مقامات جو تمہاری سزا کے لیے مخصوص ہیں، ان میں داخل ہو جاؤ، یہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے۔

حاصل: جزا دینے کا جو علم اللہ کو ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت بُرا ہوگا۔ تکبّر سے بچنے کے لیے اپنی پسند کو اہمیت نہ دینا بہت ضروری ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

تو صبر کر، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ پھر اگر ہم تمہیں دکھا دیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے، یا تمہیں پہلے ہی وفات دیں، انہیں بہر حال لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا ہے۔

Marfat.com

پیغام حق پہنچانے والے صاحب کے لیے یہ فرمان ہے، کہ صبر کرنا حق ہے، اور یہ صبر اتمامِ حجت کے بعد نتائج کے سامنے آنے تک کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ شاہد کے بیان کے مطابق حالات سامنے آ جائیں۔ دوسری یہ کہ شاہد کے وصال کے بعد وہ صورت سامنے آئے، جس سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا تھا۔ واپسی تو بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوگی۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، واپسی بھی اسی کی طرف ہی ہوگی، اور جزا بھی وہی دے گا۔

حاصل: صبر کرنا، اللہ کے ساتھ کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ جب واپسی بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو اس کے لیے تیاری کرنے سے غفلت اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنے والی بات ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع ۸ ۱۰ ۱۳

اور بے شک ہم نے تم سے قبل بھی رسول بھیجے، جن میں سے کچھ کے حالات تم سے بیان کئے، اور کچھ کے تم سے بیان نہیں کیے، اور رسول کوئی ایسا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہی نشانی لے آئے۔ پھر جب اللہ کا امر آئے گا، تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، اور اہلِ باطل ہی خسارے والے ہوں گے۔

حق رسولوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچتا رہا۔ لوگوں نے اللہ کے فرمان کو سنا بھی، اور اس فرمان پر پورا رہنے کا نمونہ بھی دیکھا۔ رسول کو ماننے والے فلاح پاتے رہے، اس کو جھٹلانے والے خسارے میں پڑتے رہے۔ تمام رسولوں کے احوال تو بیان نہیں فرمائے گئے۔ کچھ کے احوال بیان کیے گئے ہیں، کچھ کے نہیں کیے گئے۔ بیان کردہ احوال ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ اللہ نے انہیں بیان فرمایا ہے۔ ہر رسول نے اپنی صداقت کے ثبوت میں جو نشانی پیش کی وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تھی، حق کو روشن کرنے کے لیے اس حال پر موزوں ترین تھی، اور اتمامِ حجت میں سند کا درجہ رکھتی تھی۔ یہی اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے۔ جب عمل کے لیے دیا گیا وقت پورا ہو جاتا ہے، تو پھر امرِ الٰہی سے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اہلِ باطل ہی خسارے میں پڑتے رہے ہیں، اہلِ باطل ہی خسارے میں پڑتے رہیں گے۔

حاصل: ہر رسول اللہ کا بیان ہمیشہ حق ہوتا رہا ہے۔ جن رسولوں کے احوال کو بیان فرمایا گیا ہے، ان کی ہمارے لیے بڑی اہمیت ہے۔ ہر رسول کو جو نشانی دی گئی، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی، اور وہ نشانی اتمام حجت کے لیے قطعاً ضروری تھی۔ جب اللہ کا امر آ جاتا ہے تو فیصلہ ہوتے دیر نہیں لگتی، اور اہلِ باطل ہی خسارے میں پڑتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجاثیہ (۴۵) میں ارشاد فرمایا ہے:... كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ ہر امت کو اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج کے دن تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔

Marfat.com

اَللّٰهُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَنۡعَامَ لِتَرۡكَبُوۡا مِنۡهَا وَ مِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۹﴾ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے، کہ کسی سے سواری کا کام لیتے ہو اور کسی سے کھاتے ہو۔

چوپائے انسانی ضرورت ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے بنائے ہیں۔ یہ کچھ ہماری سواری کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اور کچھ غذا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ سواری کے طور پر استعمال ہونے والے جانوروں کی پرورش وحفاظت کا ایک علم ہے، خوراک کے طور پر استعمال ہونے والے جانوروں کی پرورش، حفاظت اور طریقِ استعمال کا ایک علم ہے۔ اگر چوپائے اللہ کے عطا کردہ علم کے مطابق استعمال ہوں گے، تو فرد کو بھی سکھ ملے گا، اجتماعی سکھ بھی حاصل ہوگا۔

حاصل: چوپائے اللہ کے عطا کردہ ہیں، انسانی ضرورت ہیں، سواری کے لئے استعمال ہوں یا غذا کے لیے استعمال ہوں، ان کی پرورش ان کی حفاظت اور استعمال کے احسن طریقے سیکھنے چاہئیں۔

وَ لَكُمۡ فِیۡهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبۡلُغُوۡا عَلَیۡهَا حَاجَةً فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَ عَلَیۡهَا وَ عَلَی الۡفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۸۰﴾ اور ان میں تمہارے لیے منافع ہیں، اور اس لیے کہ تم ان پر اپنے جی کی حاجت کو پہنچو، اور تم ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔

چوپایوں سے انسانوں کے لیے دودھ حاصل ہوتا ہے، گوشت حاصل ہوتا ہے۔ ان کے فضلات بھی زمین کی زرخیزی کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ ان کے بال، ان کی کھال بھی انسانوں کے لیے بڑے وسیع دائروں میں استعمال ہونے والی چیزیں ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والی چربی بھی بہت سارے کاموں میں درکار ہوتی ہے۔ بعض چیزوں کی نقل وحمل کی حاجت ہوتی ہے، اس کام میں چوپائے اب بھی کئی مقامات پر بے بدل نعمت ہیں۔ یہ سواری کے کام بھی آتے ہیں اور ان میں کثیر منافع ہیں۔ آبی راستوں سے نقل وحمل کے لیے کشتیاں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی ضرورت کا احساس، ان کے بنانے کا علم، ان کے لیے درکار ارکان سب اللہ نے ہی تو دیئے ہیں۔ اگر پانی میں مساوی الحجم اور وزن میں کم شے کو تیرانے کی صلاحیت نہ رکھی جاتی، تو کشتیوں اور جہازوں کے نہ ہونے سے قومی اور بین الاقوامی زندگی کیسی ہوتی۔

حاصل: چوپایوں کو منافع بخش بنانا طبعی طریق زندگی ہے۔ اخراجات کو کم رکھنا زندگی کو آسان بنانے کے لیے ضروری ہے، اور یہ طبعی ذرائع نقل وحمل سے ہی ممکن ہے۔

وَ یُرِیۡكُمۡ اٰیٰتِهٖ ٭ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنۡكِرُوۡنَ ﴿۸۱﴾ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے، تو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔

اللہ لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے۔ شعور کی موجودگی میں ان نشانیوں کے مشاہدے سے معرفت الٰہی حاصل ہونی چاہیے۔ بندہ اپنے مقام سے آگاہ ہو جائے، عطاء الٰہی کی قدر کرے اور اسے حق کے مطابق استعمال کرے، جزا کا یقین اس کے اعمال میں جلوہ گر ہو، تو اس کا ساتھ دوسروں کے لیے کس قدر راحت افزا ہوگا۔ اللہ کی نشانیاں ہر ہر مقام پر دیکھی جاسکتی ہیں، کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں، وہ تو اسی

Marfat.com

کے علم کی شان ہے، جو چیزیں انسان نے بنائی ہیں، ان کے ارکان بھی اللہ نے بنائے ہیں۔ انسانی ضرورت، اس ضرورت کے دائرے کی وسعت، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خدائی اہتمام، استفادہ کرنے والوں کی کم علمی کا لحاظ اور اس اہتمام کا تسلسل، کتنے ہی مقامات ہیں، جہاں سے معرفت الٰہی حاصل ہوسکتی ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار ہے بالکل غیر طبعی صورت۔

حاصل: اللہ کی نشانیوں کو دیکھنا اور عطاء الٰہی کی قدر کرنا بندگی کا حصہ ہے۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار غیر طبعی صورت ہے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ نظر کرتے ان سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔ وہ ان سے زیادہ تھے، اور ان کی قوت و آثار بھی زمین میں بہت تھی۔ تو جو کسب وہ کرتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

زمین میں سیر کرنے کا منشاء یہ ہونا چاہیے، کہ ماضی میں خلافِ حق کرنے والوں کے انجام کو دیکھا جائے اور اس سے سبق لیا جائے، اس سے نصیحت لی جائے، حال پر اس راستے کو چھوڑ دیا جائے جو بربادی کی طرف جاتا ہے، اور بھلائی کی راہ کو اختیار کیا جائے۔ جو لوگ ماضی میں مبتلاء عذاب ہو چکے ہیں، ان کی عددی قوت ہم سے زیادہ تھی۔ زمین میں انکی قوت کے شواہد یہ بتاتے ہیں کہ وہ ہم سے بہت قوی لوگ تھے۔ ان کے آثار قدیمہ سے یہ پتہ لگتا ہے کہ وہ فنون میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کا احترام انہیں قبول نہ تھا، اس لیے ان پر عذاب آیا، اور اس عذاب سے وہ بچ نہ سکے۔ ان کی کثرت، ان کی قوت اور ان کی مہارت ان کے کسی کام نہ آسکی۔

حاصل: زمین میں سیر کرنی چاہیے اور خلافِ حق کرنے والوں کے انجام سے سبق لینا چاہیے۔ اگر ہم سے تعداد میں زیادہ لوگ، ہم سے قوت میں بڑے درجے کے لوگ اور فنون میں ہم سے زیادہ مہارت رکھنے والے لوگ، خلافِ حق کرنے کی وجہ سے عبرتناک انجام کو پہنچے ہیں تو پھر عقل مندی یہی ہے کہ خلافِ حق کرنے کی راہ کو فوراً چھوڑ دیا جائے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

پھر جب ان کے پاس ان کے رسل بینات کے ساتھ تشریف لائے تو انہیں اس علم پر فرحت ہوئی جو ان کے پاس تھا، اور انہی پر الٹ پڑا جس کا استہزاء کرتے تھے۔

رسولوں کو لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جاتا رہا ہے۔ جب بھی رسول تشریف لائے وہ ایسی نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے جو قطعاً روشن تھیں اور ان کی صداقت کو واضح کرتی تھیں۔ رسول ماضی کا علم رکھتے تھے کہ وہ اس سے سبق سیکھنے کی راہ بتاتے تھے، حال کا علم رکھتے تھے کہ راہِ حق کو روشن کرتے تھے، اور مستقبل کا علم رکھتے تھے کہ بشارت و انذار ان کا مرتبہ تھا۔ مگر ہوا یہی کہ لوگ اپنے عصری علوم پر نازاں رہے، اور رسولوں کی تکذیب کرتے رہے۔ وہ بنیاد جس سے معاشرے کو سلامتی نصیب ہوتی ہے، وہ انسانی علوم سے

Marfat.com

تعلق ہی نہیں رکھتی، اور لوگ فنون میں اپنی مہارت پر اتراتے ہوئے، حق کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ مگر اخلاقی قدروں کو غیر اہم ثابت کرنے والے ہی ہمیشہ برباد ہوئے ہیں، اور جس حق کا وہ مذاق اڑاتے رہے اسی کا استہزاء ان کے لیے باعث عذاب ہوا۔

حاصل: رسولوں کی تعلیمات ہمیشہ واضح تھیں اور سلامتی کی راہ کو روشن کرنے والی تھیں۔ انسانی علوم وفنون پر قائم ہونے والا معاشرہ ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتا ہے۔ معاشرے کی سلامتی کے لیے جس وسیع بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے، وہ صرف اللہ کی کتاب سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾

پھر جب انہوں نے ہماری آفت کو دیکھ لیا، کہنے لگے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن کو ہم شریک ٹھہراتے تھے، ان سب کا ہم نے انکار کیا۔

جو لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا مذاق اڑاتے ہوئے، علوم وفنون کے نام پر زمین میں فساد مچاتے رہتے ہیں، جب عذاب الٰہی ان کے سامنے آتا ہے، اور انہیں تباہی احاطہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے، تو وہ یہی کہتے ہیں: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے، اور شرک کی ہر صورت کا ہم نے انکار کیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ باطل کی راہ کا انکار کر دینا، بندے کی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ طاغوت کا انکار، اللہ پر ایمان اور صالح اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق یہ سب صداقت کے ثبوت کے لیے ضروری مقامات ہیں۔

حاصل: جس علم سے خوفِ الٰہی بڑھے وہ علم حقیقی ہے۔ عذابِ الٰہی کو دیکھ کر ایک اللہ پر ایمان لانا اور شرک کو چھوڑ دینے کا اعلان کرنا، منکرینِ حق کا طریقہ رہا ہے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع ۹ / ۱۴

تو ان کے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا، جب انہوں نے ہماری آفت دیکھ لی۔ اللہ کی سنت یہی ہے جو اس کے بندوں میں چلی آتی ہے۔ اور تب کافر لوگ ہی خسارے میں رہے۔

جو ایمان صالح اعمال کی شہادت کے بغیر ہے، وہ اللہ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اس لیے کبھی نفع بھی نہیں دیتا۔ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر ایمان لایا جائے تو عملاً صداقت کا ثبوت دینے کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے، اس لیے وہ ایمان بے معنی ہوتا ہے، اللہ کی سنت یہی چلی آ رہی ہے۔ کافر لوگ خلافِ حق کرنے کی وجہ سے انجام کار ہمیشہ خسارے میں ہی رہے ہیں۔

حاصل: ایمان وہی نفع دیتا ہے جس کی شہادت صالح اعمال سے دی جائے۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایمان لانے والے خسارے میں ہی پڑتے ہیں۔ اللہ کی سنّت یہی چلی آ رہی ہے، اور اللہ کی سنت بدلتی نہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد (۱۳) میں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ ... ﴿۱۱﴾ بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک ان میں تغیر نہ ہو جائے۔

Marfat.com

ایاتھا ۵۴ | ۴۱ سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَكِّيَّةٌ ۶۱ | رکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ حروفِ مقطّعات

ان حروف کے پڑھنے کا معروف طریقہ ہے۔ ان کو الگ الگ کر کے پڑھا جاتا ہے۔ یہ خاموشی کا مقام ہے۔ اس لیے یہاں بولنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدم ہوگا۔

حاصل: خاموشی کے مقام پر بولنا اور بولنے کے مقام پر خاموش رہنا، بندے کو حق سے دور کر دیتا ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ ﴿۲﴾ اس کا نزول الرّحمٰن اور الرّحیم کی طرف سے ہے۔

قرآنِ پاک کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ یہ کتاب رحمۃ العالمین پر نازل فرمائی گئی ہے۔ یہ لوگوں کے لیے ہے۔ اس کا نازل فرمانے والا، لوگوں کو حق کی طرف آنے میں مدد دیتے ہوئے بھی رحم کرتا ہے، اور حق کو مان کر اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہوئے پورا رہنے والوں پر بھی رحم کرتا ہے۔ اللہ کو کوئی احتیاج نہیں ہے۔ اللہ کی بات کو ماننے میں ماننے والے کا ہی بھلا ہوتا ہے، اس لیے جہاں حق کا ذکر آجائے فوراً اسے ادب سے مان لینا چاہیے کہ اس سے بہتر کوئی بات ہمارے لیے ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس تنزیل کا تعلق اللہ کے دو اسماء حسنیٰ سے بتایا گیا ہے، جو الرّحمٰن اور الرّحیم ہیں۔ قرآن پاک کو ماننے سے ہی بندہ رحمت الٰہی سے نوازا جاتا ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ ﴿۳﴾ قرآنِ عربی وہ کتاب ہے، جس کی آیات کو علم والے لوگوں کے لیے مفصّل فرمایا گیا ہے۔

علم کی طلب ہو تو قرآن پاک میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، اس سے کماحقہٗ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب میں شک نہیں ہے۔ حصول علم کی طلب ہو تو اس کتاب سے استفادہ کرنے والے کو شک سے پاک ہونا لازم ہے۔ اس کو مبارک نصیحت فرمایا گیا ہے۔ اس کی نصیحتوں کی برکات کا پتہ اسے ہی لگے گا، جو اس کی نصیحتوں کو ادب سے مانتا رہے گا۔ منکر اس کی نصیحتوں سے کیا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ قرآن عربی ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں۔ طلبِ علم ہو تو اس کی آیات کے مفصّل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ اللہ نے اس کتاب کو اپنے علم سے مفصّل فرمایا ہے۔ ایمان والوں کو اس سے ہدایت اور رحمت نصیب ہوتی ہے۔ جب انسانی گمان کو اس کے مقابل اہمیت دی جائے تو نتیجہ ہدایت و رحمت سے دوری ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل: علم کی طلب ہو تو قرآنِ پاک کی آیات کے مفصّل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ بشارت دیتی ہوئی اور ڈر سناتی ہوئی۔ تو اکثر نے اس سے اعراض کیا پھر وہ سنتے ہی نہیں۔

قرآن پاک میں ان لوگوں کے لیے بشارت ہے جو قولِ مبارک کو سنتے ہیں، اس کا احسن اتباع کرتے ہیں۔ انذار ان لوگوں کے لیے ہے جو حکم الٰہی کو سنتے ہیں اور پھر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ اس کی اہمیت کو مانتے ہیں وہ تو اس سے منہ پھیرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جو منہ پھیرتے ہیں وہ اپنی پسند کو کتاب اللہ کے مقابل زیادہ اہم جانتے ہیں۔ انہیں کتاب اللہ کی باتیں سنائی نہیں دیتیں۔ جس علیمِ مطلق کا یہ فرمان ہے، نتائج اسی کی قدرت سے مرتب ہوتے ہیں۔ کسی کے نہ سننے سے نقصان اسی نہ سننے والے کا ہی ہوگا۔

حاصل: قرآن پاک کو سننا اور ماننا بندگی ہے، اس سے اعراض کرنا جرم ہے۔

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵

اور کہنے لگے ہمارے قلوب غلاف میں ہیں، اس سے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو، اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے تمہارے مابین حجاب ہے، تو تم اپنا عمل کرو، ہم اپنا عمل کرتے ہیں۔

منکرین جب اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ سب نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے، تو اس وقت وہ تبلیغ حق کرنے والی ذات سے یہی کہتے ہیں: کہ آپ کی دعوت کا ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا، ہمارے دل اس سے محفوظ ہیں، ہمارے کانوں میں ایسی کیفیت ہے کہ آپ کی بات ہمیں پہنچتی ہی نہیں، اور پھر قربِ مکانی کی صورت میں بھی ہمارے تمہارے مابین ایک حجاب رہتا ہے، کہ آپ کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ ہمیں جس عذاب سے ڈراتے ہیں، وہ آجائے گا تو دیکھیں گے، اس سے پہلے آپ کی صداقت کو مان لینا ممکن نہیں۔

حاصل: منکرینِ حق اپنا سب کچھ حق کی مخالفت پر لگا دیتے ہیں۔ عذاب الٰہی کو دیکھ کر وہ ایمان لائیں تو اللہ کے ہاں وہ ایمان قبول نہیں ہوتا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ ۝۶

فرما دیجیے میں تمہاری مثل بشر ہی ہوں، مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود الٰہ واحد ہی ہے، پھر اسی کی طرف مستقیم رہو اور اس سے استغفار کرو، اور مشرکین کے لیے خرابی ہے۔

اگر حق کے قول کو ماننا مشکل ہوتا تو منافقت کا وجود ہی نہ ہوتا۔ عملاً حق کو ماننا بڑا کام ہوتا ہے۔ جب منکرینِ حق عذابِ الٰہی کی آمد کو ہی تبلیغ حق کرنے والے کی صداقت کا ثبوت ٹھہرا دیں تو ان سے یہ کہا جاتا ہے، کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، مجھے حکمِ الٰہی کے حوالے سے تمہیں یہ بتانا ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے، جو تمہارا خالق ہے، ربّ ہے، مالک ہے، اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے والا ہے۔ اگر تم اسی کی طرف اپنے رخ کو سیدھا رکھو تو تمہیں یکسوئی نصیب ہوگی، تم اللہ سے بخشش طلب کرو گے، وہ تمہیں بخشش دے گا۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر شرک سے بچ نہیں سکو گے، اور شرک کرنے والوں کے لیے تو خرابی ہی خرابی ہے۔

حاصل: لوگوں کو دعوتِ اتباع دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہے میں تمہاری مثل بشر ہوں، تمہیں اپنی

Marfat.com

پسند ناپسند کی بات نہیں سناتا، تمہیں حق بتاتا ہوں۔ تمہارا معبود ایک ہے، اسی کی طرف اپنا رخ سیدھا رکھو گے اور بخشش طلب کرتے رہو گے تو تمہارا بھلا ہو جائے گا ورنہ شرک سے بچ نہ سکو گے، اور شرک کا انجام بڑی خرابی ہے۔

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

مشرکین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج یہ قول کا درجہ رکھتا ہے، زکوٰۃ دینا عمل کا درجہ رکھتا ہے۔ زکوٰۃ دی جائے تو مال پاک ہوتا ہے، اور پاک مال ہی اللہ کی راہ پر خرچ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ جو مال کی تقسیم میں من مانی کرتے ہیں، وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں، انہیں جزا کا یقین نہیں ہوتا۔

حاصل: زکوٰۃ نہ دینا بھی شرک کی علامت ہے۔ آخرت کا یقین ہمارے عمل میں جلوہ گر نہ ہو، تو پھر آخرت کا انکار ضرور ہمارے حال سے ظاہر ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ ع

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کئے ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

ع ۸/۱ ۱۵

اللہ پر ایمان لانا دعویٰ ہے، جو صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ جو اس طرح سچا ثابت ہو جائے اسے دائمی پاک دامنی کا مقام عطا ہو جاتا ہے۔ اسے ایسے اجر سے نوازا جاتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

حاصل: دائمی پاک دامنی کا مقام نصیب ہو تو اس کا اجر کبھی ختم نہیں ہوتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل (۱۶) میں ارشاد فرمایا ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۷ جو صالح عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور ہو مومن، تو ضرور ہم اسے حیاتِ طیبہ سے زندہ رکھیں گے، اور انہیں جزا دیں گے ایسا اجر جو ان کے اعمال کا خوب صلہ ہوگا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹ ج

فرما دیجیے کیا تم اُس سے کفر کرتے ہو، جس نے زمین دو دن میں خلق فرمائی، اور تم اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو۔ وہی تو رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ماننے میں اگر ماننے والے کی اپنی پسند بھی ایک اہمیت رکھتی ہو، تو پھر اس طرح ماننے کی حقیقت اللہ کو نہ ماننا ہے اور کفر کرنا ہے۔ زمین کو اللہ نے دو دن میں بنایا ہے۔ اس کی وسعت، اس کے اجزائے ترکیبی، اس کا مقصدِ تخلیق، وہ وقت جس میں اس کو منشاءِ ایزدی کے مطابق اپنا کام کرتے رہنا ہے اور دوسری کئی باتیں دعوتِ فکر دیتی ہیں کہ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی کی حیثیت ہی کیا ہے۔ زمین کو دو دن میں بنانے والے کے مقابل کس کی مجال ہے کہ وہ اپنی کارکردگی کا ذکر کرے۔ اللہ کا ہمسر کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ زمین کو بنانے والا ہی تو

Marfat.com

سارے جہانوں کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ اگر اللہ کے مقابل اور معبود بھی ہوتے تو کائنات میں فساد ہو جاتا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ خالقِ کل ہے، ربّ العالمین ہے، واحد ہے اور لا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو لاشریک ماننا ہمارے عمل میں نظر آنا چاہیے۔

وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩

اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں ان کی خوراکیں ٹھہرائیں، یہ سب چار دن ہوئے، سائلین کی ضرورت کے مطابق۔

زمین پر پہاڑ بنانے کا منشاء یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کانپے نہیں۔ پھر زمین میں معدنیات رکھی گئی ہیں، اور اس میں تا قیامت آنے والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے برکت رکھی گئی ہے۔ لوازماتِ حیات کا مقرر کرنا بہت بڑا علم ہے جو اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ نے جس شے کی جو خوراک مقرر کی ہے، اسی خوراک سے وہ شے طبعی طور پر ٹھیک رہتی ہے۔ ہر ایک جاندار کی خوراک کا اہتمام اس کے ماحول میں کرنا بہت بڑی شان ہے۔ تمام جانداروں کی ضروریات کو پورا کرنا اور تا قیامت اس نظام کو حسن و خوبی سے جاری رکھنا اللہ کی شان ہے۔ لوازماتِ زندگی اللہ کے علم سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ کے علم سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ زمین کی تخلیق دو دن میں ہوئی، آسمانوں کی تخلیق بھی دو دن میں ہوئی اور زمین و آسمان کے مابین جو کچھ ہے یہ بھی دو دن میں بنا۔ چھ دن ہمیشہ ساکن رہتے ہیں۔ ساتواں حال ہوتا ہے اور متحرک ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کے حسنِ اہتمام کو جاننے والے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کا انکار کر سکے۔ حصولِ رزق کے لیے اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کو ماننے کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪

پھر آسمان کی طرف استویٰ فرمایا، اور وہ دخان تھا، تو اس سے اور زمین سے فرمایا، کہ تم دونوں طوعاً یا کرہاً ہمارے احکام کی تعمیل کرتے رہو۔ دونوں نے عرض کیا، ہم رضا اور رغبت سے حاضر ہیں۔

کائنات کی تخلیق کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ آسمان اور زمین بند تھے، اللہ نے انہیں کھولا۔ آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے اور زمین کو فرش بنا دیا، آسمان کو چھت بنا دیا۔ آسمان کو ابتدائی صورت میں اللہ نے ہی پیدا کیا تھا۔ کائنات کا بنانا اللہ کے ہاں طے تھا۔ حضرت انسان کو جس توفیق کے ساتھ یہاں رہنا تھا وہ بہت بڑی تھی، اس طرح زمین اور آسمان کا کام حضرت انسان کے حوالے سے بہت اہم تھا، اس لیے دونوں سے یہ فرمایا گیا: کہ طوعاً مانو یا کرہاً مانو، مگر اللہ کے احکام کی تعمیل کرو اور جو کام تمہارے سپرد کیے گئے ہیں انہیں منشاءِ الٰہی کے مطابق سرانجام دو۔ دونوں نے جواب میں اپنی رضا و رغبت کے ساتھ احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتے رہنے کا عہد کیا۔

حاصل: زمین و آسمان تو رضا و رغبت سے اللہ کے احکام کی تعمیل کریں، اور جس کے لیے انہیں کام سپرد کیے گئے ہیں، وہ من مانی کرتا رہے یہ کس قدر ناشکری کا مظاہرہ ہوگا۔

Marfat.com

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

پھر انہیں دو دن میں پورے سات آسمان کر دیا، اور ہر آسمان میں اس کے امر کی وحی فرمائی۔ اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا، اور اسے محفوظ بنایا۔ یہ عزّت والے، علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

آسمان کی طرف توجہ فرمانے کے بعد، اللہ نے ان کے مقصدِ تخلیق کے حوالے سے ان کی تکمیل کی، اور آسمانوں کو جو جو کام سپرد کرنا پسند کیا، اللہ نے ان کے سپرد کیا۔ خالقِ کل کا کام اتنے بڑے علم کا کام ہے، کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ سات آسمانوں میں زمین کی طرف سے نظر آنے والا آسمان، سماءِ دنیا کہلاتا ہے۔ اسے ستاروں سے مزّین کیا گیا۔ خوبصورتی کے ساتھ ساتھ وقت اور سمت کے تعین میں ستارے رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت انسان کے ساتھ صریحاً دشمنی کرنے کی قسم کھانے والے سے ان مقامات کو محفوظ کرنا ضروری تھا جہاں انسان کی بھلائی کا عنوان رکھا جائے، اس لیے اللہ نے حفاظت کا وہ اہتمام کیا، جو اللہ کی شان کے لائق ہے۔ عزت والے، علم والے خالقِ کل نے جو کچھ بنایا ہے، اس کو منشاءِ الٰہی کے مطابق استعمال کرنے سے ہی ہم عزت والے ہو سکتے ہیں، اور علم والے ہو سکتے ہیں۔

حاصل: تعمیر کو با مقصد ہونا چاہیے اور جس کے لیے تعمیر کی جائے اسے بندگی کا حق ادا کرنے میں مدد ملنی چاہیے۔ حفاظت کا اہتمام کرنا بھی علم سے ہونا چاہیے۔ عزت والے، علم والے خالقِ کل کی بندگی کرنے والا عطاءِ الٰہی کا قدردان ہوتا ہے اور شکر گزار ہوتا ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ؕ ﴿۱۳﴾

پھر اگر وہ اعراض کریں، تو فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایک کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی کڑک عاد و ثمود پر آئی تھی۔

جب لوگ حق کو ماننے کی بجائے اس سے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے اس سے منہ پھیر لیں تو تبلیغ حق کرنے والے پر لازم ہے کہ انہیں یہ بتادے کہ حق کے انکار کا انجام تباہی ہی ہوتا ہے۔ ایک کڑک کے ساتھ ہی منکرین دائمی خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسے قوم عاد تباہ ہوئی، قوم ثمود تباہ ہوئی۔

حاصل: اعمال خلافِ حق ہوں تو ان کے نتائج تباہی کی صورت میں ہی وارد ہوتے ہیں۔ ماضی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

جب ان کے پاس رُسل ان کے آگے سے اور پیچھے سے تشریف لائے، کہ اللہ ہی کی بندگی کرو، تو انہوں نے کہا، اگر ہمارا ربّ چاہتا تو ملائکہ کو نازل کرتا، تو جس پیغام کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

Marfat.com

عاد و ثمود کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آتے رہے، اور انہوں نے ہمارے نازل کردہ حق کو پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تبلیغ حق میں جو معیار کے مطابق رہے، اللہ کے بھیجے ہوئے، راہ حق کو روشن کرنے والے بندے سے محبت رکھے اور خلوت و جلوت میں اس محبؐ کی اپنی کوئی بات نہ ہو، وہ مبلغین کی پاک جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ منکرین حق کو جو پیغام پہنچایا گیا وہ یہی تھا کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں۔ اس کے جواب میں ان آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ بشر کا رسول ہونا ہمارے ماننے میں نہیں آتا۔ ہمارا رب بڑی قدرت رکھتا ہے، وہ چاہتا تو ملائکہ کو بھیج سکتا تھا۔ اس نے ملائکہ کو تو بھیجا نہیں، آپ بشر ہیں، آپ رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم یہ مانتے ہی نہیں۔ لہٰذا ہم اس پیغام کے بھی منکر ہیں، جو آپ پہنچانا چاہتے ہیں، اور پہنچا رہے ہیں۔

حاصل: پیغام حق کے پہنچنے میں کبھی کمی نہیں رہتی۔ استکبار کرنے والے اپنی پسند کو حق کے مقابل بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ تبلیغ حق کرنے والے کا انکار اس حق کا بھی انکار ہوتا ہے جو تبلیغ حق کرنے والا پہنچا رہا ہوتا ہے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا، اور کہنے لگے، ہم سے قوت میں کون اشد ہے۔ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا، ان سے قوت میں اشد ہے۔ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔

عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا بھیجا ہوا پیغام پہنچایا، تو ان لوگوں نے جواب یہ دیا کہ ہم تو آپ کو بے وقوف دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے ناصح ہوں، تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، تمہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلاتا ہوں کہ تم ان کا شکر ادا کرو اور فلاح کی راہ اختیار کرو۔ بے وقوف قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم بہت طاقت ور لوگ ہیں، ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے جس کا ہمیں ڈر ہو۔ انہیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے تھا کہ اللہ کے مقابل ان کی قوت کی حیثیت کچھ نہ تھی۔ مگر یہ لوگ طاقت کے گھمنڈ میں حق کا انکار ہی کرتے چلے گئے۔

حاصل: اللہ کی نعمتوں کو اپنی مہارت اور محنت کی بدولت جاننے والے ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اللہ کے مقابل کسی قوت کو قابلِ ذکر جاننا ہی درست نہیں۔ طاقت کے گھمنڈ سے بچنا اور اپنے ساتھیوں کو اس سے بچانا بہت ضروری ہوتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَ هُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

تو ہم نے ان کی نحوست کے دنوں میں ان پر بادِ صرصر بھیجی کہ ہم حیاتِ دنیا میں انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں۔ اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہوگا، اور ان کی نصرت نہ ہوگی۔

اتمام حجت اللہ کی شان ہے۔ جب عاد نے اصلاح کے لیے دی گئی مہلت کو ضائع کر لیا، تو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کی جڑ

Marfat.com

کاٹ دی گئی۔ ان پر عذاب کے دن آئے۔ یہ دن ان کے لیے سخت رسوائی کے دن تھے، کہ طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا لوگ ہوا کے مقابل بھی نہ ٹھہر سکے۔ یہ ہوا اس قوم کے لیے عذاب تھی۔ اس نے ان کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ آخرت کا عذاب تو زیادہ رسوا کن ہوگا۔ دنیا میں کون ان کی مدد کر سکا تھا جو آخرت میں کوئی ان کو رسوائی سے بچانے کی ہمت کر سکے گا۔

حاصل: عذابِ الٰہی ہمیشہ اللہ کے علم سے ہوتا ہے، اس لیے مجرم اس کے احاطے سے نکل نہیں سکتے۔ استکبار کرنے والے ہمیشہ رسوا ہوتے ہیں، آخرت میں رسوائی بڑھ کر ہوگی۔ اللہ کے مقابل نہ حال پر کوئی مددگار ہو سکتا ہے، نہ مستقبل میں کوئی مددگار رہوگا۔

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾

اور وہ جو ثمود تھے، ہم نے انہیں ہدایت پہنچائی، تو انہوں نے ہدایت کے مقابل اندھے پن کو پسند کیا، تو انہیں ذلّت کے عذاب 'صاعقہ' نے پکڑ لیا، بدلہ اس کا جو کسب کرتے تھے۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ لوگوں نے آپ سے رسول اللہ ہونے کی سند طلب کی۔ آپ نے وہ نشانی انہیں دکھا دی۔ وہ اللہ کی اونٹنی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ زمین سے کھاتی پھرے اور اسے برائی سے مس نہ کرنا، ورنہ تمہیں المناک عذاب پکڑے گا۔ ثمود نے حق کو ماننے کی بجائے، حق کے انکار کی راہ اختیار کی۔ یوں انہوں نے ہدایت کے مقابل اندھے پن کو پسند کیا۔ ان لوگوں نے اللہ کی نشانی کی بے حرمتی کی، اور یہ کہا: اے صالح (علیہ السلام) لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو اگر تم اللہ کے رسول ہو۔ اس قوم پر عذاب آیا اور وہ اپنے استکبار کے حوالے سے رسوا کن عذاب میں مبتلا ہو کر ختم ہو گئے، اگلی صبح وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔

حاصل: ہدایت پہنچانا اللہ کا کام ہے۔ بندے اسے قبول کرنے یا قبول نہ کرنے کی راہ اختیار کرتے ہیں، اور اپنے اپنے رخ کے مطابق جزا پاتے ہیں۔ عذابِ الٰہی منکرینِ حق کے کسب کی حیثیت کو رسوا کر کے رکھ دیتا ہے۔

ع ۲ ۱۴ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾

اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی، جو ایمان والے تھے اور تقویٰ کرتے تھے۔

جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے، یہ حق کی قدر کرنے والے تھے، یہ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام سے محبت رکھنے والے لوگوں کو اللہ نے اس عذاب سے نجات دی، جس عذاب میں منکرینِ حق تباہ ہو گئے۔

حاصل: عذابِ الٰہی سے نجات بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ اللہ پر ایمان کا دعویٰ ہو تو تقویٰ اس کا شاہد ہونا چاہیے۔ پاک بندوں کو حیاتِ دنیا میں بھی قدر و منزلت سے نوازا جاتا ہے، آخرت میں بھی نوازا جائے گا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں ارشاد فرمایا ہے: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾ آپ (حضرت صالح علیہ السلام) نے ان سے منہ پھیرا اور فرمایا،

Marfat.com

اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے ربّ کا بھیجا ہوا پہنچایا اور تمہیں نصیحت کی مگر تم ناصحین سے محبت ہی نہ رکھتے تھے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا، تو وہ روکے جائیں گے۔

اللہ کے دشمن وہ لوگ ہیں، جو مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو دوزخ کے قریب روکا جائے گا، تاکہ اگلے پچھلے اکٹھے ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سوال کیا جائے گا: کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کی، اور تمہارے علم کو ان پر احاطہ نہ تھا تم کیا عمل کرتے تھے۔ اللہ کے دشمنوں کو ان کے اعمال کے حوالے سے جزا دی جائے گی، اس طرح ان کی درجہ بندی ہو جائے گی۔

حاصل: مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں۔ ان سے دوستی قطعاً منع ہے۔ دوزخ کی طرف جانے والوں کا ساتھ کسی کو خسارے میں ہی ڈال سکتا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

حتیٰ کہ جب وہاں پہنچیں گے، تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں شہادت دیں گے، جو عمل وہ کرتے تھے۔

اللہ کے ساتھ دشمنی کرنے والوں پر ان کے ظلم کی بدولت قولِ حق واقع ہو جائے گا تو وہ نہیں بولیں گے۔ اس وقت ان کے کان یہ شہادت دیں گے کہ انہوں نے خلافِ حق باتوں کو سننا پسند کیا، ان کی آنکھیں گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے خلافِ حق رخ اختیار کرنے میں بڑی دلچسپی لی، اور ان کی جلدیں یہ شہادت دیں گی کہ یہ لوگ ہمیں اپنے مزے کے لیے استعمال کرتے رہے اور استکبار کرتے رہے۔ یہ شہادتیں اتنی قریبی ہوں گی، اتنی بڑی ہوں گی اور ایسی ہوں گی کہ ان کی تردید ممکن ہی نہ ہو گی۔ اس دن جہنّم کے پاس جمع کیے گئے لوگوں سے یہ فرمایا جائے گا، یہ ہے وہ جہنّم جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

حاصل: کان کی حفاظت کرنی چاہیے کہ یہ خلاف حق نہ سنے، آنکھ کی حفاظت کرنی چاہئے کہ یہ خلافِ حق نہ دیکھے، جلد کی حفاظت کرنی چاہیے کہ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف کو لازم مانا جائے۔ مومنین کے ساتھ عملاً دشمنی کرنے والوں کو کبھی دوست نہیں بنانا چاہیے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور وہ اپنی جلدوں سے کہیں گے، تم نے ہم پر کیوں شہادت دی۔ جواب ملے گا، ہمیں اللہ نے نطق دیا، جس نے ہر شے کو نطق دیا، اسی نے تمہیں پہلی بار خلق فرمایا، اسی کی طرف مراجعت کر رہے ہو۔

خلافِ حق کرنے والے اپنے اعضاء کی گواہی پر حیران ہوں گے۔ اعضاء سے یہ پوچھیں گے، تم نے ہم پر کیوں شہادت دی، تم تو

Marfat.com

ہمارے وجود کے اہم ارکان تھے۔ اعضا جواب دیں گے: ہمیں اللہ نے نطق دیا تو ہم نے امرِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے شہادت دی۔ نطق جہاں بھی ہے، اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ ہر شے اللہ کے امر کی تعمیل کے لیے طوعاً حاضر ہے۔ اللہ نے ہی تمہیں پہلی بار خلق فرمایا تھا، اسی نے تمہیں دوسری بار خلق فرمایا ہے، اور اسی کے دربار میں تم حاضر ہو۔ جس کی طرف سے تم گئے تھے، اُسی کی طرف تم واپس آرہے ہو۔

حاصل: اعضا کی شہادت کا یقین ہو جائے، تو پھر اعضاء کا خلافِ حق استعمال ہو نہیں سکتا۔

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَآ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور تمہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری جلدیں شہادت دیں گی، ولیکن تمہارا ظن یہی تھا کہ اللہ کو اکثر اس کا علم نہیں ہوتا جو عمل تم کرتے ہو۔

کان، آنکھیں اور جلدیں، انسانی خواہشات کی تکمیل میں اپنی مسلمہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ان سے چھپ کر کوئی کام کیا ہی نہیں جا سکتا۔ خلافِ حق کرنے والے کو اس کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا، کہ اس کے اعضاء اس کے اعمال پر گواہ بنیں گے۔ بلکہ اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اللہ کو بھی اس کے اعمال کا پورا پورا علم نہیں ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ یقین ہو کہ اسے ہمارے سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کا بھی علم ہے، اسے ہمارے اعمال کا بھی علم ہے، تو پھر خلافِ حق سوچنا بھی ممکن نہیں رہتا، خلافِ حق کرنے کا مقام تو بعد میں آتا ہے۔

حاصل: اعضاء کی شہادت کا اندیشہ رکھنے والا، خلافِ حق کرنے سے نہ رکے یہ ممکن ہی نہیں۔ خلافِ حق کرنے والے کا گمان تو یہی ہوتا ہے، کہ اللہ کو بھی اس کے اعمال کا پورا علم نہیں ہے۔ اس ناقص گمان سے نقصان خلافِ حق کرنے والے کو ہی ہوتا ہے۔

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اور یہ ہے تمہارا ظن۔ جو ظن تم اپنے ربّ کے ساتھ رکھتے تھے، اس نے تمہیں برباد کر دیا تو تم خسارے والوں سے ہوئے۔

منکرینِ حق کا یہ ظن کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا نہیں ہے، ان کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ اب کوئی اپنے ربّ کے ساتھ یہ گمان رکھے کہ اسے اپنے بندے کے اعمال کا علم نہیں ہے، تو یہ گمان بندے کو خسارے میں ہی ڈال سکتا ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا یقین ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہیے کہ یہ فلاح پانے والوں کی نشانی ہے۔

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے۔

Marfat.com

منکرینِ حق کو ان کے اعمال کی جزا ضرور دی جائے گی، یہ اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ یہ اسے قبول کریں یا نہ کریں، جزا تو وہی ہوگی، جو ان کو ان کے اعمال کے حوالے سے دی جائے گی۔ قیامت کے دن ظالم معذرت بھی کریں گے اور منانا بھی چاہیں گے، مگر ان کی معذرت اور ان کا منانا انہیں نفع نہ دے گا، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت کے پورا ہو جانے کے بعد اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔

حاصل: جزا سے بھاگ جانا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ قیامت کے دن منکرینِ حق خسارے کو دیکھیں گے تو معذرت بھی کریں گے اور منانا بھی چاہیں گے، مگر اس سے وہ اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دے سکتے کہ عمل کے لیے دیا گیا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۳/۱۷

اور ہم نے ان پر ساتھی مسلّط کر دیئے تو انہوں نے مزین کر کے دکھایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور ان پر قولِ حق ہوا، ان امم سے جو ان سے قبل گزر چکیں جنّ وانس سے، بے شک وہ خاسرین ہوئے۔

جو حق کو نہ مانے، ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ جو اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کو نظر انداز کر دے، شیطان اس پر مسلّط ہو جاتا ہے، جو وقتی فائدے کو اس کے سامنے اس قدر زینت دے کر رکھتا ہے کہ منکرِ حق دائمی فائدے کی راہ کو چھوڑ دیتا ہے، اور اپنی خواہش کی پیروی کو درست سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت میں من مانی کرتے ہوئے وہ یہی سمجھتا ہے، کہ اس کے درست راہ پر ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ جو ہو رہا ہے وہ اس کی پسند کے مطابق ہے۔ جن لوگوں نے بھی حق سے اعراض کیا ہے وہ خسارے سے بچ نہیں سکے۔ یہی اصول رہا ہے اور یہی اصول رہے گا۔ ماضی میں جن وانس اس راستے کو اختیار کر کے خسارہ اٹھا چکے ہیں، اب جو اس راستے کو اختیار کرے گا، وہ بھی خسارے میں ہی پڑے گا۔ آخرت میں بندہ اپنے بُرے ساتھی کو دیکھ کر کہے گا: ہائے افسوس کسی طرح میرے اور تمہارے مابین بعد المشرقین ہوتا، تو کتنا برا ساتھی ہے۔

حاصل: جو حق کو نہ مانے، ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ حیاتِ دنیا میں بھی اسے خسارہ ہوتا ہے، آخرت میں بھی خسارہ ہی ہوگا۔ اس نصیحت کو ماننا ہی باعث فلاح ہے، جو فرمانِ الٰہی کی صورت میں موجود ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورہ الجاثیہ (۴۵) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ اور جب فرمایا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور قیامت میں شک نہیں، تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہمیں تو کچھ ظن سا ہی ہے، اور ہمیں یقین نہیں۔ اور ان پر ان کے اعمال کی بُرائیاں کھل گئیں، اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کا استہزاء کرتے تھے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غوغا کرو تا کہ تم غالب رہو۔

Marfat.com

حکم الٰہی یہ ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے، تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم ہو۔ اسے ادب سے سنا جائے گا، تو یہ باعثِ خیر و برکت ہوگا۔ جب کافروں نے قرآنِ پاک کے اثرات کو لوگوں پر مرتب ہوتے دیکھا تو یہ ترکیب سوچی کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ جائے، اور نہ سننے کے لیے شور وغوغا کیا جائے، اس طرح اپنی بھی حفاظت ہو جائے گی، اپنے ساتھیوں کی بھی حفاظت ہو جائے گی، اور اس کے اثرات سے بچ جانا ہی ہمارا غلبہ ہے۔ قول کا مقابلہ قول سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ جب قول کے مقابلے میں شور وغوغا کیا جائے، تو غور وفکر کرنے والے شور سے کراہت کا اظہار کریں گے اور قول پر غور وفکر کریں گے، اس طرح اس شور وغوغا کرنے کی تجویز سے بھی مومنین کو فائدہ ہی پہنچا۔

حاصل: جب قرآنِ پاک پڑھا جا رہا ہو تو غور سے سننا چاہیے اور ادب کے ساتھ خاموش رہنا چاہئے۔ قول کو شور وغوغا سے روکا نہیں جا سکتا، قول کا مقابلہ قول سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۙ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾

تو ہم ضرور کافروں کو شدید عذاب چکھائیں گے، اور ضرور انہیں بُرے سے بُرے اعمال کی جزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

کافروں کو شدید عذاب دینا، اللہ کا وعدہ ہے۔ یہ وعدہ قیامت کے دن پورا ہوگا۔ جو لوگ حزب اللہ سے دشمنی کرتے ہیں وہ اللہ کے دشمن ہوتے ہیں۔ اللہ سے دشمنی میں جس قدر رزور لگایا جائے گا اعمال بُرے سے بُرے ہوتے جائیں گے۔ اللہ کے ہاں ایسے اعمال کی جزا بھی ضرور دی جائے گی۔ یہ جزا شدید عذاب کی صورت میں ہوگی۔

حاصل: کافروں کو ان کے اعمال کی جزا شدید عذاب کی صورت میں دی جائے گی، حزب اللہ سے دشمنی ہی باعثِ عذاب ہوگی۔

ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾

یہ آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے۔ اس میں ان کا دائمی ٹھکانا ہے۔ جزا اس کی کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے۔

مومنین سے عملاً دشمنی کرنے والے، اللہ کے دشمن ہیں۔ ان کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ اس آگ میں ان کا دائمی ٹھکانا ہے۔ مومنین کی دائمی مخالفت منکرین کے لیے دائمی عذاب کا باعث ہوگی۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار یہی ہے کہ اللہ کے پاک بندوں کو حق کی احسن ادائیگی کرتے دیکھا جائے، اور ان کی دعوتِ خیر کے مقابل من مانی کرنے کی راہ اختیار کی جائے۔

حاصل: اللہ کے دشمن دائمی اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کی نشانیوں کا انکار باعثِ عذاب ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾

اور کافر کہیں گے اے ہمارے ربّ ہمیں دکھا، جن و انس سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈالیں، تاکہ وہ اسفلین سے ہوں۔

Marfat.com

گمراہ کرنے والے، لوگوں کو دائمی نفع کے مقابل وقتی نفع کے راستے پر ڈال دیتے ہیں، اور وقتی خسارے سے بچاتے ہوئے دائمی خسارے کی طرف چلا دیتے ہیں۔ گمراہ ہونے والے اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہوئے گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ گمراہ کرنے والوں کو عزت کے ساتھ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ آخرت میں کافروں کو، گمراہ کرنے والوں کا مقام اپنے قدموں تلے رکھنا پسند ہوگا، کہ وہ ان بڑائی کے دعویداروں کو سب سے نیچ ثابت کرنا چاہیں گے۔

حاصل: آج دیکھنا چاہئے، جن کو ہم سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں وہ ہمیں خواہشات کی پیروی کی ترغیب تو نہیں دے رہے۔ گمراہ کرنے والا نیچ ہوتا ہے مگر گمراہ ہونے والا اسے اونچ جانتا رہتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾

بے شک جن لوگوں نے کہا، ہمارا ربّ اللہ ہے، پھر اس پر استقامت سے رہے، ان پر ملائکہ اترتے ہیں، کہ تم خوف نہ کھاؤ اور حُزن نہ کرو، اور بشارت پاؤ اس جنّت کی جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

جو لوگ یہ مان لیں کہ ان کا ربّ اللہ ہے، جو یہ مان لیں کہ ان کی ربوبیّت اللہ کے علم سے ہو رہی ہے، ان کو صاحبانِ استقامت سے ہونے کا ثبوت اس طرح سے دینا چاہئے کہ نہ ہونے کے مقام پر وہ صبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہیں اور ہونے کے مقام پر وہ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہیں۔ عسر ہو یا یسر دونوں مقام پر اللہ کو اپنا ربّ ماننا صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مدد اللہ اپنے علم سے کرتا ہے۔ جو انہیں درکار ہوتا ہے، اللہ ہی اس کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ انہیں تسلی دی جاتی ہے، کہ تم خوف وحزن سے دور رہو اور تم اس مقامِ فلاح کو دیکھو جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، اس طرح ان لوگوں کو ان کا مستقبل دکھا دیا جاتا ہے۔

حاصل: یہ کہنا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے، دعویٰ ہے، عسر و یسر میں استقامت سے اس کا ثبوت دینا شہادت ہے، اور یہ دعویٰ اسی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کی مدد بڑے علم سے ہوتی ہے۔ خوف وحزن سے نجات کے ساتھ، مستقبل میں فلاح کی بشارت بھی دی جاتی ہے۔

نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿ؕ۳۱﴾

ہم تمہارے دوست ہیں حیاتِ دنیا میں اور آخرت میں۔ اور تمہارے لیے اس میں ہے جو تمہارا جی چاہے، اور تمہارے لیے ہے جس کی تم استدعا کرو۔

حیاتِ دنیا میں بھی نصرتِ الٰہی سے جو نتائج نکلتے ہیں، اس کی دوسری کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی، آخرت میں تو ہوگا ہی جزا کا مقام اور یوم الدّین کا مالک ہی جزا دینے والا ہوگا۔ اللہ کی نصرت کو انتہائی قابلِ قدر جاننا ضروری ہے۔ جنت کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کو ربّ ماننے کے بعد استقامت سے اپنی صداقت کا ثبوت دینے والوں کے لیے جنّت میں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، اور اگر وہ کوئی ایسی

Marfat.com

شے طلب کریں گے جس کا حال پر تیار ہونا اور سامنے آنا انہیں پسند ہوگا، تو بھی ان کی طلب پوری ہوگی۔

حاصل: حیاتِ دنیا میں اللہ کی نصرت کی قدر کرنی چاہیے، آخرت میں تو اس کی قدر ہوگی ہی۔ جو اللہ کا ہو جائے اس کی پسند کی قدر کرنی چاہیے۔

ع ۱۸ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ — مہمانی ہے غفور الرّحیم کی طرف سے۔

اللہ کے پاک بندے خدائی مہمان ہوں گے۔ ان کی کوتاہیوں کو بخش دیا جائے گا اور ان پر رحم فرمایا جائے گا۔ جب میزبان مالکِ کل ہو، تو مہمان کی شان کا کیا کہنا، اور اس کے لیے ہونے والے اہتمام کا کیا کہنا۔

حاصل: پاک لوگوں کی قدر و منزلت اللہ کی سنت ہے۔ ہمیں اس سنّت کی ادائیگی سے بھی اللہ کی بندگی کا ثبوت دینا چاہیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت (۲۹) میں فرمایا ہے: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾ اور جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، تو بے شک اللہ کا وعدہ آرہا ہے، اور وہ سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ — اور اس سے احسن قول کس کا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، اور صالح عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔

جس کا قول احسن ہو، اس کے قول کو معیار جانتے ہوئے اس سے بولنے کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔ احسن قول والے صاحب کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہوتا ہے، بندے کو اس کے معبود کی راہ دکھاتا ہے، مقصدِ حیات کو واضح کرتا ہے اور حکمِ الٰہی کو ماننا سکھاتا ہے۔ اس کی دوسری نشانی یہ ہے، کہ وہ صالح عمل کرتا ہے۔ کبھی یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، یہی دیکھتا ہے کہ اسے صالحین کی پیروی کے حوالے سے کیا کرنا چاہیے۔ اور تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔

حاصل: جس کا قول احسن ہو، اس کی بات کو ماننا چاہیے۔ اس کی بات میں دعوت الی اللہ ہوتی ہے، صالح عمل اس کی صداقت کا ثبوت ہوتے ہیں، اور وہ کہتا ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ — اور نیکی اور بدی مساوی نہیں۔ برائی کو بطریق احسن دفع کرو جبھی وہ جس کے اور تمہارے مابین عداوت ہے، ایسے ہو جائے گا، جیسے کہ گہرا دوست۔

نیکی میں رخ اللہ کی رضا کا ہوتا ہے، بدی میں اپنے نفس کی خوشی مطلوب ہوتی ہے۔ نیکی میں ہمیشہ یکسوئی ہوتی ہے، بدی میں یکسوئی نہیں

Marfat.com

ہوتی۔نیکی میں حسنِ عمل پر محسنین کی شہادت ہوتی ہے۔بدی میں متکبرین کا ساتھ ہوتا ہے۔نیکی میں جزا کا یقین ہوتا ہے، بدی میں جزا کا انکار ہوتا ہے۔نیکی اور بدی کبھی مساوی نہیں ہوتی۔جو اپنے نفس کی خوشی کے لیے ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے، اس کی بُرائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے تو اس کا رویہ بدل جاتا ہے، اور اس کے اندر کی عداوت، دوستی میں بدل جاتی ہے۔وہ جو پہلے دشمن ہو گہرا دوست بن جاتا ہے۔مخالفین سے جو تکلیف ہمیں پہنچے اس کو باذن اللہ مان لیا جائے تو پھر شکایت باقی نہیں رہتی، اور مخالفت کرنے والوں کے مطابق ہو جانا آسان ہو جاتا ہے۔یہ بُرائی کو بطریقِ احسن دفع کرنے کی صورت ہے۔اگر مخالفت کرنے والے کے اندر اصلاح کو قبول کرنے کی استعداد ہے تو وہ مروّت سے ضرور متاثر ہوتا ہے، اور اس کی جو قوت پہلے پاک بندوں سے عداوت رکھنے میں ضائع ہو رہی ہوتی ہے، وہ قوت ان سے دوستی ہو جانے کی بدولت بڑھنے لگتی ہے۔پھر یہی قوت خلق میں کام آنے لگتی ہے۔

حاصل: نیکی اور بدی کبھی مساوی نہیں ہوتی۔بُرائی کو بطریقِ احسن دفع کرنا، بھلے لوگوں کی طریقت ہے۔مروّت سے مخالفت متاثر نہ ہو یہ ممکن نہیں۔مروّت سے عداوت، گہری دوستی میں بدل جاتی ہے۔

وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

اور یہ ملتی صبر کرنے والے کو ہی ہے، اور اسے ہی ملتی ہے، جو بڑے نصیب والا ہے۔

بُرائی کو بھلائی سے دفع کرنے کا شرف بڑے صبر والوں کو ہی ملتا ہے، اور صبر وہی کر سکتا ہے جو یہ یقین رکھتا ہو، کہ نہ ہونے کے مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم عطا ہونے والا ہے، اس کی اس سے بہتر صورت نہیں ہو سکتی، کہ اللہ ہی سب سے بڑے علم والا ہے۔مخالف کے مطابق رہنے کی سعادت بھی بڑے نصیب کی بات ہے۔جو دکھ کو باذن اللہ نہ جانتا ہو اسے یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

حاصل: بُرائی کو بھلائی سے دفع کرنے کا شرف، صبر کرنے والوں کو ملتا ہے۔مخالف کے مطابق رہنے کی سعادت بڑے نصیب کی بات ہے۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

اور اگر تم کو شیطان کے وسوسے سے اکساہٹ ہو تو اللہ کی پناہ مانگو۔بے شک وہ سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

مخالف کے مطابق رہنا بڑے عزم کا کام ہے۔اس کام میں اللہ کی رضا کے ساتھ جب نفس اپنی خوشی کو شامل کر دے، تو کچھ ہی دیر کے بعد شیطان کے وسوسے سے اکساہٹ کا مقام آ جاتا ہے۔اس وقت بات بظاہر خلافِ حق نہیں ہوتی، مگر ہوتی اپنے نفس کی خوشی کے لیے ہے۔اس مقام پر رک جانا چاہئے، اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔وہی سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔پناہ مانگنے کا منشاء یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ مقصود نہ ہو۔

حاصل: جب اپنے رخ کے تعین میں نفس کی ترغیب بھی شامل ہو جائے تو یہ شیطان کی طرف سے اکساہٹ ہوتی ہے، اس مقام پر رک جانا چاہئے، اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔اللہ سننے والا، علم رکھنے والا ہے وہ ایسی صورت پیدا کر دے گا، جس سے بہتر کوئی صورت نہ ہو گی۔

Marfat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں، لیل ونہار اور شمس وقمر۔ نہ شمس کو سجدہ کرو، نہ قمر کو، اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں خلق فرمایا، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

لیل ونہار میں زندگی کے معمولات جاری رہتے ہیں اور لیل ونہار کا توازن اللہ کے حکم سے ہے۔ شمس سے حاصل ہونے والے منافع جو حضرتِ انسان کے علم میں ہیں، انہیں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ حرارت، روشنی، تمام اقسام کے رنگ، کائنات کی اشیاء میں باہمی ربط وغیرہ یہ ایسے منافع ہیں، جو انسان کے مشاہدے میں آچکے ہیں۔ کچھ ایسے منافع بھی ہیں جن کی اہمیت کا انکار ممکن نہیں مگر ابھی انسان کو ان کے بارے میں علم نہیں۔ اسی طرح قمر کے منافع بھی بہت ہیں۔ نباتات پر اثرات ہیں کہ چاند کی روشنی سے پودوں کو قوت ملتی ہے، خوراک کو سنبھالنے کی توفیق ملتی ہے اور پھلوں کے پکنے میں چاند کا حصہ ہوتا ہے۔ حیوانات پر بھی اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے اندر ہونے والی تبدیلیوں پر بھی چاند کے اثرات ہوتے ہیں۔ جمادات پر بھی اثرات ہوتے ہیں۔ جب شمس وقمر سے حاصل ہونے والے منافع انسان کو معلوم ہوں تو طبعی طور پر ان کی قدر کا احساس بڑھنا چاہیے۔ جس خالقِ کل نے ان کو پیدا کیا ہے، بندگی اسی کی کرنی چاہیے۔ بندگی کا اظہار حرکات کے حوالے سے سجدے میں بدرجہ اتم ہوتا ہے، اس لیے سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جو لوگ مصنوع کو مانیں گے اور صانع سے دور رہیں گے، وہ بندگی کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ بندگی، عبد کا اپنے معبود کے ساتھ وہ تعلق ہے جس کی قدر کائنات کی ہر شے کرتی ہے۔

حاصل: لیل ونہار اللہ کی نشانیاں ہیں، شمس وقمر اللہ کی نشانیاں ہیں۔ نشانیوں کی اہمیت معلوم ہو جائے، تو ان کے خالق کو ماننا لازم ہو جاتا ہے۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ہر شے اللہ کی بندگی کرنے والے کی قدر کرتی ہے۔

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ

السجدۃ ۱۱

تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے ربّ کے پاس ہیں، رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں۔

جو اللہ کی بندگی نہیں کرتا، وہ تکبر کرتا ہے۔ اس تکبر سے خسارہ بندے کو ہوتا ہے، کہ وہ اپنے طبعی مقام کو کھو دیتا ہے، اللہ کو تو احتیاج ہوتی ہی نہیں۔ تکبر کرنے والے کو عزت کا حصول اپنی خواہش کی پیروی میں نظر آتا ہے، حالانکہ ایسا ہوتا نہیں۔ عزت تو بندے کو صرف مومن ہونے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، اور عزت والے رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور کبھی تھکتے بھی نہیں۔ تھکن اس کام سے ہوتی ہے، جس کو مشقت جان کر کیا جائے۔ جو کام محبت اور ادب سے کیا جائے اس سے تھکن نہیں ہوتی۔

حاصل: اللہ کی بندگی نہ کرنے والے متکبّر ہوتے ہیں۔ جس کو مومن ہونے میں عزت نظر آئے وہ تکبر نہیں کر سکتا۔ وہ رات دن اپنے ربّ کے ساتھ پاک رہتا ہے، تسبیح کرتا ہے، اور کبھی تھکتا نہیں۔

Marfat.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تم زمین کو دبی ہوئی دیکھتے ہو، پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں، تو تر و تازہ ہو جاتی ہے، اور پھولتی ہے۔ بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے۔

بعث بعد الموت کو واضح کرنے کے لیے یہ مثال دی گئی ہے، کہ جب تم زمین کو مُردہ دیکھتے ہو، تو اس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ پاؤں رکھنے سے مٹی دبتی ہے اور اڑتی ہے اور اس میں قوت روئیدگی نہیں ہوتی۔ اس مٹی پر آسمان سے پانی برسا کر اللہ اسے زندہ کر دیتا ہے۔ زمین کے مُردہ ذرّات کا فعلِ روئیدگی بحال ہو جاتا ہے، وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے، اور پھولتی ہے۔ اب اس میں بیج کو اگانے کی صفت نظر آنے لگتی ہے۔ بے شک جس نے اس مُردہ زمین کو زندہ کیا، اس نے اس کام کے لیے کسی سے کچھ لیا نہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اسے ہر شے پر قدرت ہے۔ وہ مُردوں کو زندہ کرنے میں جس قدرت کا مظاہرہ کرے گا، اس قدرت کا مظاہرہ ہمارے سامنے اب بھی ہوتا ہے کہ مُردہ زمین آسمان کے بابرکت پانی سے زندہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم کو جزا کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا، تو پھر جزا کے یقین کو ہمارے قول و فعل میں نظر آنا چاہیے۔ اور اگر جزا کے انکار پر سب کچھ لگا دیا جائے تو اس سے بعث بعد الموت کا واقع ہونا محال نہیں ہو جائے گا۔

حاصل: مُردہ زمین کو زندہ کر دینے والا، ہمیں موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے۔ معاد کے یقین کو ہمارے قول و فعل میں نظر آنا چاہیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

بے شک جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں، وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔ تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا جو قیامت کے دن امن سے آئے گا۔ جو چاہو کرو، بے شک وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

جو لوگ راہِ حق سے انحراف کرتے ہیں، ان کی خلوت و جلوت میں ہمیشہ تضاد ہوتا ہے۔ زبان سے وہ کچھ بھی کہتے رہیں، انہیں یہ یقین نہیں ہوتا کہ زمین میں اور آسمانوں میں اللہ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ انہیں یہ یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہماری نیت کو بھی جانتا ہے، رخ کو بھی جانتا ہے اور اعمال کو بھی جانتا ہے۔ جس کا انجام بخیر ہو وہ یقیناً بہتر ہے، جس کا انجام قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا وہ صریحاً خسارے میں ہو گا۔ یوم الدین کو ماننے والے لوگ قیامت کے دن امن میں ہوں گے۔ منکرینِ حق پر وہ دن بڑا بھاری ہوگا۔ عمل کے لیے دی گئی مہلت میں جو رخ اختیار کیا جائے گا، اسی کی بندے کو جزا دی جائے گی، اور جزا دینے والے سے کچھ مخفی نہیں ہے، وہ ہر ایک کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

حاصل: راہِ حق سے انحراف کرنے والے اللہ سے چھپ نہیں سکتے۔ جس کا انجام بخیر ہو وہ بہتر ہے، جو دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ خسارے میں پڑے گا۔ رخ کے اختیار کرنے کی بندے کو جزا دی جائے گی۔ جزا دینے والا ہمیں ہر

Marfat.com

حال میں دیکھ رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۱﴾

بے شک جن لوگوں نے نصیحت کا انکار کیا، جب کہ وہ ان کے پاس آئی (وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے)۔ بے شک یہ عزّت والی کتاب ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں فرمایا گیا ہے، اس کتاب میں تمہارے لیے نصیحت ہے، تو کیا تم عقل نہیں کرتے۔ جو لوگ اس نصیحت کو نہیں مانتے وہ یقیناً عقل نہیں کرتے۔ نصیحت کا نصیحت ماننے یا نہ ماننے والے کے پاس آنا ضروری ہے اور یہ کام اللہ کا ہے، اس کام میں کبھی کوتاہی نہیں ہوتی۔ جو لوگ قرآنِ پاک کو نہیں مانتے، وہ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اللہ سے تو کچھ مخفی نہیں ہے۔ قرآن پاک ایسی کتاب نہیں ہے کہ جو صرف بیانات اور نصائح پر مشتمل ہو، یہ کتاب اتنی بلند پایہ ہے، کہ اس کا فرمان ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ جو لوگ اس کو نہیں مانتے، وہ عبرتناک انجام کو پہنچیں گے تو حق کو مانتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

حاصل: قرآنِ پاک کو نہ ماننے والے عقل مند نہیں ہوتے۔ وہ اپنے کئے کی جزا ضرور پائیں گے۔ قرآنِ پاک اتنی بلند پایہ کتاب ہے، کہ یہ قیامت تک سب سے بڑی سند کا درجہ رکھتی ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

باطل اس میں نہیں آسکتا۔ اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ حکیم وحمید کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔

قرآن پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے، اس لیے اس کے بعد کوئی کتاب اللہ نہیں آسکتی۔ باطل اس کتاب میں دخل نہیں پاسکتا۔ سابقہ روایات اس میں شامل نہیں ہوسکتیں۔ اس کی ترتیب کو نہیں بدلا جاسکتا۔ اس میں کسی درجے کی تحریف ممکن نہیں ہے۔ نازل فرمانے والے نے اس کی حفاظت کا ذمّہ لے رکھا ہے، اور اس سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کسی کی حیثیت ہی کیا ہے۔ قرآن پاک کا نازل فرمانے والا اللہ حکمت والا ہے، حمد والا ہے۔ اس نے بڑی حکمت سے قرآنِ پاک کی حفاظت فرمائی ہے اور بڑے علم سے اس کی حفاظت فرمائی ہے۔ اس مقامِ بالا تک کسی کی رسائی ممکن ہی نہیں۔ سابقہ کتابوں میں سے کسی کی حیثیت دائمی نہیں تھی، اس لیے اللہ کی طرف سے ان کے ساتھ قرآن جیسا سلوک ہونا بھی نہیں چاہئے تھا۔ لوگوں نے حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کی سزا پائی، اللہ کا فرمان ہمیشہ ماننے والوں کے لیے باعثِ رحمت تھا۔

حاصل: قرآنِ پاک اتنی بلند پایہ کتاب ہے، کہ اس میں باطل دخل نہیں پاسکتا، نہ اس میں سابقہ روایات آسکتی ہیں، نہ اس میں تغیّر وتبدّل ہوسکتا ہے۔ حفاظت کے اس اہتمام میں اللہ کی حکمت جلوہ گر ہے، اللہ کی حمد جلوہ گر ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾

آپ سے وہی کہا جارہا ہے، جو آپ سے قبل رسولوں سے کہا جاچکا ہے۔ بے شک آپ کا ربّ بڑی مغفرت والا بھی ہے اور المناک سزا دینے والا بھی ہے۔

Marfat.com

پہلے مرسلین کی تکذیب ہوتی رہی ہے، آپ کی بھی ہو رہی ہے۔ پہلے مرسلین کو ساحر کہا گیا ہے، آپ کو بھی کہا جا رہا ہے۔ پہلے مرسلین کو یہ کہا گیا، کہ کچھ نادار لوگ آپ کی باتوں میں آ گئے ہیں، اب بھی یہی کہا جا رہا ہے۔ پہلے مرسلین کو یہ دھمکی دی گئی، کہ آپ نئی باتوں کو چھوڑ دیں اور پرانی ملت میں واپس آ جائیں ورنہ آپ کو بستی سے نکال باہر کیا جائے گا، اب بھی یہی ہو رہا ہے۔ مرسلین اسی راستے سے گزرے ہیں جس سے آپ گزر رہے ہیں۔ آپ کا کام اللہ کی رضا کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ اتمام حجت، اللہ کی شان ہے۔ جو حق کو مان لیں گے، انہیں بخشش سے نواز اجائے گا، جو حق کا انکار کریں گے، ان کا انجام المناک سزا کی صورت میں ہوگا۔

حاصل: مرسلین کا راستہ ایک ہی ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے۔ ان کو پیش آنے والی مشکلات بھی ایک جیسی ہیں۔ جو حق کو مان لے اس کے لیے بخشش ہے، جو نہ مانے اس کے لیے المناک سزا ہے۔

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَیْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓىِٕكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾

قرء حفص بتسھیل الھمزۃ الثانیۃ ۱۲

ع ۵/۱۶ ۱۹

اور اگر ہم اسے قرآنِ عجمی ٹھہراتے تو یہ یہی کہتے اس کی آیات کو مفصّل کیوں نہیں فرمایا گیا۔ یہ عجمی اور وہ عربی۔ فرما دیجئے وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔ اور وہ جو ایمان نہیں لاتے، ان کے کانوں میں بوجھ ہے، اور ان پر اندھاپا ہے۔ انہیں یہ ندا بہت دور سے معلوم ہوتی ہے۔

منکرین نے یہ اعتراض کیا، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی کتابیں پہلے عجمی زبان میں ہیں، قرآن شریف عربی زبان میں ہے، ایسا کیوں ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے، کہ قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو کہا جاتا کہ یہ کیا بات ہوئی، نبی تو عربی ہے اور اس پر نازل کی گئی کتاب عجمی ہے اور نبی کی بات اس کے پہلے سامعین کے لیے اجنبی زبان میں نہیں ہوا کرتی۔ قرآنِ پاک کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے کہ وہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور ایمان وہی لاتے ہیں جو ناصحین سے محبت رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے، ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ وہ اپنی پسند کی باتوں کو ہی سننا چاہتے ہیں۔ یہ بوجھ ان کی سماعت کو اس طرح متاثر کرتا ہے، کہ انہیں حق کی باتیں بہت دور سے آنے والی ندا معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ آ جاتا ہے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

حاصل: قرآن عربی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی، کتاب مفصّل، پھر باطل کا اس میں دخل ممکن نہیں۔ اس میں ہدایت و شفا کی ضمانت بھی ہے، اس سے فیض یاب ہونے والوں کے لیے بخشش ہے۔ منکرین کا حال بھی اچھا نہیں، مستقبل بھی اچھا نہیں ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائیں تا کہ وہ نصیحت مانیں۔

Marfat.com

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِيۡهِ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّهُمۡ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ﴿۴۵﴾

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی، تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر ایک کلمہ سابقہ تمہارے ربّ کی طرف سے نہ ہوتا، ضرور ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور وہ اس سے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف عطا فرمائی گئی۔ جن لوگوں نے تورات شریف کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے مانا وہ اختلاف سے پاک رہے، جن لوگوں نے تورات شریف کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کی کوشش کی وہ اختلاف میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مہلت دینے کا وعدہ فرما رکھا ہے، ورنہ ان کے مابین فیصلہ کرنے میں اللہ کو دیر ہی کیا لگتی تھی۔ جو حکمِ الٰہی کو اپنی پسند کے حوالے سے مانتا ہو وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حاصل: کتاب اللہ کو اسی حوالے سے ماننا ضروری ہے جس کے اتباع میں فلاح کی ضمانت ہو، اختلاف سے بچنے کی یہی صورت ہے۔ مہلت دینا اللہ کی شان ہے۔ جو حکمِ الٰہی کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کرے وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ﴿۴۶﴾

جو صالح عمل کرے تو اپنے لیے اور جو بُرائی کرے تو وہ بھی اس پر، اور تمہارا ربّ بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔

ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ سچے کو ہدایت ہوتی ہے۔ جس نے ہدایت پائی اس کا بھلا ہوا۔ جس نے خلافِ حق کیا، اس نے بُرائی کی، وہ گمراہ ہوا۔ اس کا گمراہ ہونا بھی اسی پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واضح فرما دیا گیا ہے کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی کی، تو یقیناً گمراہ ہوگا۔ اس کے بعد کوئی خلافِ حق کرتا ہے، تو وہ اپنے کیے کی ہی جزا پائے گا۔ ربّ العالمین کی شان کے تو لائق ہی نہیں کہ وہ کسی پر کبھی ظلم کرے، لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

حاصل: صالح عمل کرنے والے اور بُرائی کرنے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ہر ایک اپنے کیے کی جزا پاتا ہے۔ اللہ کبھی بندوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

الجزء ۲۵

اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِيۡدٍ ﴿۴۷﴾ۚ

ساعت کا علم اسی کے حوالے ہے۔ اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی، اور نہ وضع کرتی ہے، مگر اسی کے علم سے۔ اور جس دن ندا فرمائے گا، کہاں ہیں میرے شریک، تو وہ کہیں گے، ہم نے عرض کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی گواہ نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ ساعت، ساعت قیامت ہے۔ قیامت کے بارے میں جو باتیں انسان کی فلاح کے لیے ضروری ہیں وہ سب بیان فرمادی گئی ہیں۔ اس کے واقع ہونے کے وقت کا علم ہدایت کے لیے ضروری نہیں ہے، اس لیے اللہ نے اسے اپنے پاس رکھا ہے۔ خالقِ کل نے جن باتوں کو بیان فرمایا ہے، ان کے بیان کے اندر حکمت ہے۔ جن باتوں کو بیان نہیں فرمایا، ان کے عدم اظہار میں بھی حکمت ہے۔ ڈرسنانے والے کی بات اسے ہی فائدہ دیتی ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ جو قیامت کے وقت کی بحث میں پڑتا ہے، وہ عقل والا نہیں ہوتا، کہ وہ عمل کے لیے کل وقت کو جاننا چاہتا ہے، اور وہ اس وقت تک مہلت نہیں پاسکتا۔ ثمر کو اس کے غلاف کے اندر ہی بنایا جاتا ہے، تیار ہوجانے پر اس کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی مگر اللہ کے علم سے۔ کوئی مادہ حمل وضع نہیں کرتی مگر اللہ کے علم سے۔ ماضی، حال، مستقبل سب کا علم اللہ ہی کو ہے۔ جزا کے دن وہ منکرینِ حق سے کہے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تمہیں زعم تھا۔ تو وہ جواب دیں گے: ہم میں سے کوئی بھی اس بات پر گواہی نہیں دے سکتا۔ مجرم اللہ تعالیٰ کو علیم نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ کو علیم ماننے والا جرم نہیں کرسکتا۔

حاصل: علمِ ساعت ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ اللہ ہر حال کا علم رکھتا ہے۔ کسی پھل کا پکنا، کسی مادہ کا حاملہ ہونا، اس کا حمل وضع کرنا، سب اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ جو لوگ اب شرک کرتے ہیں، یہ قیامت کے دن اپنے معبودوں کو نہیں مانیں گے۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿۴۸﴾

اور گم ہوگئے ان سے جن کو وہ اس سے قبل پکارتے تھے، اور سمجھ گئے کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

جب منکرینِ حق یہ کہہ دیں گے، کہ ہم میں سے کوئی شرک پر گواہی دینے والا نہیں ہے، تو پھر ان سے پوچھا جائے گا: تو تم نے مرسلین کو کیا جواب دیا۔ اب وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔ ان پر خبریں اندھی ہوجائیں گی۔ جب ڈرسنانے والے سامنے لائے جائیں گے، تو منکرینِ حق ان کی شان کو دیکھ لیں گے اور جو افترٰی وہ باندھا کرتے تھے وہ ان سے گم ہوجائیں گے۔ اور انہیں سمجھ آجائے گی کہ اب کوئی پناہ بھی نہیں مل سکتی، اور اپنے کئے کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حاصل: اپنے عقیدے کی صحت کو دیکھنا ہمارے ذمّے ہے۔ قیامت کے دن جزا سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا، اور اپنے کیے کا انکار بھی ممکن نہ ہوگا۔

لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿۴۹﴾

انسان دعاءِ خیر سے نہیں تھکتا اور اگر اسے شر مس کرے تو مایوس و ناامید ہوجاتا ہے۔

انسان کی زندگی میں ہونا اور نہ ہونا دونوں مقامات جاری رہتے ہیں۔ جو دونوں مقامات پر اللہ کے ساتھ رہے، وہ پاک ہوتا ہے۔ وہ نفع کو بھی باذن اللہ جانتا ہے، ضرر کو بھی باذن اللہ جانتا ہے۔ جو زینتِ حیات دنیا کو مقصود بنالے، وہ دعاءِ خیر سے کبھی نہیں تھکتا۔ جو اسے ملتا ہے اسے وہ اپنے علم کی بدولت جانتا ہے، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اسے پسند نہیں ہوتا۔ جب اس کی زندگی میں دکھ کا مقام آجائے تو اس کو مایوسی اور ناامیدی گھیر لیتی ہے۔ لیکن اللہ کے ساتھ رہنے والے کو صبر کے مقام پر یہ نظر آتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم عطا

Marfat.com

ہونے والا ہے اس کے لیے موزوں حالات بھی اللہ کے علم سے بنائے جاتے ہیں، آسمانوں اور زمین کے خزانوں کے مالک کے لیے آسانیاں عطا کرنا مشکل تو ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: نتائج کو باذن اللہ جاننا حق ہے، مقصود اللہ کی رضا ہونی چاہیئے۔ مایوسی اور قنوطیت مومن کو زیب نہیں دیتی۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾

اور اگر ہم اس کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں، اس ضرر کے بعد جو اسے پہنچا ہوتا ہے، تو کہتا ہے یہ تو میرا ہے ہی، اور میرے ظن میں ساعت قائم نہ ہو گی، اور اگر ربّ کی طرف میری مراجعت ہوئی بھی تو میرے لیے اس کے پاس بھی بھلائی ہی ہے۔ تو ضرور ہم کافروں کو بتا دیں گے جو عمل انہوں نے کئے اور ضرور ہم انہیں عذابِ غلیظ چکھائیں گے۔

جب انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو اس پر مایوسی اور قنوطیت کا غلبہ ہوتا ہے، اور جب دکھ کے بعد اس کو رحمتِ الٰہی کا ذائقہ چکھایا جاتا ہے، تو وہ اسے اپنا استحقاق جاننے لگتا ہے، اور عطاءِ الٰہی کو اپنے علم کی بدولت جاننے لگتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ وہ دکھ میں اللہ کو پکارتا رہا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے میرے گمان میں قیامت نہیں آئے گی، اس طرح مجھے من مانی کرنے کی آزادی ہے، اور اگر ربّ کی طرف میری واپسی ہوئی بھی تو میرے لیے وہاں بھی بھلائی ہی ہوگی، کہ میرا امتیاز تو وہاں بھی برقرار رہے گا۔ اللہ کی نصیحت کو نظر انداز کرنے والے کے سامنے شیطان اس کے اعمال کو مزیّن کر کے رکھ دیتا ہے۔ ہوتا وہ حق کا منکر ہے، سمجھتا یہ ہے کہ وہ جو کر رہا ہے، ٹھیک کر رہا ہے۔ ایسے منکرینِ حق کو جب ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی تو وہ افسوس کرتے رہ جائیں گے، ایسے لوگوں کو عذابِ غلیظ چکھایا جائے گا۔

حاصل: ضرر کے بعد اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے۔ ضرر کو بھی باذنِ اللہ جاننا چاہیئے، اللہ کی رحمت کو بھی باذنِ اللہ جاننا چاہیئے۔ رحمتِ الٰہی کے حصول کو اپنا استحقاق ثابت کرنا، قیامت کا یقین نہ رکھنا، اور اپنے امتیاز کو اپنے استکبار کی بنیاد بنا لینا باعثِ عذابِ غلیظ ہوگا۔ انسان کو اس کے کئے کی ہی جزا دی جائے گی۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں، تو وہ اعراض کرتا ہے اور اپنی جانب دور ہٹ جاتا ہے۔ اور جب اسے شر مس کرے تو عریض دعا کرتا ہے۔

نعمت کی قدر کی جائے، تو نعمت عطا فرمانے والے کی شان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ معطی مطلق تو اللہ ہی ہے۔ انسان کا مزاج بیان فرمایا

Marfat.com

گیا ہے کہ نعمت پا کر اللہ سے منہ پھیر لیتا ہے، اور اپنی جانب دور ہٹ جاتا ہے، اور جب اسے دکھ پہنچے تو بہت دعائیں کرتا ہے۔ دعاء عریض لیٹے ہوئے بھی جاری رہتی ہے، بیٹھے ہوئے بھی جاری رہتی ہے، کھڑے ہوئے بھی ہوتی رہتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ضرر کو دور کر دیا جاتا ہے تو انسان وہاں سے چل دیتا ہے، گویا کبھی تکلیف میں اللہ کو پکارا ہی نہ تھا۔

حاصل: نعمت پا کر اللہ سے اعراض کرنا اور اپنی جانب دور ہٹ جانا، اور دکھ کی صورت میں لیٹے، بیٹھے اور کھڑے اللہ سے دکھ دور کرنے کی دعا کرتے رہنا ناسپاسی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

فرمایئے بتاؤ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کیا، تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی مخالفت میں جا پڑا۔

قرآنِ پاک کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور منکرین نے اس کا انکار کیا، تو یہ منکرین کے انتہائی درجے میں گمراہ ہونے کا ثبوت ہی ہوگا۔ جو ضد میں پڑ کر حق کی اہمیت کا انکار کرے، آنکھیں رکھتے ہوئے حق کی نشانیوں کو نہ دیکھے، اور کان رکھتے ہوئے حق کو نہ سنے اور اللہ کی عطا کردہ توفیق کو حق کی مخالفت میں ضائع کرتا چلا جائے، وہ یقیناً گمراہی میں دور جا پڑے گا۔

حاصل: دعوتِ فکر دینا بڑے علم کا کام ہے۔ منکرین سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ اگر یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تو کیا اس کی شدید مخالفت کرنے والا ہی انتہائی گمراہ نہیں ہوگا۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾

ابھی ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں اور ان کے انفس میں حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے۔ اور کیا تمہارے ربّ کی ہر شے پر شہادت کافی نہیں۔

نشانیاں جن کے مشاہدے سے حق کی وضاحت ہوتی ہے، آفاق میں بھی پائی جاتی ہیں اور انفس میں بھی پائی جاتی ہیں، دیکھنے والا طلب ہدایت رکھتا ہو تو اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ جو ہدایت کا اتباع کرے وہ گمراہ بھی نہیں ہوتا مشقت میں بھی نہیں پڑتا۔ جو لوگ حق سے اعراض کرتے ہیں، ان کی معیشت تنگ ہو جاتی ہے۔ انہیں اپنا سب کچھ ناکافی لگتا ہے۔ آفاق میں بھی حق سے اعراض کے اثرات بڑھتے جائیں گے اور انفس میں بھی حق سے اعراض کے اثرات بڑھتے جائیں گے، حتیٰ کہ یہ واضح ہو جائے گا کہ بھلائی انسانی علم سے ہو ہی نہیں سکتی، راحت اسی علم سے حاصل ہو سکتی ہے جو ربّ العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ تب یہ دیکھا جائے گا کہ ہر شے علیم مطلق کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال ہو، کہ اس سے بڑی شہادت کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: آفاق و انفس میں حق کی وضاحت کی نشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں، حتیٰ کہ حق کا انکار ناممکن ہو جائے گا۔ ہر شے کا استعمال علیمِ مطلق کے بتائے ہوئے طریقے سے ہونا چاہیئے، راحت صرف اسی صورت سے تعلق رکھتی ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ سن لو، انہیں اپنے ربّ سے ملاقات میں شک ہے۔

ع ۶ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ آگاہ رہو کہ وہ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

جو خلافِ حق کرے اسے جزا کا یقین نہیں ہوتا، اسے اپنے ربّ کی طرف مراجعت میں شک ہوتا ہے۔ یہ شک اس کو من مانی کرنے پر اکساتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارا آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے، کہ ہماری مراجعت بھی اسی کی طرف ہوگی۔ جو اس میں شک کرتا ہے وہ اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتا ہے۔ کوئی شے بھی اللہ کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے، اس لیے اللہ کو ماننا ہی سلامتی کا راستہ ہے۔

حاصل: اللہ سے ملاقات میں شک ہو تو راہِ راست پر رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ جو خلافِ حق کرتا رہتا ہے یقیناً خسارے میں پڑتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ق (۵۰) میں ارشاد فرمایا ہے: اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے ہیں، بلکہ وہ نئے بننے سے شُبہ میں ہیں۔

Marfat.com

آیاتھا ۵۳ ۴۲ سورۃ الشوریٰ مکیۃ ۶۲ رکوعاتھا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۝۱ یہ حروف مقطعات ہیں۔

ان حروف کو الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ ان حروف کے بارے میں کلام کرنا، اللہ کے رسول ﷺ سے تقدم ہوگا، جس سے قطعاً منع فرمایا گیا ہے۔

حاصل: خاموش رہنا اور بولنا علم سے ہونا چاہیے۔

عٓسٓقٓ ۝۲ یہ حروفِ مقطعات ہیں۔

ان حروف کو اسی طرح پڑھا جاتا ہے، جس طرح معلم الکتاب نے سکھایا ہے۔ اندازے، قیافے کو حق میں کبھی شامل نہیں کرنا چاہیے۔

حاصل: اپنے اندازے کو ساکن رکھنا تربیتِ نفس میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝۳ عزیز وحکیم اللہ اسی طرح وحی فرماتا ہے، آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے قبل ہو گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالقِ کل ہے، علیم مطلق ہے۔ کس وقت کس طرح کی راہ نمائی سے لوگوں کو فلاح حاصل ہوگی، اللہ ہی سب سے بڑا علم رکھنے والا ہے۔ وہی عزیز وحکیم ہے، جس کی طرف سے حق کو نازل فرمایا گیا ہے حال پر بھی ماضی میں بھی۔ اس لیے حق سے بہتر کسی راہنمائی کا تصور ہی درست نہ ہوگا۔

حاصل: عزیز وحکیم اللہ کے فرمان کو ماننے میں ہمارے لیے جو راحت ہے، وہ کسی دوسری صورت میں ممکن ہی نہیں۔

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ۝۴ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی ہے اعلیٰ عظمت والا۔

مالک کل اللہ ہے، آسمانوں اور زمین میں اور ان کے مابین ہر مقام پر۔ اگر ہم اپنے مالک کی رضا کو ملحوظ رکھیں گے، تو ہمارا رخ درست رہے گا۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور عظمت والا ہے۔ اس کی بڑائی اور عظمت کسی کے ماننے سے بڑھتی نہیں اور کسی کے نہ ماننے سے کم نہیں ہوتی۔ اس کو ماننے والے ہی فلاح پاتے رہے ہیں اور اس کو ماننے والے ہی فلاح پائیں گے، کہ فلاح کا راستہ اسی کے علم سے متعین فرمایا گیا ہے۔

حاصل: اللہ کو مالکِ کل ماننے کا ثبوت عمل سے دیا جائے تو ہمارا رخ درست ہوگا۔ اللہ کو اعلیٰ اور عظمت والا مان لینے کے بعد ہی بندہ سکھی ہوتا ہے۔ مقامِ بندگی سے ہٹ کر کوئی سکھی ہو جائے یہ ممکن نہیں۔

Marfat.com

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑤

قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ جائیں، اور ملائکہ حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کرتے ہیں، اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، سن لو اللہ ہی غفور الرّحیم ہے۔

شرک ظلمِ عظیم ہے۔ شرک کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں، اور زمین اس سے شق ہو جائے اور پہاڑ اس سے گر جائیں۔ اگر مشرکین کے ظلم کو دیکھا جائے تو ان ظالموں سے ایک بھی زمین پر نہ رہ سکے۔ یہ اللہ کی رافت و رحمت ہے کہ وہ لوگوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ جو لوگ حق کے خلاف کرتے ہیں مگر قابلِ اصلاح ہوتے ہیں، ملائکہ ان کے لیے اپنے ربّ سے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں، کہ ان لوگوں کو راہِ راست پر آنا نصیب ہو، اور ملائکہ حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ یہ آگاہی فرمادی گئی ہے، کہ اللہ بخشے تو بات بنتی ہے اور اللہ رحم فرمائے تو پورا رہنا ممکن ہوتا ہے۔

حاصل: شرک کی بات انتہائی قابلِ نفرت ہے۔ ملائکہ حمد سے اپنے ربّ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اللہ بخشے تو بات بنتی ہے، اور اللہ رحم فرمائے تو پورا رہنا ممکن ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥

اور جن لوگوں نے اللہ کے مقابل اور دوست بنا رکھے ہیں، وہ ان پر حفیظ ہے، اور تم ان پر ذمہ دار نہیں ہو۔

اللہ مومنین کا دوست ہے، جو بھی اللہ کو دوست بنانا چاہے، وہ مومنین کی صفات کو اپنا لے۔ ظالمین ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور اللہ متقین کا دوست ہے۔ ظالمین، اللہ کے مقابل اوروں کو دوست بناتے ہیں اور یہ اللہ کے سامنے ہیں۔ اللہ کو انہیں گرفت میں لاتے دیر نہیں لگتی، وہ اتمامِ حجت کے لیے مہلت دیتا ہے۔ پیغامِ حق پہنچانے والے کے ذمے کسی کو راہِ راست پر رکھنا نہیں ہے، کہ دین میں اکراہ کا مقام تو ہے ہی نہیں۔ جو خیر کا رخ رکھتا ہے، وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا، جو خلافِ حق کرتا ہے وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا۔ کسی پر ظلم کرنا اللہ کی شان کے منافی ہے۔

حاصل: جو لوگ مومنین و متقین سے دوستی نہیں رکھتے، وہ اللہ کے مقابل اوروں کو دوست بناتے ہیں۔ اللہ انہیں دیکھتا ہے، انہیں مہلت دیتا ہے۔ اللہ کو انہیں گرفت میں لاتے دیر نہیں لگتی۔ حق کا انکار کرنے والے اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں۔ دعوت خیر دینے والے پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی وحی کیا کہ آپ امّ القریٰ والوں کو ڈرائیں اور جو اس کے ماحول میں ہیں۔ اور آپ یومِ جمع سے ڈرائیں جس میں کچھ شک نہیں، ایک فریق جنت میں ہوگا، ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔

Marfat.com

قرآنِ پاک کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ اس مبارک کتاب کو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ یہ پہلی آسمانی کتابوں کی مصدّق ہے۔ منشاء نزول یہ ہے کہ امّ القریٰ کے رہنے والوں کو اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کر دیا جائے۔ امّ القریٰ مکہ مکرمہ ہے، باقی سب بستیاں اس کے ماحول میں ہیں۔ ڈر سنانے کے کام کو اللہ کے رسولوں نے ہی کیا ہے۔ رسولوں کی زبان وہی تھی، جو ان کے پہلے سننے والوں کی زبان تھی۔ اوّلین و آخرین کے جمع ہونے کا دن ایسا دن ہے کہ جس کے آنے میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ وہ جزا کا دن ہے۔ جو لوگ جزا کے یقین کے ساتھ اپنے حال اور اعمال کو درست رکھیں گے وہ جنّت میں جائیں گے، جو لوگ جزا کے انکار کو من مانی کرنے کی بنیاد بنائیں گے، وہ دوزخ میں جائیں گے۔

حاصل: دنیا کی تمام بستیوں کا مرکز مکّہ مکرمہ ہے۔ مرکزِ تبلیغ بھی یہی ہے۔ ڈر سنانے کا کام شاہدین کا ہے۔ قیامت کے دن اوّلین و آخرین سب جمع ہوں گے، اس میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ حق کے ماننے والے جنّت میں جائیں گے، دوسرے دوزخ میں جائیں گے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو امّتِ واحد ٹھہرا دیتا، ولیکن اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے۔ اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ نصرت دینے والا ہوگا۔

اللہ کے لیے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ لوگوں کو خلافِ حق کرنے کی توفیق ہی نہ دیتا، اس طرح وہ ایک امّت ہوتے، مگر اس نے اس جبر کو پسند نہیں کیا۔ اس نے توفیق دی ہے، اس توفیق کے استعمال کا وہ طریقہ معیار ٹھہرایا گیا ہے جو محسنین کا طریقہ ہے۔ جو اس رخ کو اختیار کرے اسے اللہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے، جو خلافِ حق کرے وہ ظالم ہوتا ہے۔ قیامت کے دن ظالموں سے دوستی بھی ممکن نہ ہوگی، ان کو مدد دینا بھی ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: اللہ نے جو چاہا ہے وہی کیا ہے، اور جو اللہ نے کیا ہے وہی سب سے اچھا ہے۔ جو بھلائی میں سبقت کرے اللہ اسے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کا انجام عبرتناک ہوتا ہے، نہ ان سے کوئی دوستی کر سکتا ہے، نہ کوئی ان کی مدد کر سکتا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ؗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾ ع ۱

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل اور دوست ٹھہرا لئے ہیں۔ تو اللہ ہی ولی ہے۔ وہی مُردوں کو حیات دے گا، اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

حکمِ الٰہی ہے کہ ایمان والے کبھی مومنین کے مقابل کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ کافر ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور شیاطین ان کے دوست ہوتے ہیں۔ مومنین سے دوستی رکھنے والے ہی اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ اللہ ہی وہ دوست ہے، جو کوئی احتیاج نہیں رکھتا، ماننے والوں کی بھلائی کے لیے حکم کرتا ہے، ہر روز ان کو حقائق کی روشنی میں قربِ مزید کی توفیق دیتا ہے، بھول ہو جائے تو معاف کر دیتا ہے،

Marfat.com

سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کی طرف سے سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کی واپسی ہوگی۔ وہی مُردوں کو زندہ کرے گا، اور وہ قادرِ مطلق ہے۔ اس کی قدرت کے مقابل کسی طاقت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اللہ کے مقابل جو کافروں کو اپنا دوست بنالے گا اس کا انجام قطعاً خسارہ ہی ہوگا۔

حاصل: اللہ کے دشمنوں کو دوست بنانے والے اب بھی خسارے میں ہیں، آئندہ بھی خسارے میں ہوں گے۔ اللہ ہی وہ دوست ہے جو کوئی احتیاج نہیں رکھتا، ماننے والوں کی بھلائی چاہتا ہے، توفیق دیتا ہے، انہیں علم سے پالتا ہے، بھول ہوجائے تو معاف کردیتا ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی ہوگی۔ وہی مُردوں کو زندہ کرے گا، وہی جزا دے گا۔ وہی قادرِ مطلق ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ فصلت (۴۱) میں ارشاد فرمایا ہے:... اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ کیا تمہارے ربّ کی شہادت ہر شے پر کافی نہیں ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۱۰﴾

اور جس چیز میں بھی تم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو، تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہی اللہ میرا ربّ ہے، اسی پر میں نے توکّل کیا، اور اسی کی طرف میں رجوع لاتا ہوں۔

مومنین حق کو سن کر کہتے ہیں، ہم نے سنا اور ہم نے مانا، ہم اطاعت کرتے ہیں۔ جو لوگ حق کے مقابل اپنی بات کرتے ہیں یہ اختلاف میں پڑتے ہیں، ان کے سامنے اس بات کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ فیصلے کرنے کا حق اللہ کا ہے۔ وہی فیصلے کرے گا، اور اس کے فیصلے کی شان یہ ہوگی کہ اس کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جائے گا۔ اس شان کے بیان کرنے کے بعد یہ کہنا چاہئے: میرا اللہ ہی میرا ربّ ہے۔ وہی میرا دوست ہے۔ وہی مجھے پالتا ہے، اور علم سے پالتا ہے۔ جو حق مجھ پر عائد ہوتا ہے، اس کے ادا کرنے کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔ اس لیے میں اسی پر توکّل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔

حاصل: حق سے اختلاف کرنے والے کے سامنے اپنے حال کا اظہار ضروری ہے، اور اظہار یوں ہونا چاہئے: اختلاف کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، وہی میرا ربّ ہے، اسی پر میں نے توکّل کیا اور اسی کی طرف میں رجوع لاتا ہوں۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱۱﴾

وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہارے ہی انفس سے جوڑے بنائے ہیں، اور چوپایوں سے بھی جوڑے بنائے ہیں۔ اس طرح تمہیں پھیلاتا ہے۔ اس کی مثل کوئی نہیں، اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

Marfat.com

اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے ہمارے لیے بقاءِ نسل کی صورت یہ رکھی ہے کہ مرد و عورت کے جوڑے بنائے ہیں۔ اسی طرح چوپایوں میں بھی اس نے جوڑے بنائے ہیں۔ بقاءِ نسل کے لیے جو اہتمام اللہ نے کیا ہے، اس کو جان کر اللہ کا شکر گزار ہونا طبعی بات ہے۔ جو ہر حیات کی پیدائش، اس کی حفاظت، موزوں وقت پر حق کے مطابق جوڑے کا ملنا، استقرارِ حمل کے بعد جنین کی پرورش، اور پھر جنین کی تکمیل کے بعد اس کی پیدائش اور پرورش کے نئے اہتمام سے زندگی کے عمل کا شروع ہونا وغیرہ وغیرہ کیلئے جوڑے بنائے ہیں۔ ان کی نسل کو بڑھانے کا بھی ایک طریقہ رکھا گیا ہے۔ کوئی نر، حاملہ مادہ کے قریب نہیں جاتا۔ کوئی نر، بچوں کو دودھ پلانے والی مادہ کے قریب نہیں جاتا۔ اسی وقت نر، مادہ کے قریب جاتا ہے، جب مادہ طبعی طور پر اس کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ نسل کا بڑھانا اللہ کا کام ہے۔ طبعی راستہ اختیار کرنا بندے کے ذمے ہے۔ جو ہر حیات کو اگر مزہ لینے کے لیے ضائع کیا جاتا رہے تو اس ناشکری کے اثرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔ حق کے مقابل جب بھی من مانی کی جائے گی تو خرابی ضرور واقع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تعیّن سے پاک ہے۔ اس کی کوئی مثل نہیں۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ اپنا حال اس کو سنایا جائے، اس کو دکھایا جائے، اس سے مدد مانگی جائے، اور یہ یقین رکھا جائے کہ جو کچھ اللہ اپنے علم سے عطا فرمائے گا وہی سب سے اچھا ہے، تو اس سے بندے کو بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ ہی خالقِ کل ہے۔ وہی ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔ بقاءِ نسل کے لیے طبعی راستے کو اختیار کرنا بندے کے ذمے ہے، اللہ کی عطا کو بے جا ضائع کرنا لوگوں کو دکھوں میں ڈالتا ہے۔ اللہ سے اپنا حال بیان کرنا، اپنی تکلیف اور احساس کو بیان کرنا بھلا لگتا ہے، کہ معبود کو بھی عبد کے قرب سے خوشی ہوتی ہے۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اسی کے لیے ہیں، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ رزق میں بسط فرماتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔ بے شک وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

معطیِ مطلق اللہ ہی ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سب خزانوں کا مالک بھی وہی ہے۔ وہ جو کچھ عطا کر سکتا ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ بندہ اپنے حال کو اس کے سامنے بیان کرے تو اس سے بندے کو بڑی راحت ملتی ہے۔ رزق میں بسط بھی وہی دیتا ہے، قبض بھی وہی دیتا ہے، دونوں صورتوں میں بندے کی بھلائی موجود ہوتی ہے۔ بسط ہو تو شکریے کا مقام ہوتا ہے، قبض ہو تو صبر کا مقام ہوتا ہے۔ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے، کہ بسط بھی اسی کے علم سے ہوتی ہے، قبض بھی اسی کے علم سے ہوتی ہے۔ علم والا وہی ہوگا، جو اللہ کی عطا کی قدر کرے گا، اور اللہ کی نشانیوں سے فائدہ اٹھائے گا۔

حاصل: اگر ہم مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں، رزق میں بسط ہو تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، قبض ہو تو بھی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، تو پھر مخلوق سے ہمارا معاملہ فی سبیل اللہ ہونا چاہئے۔ اگر ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں تو یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کو بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ مانتے ہیں۔

Marfat.com

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

تمہارے لیے دین کی شرع رکھی جس کی وصیّت اس نے نوح علیہ السلام کو فرمائی، اور جسے ہم نے آپ کی طرف وحی کیا، اور جس کی وصیّت ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو کی، کہ دین کو قائم کیا جائے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے۔ مشرکین پر بھاری ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیتے ہیں۔ اور اللہ اپنی طرف قریب کرلیتا ہے جسے چاہے، اور ہدایت فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔

دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی رہا ہے، اب بھی اسلام ہی ہے اور قیامت تک یہی رہے گا۔ شرع وہ روشن راستہ ہے، جس پر چل کر سلامتی کے ساتھ منزل پر پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیاء کرام کا راستہ یہی رہا ہے۔ ماضی میں بھی یہی راستہ تھا جس کی وصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کی گئی۔ وصیت یہ تھی کہ دین کو قائم کیا جائے، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے۔ دین کتاب سے قائم نہیں ہوتا، اس صاحب کی دعوتِ خیر سے قائم ہوتا ہے، جو اتباع کرنے والوں کو خوف وحزن سے نجات کی ضمانت دیتا ہے۔ تفرقے سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ حکمِ الٰہی کو اس نمونے کے حوالے سے مانا جائے، جس کو مصدّقہ ہونے کا شرف ہو۔ توحید کی دعوت مشرکین پر بھاری ہے کہ وہ حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دیتے رہتے ہیں۔ یکسو ہونا ان پر بڑا گراں ہوتا ہے۔ جو اللہ کے دوست کو دوست بنالے اسے اللہ اپنے قریب کرلیتا ہے۔ جو شاہد سے محبت رکھے، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع بڑا عزیز ہوتا ہے۔ اللہ اسے ہدایت سے نوازتا ہے۔

حاصل: صاحبانِ حق کی راہ ہی شاہراہ ہے، جس پر چلنے میں فلاح یقینی ہے، اور جس کو چھوڑ دینے سے خسارہ یقینی ہے۔ جو لوگ حق پر قائم ہوں اور تفرّقے سے پاک ہوں، قیادت وسیادت انہی کے پاس ہونی چاہئے۔ یکسو ہونے کی دعوت مشرکین پر بھاری ہوتی ہے، اس نشانی سے ان کو پہچاننا چاہئے۔ جو اللہ کے دوست کو دوست بنائے وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے، اور رجوع الی اللہ ہونے کی وجہ سے ہدایت پاتا ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اور انہوں نے اپنے مابین بغاوت سے ہی تفرقہ ڈالا بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا تھا۔ اور اگر اجلِ مسمّٰی تک تمہارے ربّ کا کلمہ سابقہ نہ ہوتا، تو ان کے مابین ضرور فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بے شک وہ جو ان کے بعد وارثِ کتاب ہوئے وہ اس سے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

حق کو سن لینے کے بعد، صاحب حق کے اسوۂ حسنہ کو دیکھ لینے کے بعد بھی اس سے رشتہ محبت استوار نہ کیا جائے تو پھر اس سے بغاوت کا مقام ضرور آتا ہے۔ یہ بغاوت مخفی بھی ہوتی ہے، جلی بھی ہوتی ہے، مگر یہ حقائق کی تصدیق کے بعد کا مقام ہے۔ باغی کا اصل مسئلہ یہ نہیں ہوتا کہ اسے حق کے بارے میں کوئی شک ہوتا ہے۔ اس کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی پسند اسے حق کو ماننے نہیں دیتی۔ اللہ نے اتمام حجت کے لیے مہلت دے رکھی ہے، اور اس مہلت کی موجودگی میں بندے کو جو کچھ حاصل ہونا چاہئے وہ اللہ دیتا ہے، ورنہ خلاف حق کرنے والے کو مٹاتے اللہ کو دیر ہی کیا لگتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا ہوئی جو توراتِ شریف تھی، اس میں اختلاف پیدا کرنے والوں نے اختلاف پیدا کیا، اگر اللہ تعالیٰ کا کلمہ سابقہ نہ ہوتا تو اختلاف کرنے والوں کے مابین فیصلہ صادر کرتے اللہ کو دیر ہی کیا لگتی تھی۔ اس کے بعد وہ لوگ وارث کتاب ہوئے، جن کے سامنے کتاب بھی تحریف شدہ تھی اور فلاح کی بہت باتیں کرنے والے، فلاح کا یقینی راستہ بھی نہیں دکھاتے تھے، اس لیے اس کی صداقت کو تسلیم کرنے میں شک کا ہونا طبعی بات تھی۔

حاصل: صاحبِ حق سے محبت نہ ہو تو اس کی تعلیمات کو اپنی پسند کے مطابق ڈھالنے کا مقام آجاتا ہے، یہ بغاوت ہے، اور اس بغاوت سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ مہلت دینا اللہ کی شان ہے، ورنہ اللہ کو اختلاف کی جڑ کاٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ جو لوگ حق کو اپنے مطابق بنانے میں لگ جائیں، وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں پڑ جاتے ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ ﴿۱۵﴾

تو آپ اسی کی دعوت دیں اور استقامت رکھیں جیسے کہ آپ کو امر ہے، اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں اور فرمادیں میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی، اور مجھے امر ہے کہ تمہارے مابین عدل کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا ربّ ہے۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ کوئی حجت نہیں ہمارے اور تمہارے مابین۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا، اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

طریق تبلیغ کو واضح فرمایا گیا ہے تاکہ یہ معیار ہر مقام پر پیشِ نظر رہے۔ حق کی دعوت، امر الٰہی کے مطابق ہونی چاہئے۔ دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحبِ استقامت ہو، نتائج کو باذن اللہ جانتے ہوئے اپنا حق حسن وخوبی سے ادا کرتا رہے۔ لوگوں کی خواہشات ان کے نزدیک بہت قابل قدر ہوتی ہیں، اور وہ یہی توقع رکھتے ہیں کہ جو انہیں قریب کرنا چاہتا ہے، وہ ان کی خواہشات کا لحاظ رکھے، مگر امر الٰہی یہ ہے کہ ان کی خواہشات کو اہمیت نہ دی جائے، ان کی قطعاً پیروی نہ کی جائے، اور یہ روشن کیا جائے، کہ اللہ سب سے بڑے علم والا ہے، حق اسی کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اور اللہ نے جو کتاب بھی نازل فرمائی ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر فیصلہ طلب باتیں مبلّغ حق کے سامنے لائی جائیں، تو اس کا فیصلہ امر الٰہی کے مطابق ہوگا، اور یقیناً عدل سے ہوگا۔ اس فیصلے کو ماننے والے کا بھلا ہوگا، نہ ماننے والا دکھ میں پڑے گا۔ اختلاف رکھنے والوں سے یہ کہنا بھی ضروری ہے، کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اللہ ہی تمہارا بھی رب ہے۔ یہ بات

مان لی جائے تو ایک دوسرے کے قریب ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا چاہیے کہ اللہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ ہمارا رخ بھی اس کے سامنے ہے، تمہارا رخ بھی اس کے سامنے ہے۔ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دیجائے گی، تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ پھر یہ کہنا چاہیے کہ ہمارے اور تمہارے مابین کوئی حجت نہیں۔ ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں، اسی کی طرف واپس جائیں گے۔ وہ سب کو جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کا فیصلہ ایسا فیصلہ ہوگا جس کو ماننا ہی پڑے گا۔ اس وقت خلاف حق کرتے رہنے کی وجہ سے ندامت تو ہوگی، مگر اصلاح کو اختیار کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا۔

حاصل: دعوتِ حق کو امرِ الٰہی کے مطابق ہونا چاہیے۔ دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب استقامت ہو۔ منکرینِ حق سے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے ان کی خواہشات کا لحاظ امرِ الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ کی ساری کتابوں کو ماننا ضروری ہے۔ فیصلہ طلب باتوں میں امرِ الٰہی کے مطابق عدل کرنا چاہیے۔ اختلاف کرنے والوں سے یہ کہنا چاہیے: اللہ ہی ہمارا اور تمہارا ربّ ہے۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال تمہارے لیے تمہارے اعمال، ہمارے اور تمہارے مابین کوئی حجت نہیں، اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے مانے جانے کے بعد، ان کی حجت ان کے ربّ کے نزدیک بے ثبات ہے، اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے شدید عذاب ہے۔

یہ دیکھ لینے کے بعد کہ حق کو ماننے والوں کی ذاتی زندگی بھی خوف وحزن سے پاک ہوگئی ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی وہ لوگ یکسو ہو گئے ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع نہ کرنے سے ان لوگوں کا بھلا ہی ہوا ہے، جو کچھ ان لوگوں نے پایا ہے وہ اس کے مقابل بہت زیادہ ہے جو انہوں نے کھویا ہے، اگر کوئی ثابت شدہ حقائق کے مقابل اپنے ظن کو نہیں چھوڑتا تو اس کا ظن اسی کو خسارے میں ڈالے گا۔ ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب پڑے گا اور وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل: حق کو ماننے والے خوف وحزن سے پاک نظر آئیں، اجتماعی زندگی میں وہ یکسو نظر آئیں، تو حق کے بارے میں اپنے گمان کو وقعت دیتے رہنا درست نہیں ہوگا۔ ایسی حجت بے بنیاد ہوگی، اور ایسی حجت کرنے والے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا، اور وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ط وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾

اللہ ہی ہے جس نے حق و میزان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی۔ اور تمہیں کیا ادراک ہے کہیں ساعت قریب ہی ہو۔

حق اللہ کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ان کا اسوۂ حسنہ وہ معیار ہے، جس سے حسنِ عمل کو دیکھا جاسکتا ہے۔ آپ کا اتباع کرنے والے شاہدین بھی اپنی کوئی صورت نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ بھی معیار مانے جاتے ہیں۔ یہ میزان ایسی ہے،

Marfat.com

جس کو دیکھنے میں کسی مشقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی شان ملاحظہ ہو کہ حضور اپنی کوئی بات نہیں رکھتے۔ قیامت کی گھڑی کا تعین، منکرینِ حق کا سوال رہا ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے، آخرت کے بارے میں ان کا علم ہے ہی نابود، بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔ ساعت کا امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، اور اس میں وقت ہی کیا لگے گا، پلک جھپکنا یا اس سے بھی قریب۔

حاصل: حق فرمانِ خداوندی ہے، اور یہ معیار ہے کہ جس کو سند ماننا ضروری ہے۔ جن لوگوں کا حال ہے حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ وہ بھی آپ کے اتباع کے حوالے سے معیار قرار پا گئے ہیں۔ قیامت کو قریب ماننا بھلے لوگوں کی طریقت ہے۔

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

— جو اس کے لیے تعجیل کرتے ہیں وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور علم رکھتے ہیں کہ وہ حق ہے۔ سن لو جو لوگ ساعت میں شک کرتے ہیں، وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

اللہ کا عذاب مجرموں پر دن کو بھی آسکتا ہے، رات کو بھی آسکتا ہے، اور یہ اس عذاب سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکیں گے، پھر یہ اس کے لیے جلدی کیوں مچا رہے ہیں۔ قیامت جب واقع ہوگی، تو یہ اس پر ایمان لائیں گے۔ اس وقت فرمایا جائے گا، اب تم مان رہے ہو اور پہلے تو اس کے لیے جلدی مچاتے تھے۔ اس وقت کا ماننا نافع نہیں ہوگا، کہ ماننے کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت پیش نہیں کی جاسکے گی۔ قیامت پر یقین رکھنے والے اس سے ڈر رہے ہیں، کہ وہ کلّی جزا کا دن ہے، اور اللہ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دے گا۔ جس معیار کے حوالے سے حسن عمل کو دیکھا جائے گا، وہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے، ہمیشہ اس پر نظر رکھنی چاہئے اور حق کی ادائیگی کے باوجود کہنا یہی چاہیے: یا اللہ العالمین ہمارے اعمال کی طرف نہ دیکھیو اپنے کرم کی طرف دیکھیو۔ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک رکھتے ہیں، وہ اصلاح حال کی طرف آتے ہی نہیں۔ وہ جو بھی کریں اور جس عنوان سے بھی کریں، اس کی حقیقت دور کی گمراہی ہی ہے۔ اگر ساتھ دور کی گمراہی والوں کا ہوگا، تو نتیجہ اس کا خسارہ ہی ہوگا۔

حاصل: قیامت کے لیے جلدی مچانے والوں کی سوچ درست نہیں ہوتی، قیامت کو ماننے والوں کی سوچ درست ہوتی ہے۔ قیامت کا یقین بندے کے اعمال میں نظر آنا چاہئے۔ قیامت میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں ہوتے ہیں۔ فلاح چاہنے والوں کو ان سے دور رہنا چاہیے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ ع ۲ / ۱۰

اللہ اپنے بندوں پر لطف و کرم فرماتا ہے، رزق عطا فرماتا ہے جسے چاہے۔ اور وہی قوت والا عزّت والا ہے۔

بندے کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا اللہ ہی ہے۔ وہ جو بھی عطا فرماتا ہے، اپنے علم سے عطا فرماتا ہے۔ بندہ اپنی

Marfat.com

خواہشات کے دائرے سے نکلے تو اسے اللہ کا لطف و کرم نظر آتا ہے۔ اللہ جس کے رزق میں چاہے بسط عطا فرماتا ہے، جس کے رزق کو تنگ کرنا چاہے اسے تنگ کر دیتا ہے۔ اللہ کی قوت کسی کی عطا کردہ نہیں ہے باقی ہر قوت اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ کی عزت کسی کی بدولت نہیں ہے باقی سب کی عزت اللہ کی بدولت ہے۔

حاصل: بندہ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلے تو اسے اللہ کا لطف و کرم نظر آتا ہے۔ اللہ ہی رزق میں بسط دیتا ہے۔ وہی قوت والا ہے، وہی عزّت والا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۴ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق کرتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰

جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی کو زیادہ کرتے ہیں، اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اسے اس میں سے کچھ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

رزق اللہ سب کو دیتا ہے کہ یہ اس کی شان ہے۔ جو صاحب آخرت کا یقین رکھتے ہوئے اس رزق کو تصرف میں لاتے ہیں، ان کی صداقت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اس صداقت کی وجہ سے ان کے رزق میں برکت ہو جاتی ہے۔ کسی مقام پر عطاء الٰہی میں کمی نظر نہیں آتی۔ جو لوگ آخرت کے عدم یقین کے ساتھ رزق کو تصرف میں لاتے ہیں ان کا رخ درست نہیں ہوتا۔ گزر بسر تو ان کی ہوتی ہے مگر تنگی کا احساس مسلسل رہتا ہے۔ معطیٔ مطلق کو ماننے کی بجائے وہ عطا کو اپنے علم کی بدولت جانتے ہیں، اور اسے اپنی پسند کے علاوہ کسی مقام پر خرچ نہیں کرتے۔ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

حاصل: آخرت پر یقین رکھنے والوں کا رخ درست ہوتا ہے، آخرت کا انکار کرنے والوں کا رخ درست نہیں ہوتا، اور حق کو ماننے والے اور نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۱

یا ان کے لیے شرکاء ہیں، جنہوں نے ان کے لیے دین کی شرع رکھی ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا۔ اور اگر فیصلے کا کلمہ ہو نہ چکا ہوتا، تو ضرور ان کے مابین فیصلہ کر دیا جاتا، اور بے شک ظالمین کے لیے المناک عذاب ہے۔

منکرینِ حق کے دین کی حقیقت ان پر واضح فرمائی گئی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کافروں کے دین کی اساس کیا ہے۔ کیا ان کے معبودوں نے ان کے لیے یہ دین بنا دیا ہے جو ان کا طریقِ زندگی ہے۔ اگر یہ اس بات کا جواب ہاں میں دیں تو ان پر واضح کر دیا جائے گا

کہ اللہ کے اذن کے بغیر تو یہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اللہ نے اس کا اذن دیا ہی نہیں۔ اللہ کا بھیجا ہوا دین اسلام ہی ہے، اور وہ ایک ہی ہے۔ ماضی میں بھی وہی تھا، حال پر بھی وہی ہے، مستقبل میں بھی وہی ہوگا۔ اللہ نے اجل مسمّٰی تک مہلت دے رکھی ہے۔ یہ اللہ کا کلمہ ہے، اور اللہ کے کلمات بدلتے نہیں، ورنہ اللہ کے لیے منکرین کو سزا دینا کسی تیاری کا تقاضا نہیں کرتا، اللہ کو حکم کرتے دیر ہی کیا لگتی ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کا انجام المناک عذاب ہی ہوگا۔

حاصل: امکانات کا ذکر کر کے ان پر غور کرنا صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ اللہ نے اجلِ مسمّٰی تک مہلت دے رکھی ہے، اس لیے ظالموں کو فوراً سزا نہیں دی جاتی۔ اللہ کے کلمات بدلتے نہیں۔ ظالموں کا انجام المناک عذاب ہی ہوگا۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

تم ظالمین کو دیکھو گے کہ وہ اپنے کسبوں کے وبال سے سہمے ہوئے ہوں گے، اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے جو وہ چاہیں۔ فضلِ کبیر یہی ہے۔

آخرت کا انکار کرنے والے، آخرت کے ظہور کو دیکھ کر اپنے کسبوں کے وبال سے سہم جائیں گے۔ اور ان کے کسبوں کا وبال تو ان پر پڑے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت سے اپنی صداقت کا ثبوت دیا، وہ خدائی مہمان ہوں گے، جنتوں میں ہوں گے، اور ان کے لیے راحت کا وہ اہتمام ہوگا جو میزبان کی شان کے لائق ہے۔ اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے والوں کو یہ انعام ملے گا کہ جو وہ چاہیں گے اللہ اس سے ان کو نوازے گا، اور اللہ کا کسی سے اس درجے راضی ہو جانا اللہ کا بڑا فضل ہے۔

حاصل: آخرت کا انکار کرنے والے، قیامت کے دن اپنے کسبوں کے وبال سے سہمے ہوئے ہوں گے، اور وہ وبال ان پر واقع ہو کر رہے گا۔ جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیا وہ خدائی مہمان ہوں گے۔ رضاءِ الٰہی انہیں حاصل ہوگی۔ رضاءِ الٰہی کا حصول، اللہ کا فضلِ کبیر ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

یہ ہے وہ مقام جس کی اللہ اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے، جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے۔ آپ فرما دیجیے میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا مگر قربیٰ سے محبت۔ اور جو احسن کمائی کرے گا ہم اس کے حُسن کو زیادہ کریں گے۔ بے شک اللہ بخشنے والا، قدر کرنے والا ہے۔

Marfat.com

فضل کبیر کی بشارت انہی لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور صالح اعمال سے اپنے ایمان کو سچا ثابت کرتے ہیں۔ انبیاء کرام اپنے اپنے حال پر حکمِ الٰہی سے یہ فرماتے رہے ہیں کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو ربّ العالمین پر ہے۔ جو کام اللہ کے لیے کیا جائے اس کا اجر اللہ ہی دے سکتا ہے، اور دین تو ہے ہی خالصتاً اللہ کے لیے۔ خاتم النّبیین ﷺ نے قیامت تک راہِ حق کو روشن کرنے کے لیے یہ فرمایا ہے۔ کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، مگر قربیٰ سے محبت۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا مگر جو چاہے اپنے ربّ کی طرف راہ لے۔ قربیٰ وہ حضرات ہیں، جو آپ کا اتباع کرتے ہیں اور جن کے لیے فضلِ کبیر کی بشارت ہے۔ یہ حضور سے محبت رکھنے والے لوگ ہیں اور اسی محبت سے سرشار رہتے ہیں۔ یہ ناصحین ہیں جن کی محبت سے راہِ راست نصیب ہوتا ہے۔ جس کو بھی خیر کے رخ کی طلب ہوگی، اس کی کمائی احسن ہوگی۔ جس کی کمائی احسن ہوگی، اس کے حسنِ عمل کو بڑھانا اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ اس کی سابقہ کوتاہیوں کو بخش دینا بھی اللہ کی سنّت ہے، اور اس کی قدر کرنا بھی اللہ کی سنّت ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو لوگ اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے کوئی دوستی نہیں ہوتی، چاہے وہ ان کے باپ، بیٹے بھائی یا کنبے والے ہوں۔

حاصل: ایمان کی تصدیق صالح اعمال سے ہوتی ہے۔ مودۃ فی القربیٰ سے اللہ کی راہ ملتی ہے۔ جو احسن کمائی کرے گا، اس کے حسنِ عمل کو بڑھانا اللہ کا وعدہ ہے۔ اس کی سابقہ کوتاہیوں کو بخش دینا اور اس کی قدر کرنا اللہ کی سنّت ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

یا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر کذب سے افتریٰ باندھا ہے۔ تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر کر دے۔ اور اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو حق کرتا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔

جو لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں، ان پر دعوتِ حق بہت گراں ہوتی ہے۔ وہ لوگ حق کو سنتے تو ہیں، اور حق پہنچانے والے کو دیکھتے بھی ہیں، اور وہ ماضی کے حوالے سے نہ حق کو جھٹلا سکتے ہیں نہ حق پہنچانے والے کو جھٹلا سکتے ہیں۔ پھر وہ یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ انہیں سنایا جا رہا ہے، یہ اللہ کا فرمان نہیں ہے، یہ اللہ پر کذب سے افتریٰ باندھا گیا ہے۔ اس بات کی نفی کرتے ہوئے بتایا گیا ہے، کہ اللہ کی قدرت کا احاطہ تو ہر جگہ ہے۔ اگر یہ اللہ پر کذب سے افتریٰ باندھا گیا ہے تو اس کو روک دینا اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا ہے، اور حق کو حق کرتا ہے۔ اس سے کوئی خلوت مخفی نہیں ہے۔ وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اور عملوں کو بھی جانتا ہے۔ قرآنِ پاک سے نصیحت تو وہی لے سکتا ہے جو سمجھنے والا دل رکھتا ہو، کان لگا کر سنے اور حاضر رہے۔ جب حق آ جاتا ہے تو باطل مٹ جایا کرتا ہے اور باطل کو مٹنا ہی ہوتا ہے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ مٹ کیا رہا ہے، اور روشن کیا ہو رہا ہے۔ جو مٹ رہا ہے وہ باطل ہے، جو روشن ہو رہا ہے وہ حق ہے۔

حاصل: بے سند بات نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ پر کذب سے افتریٰ باندھنے والے کی توفیق کو سلب کرنا اللہ کا کام ہے اور اس میں دیر نہیں لگتی۔ اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا ہے، اور حق کو حق کرتا ہے۔ اللہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اعمال کو بھی جانتا ہے۔

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور برائیوں سے عفو فرماتا ہے، اور علم رکھتا ہے جو فعل تم کرتے ہو۔

جو جہالت سے خلافِ حق کر بیٹھے، پھر اسے اپنے کیے کا انجام بصورتِ خسارہ نظر آئے، تو وہ بندہ توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر توجہ فرماتا ہے، اس کی توبہ قبول کرتا ہے، اس کی برائیوں سے درگزر کرتا ہے۔ بندے کو یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اس کی نیت بھی اللہ کے علم میں ہے، اس کا کام بھی اللہ کے سامنے ہے۔ اسی یقین سے بندہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔

حاصل: خطا کے بعد بندے کی توبہ کو قبول کرنا اللہ کی شان ہے۔ جس کی توبہ قبول ہو جائے اس کے ماضی کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس سے درگزر کرنا قطعاً ضروری ہے کہ یہی اللہ کی سنّت ہے۔ ہمیں اپنی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾

اور قبولیت انہیں بخشتا ہے جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے، اور انہیں اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے۔ اور کافروں کے لیے شدید عذاب ہے۔

جس کی دعا یہ ہو کہ یا اللہ مجھے خلوت میں اپنے ساتھ پاک رکھیو، اور جلوت میں اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ پاک رکھیو، اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ وہ اپنے ایمان کو صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت کرتا ہے۔ اللہ اسے اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے۔ جہاں عطاءِ الٰہی کو رضائے الٰہی کے مطابق تصرف میں لایا جائے، وہاں عطاءِ الٰہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے جس انجام کو پہنچیں گے وہ شدید عذاب ہے۔ توبہ کرنے والے اور توبہ نہ کرنے والے مساوی نہیں ہوتے۔

حاصل: جن کی توبہ قبول ہوتی ہے، وہ ایمان والے ہوتے ہیں اور صالح اعمال والے ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ اپنے فضل سے مزید نوازتا ہے۔ خلافِ حق کرنے کا انجام شدید عذاب ہی ہوگا۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے رزق میں بسط فرما دیتا ضرور زمین میں بغاوت کرتے، ولیکن وہ جس قدر چاہے نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا، دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے، اس میں بڑی حکمت ہے۔ لین دین ہوگا، تو عملاً حق ادا ہوگا۔ دینے والا اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے محسنین کی طریقت کے مطابق دے گا اور نادار مقامِ صبر پر رہتے ہوئے پورا رہے گا، اور جب عطاءِ الٰہی کا مقام آئے گا تو اس میں اپنی انا کو حائل نہیں ہونے دے گا۔ اگر سبھی لوگوں کو رزق میں بسط نصیب ہو جاتی تو وہ من مانی کرتے ہوئے زمین میں فساد برپا کر

Marfat.com

دیتے۔ اللہ جس قدر چاہے دیتا ہے۔ اس کا دینا بڑے علم سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی جس قدر خبر رکھتا ہے، کسی دوسرے کو اس کا دعویٰ ہی زیب نہیں دیتا۔ وہ اپنے بندوں کو ہر مقام پر دیکھتا ہے، اور اس سے بڑا کوئی عطا کرنے والا ہے ہی نہیں۔

حاصل: اللہ کے کاموں میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ رزق میں بسط کو باذن اللہ جانا جائے تو توازن درست رہتا ہے۔ عطاء الٰہی بڑے علم سے ہوتی ہے۔ اللہ کو ہر حال میں ہماری خبر ہوتی ہے وہ ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾

اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے جب وہ نا امید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، اور وہی ہے کارساز حمد کیا ہوا۔

انسان جلد باز ہے۔ بارش کی ضرورت کا احساس اسے بے چین کر دیتا ہے اور وہ نا امیدی کی حد پر پہنچ جاتا ہے۔ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا انہیں ہر حال میں دیکھنے والا ان کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے علم سے بارش برساتا ہے۔ بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، اور یوں اللہ اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ کام اللہ کے علم سے بنتا ہے کہ وہی کارساز ہے، اس کی حمد کائنات میں جاری رہتی ہے۔

حاصل: بارش برسانا اللہ کا کام ہے۔ انسان جلد بازی کی وجہ سے نا امید ہو جاتے ہیں۔ اللہ اپنی رحمت کو اپنے علم سے پھیلاتا ہے۔ اللہ کارساز ہے، کائنات میں اس کی حمد جاری رہتی ہے۔ ہمیں اللہ کی حکمت پر نظر رکھنی چاہیے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ ع

اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور جو چلنے والے ان میں پھیلائے، اور وہ جب چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے۔

آسمانوں اور زمین میں مومنین کے لیے نشانیاں ہیں۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ تمہاری تخلیق میں اور جو جانور وہ پھیلاتا ہے، ان میں یقین کرنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے مقابل انسان کو دوبارہ پیدا کرنا بڑا کام نہیں ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے: اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں، اور جو کوئی زمین میں ہے چلنے والا، اور ملائکہ، اور وہ استکبار نہیں کرتے۔ بعض جاندار فضا میں اڑتے بھی ہیں، اور زمین پر چلتے بھی ہیں۔ اللہ نے کسی شے کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ ان جانداروں کو پھیلایا بھی اللہ نے ہے، اور بڑی حکمت سے ان کو پھیلایا گیا ہے۔ ان کو پھیلانے والا، ان کو جب چاہے سمیٹنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ بندہ اپنے مشاہدات کے حوالے سے یہ مان لے کہ بعث بعد الموت ضرور ہوگی، تو پھر جزا کا یقین اس کے اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

حاصل: اللہ کی نشانیوں پر ایمان لانا چاہیے، اپنے مقصدِ تخلیق پر نظر کرنی چاہیے، اور اللہ کی قدرت کو ماننا ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں ارشاد فرمایا ہے: اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

Marfat.com

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٥٥﴾ اپنے ربّ سے دعا کرو گڑ گڑا کر اور خفیہ، بے شک اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾

اور تمہیں جو مصیبت پہنچے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کسب کے سبب سے ہوتی ہے اور کثیر سے تو وہ عفو ہی فرماتا ہے۔

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے۔ پھر جب اسے کوئی نعمت بخش دی جاتی ہے تو کہتا ہے یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت ملی ہے، اور وہ نعمت اس کے لیے فتنہ ہوتی ہے۔ اس نعمت کے استعمال کے حوالے سے انسان کو دیکھا جاتا ہے، کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں پر ان کے کسبوں کی برائیاں پڑتی رہی ہیں اور پڑتی رہیں گی، اور قادرِ مطلق کو عاجز کرنے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ بندے کو اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت معلوم ہو جائے تو پھر حق کو مان لینا اس کے لیے آسان ہو جانا چاہیے۔ اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر فوراً پکڑتا، تو زمین میں ظالم ناپید ہو جاتے، مگر وہ مہلت دیتا ہے، اپنے علم سے اتمامِ حجت کرتا ہے، اور بہت سی باتوں سے درگزر فرماتا ہے۔ مخلصین پر مصائب کا مقام اس طرح آتا ہے کہ وہ مشکل حالات میں اپنے ساتھیوں کو پوراہ کر دکھاتے ہیں۔ حق کی احسن ادائیگی ہی پیچھے آنے والوں کے لیے راستے کو روشن کرتی ہے۔ مصائب کو باذنِ اللہ مانا جائے، تو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید علم عطا ہونے والا ہے، مزید انعامات ملنے والے ہیں۔

حاصل: اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے۔ ناقص اعمال سے تائب ہونا ہی ہمارے فکر کے درست ہونے کا ثبوت ہے۔ جس طرح اللہ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرماتا رہتا ہے، ہمیں بھی لوگوں کے ساتھ اپنے حوالے سے درگزر کرنا چاہیے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾

اور تم زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہوگا اور نہ نصرت دینے والا۔

منکرینِ حق سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہارا اپنا مشاہدہ یہی ہے کہ تم اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ اللہ کے مقابل نہ تم سے کوئی دوستی کرنے والا ہوتا ہے، نہ تمہاری مدد کرنا کسی کے بس میں ہوتا ہے۔ آخرت میں بھی یہی حال ہوگا۔ کافروں کو یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیے کہ وہ اللہ کے دستِ قدرت سے کہیں بچ کر بھاگ جائیں گے۔ ان کا ٹھکانا تو آگ ہی ہوگا۔ ظالموں پر ان کے کسبوں کی برائیاں خود پڑیں گی۔ اللہ کے مقابل والے کبھی اللہ کے دوست نہیں ہوتے، اور اللہ کے دوست کبھی اللہ کے مقابل والے نہیں ہوتے۔

حاصل: اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے۔ منکرینِ حق کبھی اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں جا سکتے۔ گرفت میں آجانے کے بعد نہ ان سے دوستی کسی کے بس میں ہوگی، نہ ان کی مدد کسی کے بس میں ہوگی۔

Marfat.com

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں بحر میں چلنے والیاں جیسے پہاڑ۔

کشتیوں کو اللہ کی نشانی فرمایا گیا ہے۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندر میں پہاڑ معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے ارکان اللہ کے پیدا کردہ ہیں، بنانے والے ہاتھ بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں، جس پانی پر وہ تیرتی ہیں وہ بھی اللہ کا پیدا کردہ ہے۔ ایک ایک رکن کو دیکھا جائے، اللہ ہی اس کا خالق ہے۔ انسانی خدمت میں کشتیوں کی اہمیت واضح ہے۔ جس کی قدرت سے انسان کو فائدہ پہنچ رہا ہے، اس کو ماننا بندگی ہے۔ ان بڑی بڑی کشتیوں کو ناقابل تسخیر جاننا درست نہیں ہوگا، کہ ان کشتیوں اور جہازوں کو غرق کر دینا اللہ کے لیے آسان ہے۔

حاصل: کشتیوں کو دیکھنا چاہیے کہ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے جو کچھ بنایا ہے، اس سے استفادہ کرتے ہوئے، اللہ کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔

اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کردے، تو اس کی پیٹھ پر ٹھہری رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے کے لیے، شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔

ہواؤں کی گردش میں عقل مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ بادبانی کشتیاں اور جہاز تو چلتے ہی ہوا کے زور پر ہیں۔ دخانی کشتیوں اور جہازوں میں بھی ہوا کے چلنے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ہوا کے چلنے سے ہی کشتیاں ساحلِ مراد پر پہنچتی ہیں۔ اگر ہوا کو چلانے والا ہی اسے ساکن کردے تو پھر ہوا کو چلانا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اور کشتیاں اور جہاز جہاں ہوں گے وہیں پانی پر کھڑے رہ جائیں گے۔ کشتیوں کو پانی پر چلتے دیکھنے میں یہ نشانیاں ہیں کہ حالات اللہ کی مہربانی سے ہی سازگار ہوتے ہیں، اور ان کے ساحلِ مراد پر پہنچنے میں یہ نشانیاں ہیں کہ اللہ ہی انہیں ساحلِ مراد پر پہنچاتا ہے۔

حاصل: ہماری حرکات اللہ کی مہربانی سے ہی ہو رہی ہوتی ہیں۔ اس طرف نظر جائے تو صبر کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے اور حالاتِ کار کو سازگار بنانے والے کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ یا انہیں ان کے کسبوں کے سبب تباہ کردے، اور کثیر سے عفو فرمائے۔

کشتیوں کو ساکن کر دینا بھی اللہ کی قدرت میں ہے۔ انہیں مسافروں کے بُرے اعمال کی پاداش میں تباہ کر دینا بھی اللہ کی قدرت میں ہے، اور ان سے درگزر کرنا بھی اللہ کی قدرت میں ہے کہ وہ ساحل مراد کو پہنچ جائیں۔ حضرتِ انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی کشتی اللہ کی مہربانی سے ہی چلتی جا رہی ہے۔ اللہ کے لیے انسان کے ناقص اعمال کی بدولت اس کی کشتی کو تباہ کر دینا بڑا کام تو ہے ہی نہیں۔ اس کی شان ہے کہ وہ بہت سی باتوں سے درگزر ہی فرماتا ہے۔ اس طرح ساحل مراد پر پہنچنے والوں کو اللہ کی مہربانی کا بالکل واضح احساس ہونا چاہیے۔ اپنی حسن کارکردگی کا ذکر اللہ کی مہربانی کے ذکر کے بغیر ہو تو وہ یقیناً ناسپاسی ہوگی۔

Marfat.com

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں کی کشتی کی تباہی ان کے برے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خلافِ حق کرنے والوں کی بہت سی باتوں سے درگزر ہی کرتا ہے، کہ اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

اور ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں جھگڑا کرتے ہیں معلوم ہو کہ ان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

جو لوگ خلافِ حق کرتے کرتے عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو برباد کر لیتے ہیں، ان پر ایک وقت آئے گا، جب عذابِ الٰہی کے بارے میں ان کا یقین یہ ہوگا، برابر ہے ہم بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ جھگڑا کرنے والے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ من مانی کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، انہیں جو توفیق دی گئی ہے اس کے بارے میں ان سے کوئی پوچھ نہیں ہوگی اور مسلم و مجرم کو اللہ برابر ٹھہرا دے گا، تو یہ قطعاً درست نہیں۔ حق کا انکار کرنے والے جان لیں، جزا دینے والے قادرِ مطلق سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں لی جا سکتی، کہ اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر موجود ہے۔

حاصل: جزا کا یقین ہو تو اللہ کی آیات میں جھگڑنے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے، اور جزا کا یقین نہ رکھنے والے جزا سے بچ تو نہیں سکیں گے۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚ

سو تمہیں جو شے بھی عطا ہوئی ہے وہ متاعِ حیاتِ دنیا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے، وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں۔

متاعِ حیاتِ دنیا بھی اللہ ہی عطا کرتا ہے، اور یہ دیکھنے کے لیے عطا کرتا ہے کہ اس کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لوگ اس عطا کو حق کے مطابق استعمال کرتے ہیں انہیں حیاتِ آخرت میں بڑے انعامات سے نوازا جائے گا، کہ ان کے ایمان اور توکّل کی بدولت انہیں بڑا اور دائمی اجر ملے گا۔ جو لوگ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو پھلانگ جاتے ہیں، ملتا ان کو بھی وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، مگر وہ آخرت کے انکار کی وجہ سے حیاتِ دنیا میں خوف و حزن کے دائرے میں گھرے رہتے ہیں، آخرت کا عذاب تو اشد ہوگا۔

حاصل: متاعِ حیاتِ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے۔ قیامت کے دن ایمان والے لوگوں کو جو اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں، بڑے اور دائمی انعامات سے نوازا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۚ

اور وہ جو کبیرہ گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں، اور غضبناک ہو جائیں تو بخش دیتے ہیں۔

جن لوگوں کو بڑے اور دائمی انعامات سے نوازا جائے گا، ان کی مزید صفات بیان فرمائی گئی ہیں یہ لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں،

Marfat.com

اور فواحش سے بچتے ہیں اور کبھی غضب ناک ہو جائیں تو اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے قصوروار کا قصور بخش دیتے ہیں۔ جس گناہ کی حقیقت کبرونخوت ہو وہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ جس گناہ کی حقیقت خواہشِ نفس کا اتباع ہو وہ فواحش کے زمرے میں آتا ہے۔ ان باتوں سے بچنا چاہئے جو کبرونخوت کی طرف لے جاتی ہیں اور فواحش کی طرف لے جاتی ہیں۔ غضب ناک ہونے کا مقام اپنی حق تلفی سے تعلق رکھتا ہے، ایسے ہی قصوروار کو بخشا جاسکتا ہے۔ مظلوم کی مدد کرتے وقت یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ مدد کرنے والے کو حق کے مطابق مدد کرنی ہوتی ہے مگر وہ کچھ بخش دینے کا حق نہیں رکھتا۔ بخش دینے کا حق تو اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو۔

حاصل: اگر ہم کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، فواحش سے بچتے ہیں اور غصے کی حالت میں اپنے مخالف کو معاف کر دیتے ہیں، تو ہمارا انجام یقیناً اچھا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور وہ جنہوں نے اپنے ربّ کا حکم مانا اور نماز قائم کی، اور جن کے کام باہم مشورے سے ہوتے ہیں اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

انعام یافتہ حضرات کی صفات بیان کرنے کا منشاء یہ ہے کہ حال پر اپنے انجام کو دیکھ لیا جائے، اگر رخ درست ہو تو اللہ کا شکر ادا کیا جائے ورنہ اصلاح کو قبول کرنے میں دیر نہ کی جائے۔ بھلے لوگوں کی طریقت یہی ہے کہ جب انہیں اپنے ربّ کا حکم معلوم ہو جاتا ہے، تو وہ اس حکم کو ادب سے مان لیتے ہیں۔ اپنی پسند ان کے راستے میں حائل نہیں ہوتی۔ وہ حکم کو ماننے کے ساتھ نماز بھی پڑھتے ہیں اور پاکیزگی کے عہد پر قائم بھی رہتے ہیں۔ ان کے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔ مشورہ امانت ہوتا ہے، جب طلب کیا جائے تو اس امانت کی ادائیگی میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ مشورے کا حق ادا کرتے ہوئے کچھ چھپا کر رکھنا درست نہیں ہوتا۔ مشورہ دینے والے جتنے بھی ہوں فیصلہ تو ایک ہی ہوتا ہے اور فیصلہ کرنے کا حق بھی ایک کو ہی ہوتا ہے۔ اجتماعی فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے لیے الگ راستہ اختیار کرنا جماعت کو کمزور کر دیتا ہے۔ جو رزق اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے حاصل ہو وہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اور وہی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے قابل ہے۔

حاصل: اپنے ربّ کا حکم ماننا چاہئے، نماز قائم کرنی چاہئے، مخلصین کے مشورے سے کام کرنا چاہئے، اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور وہ لوگ اپنے ساتھ زیادتی ہونے کی صورت میں نصرت طلب کرتے ہیں۔

زیادتی فرد کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے، جماعت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ بھلے لوگوں کا طریقہ یہی ہے کہ جب ان کے ساتھ زیادتی ہو جائے، تو وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کی مدد طلب کریں، تا کہ حق واضح ہو، اور زیادتی کا بدلہ باہمی مشورے سے طے پائے۔ منشاء قطعاً یہی ہونا چاہئے، کہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کو مانا جائے۔

حاصل: اپنے ساتھ زیادتی ہو جائے تو اللہ سے ڈرنے والوں کی مدد طلب کرنی چاہیے۔

Marfat.com

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

اور برائی کی جزا اسی کی مثل ہے۔ تو جس نے معاف کیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ بیشک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

زیادتی ہی برائی ہے۔ اس کا تعین اللہ سے ڈرنے والے لوگ کرتے ہیں۔ جب یہ تعین ہو جائے کہ زیادتی کیا ہوئی ہے، تو اس کی جزا کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔ معاف کرنے کا حق اسی کو حاصل ہوتا ہے، جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو، اور جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو وہ اپنے حق سے ایک حد تک دست بردار ہو جائے اور اس کا منشاء اصلاح ہو، تو یقیناً اسے اللہ کی رضا ہی مقصود ہوتی ہے۔ ایسے صاحب کا اجر اللہ پر ہے۔ جو اللہ سے حساب نہ کرے، اللہ بھی اس کے ساتھ حساب نہیں کرتا۔ جن لوگوں کی بات حق کے علاوہ کسی دوسرے حوالے سے ہو وہ ظالم ہوتے ہیں اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

حاصل: برائی کا تعین کرنا اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا کام ہے، تا کہ بدلہ لیتے وقت اس کی مثل سے تجاوز نہ ہو۔ معاف کرنے کا حق اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو۔ جو صاحب معاف کر دے اور اپنے حق سے ایک حد تک دست بردار ہو جائے اور اس کا منشاء اصلاح ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ حق کے علاوہ کسی دوسرے حوالے سے بات کرنے والے ظالم ہوتے ہیں اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۱﴾

اور جس نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد مدد طلب کی، تو ایسے لوگوں پر کوئی راہ نہیں۔

مظلوم اپنی حق تلفی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ وہ اگر حق کے ماننے والوں سے مدد طلب کرے اور وہ مظلوم کی مدد کرتے ہوئے اسے ظالم سے اس کا حق چھین کر لے دیں، تو ایسے لوگوں پر الزام رکھنا یا ان کے کردار کو منفی کہنا قطعاً درست نہیں ہوگا۔

حاصل: مظلوم پر کتنا ظلم ہوا ہے اور اس کی حق تلفی کا بدلہ کیا ہے، مدد کرنے والوں کو پہلے اس کا تعین کر لینا چاہیے تا کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کر جائیں۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

راہ تو انہی پر ہے، جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے المناک عذاب ہے۔

جو لوگ بدلہ لیتے وقت اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں، وہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں اللہ کے بھیجے ہوئے حق کے مقابل اپنی پسند کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ زمین میں ناحق سرکشی ہے۔ ان لوگوں کو ان کے کیے کی جزا المناک عذاب کی صورت میں دی جائے گی۔

Marfat.com

حاصل: وہ لوگ یقیناً قابلِ مذمت ہیں، جو بدلہ لیتے وقت اللہ کی مقرر کردہ حدود کا دھیان نہیں رکھتے، اور ظلم کو مٹانے کی کوشش میں ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا المناک عذاب کی صورت میں دی جائے گی۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۴ ۵

اور جس نے صبر کیا اور بخش دیا، تو بے شک یہ بڑے عزم کے کام ہیں۔

جس پر ظلم ہو وہ بدلہ لے سکتا ہے۔ بدلہ لینے کے لیے جن حدود کا تعین فرما دیا گیا ہے، ان کا احترام ضروری ہے۔ دکھ کو باذن اللہ جان کر صبر کیا جائے، اور ظلم کرنے والے کو بخش دیا جائے، تو یہ یقیناً بڑے عزم کے کام ہیں۔ بدلہ لینے میں جس کو اپنی عزت بڑھتی ہوئی نظر آئے وہ اربابِ عزیمت میں سے نہیں ہے۔ عزت تو اللہ کی ہے، اس کے رسول ﷺ کی ہے، اور مومنین کی ہے۔ جو مومن ہونے کے علاوہ عزت کو کسی اور مقام پر تلاش کرتا رہے، وہ کبھی عزت والا نہیں ہو سکے گا۔

حاصل: ظلم کا بدلہ لیتے وقت حدود اللہ کا احترام لازم ہے۔ دکھ کو باذن اللہ جان کر صبر کیا جائے اور زیادتی کرنے والے کو بخش دیا جائے تو یہ بڑے عزم کے کام ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس (۱۰) میں ارشاد فرمایا ہے:... یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اے لوگو تمہاری سرکشی تمہارے ہی نفسوں پر پڑے گی، متاعِ حیاتِ دنیا برت لو، پھر تمہیں ہماری ہی طرف مراجعت کرنا ہے، تو ہم تمہیں بتا دیں گے جو عمل تم کرتے تھے۔

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَتَرَى الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۴﴾

اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے اس کے بعد کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ اور تم ظالمین کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب کے سامنے آئیں گے، تو کہیں گے، کیا واپسی کی بھی کوئی سبیل ہے۔

جو اللہ کے دوست کو دوست نہ بنائے اللہ اس کو گمراہ کر دیتا ہے، اور جس کو حق کے مقابل اپنی پسند زیادہ قابلِ قدر نظر آئے اس فاسق کا گمراہ ہونا لازم ہے۔ اللہ کے مقابل گمراہ کی مدد کرنے کا مقام کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ خلافِ حق کرنے والے ظالم ہیں۔ جب یہ اپنے انجام کو پہنچیں گے جو عذابِ الٰہی ہے تو یہ کہیں گے، کیا واپسی کی بھی کوئی سبیل ہے۔ اس وقت عمل کے لیے دی گئی توفیق اور مہلت کے خلافِ حق استعمال کرنے کا انہیں بڑا ملال ہوگا، اور وہ چاہیں گے کہ اگر انہیں کسی طرح کچھ توفیق اور کچھ مہلت مل جائے تو وہ حق کے مطابق زندگی گزار کر اللہ کے دربار میں پیش ہوں۔ مگر دارِ عمل ختم ہو چکا ہوگا، اب واپسی کی کوئی سبیل نہیں ہوگی۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کو ہدایت ہوتی ہے۔ فاسق کے لیے اللہ نے گمراہی لازم کر رکھی ہے۔ جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کی مدد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ ظالم عذابِ الٰہی کو سامنے پا کر واپسی کی سبیل

Marfat.com

کے بارے میں پوچھیں گے اور حق پہنچانے والے صاحب کو اس کا مشاہدہ کرایا جائے گا۔

وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾

اور تم انہیں دیکھو گے کہ اس پر پیش کئے جانے پر ذلّت سے جھکے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے، بے شک خسارے والے وہی لوگ ہیں، جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو گھاٹا دیا۔ سن لو بے شک ظالمین عذابِ مقیم میں ہیں۔

حال پر جزا کا انکار کرنے والوں کو جب جہنّم کے سامنے لایا جائے گا، تو فرمایا جائے گا یہ ہے وہ جہنّم جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ منکرین کے سر اس وقت ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ وہ جہنم کو سیدھی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکیں گے، کن انکھیوں سے دیکھیں گے۔ اور جن ایمان والوں کا حیات دنیا میں یہ لوگ مذاق اڑاتے رہے ہوں گے، وہ ان کو دیکھ کر کہیں گے: بے شک حیاتِ دنیا میں وسیع المال نہ ہونا اور عسرت کے کچھ دن گزارنا خسارہ نہیں تھا۔ خسارہ تو یہ ہے، کہ جو لوگ حق کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ آج خود بھی گھاٹے میں ہیں اور ان کے ساتھی بھی گھاٹے میں ہیں۔ خلافِ حق کرنے والوں نے وقتی خوشی کے حصول کے لیے دائمی عذاب کو اپنے لیے مقدر کر لیا ہے، اب یہ عذاب ان پر قائم رہے گا۔

حاصل: جزا سے غافل لوگ، جزا کو سامنے پا کر ذلّت سے جھک جاتے ہیں اور کن انکھیوں سے دیکھتے ہیں۔ ایمان والے جن کا حیات دنیا میں مذاق اڑایا گیا ہوگا، وہ کہیں گے: خسارہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے وسعتِ مال کے بغیر وقت گزارا، گھاٹا تو یہ ہے کہ چند روزہ آسائش کے بدلے، کافروں نے دائمی عذاب کو اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے مقدّر کر لیا ہے۔ جس کے عمل صالح نہ ہوں وہ صالحین کے اہل میں سے نہیں ہوتا۔

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۶﴾

اور ان کے لیے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل ان کی نصرت کرتے اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کہیں بھی سبیل نہیں۔

جو لوگ شیطان اور اس کی ذرّیت کو اللہ کے مقابل دوست بناتے ہیں، وہ اپنے حقیقی دشمن سے دھوکا کھاتے ہیں۔ قیامت کے دن کوئی اللہ کے حضور ان کے بارے میں بات کرنے والا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوتا ہے اور منافق ہی فاسق ہوتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے ہدایت پا جانے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں، کہ ارحم سے بڑا رحم کرنے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: جو اللہ کے دوست کا اتباع کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے، جو اللہ کے دشمن کا اتباع کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔

Marfat.com

ہدایت بھی باذنِ اللہ ہے، گمراہی بھی باذنِ اللہ ہے۔ جسے اللہ گمراہ کردے اس کے ہدایت پا جانے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾

اپنے ربّ کا حکم مانو قبل اس دن کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی، اور نہ تم کسی چیز کو رد کرسکو گے۔

حکمِ ربی کے ماننے کے لیے وقت کی انتہا بتائی گئی ہے، جو موت کا دن ہے۔ اس دن حق کو مان لینا نفع نہ دے گا، کہ اس ماننے کے ساتھ عملاً صداقت کا ثبوت دینے کا وقت ہی نہ ہوگا۔ حکمِ ربی یہ بھی ہے کہ ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت آئے۔ موت کے دن کا آنا یقینی ہے۔ موت سے فرار بھی ممکن نہیں، اور اس سے کہیں پناہ بھی نہیں مل سکتی۔ موت جس طرح واقع ہوگی، اس میں بندے کی پسند کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہوگی۔ اللہ جس طرح لے جانا چاہے گا، اسی طرح لے جائے گا، کسی کی مجال نہیں کہ وہ کسی چیز کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اسے رد کرسکے۔

حاصل: حال پر ملی ہوئی مہلت سے استفادہ کرنا چاہیے۔ موت کے وقت حق کو ماننا نافع نہیں ہوتا۔ موت سے کہیں پناہ بھی نہیں مل سکتی، اور اس کی نوعیت کو بھی نہیں بدلا جاسکتا۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

تو اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کے ذمے حق کو پہنچا دینا ہی ہے۔ اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو اس پر فرحت پاتا ہے، اور جب ان کے اپنے کئے کی بدولت ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو پھر انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔

جو حق کو نہیں مانتا وہ حق سے اعراض کرتا ہے۔ اس کے منہ پھیرنے سے خسارہ بھی اسی کو ہوتا ہے۔ حق پہنچانے والے صاحب کے ذمے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو زبردستی فلاح کے مقام پر لا کھڑا کرے۔ منشاءِ الٰہی کے مطابق حق کو پہنچا دینا اور خود احسن نمونہ بن کر دکھانا شاہدین کی طریقت ہے، جس میں کبھی کوتاہی نہیں ہوتی۔ انسان کا مزاج ایسا ہے کہ جب اللہ اس کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے، تو فرحت سے اترانے لگتا ہے، اور اپنی خوبیاں بیان کرتے تھکتا نہیں۔ اور جب اس کے اپنے اعمال کی بدولت اس پر مصائب و آلام کا مقام آجاتا ہے، تو پھر وہ ناشکرا بن جاتا ہے، اور ایسی زبان بولنے لگتا ہے جو پہلے نہیں بولتا تھا۔

حاصل: جو لوگ حق سے منہ پھیر لیں، ان کی ذمہ داری انہی پر ہوتی ہے۔ حق کو پہنچا دینا اور اسوۂ حسنہ کا نمونہ بن کر

Marfat.com

دکھانا شاہدین کی طریقت ہے۔ انسان کو اللہ اپنی رحمت سے نوازتا ہے، تو وہ فرحت سے اترانے لگتا ہے، اور اپنے کئے کی بدولت جب وہ مصیبت میں گھر جاتا ہے تو پھر ناشکرا بن جاتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ﴿۴۹﴾

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے۔ خلق فرماتا ہے جو چاہے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے جسے چاہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔

آسمانوں اور زمین میں مالکِ کل اللہ ہی ہے۔ وہی خالقِ کل ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کام اس کے علم سے ہوتا ہے، اور اس کے کام میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ وہ جسے چاہے بیٹیاں عطا کرتا ہے، اور جسے چاہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ بیٹیوں کے تمام کام فی سبیل اللہ ہوتے ہیں اور شعوری زندگی کی ابتداء سے نکاح تک تمام مقامات پر انہیں حق کی احسن ادائیگی کے طریقے سکھائے جاتے ہیں، تاکہ خلوت کی زندگی میں مسلمان معاشرہ اس معیار کے مطابق ہو جائے جو اپنے اندر فلاح کی ضمانت رکھتا ہے۔ اللہ ہی بیٹے بھی عطا کرتا ہے اگر چاہے۔ اس صورت میں بھی اس کا علم اور اس کی حکمت اس کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہوتے ہیں۔ بیٹوں کے کام عموماً اپنے مستقبل کے حوالے سے کئے جاتے ہیں۔ درست یہی ہے کہ انہیں راہِ راست پر رہنا سکھایا جائے، اور بلوغت سے پہلے انہیں صرف ماننے کے مقام پر رہنے کی تربیت دی جائے۔

حاصل: مالکِ کل اللہ ہے۔ اس کا کام اس کے علم سے ہوتا ہے اور اس کے کام میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ بیٹیوں کی درست تربیت معاشرے کی اصلاح کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بیٹوں کو اپنے مستقبل کے حوالے سے تیار کرنے کی بجائے راہِ راست پر رہنا سکھانا چاہئے اور انہیں ماننے کی تربیت دینی چاہئے۔

اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

یا دونوں ملا دیتا ہے، بیٹے اور بیٹیاں۔ اور جسے چاہے بانجھ رکھتا ہے۔ بے شک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

اللہ چاہے تو بیٹے بھی عطا کر دیتا ہے، بیٹیاں بھی عطا کر دیتا ہے۔ یہاں بھی اس کا علم اور اس کی حکمت اس کے لاشریک ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ وہ اگر کسی عورت کو بانجھ ٹھہرا دے، تو اس کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔ یہ مقامات، اللہ کے علم کے تحت ہیں، اس کی قدرت کے تحت ہیں۔ ان مقامات پر بندے کو اپنا رخ درست رکھنا چاہئے۔ خالقِ کل کے مقابل کسی مقام پر کسی کی قدرت کا تصور ہی درست نہیں ہے۔ اللہ جس مقام پر رکھے اسی میں بھلائی ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ مقصود ہونا چاہیے ہر مقام پر۔

حاصل: اللہ کی عطا اس کے علم سے ہوتی ہے۔ وہ بیٹے اور بیٹیاں دینے پر بھی قادر ہے، وہ بانجھ کر دینے پر بھی قادر ہے۔ اس کا علم بھی لاجواب ہے، اس کی قدرت بھی بے حساب ہے۔ اللہ سے اپنے تعلق کو درست رکھنا چاہیے، کہ اس کی ہم سے پوچھ ہوگی۔

Marfat.com

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے، مگر وحی کے ذریعے سے، یا حجاب کے پیچھے سے، یا کوئی رسول بھیجے جو اس کے اذن سے وحی کرے، جو وہ چاہے۔ بے شک وہ بڑی شان والا، حکمت والا ہے۔

خالق ہی مخلوق کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ کس سے کلام کرنا ہے اور کیسے کلام کرنا ہے، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے نوازے وہ راہِ فلاح دکھانے کا علم رکھتا ہے۔ عطا کسی صاحب پر اس کی ذاتی ضروریات کے حوالے سے نہیں ہوتی، لوگوں کی فلاح کے لیے ہوتی ہے، اس لیے اس کی تقسیم لازم ہے۔ اللہ کے کلام کی پہلی صورت وحی ہے۔ یہ بلا واسطہ ہوتی ہے۔ اس میں سننے والے کو بتایا جاتا ہے کہ وہ کیا کرے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو حکم ہوا، ان کو وحی فرمائی گئی کہ وہ آپ کو دودھ پلائے۔ اللہ کے کلام کی دوسری صورت حجاب کے پیچھے سے ہے، اس میں بندہ آواز کو سنتا ہے اور امرِ الٰہی کی تعمیل کرتا ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اللہ کے کلام کی تیسری صورت وحی کی وہ صورت ہے جو بذریعہ فرشتہ ہو۔ اس صورت میں مقام نزولِ قلب ہوتا ہے، کلام روح الامین کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔ وقت نزول قلب کھلتا ہے، عبارت نازل ہوتی ہے، اور بندے کی سوچ کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اللہ جو چاہے وہی علم عطا کرتا ہے۔ اس کی شان اتنی بالا ہے کہ اس کی ہمسری کرنا ممکن ہی نہیں۔ اس کی حکمت اتنی بڑی ہے کہ اس کا ہر فرمان اپنے اپنے مقام پر پورا ہے اور بڑی شان رکھتا ہے۔

حاصل: عطاءِ الٰہی کسی کی پسند کے تحت نہیں ہوتی، اللہ کے علم سے ہوتی ہے۔ اللہ کس کو اپنے کلام سے نوازتا ہے اور کیسے نوازتا ہے، یہ فیصلہ قطعاً اللہ کا ہی ہوتا ہے۔ اللہ کی شان بھی لاجواب ہے اس کی حکمت بھی لاجواب ہے۔

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴿۵۲﴾

اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے امر سے روح سے وحی فرمائی۔ تمہیں کتاب و ایمان کا ادراک نہ تھا، ولیکن ہم نے اسے نور ٹھہرایا، جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہیں۔ اور بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی صداقت کا یہ مقام ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے کوئی دوستی نہیں رکھتے، چاہے وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں، بھائی ہوں یا رشتہ دار ہوں، ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے: یہ ہیں وہ لوگ جن کے قلوب میں اللہ نے ایمان کو نقش فرما دیا ہے، اور جن کی اپنی روح سے تائید فرمائی ہے۔ اللہ کا کلام اللہ کے علم سے تعلق رکھتا ہے، بندے کی سوچ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ فرمانِ الٰہی نورِ ہدایت ہے، اللہ جس کو چاہے اس نورِ ہدایت سے نوازتا ہے۔ جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے، جو آپ سے محبت رکھتا ہے، وہ آپ کی راہنمائی سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

Marfat.com

حاصل: کلامِ الٰہی کی شان سب سے بالا ہے۔ اپنی سوچ کو اس کے تابع رکھنا چاہیے، کہ اطاعت کا حق بطریقِ احسن ادا ہو۔ نور ہدایت سے اللہ جسے چاہے نوازتا ہے۔ صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی بہر حال ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع ۵

اللہ کی راہ کہ جس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سن لو، سب امور اللہ ہی کی طرف پھرنے والے ہیں۔

صراطِ مستقیم اللہ کی راہ ہے، اور اللہ وہ مالکِ کل ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اسی لاشریک کا ہے، اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ کوئی اگر آخرت کے انکار کو اپنا طریقِ زندگی بنالیتا ہے، تو اس نے دنیا و آخرت میں خسارے کو اپنے لیے چن لیا ہے۔ اللہ کی ہی یہ شان ہے، کہ اسی کی طرف سے آنا ہوا ہے، اور اسی کی طرف واپسی ہوگی۔ کسی کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف واپسی کے راستے سے انحراف کر سکے۔

حاصل: اللہ کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ ہمیں ہر شے کے استعمال میں اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ آخرت کا یقین اپنے رخ کو درست رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾ اور اللہ اور اس کے رسول کا حق سب سے بڑھ کر ہے کہ تم انہیں راضی کرو اگر تم مومن ہو۔

Marfat.com

آیاتہا ۸۹ ۴۳ سورۃ الزخرف مکیۃ ۶۳ رکوعاتہا ۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۱ حٰمٓ ﴿۱﴾ یہ حروفِ مقطعات ہیں۔

ان حروف کو الگ الگ پڑھنے کا حکم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی اس لیے ان کے بارے میں خاموش رہنا ہی درست رویہ ہے۔

حاصل: ہمارا بولنا بھی علم سے ہونا چاہئے، ہماری خاموشی بھی علم سے ہونی چاہئے۔

وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ اور کتابِ مبین کی قسم

قرآنِ پاک وہ روشن کتاب ہے، جس سے حق اور باطل کے درمیان واضح خطِ امتیاز کھنچ جاتا ہے۔ عزّت والے، حکمت والے رب العالمین کی طرف سے اس کا نزول ہوا ہے۔ جہاں اس پاک کتاب کا حوالہ آجائے، وہاں حجت کو ختم ہو جانا چاہیے، اور اس حوالے کو دھیان سے سننا چاہئے اور ادب سے ماننا چاہئے۔

حاصل: قرآنِ پاک کی قسم کھانے والے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ دعوتِ فلاح میں قسم کھانا اللہ کی شان ہے۔

اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳﴾ بے شک ہم نے اسے قرآنِ عربی ٹھہرایا تاکہ تم عقل کرو۔

فصاحت کے لحاظ سے عربی زبان سب سے اعلیٰ درجے کی زبان ہے، کہ جو حقائق کو لطافت کے ساتھ بیان کر سکتی ہے۔ کتاب بھی عربی ہے، نبی ﷺ بھی عربی ہیں، اور جن لوگوں کو سب سے پہلے خطاب فرمایا گیا ہے، وہ بھی عربی ہیں۔ اس طرح زبان کے حوالے سے کوئی حجاب لوگوں کے لیے نہیں رہا۔ عقل مندی یہ ہے کہ قرآن پاک کو عربی زبان میں بھی پڑھا جائے، اس کے تراجم کو بھی پڑھا جائے، اور اپنے آپ کو اللہ کے فرمان کے تابع رکھا جائے، تاکہ اس روشن راستے سے کوئی انحراف نہ ہو جسے اللہ نے ہمارے لیے پسند کیا ہے۔

حاصل: بین الاقوامی زبانوں میں سب سے بلند درجہ عربی زبان کو حاصل ہو جائے گا، کہ حقائق کو فصاحت سے بیان کرنے کے لیے اس کی ضرورت مسلّمہ ہے۔ عقل مندی بندے کی شان ہے۔

وَاِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ﴿۴﴾ اور بے شک وہ امّ الکتاب میں ہمارے پاس ہے، بڑی عظمت والا حکمت والا ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوحِ محفوظ پر خلوت میں موجود ہے۔ اس کی عظمت و حکمت پر اللہ کی

Marfat.com

گواہی سند کا درجہ رکھتی ہے، کہ اللہ کی شہادت سے بلند درجہ اور کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔ اس کی عظمت وحکمت سے فیض یاب ہونا، فیض یاب ہونے والوں کی خوش نصیبی ہوگی، اور اس کی بے قدری کرنے والے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالیں گے۔ اس کلام کی شان کسی کے ماننے سے بڑھتی نہیں، اور کسی کے انکار سے کم نہیں ہوتی۔

حاصل: قرآنِ پاک کی عظمت اور حکمت سے فیض یاب ہونا بڑی خوش نصیبی ہے۔ اس کو ماننے میں ماننے والوں کا بھلا ہے، نہ ماننے میں نہ ماننے والوں کا خسارہ ہے۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵

تو کیا ہم تم سے اس ذکر کو پھیر دیں گے اس بنا پر کہ تم اسراف کرنے والے لوگ ہو۔

یہ ذکر قرآن پاک ہے۔ اس نصیحت کو اتمام حجت کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ زندہ لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، کافروں پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔ جزا کے وقت کوئی یہ نہ کہہ سکے گا، کہ اسے عظمت والے حکمت والے قرآن شریف کا پتہ ہی نہیں لگا۔ جو لوگ حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں وہ یقیناً ناشکرے لوگ ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں بھی نصیحت پہنچائی ضرور جاتی ہے کہ یہی اللہ کی شان کے لائق ہے۔

حاصل: اسراف کرنے والے لوگ، بڑے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی شفا اور رحمت ان کے پاس بھی پہنچنی چاہئے۔ وہ استفادہ کریں یا نہ کریں اس کی جزا تو انہی کو دی جائے گی۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝۶

اور ہم نے اوّلین میں کتنے ہی نبی بھیجے۔

حق کو لوگوں تک پہنچانا اور حق کو بطریقِ احسن ماننے والا نمونہ لوگوں کو دکھانا، اتمام حجت کے اہم ارکان ہیں۔ پہلے لوگوں کی طرف بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی بھیجتا رہا ہے۔ طلبِ ہدایت رکھنے والے لوگ ان کی قدر کرتے تھے، ان کی صفات کو اپناتے تھے، اور ان کے اتباع کی بدولت فلاح پاتے تھے۔ دوسرے لوگ حق کے انکار میں ہی سب کچھ ضائع کر دیتے تھے۔

حاصل: طلبِ ہدایت رکھنے والے ہی حق پہنچانے والوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷

اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا وہ اس کے ساتھ استہزاء ہی کرتے تھے۔

اوّلین میں سے اکثریت کا رویہ یہی تھا کہ جو نبی بھی ان کے پاس آتا تھا، اس کی صداقت کا روشن ثبوت اس کے پاس موجود ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا تھا، اور وہ کچھ کر کے دکھاتا تھا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اس کے ساتھ کسی اجر کا سوال بھی نہیں ہوتا تھا۔ مگر لوگ اس کا مذاق ہی اڑایا کرتے تھے، اور حق کے مقابل انہیں بے سند باتوں میں ہی زیادہ دلچسپی تھی۔ حسنِ اخلاق کے موضوع پر جب بھی بات ہو جزا کا انکار کرنے والے اس کا مذاق ہی اڑایا کرتے ہیں، ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

Marfat.com

حاصل: ہدایت کی طلب نہ ہو، تو حسنِ اخلاق کا درس دینے والوں کا مذاق ہی اڑایا جاتا ہے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

تو ہم نے ان سے اشد پکڑ والے بھی ہلاک کر ڈالے، اور اوّلین کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

ماضی میں بہت سے قرن جو بڑے زور آور تھے اور جن کی گرفت بڑی شدید ہوتی تھی، اپنے ظلم کی بنا پر ہلاک کئے جا چکے ہیں۔ اوّلین کی مثالوں میں سے عاد کی مثال موجود ہے، ثمود کی مثال موجود ہے اور دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔ جو لوگ اپنی قوت کے زعم میں مبتلا ہیں جو اموال و اولاد کی کثرت پر فخر کرتے ہیں، انہیں یہ بھی دیکھ لینا چاہئے، کہ جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے، اس راستے پر پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے ظالم ہوتے ہیں۔ جب ظالموں پر اللہ کی گرفت آتی ہے تو پھر وہ کہیں پناہ نہیں پاتے۔ دیکھنا چاہئے کہ جو راستہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے، اس پر پہلے چلنے والوں کا انجام کیا ہوا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾

اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق کیا ہے تو یقیناً یہی کہیں گے کہ انہیں عزیز و علیم نے خلق کیا ہے۔

آسمانوں اور زمین سے لوگوں کو اپنے تعلق کا کسی حد تک پتہ ہوتا ہے، اور اس پتے کے حوالے سے وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں بھی غور کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ پوچھا جائے کہ بتایئے آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو وہ یہ کبھی نہیں کہتے کہ انہیں ہمارے معبودوں نے پیدا کیا ہے۔ وہ یہی کہتے ہیں، کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ایک ہے جو بڑی قدرت والا، بڑی عزت والا، اور بڑے علم والا ہے۔ مصنوع سے صانع کی قدرت اور اس کے علم کا پتہ لگتا ہے۔ آسمان اور زمین اتنی بڑی تخلیق ہیں، کہ ان کے بنانے والے کی قدرت بھی ہر شے پر محیط نظر آتی ہے، اس کا علم بھی ہر شے پر محیط نظر آتا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین سے اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے۔ خالقِ کل نے ہمارے لیے کیا کیا بنایا ہے، اس پر نظر کرنی چاہئے۔ اللہ کی قدرت اور اس کے علم کا احاطہ دیکھ لیا جائے تو پھر اس کو نہ ماننا ممکن نہیں رہتا۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

جس نے زمین کو تمہارے لیے گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے رکھے کہ تم ہدایت پاؤ۔

آسمانوں اور زمین سے روزمرہ زندگی میں فیض و برکات حاصل کرنے والے کو یہ بتایا جا رہا ہے، کہ اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے گہوارہ بنایا ہے۔ اس کو خوب بچھونا بنانا اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کو کانپنے سے بچانے کے لیے اللہ نے اس میں پہاڑ رکھے ہیں۔ پھر

Marfat.com

اس میں کشادہ راستے بھی اللہ ہی نے رکھے ہیں، اور ان کشادہ راستوں سے انسانوں کے کتنے ہی مفادات وابستہ ہیں۔ ان راستوں کو محفوظ بنانا اللہ کے نزدیک پسندیدہ بات ہے، ان راستوں کو آسان بنانا، اللہ کے نزدیک پسندیدہ بات ہے۔ جو راستے کی قدر کرتا ہے، وہ حیاتِ دنیا میں راہِ راست پر رہنے میں غفلت نہیں برتتا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اسے ہدایت ہو جاتی ہے۔

حاصل: جس نے زمین کو ہمارے لیے گہوارہ بنایا ہے، جس نے زمین میں ہمارے لیے راستے رکھے ہیں، ہمیں اس کی طرف جانے والی سیدھی راہ کو اختیار کرنا چاہیے۔

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جس نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس سے ایک مُردہ شہر کو حیات بخشی۔ اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔

آسمان سے برسنے والا پانی، مبارک ہوتا ہے، اللہ کے علم سے برستا ہے اور اس مقدار میں برستا ہے کہ جو اللہ پسند فرماتا ہے۔ وہ زمین جو نباتات کو اگانے کی صلاحیت کھو چکی ہوتی ہے، بارش سے زندہ ہو جاتی ہے، اور اس پر ہریالی آجاتی ہے۔ بعث بعد الموت بھی اسی طرح ہو گی۔ بندے کا اپنا مشاہدہ اسے یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی قدرت نہ ہونے کو ہونا بنا سکتی ہے، اور ہونے کو نہ ہونا بنا سکتی ہے، اور جزا کو مان لیا جائے تو پھر حسنِ عمل سے بندے کی شان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

حاصل: بارش ہمیشہ اللہ کے علم سے ہوتی ہے، اس لیے ہمیشہ پوری ہوتی ہے۔ بارش سے مُردہ زمین کو زندہ کرنا اللہ کی شان ہے۔ مُردوں کو اٹھانا بھی اللہ کی شان ہے۔ جزا کا یقین بندے کے اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لا

اور جس نے سب جوڑے خلق فرمائے، اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کو ٹھہرایا، جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

حیوانات میں نر اور مادہ کے جوڑے بندے کے مشاہدے میں آتے رہتے ہیں۔ نباتات میں بھی نر اور مادہ ایک پھول کا حصہ ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نر اور مادہ پھول الگ الگ درختوں پر ہوتے ہیں۔ جو جوڑے اللہ نے خلق فرمائے ہیں، ان کے بقاء نسل کی طبعی صورت بھی اسی نے رکھی ہے۔ اللہ کی تخلیق تو نظر آتی ہے جو کچھ اللہ کے مقابل والوں نے بنایا ہے وہ کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ کشتیاں اور چوپائے نقل و حمل کے ذرائع ہیں۔ یہ انسان کی بڑی ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کا اہتمام اللہ نے ہی کیا ہے، اور حضرت انسان ان پر سواری کرتے ہیں اور ان سے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور بڑے علم سے پیدا کیا ہے، جس نے ہماری ضروریات کو بڑے علم سے پورا کیا ہے، اس پرواہ کرنے والے، لاشریک کی شان کو ادب سے ماننا چاہیے۔

حاصل: اللہ کی تخلیق بڑے علم سے ہے۔ ہماری ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام بھی اللہ کے علم سے ہے۔ اللہ کے جس اہتمام سے ہم استفادہ کرتے ہیں، اس میں اپنی حیثیت کو ضرور دیکھنا چاہیے۔

Marfat.com

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کہ تم ان کی پیٹھ پر بیٹھو پھر اپنے ربّ کی نعمت کو یاد کرو، جب ٹھیک بیٹھ لو تو یہ کہو، پاک ہے وہ جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا ورنہ ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔

جانوروں پر سواری کی جائے، یا دوسری سواریاں کام میں لائی جائیں، ان کے خالق و مالک کو یاد کرنا چاہئے جس کی عطا کردہ نعمت سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ سواری غیر جاندار ہو تو بھی اس کے اجزائے ترکیبی سب اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ جن قوتوں کو کام میں لایا گیا ہے، وہ بھی اللہ نے پیدا کی ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے کی اہلیت بھی اللہ نے دی ہے۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرنا بندگی ہے۔ سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جانے کے بعد یہ کہنا بندگی کا حصہ ہے کہ اے ہمارے ربّ تو مالکِ کل ہے، تو قدرت والا ہے، تجھے کوئی احتیاج نہیں، اور ہم تیرے محتاج ہیں۔ تو نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کیا ہے، ورنہ ہم کب اس کو قابو میں لا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حیثیت کا اعتراف بندے کی شان کو بڑھاتا ہے۔

حاصل: سواری کو اللہ کی عطا جانتے ہوئے اس کی قدر کرنی چاہیے، اسے حق کے مطابق استعمال کرنا چاہئے، اور سوار ہو جانے کے بعد اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے: اللہ ہی نے اس کو ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے، ورنہ ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے۔

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور بیشک ہمیں اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سواری کو اللہ کی عطا جاننے والے پر لازم ہے کہ وہ جہاں بھی جارہا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین ہو۔ یہ یقین رخ کو ہر حال میں درست رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ جو آیا ہے وہ ضرور جائے گا۔ اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین بندے کے قول کو پاک کر دیتا ہے، اعمال کو درست کر دیتا ہے، اور بندہ اللہ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے مطابق استعمال کرنے میں ہی اپنی فلاح دیکھتا ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین رُخ کے درست ہونے کا ثبوت ہے، اور اپنے رُخ کو درست رکھنا بندے کی ذمہ داری ہے۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵/۷

اور اُس کے لیے اس کے بندوں سے ایک جُز ٹھہرایا ہے۔ بے شک انسان صریحاً ناشکرا ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین نہیں ہوتا وہ من مانی کرنے سے بچ نہیں سکتے۔ وہ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے لگتے ہیں، اور اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ خالق کل ہے، مخلوق اس کا جز ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ قادر مطلق ہے، مخلوق کی قدرت ایک محدود وقت کے لیے ہوتی ہے اور اللہ کی قدرت کے احاطے میں ہوتی ہے، پھر مخلوق اللہ کا جز کیونکر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تعین سے پاک ہے۔ بے مثل ہے۔ اس کا جز ہونا ممکن ہی نہیں۔ حق کے مقابل اپنی پسند کا عقیدہ گھڑنے والے انسان سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا۔

Marfat.com

اللہ انسان کو پیدا کرتا ہے، اس کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہے، اس کو بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے جو بھی درکار ہوتا ہے، عطا کرتا ہے۔ ناشکرے پن کی حد یہی ہے کہ انسان حق کے مطابق ہونے کی بجائے حق کو اپنے مطابق بنانے میں متاعِ حیات کو بھی ضائع کرے، اور عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو بھی ضائع کرے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ واحد ہے، بے مثل ہے اور لاشریک ہے۔ ہمیں شکرگزار بندوں کے ساتھ میں اپنی فلاح دیکھنی چاہئے۔ من مانی کرنا فلاح پانے والوں کی نشانی نہیں ہے۔ اشیاء کائنات کو اللہ کا جز قرار دینا شرک ہے، اس لیے وحدت الوجود کا عقیدہ قطعاً خلافِ حق ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (۲۵) میں ارشاد فرمایا ہے: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا، کہ ہائے کسی طرح میں نے رسول کی معیت کی راہ اختیار کی ہوتی۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾

کیا اس نے اپنی خلق میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا۔

منکرینِ حق فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ اس عقیدے کے نقص کو واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ خالق کل ہے۔ وہ سب کو دینے والا ہے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ اس نے اپنے لیے تو بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا۔ ولد اور والد میں مجانست ضروری ہوتی ہے، اور اللہ کے ساتھ کسی کو ہم جنس ثابت کرنا انتہائی بے عقلی کی بات ہے۔ پھر بقاء نسل کے ساتھ موت لازم ہے، اور یہ اللہ کی شان کے منافی ہے۔

حاصل: منکرینِ حق کے بیان میں جو نقائص ہوتے ہیں، ان کی وضاحت بہت بڑا کام ہے، اور یہ کام بڑے علم والوں کو کرنا چاہئے۔

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾

اور جب ان میں سے کسی کو اس کی بشارت ملے، جسے الرحمٰن کے نام لگاتا ہے، تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے، اور اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔

منکرینِ حق کے بہتان کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب ان میں کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے، تو وہ غصے اور غم سے بھر جاتا ہے اور اس کا منہ ناخوشی کو ظاہر کرتا ہے اور وہ اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔ وہ اپنی قوم سے چھپتا پھرتا ہے، اس بشارت کی برائی کی وجہ سے جو اسے مل چکی ہوتی ہے۔ اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے، کہ وہ قادرِ مطلق ہے، اور وہ کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ ایسی شے کو منسوب کرنا جو بیان کرنے والے کو اپنے لیے پسند نہ ہو، یہی ثابت کرتا ہے کہ اللہ پر بہتان باندھنے والا شرافت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

حاصل: اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ ہم ہر مقام پر اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ جو ہمیں

Marfat.com

اپنے لیے پسند نہ ہو، اسے اللہ سے منسوب کرنا ایسی بات ہوگی جو ہماری شرافت کی نفی کو ثابت کرے گی۔

اَوَ مَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ مُبِيۡنٍ ⑱

کیا وہ ہوئی ہے جو زیور میں پروان چڑھے اور جھگڑے میں صاف بات نہ کہہ سکے۔

لڑکی کی پیدائش کی خبر سنتے ہی جن کے منہ کالے ہو جاتے ہیں اور جو اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہیں، انہیں یہ خیال آتا ہے کہ کیا وہ پیدا ہوئی ہے، جو زیوروں میں ہی پلے بڑھے گی، اور نمائش آرائش سے الگ ہو کر خوش نہیں رہے گی، اور اپنے بڑوں کی شان و شوکت کو بیان کرنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتی ہوگی۔

حاصل: نمائش و آرائش عورتوں کی صفات ہیں، اور جھگڑے میں ذاتی غرض و غایت سے بلند ہو کر بات کرنا عورتوں کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ ؕ سَتُكۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ وَيُسۡـَٔلُوۡنَ ⑲

اور انہوں نے ملائکہ کو کہ جو عباد الرحمٰن ہیں، عورتیں ٹھہرایا ہے۔ کیا یہ ان کی تخلیق پر شاہد تھے۔ اب ان کی شہادت لکھ رکھی جائے گی، اور ان سے پوچھ ہوگی۔

منکرین حق نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا ہے، یہ قطعاً خلافِ حق ہے، کہ ملائکہ کے عباد الرحمٰن ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ ملائکہ کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کرتے ہیں، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں اللہ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ ملائکہ کو عورتوں کا درجہ دیتے ہیں، یہ ان کی تخلیق کے وقت گواہ تو نہیں تھے۔ ان کو یہ شہادت دینے کا حق کیسے حاصل ہو گیا۔ اگر یہ اس ناقص عقیدے سے تائب نہیں ہوتے، تو ان کی شہادت لکھ کر رکھی جائے گی، اور قیامت کے دن ان سے پوچھ ہوگی۔

حاصل: ہماری بات کو علم پر مبنی ہونا چاہئے۔ جزا پر یقین رکھنے والوں کی گواہی کبھی خلافِ حق نہیں ہوتی۔ اگر ہم بے سند بات کرنے سے باز نہیں آتے، تو پھر قیامت کے دن ہم سے ہماری گواہی کے بارے میں ضرور پوچھ ہوگی۔

وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ مَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۗ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ؕ ⑳

اور کہتے ہیں کہ اگر الرحمٰن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں اس کا کچھ علم نہیں، یونہی قیافے لگاتے ہیں۔

مشرکین اپنے عقیدے کے درست ہونے کا ثبوت یوں دیتے ہیں کہ ہم جن کی عبادت کرتے ہیں، ان کی بندگی اللہ کو پسند ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ کی مشیت کے خلاف تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ کوئی سند نہیں ہے ان کے عقیدے کے درست ہونے کی۔ اللہ نے اپنی پسند کو بھی واضح فرمایا ہے، ناپسند کو بھی واضح فرمایا ہے۔ علم کے لیے دیئے گئے وقت میں عامل نے جو رخ اختیار کرنا ہے، اسی کی اسے جزا دی جائے گی۔ جو لوگ شرک کرتے ہیں، وہ کسی علم کی بنا پر شرک نہیں کرتے۔ ان کے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہوتی۔ وہ تو محض اندازے قیافے ہی لگاتے

رہتے ہیں، اور حق کے مقابل اندازے قیافے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

حاصل: اپنے ناقص اعمال کو اللہ کی مشیّت قرار دینا بڑی بے علمی کا ثبوت ہے۔ ایسے قیافے لگانے والے کا کبھی بھلا نہیں ہوتا۔

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾

یا ہم نے انہیں اس سے قبل کوئی کتاب دی ہے، جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

علمِ الٰہی کا حصول اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں سے ہوتا رہا ہے، مرسلین کی تعلیمات سے ہوتا رہا ہے۔ قرآن پاک سے پہلے جو کتابیں نازل فرمائی گئی ہیں، اور لوگ انہیں مانتے ہیں، ان میں کہیں شرک کرنے کا حکم موجود نہیں ہے۔ اللہ کے کسی نبی نے شرک کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس سے روشن ہوا کہ شرک قطعاً خلافِ حق ہے اور ظلمِ عظیم ہے، کہ کتاب اللہ میں یہی سند نازل فرمائی گئی ہے۔

حاصل: کسی بات کے درست ہونے کا ثبوت اللہ کے فرمان سے دینا چاہئے۔ اللہ کے فرمان کو مضبوطی سے تھامنا یہ ہے کہ ہمارا عمل ہمارے قول پر شاہد ہو۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

بلکہ کہتے ہیں، ہم نے اپنے آباء کو ایک اُمّت پر پایا ہے، اور ہم انہی کے آثار پر راہ پائے ہوئے ہیں۔

مشرکین دعوتِ حق کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ہماری صداقت کا ایسا ثبوت تو نہیں ہے، کہ ہم اپنے طریقِ زندگی کے درست ہونے کی سند اللہ کی کتاب سے پیش کر سکیں، ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقوشِ قدم پر چلے جا رہے ہیں، اس طرح ہم اپنے تفاخر کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آباء کا راہِ حق پر ہونا ثابت ہو تو پھر ان کے آثار یقیناً اہمیت رکھتے ہیں، اور اگر ان کا راہِ حق پر ہونا ثابت نہ ہو، تو پھر ان کے آثار پر دوڑے چلے جانا قطعاً گمراہی ہے۔

حاصل: اپنے آباء کے طریقِ زندگی کو درست قرار دینے کے لیے سند موجود ہونی چاہئے۔ جن کے آثار کو سند مانا جا رہا ہو، ان کے راہِ راست پر ہونے کی سند کو پہلے دیکھنا چاہئے۔

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور اسی طرح آپ سے قبل ہم نے جس قریئے میں بھی کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ لوگوں نے یہی کہا، ہم نے اپنے آباء کو اُمّت پر پایا ہے اور ہم انہی کے آثار پر اقتداء کرتے رہیں گے۔

منکرینِ حق کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے، کہ جب بھی کسی قریئے میں اللہ نے کسی ڈر سنانے والے کو بھیجا تو وہاں کے آسودہ لوگوں نے حق کے جواب میں یہ کہا، کہ ہم نے اپنے آباء کو ایک راہ پر پایا ہے، وہی ہمارے نزدیک معیار ہے۔ اسی میں ہم اپنی شان دیکھتے ہیں، یہی ہمارا

Marfat.com

امتیاز ہے، اور ہم ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔ حق کا انکار جیسے حال پر ہو رہا ہے، اسی طرح ماضی میں بھی ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ہدایت یافتہ لوگوں کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ اقتداء اسی کی ہونی چاہئے جو ہدایت یافتہ ہو، محض آباء کے آثار پر دوڑے چلے جانا کسی کے لیے باعث فلاح نہیں ہوا۔

حاصل: منکرینِ حق نے ہمیشہ اپنے آباء کے آثار کو سند مانتے ہوئے ان کی پیروی کی ہے۔ یہ رویہ طلب ہدایت رکھنے والوں کا نہیں ہو سکتا۔ جن کی پیروی کی جائے ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی سند موجود ہونی چاہئے۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ڈر سنانے والے نے فرمایا، کیا جب بھی کہ میں تمہیں اس سے بہتر راہ دوں جس پر تم نے اپنے آباء کو پایا ہے۔ کہنے لگے، ہم اس سارے کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔

ہر ڈر سنانے والے صاحب نے اپنے اپنے وقت پر آباء کی تقلید کرنے والوں سے یہ فرمایا کہ تمہیں فلاح کے راستے کو اختیار کرنا چاہئے۔ جو راستہ تم نے اختیار کر رکھا ہے وہ فلاح کا نہیں ہے۔ تم اپنے کو حق کے برابر ٹھہراتے ہو۔ اس سے تمہیں راحت حاصل نہیں ہو سکتی، تمہیں خوف وحزن سے نجات نہیں مل سکتی۔ میں تمہیں وہ راستہ دکھاتا ہوں، جس پر چلنے میں تمہیں بڑا سکھ ملے گا، اور تمہیں شکوک وشبہات سے چھٹکارا مل جائے گا۔ کیا تم اس راستے کو اپنے لیے بہتر نہیں پاؤ گے۔ منکرینِ حق کا جواب یہی ہوتا تھا ہم اس کو سرے سے مانتے ہی نہیں جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔

حاصل: بہترین راستے کا انتخاب ہماری ذمہ داری ہے، محض آباء کی تقلید کیا معنی رکھتی ہے۔ منکرینِ حق بھلائی کے علم کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

تو ہم نے ان سے انتقام لیا، تو نظر کرو مکذّبین کی عاقبت کیسی ہوئی۔

النصف ع ۲ ۸

جن لوگوں نے حق کو سرے سے مانا ہی نہیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔ جو بُرا داؤ وہ لوگ چلتے تھے وہی ان پر پڑ گیا، اور وہ عبرتناک انجام کو پہنچ گئے۔ اللہ کی سنّت یہی رہی ہے۔ یہ بدلتی بھی نہیں اور یہ ٹلتی بھی نہیں۔ حق کا قطعی انکار کرنے والے ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے اس مقام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں، جہاں انہیں پکڑ لیا جاتا ہے۔ پھر ان سے انتقام لیا جاتا ہے اور وہ عبرتناک انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔ ماضی سے سبق سیکھنا چاہئے۔

شہادت: سورہ الاسراء (۱۷) میں ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

كُلُّ أُولَٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔولٗا ﴿۳۶﴾ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں، بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ ہوگی۔

وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوۡمِهِۦٓ إِنَّنِي بَرَآءٞ مِّمَّا تَعۡبُدُونَ ﴿۲۶﴾

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ کہا، کہ میں ان سے بیزار ہوں، جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

مشرکین جو اپنے آباء کی تقلید کے مقابل کسی بات کو سننے کے لیے تیار ہی نہ تھے، انہیں آباء میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "اللہ کے مقابل جن کی تم عبادت کرتے ہو، یہ تمہیں نفع بھی نہیں دیتے، ضرر بھی نہیں دیتے۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ کے مقابل پوجتے ہو، تو کیا عقل نہیں کرتے۔" اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محض آباء کی تقلید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک عقل کا کام نہیں تھا۔

حاصل: اپنے آباء کے طریقِ زندگی سے، جب وہ حق کے خلاف نظر آتا ہو، بیزاری کا اظہار کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔

إِلَّا ٱلَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُۥ سَيَهۡدِينِ ﴿۲۷﴾

میں تو اسی کی بندگی کرتا ہوں جس نے مجھے بنایا، تو وہ جلد ہی مجھے راہ دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے بیزاری کا اظہار کرنے کے بعد اپنے خالق کو معبود ماننے کا اعلان کیا، اور یہ بھی کہا کہ بتوں سے بیزاری کے اظہار کے بعد میرا راستہ تم لوگوں سے الگ ہو چکا ہے، اپنے معبود کی خوشی کے لیے اور تمہارے ممکنہ برتاؤ کی شدت کو برداشت کرنے کے لیے مجھے جو کچھ بھی کرنا ہے، اس کے لیے میرا معبود مجھے راستہ دکھائے گا، اور تم مجھے بے راہ اور اکیلا نہیں پاؤ گے۔

حاصل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جس نے مجھے بنایا ہے وہی مجھے ہدایت دے گا، حجّت کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی ہدایت سے مخالفین کی طرف سے پہنچنے والے دکھوں کو برداشت کیا جاسکتا ہے، یہی ہدایت بندے کو ہر مقام پر پورا رکھتی ہے۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةَۢ بَاقِيَةٗ فِي عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ﴿۲۸﴾

اور اسے اپنے پیچھے کلمۂ باقیہ ٹھہرایا، کہ وہ رجوع رہیں۔

جو حجت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی اور جس کی بدولت آپ کی شان میں رفعت آئی، آپ نے اپنے پیچھے آنے والوں کے لیے اسے معیار ٹھہرادیا، تاکہ اس معیار کی موجودگی میں وہ اپنے رخ کی درستگی کو دیکھتے رہیں۔ معیار یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملائیں، ان کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت والے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: اپنے پیچھے آنے والوں کے سامنے حق پر پورا رہتے ہوئے اس معیار کو روشن کرنا چاہیے، جو انہیں رجوع الی اللہ رہنے میں مدد دے۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾

بلکہ میں نے انہیں اور ان کے آباء کو متاع دی، حتیٰ کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گئے۔

حق قرآنِ پاک ہے، اور رسول مبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حق آپ پر نازل ہوا اور آپ نے احکامِ الٰہی کو ماننے کا اسوۂ حسنہ لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور ان لوگوں کا دعویٰ جن میں آپ کی بعثت ہوئی یہی تھا، کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا تشریف لایا، تو ضرور وہ کسی امّت سے زیادہ ہدایت یافتہ بنیں گے۔ اللہ نے ان لوگوں کو اور ان کے آباء کو بھی متاعِ حیات دی تھی۔ وہ آسودگی جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے میں سہارا دے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

حاصل: وہ آسودگی جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے میں سہارا دے، اللہ کی بڑی عنایت ہے۔ حق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، حق کو ماننے کا نمونہ بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہے، اس طرح صراطِ مستقیم کا تعین بالکل واضح ہے۔ حق کو ماننے والے اپنے کیے کی جزا پائیں گے، نہ ماننے والے اپنے کیے کی جزا پائیں گے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور جب ان کے پاس حق آیا، کہنے لگے یہ تو سحر ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

نزولِ حق سے پہلے جو لوگ یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس حق آیا تو ہم ضرور ہدایت پانے والے ہوں گے، یہ ان کا حال بیان فرمایا گیا ہے، کہ جب ان کے پاس حق آیا، تو وہ اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ حق کو مان لینے میں ان کو یہ خطرہ نظر آیا، کہ موجودہ نظام تلپٹ ہو جائے گا، اور اس کی جگہ وہ نظام آ جائے گا جس میں اخلاقِ حسنہ کے حوالے سے لوگ لائقِ تکریم مانے جائیں گے، تو انہوں نے یہ کہہ دیا، کہ یہ تو ایک جادو ہے، اور ہم اس کو مانتے ہی نہیں۔ قرآنِ پاک میں معاشرتی مسائل کا حل جس علم سے پیش کیا گیا ہے، وہ علمِ الٰہی ہے، اس میں کسی جھول کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، مگر اس کو ماننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ لوگ ہدایت کے طلب گار ہوں اور اپنی پسند کے دائروں سے نکلنے کے لیے تیار ہوں۔

حاصل: حق اس قدر روشن ہوتا ہے کہ وہ مسائل کا یقینی حل بتاتا ہے، اس لیے آسودہ حال لوگ اسے جادو کہہ کر اس کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کا انکار کر کے اس سے اپنی کراہت کا اظہار کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

اور انہوں نے کہا یہ قرآن ان دو قریوں کے کسی عظیم مرد پر کیوں نہ نازل ہوا۔

یہ دو قریے مکہ شریف اور طائف ہیں۔ منکرینِ حق نے یہ کہا کہ اس قرآن کو ان دو بستیوں کے کسی عظیم مرد پر نازل ہونا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں ہوا، پھر اس کو مان کیسے لیا جائے۔ عظمت کے دیکھنے کے لیے انسانی علم سے جو پیمانے بنائے گئے ہیں، وہ ہیں وسعت مال اور نسبی تفاخر۔ جہاں سیادت کا حق وسعت مال سے جڑ جائے وہاں اخلاقِ حسنہ کی باتیں بے معنی ہو جاتی ہیں، اور جہاں سیادت کا حق نسبی تفاخر سے جڑ جائے وہاں ماضی کا ذکر ہی ہوتا ہے، حال کا نہیں ہوتا۔ اس لیے مالی اور نسبی تفاخر میں مبتلا لوگ کسی کو روشنی کی طرف لے جانے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ کسی کے مال کو بڑھانا یا کم کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اللہ نے سب لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اس لیے مال اور نسب کبھی سیادت کے استحقاق کو ثابت نہیں کرتے۔

حاصل: قرآنِ پاک کو سحر قرار دینے والے یہ چاہتے تھے کہ اس کا نزول کسی بڑے مال دار اور بڑے نسب والے پر ہوتا، کہ سیادت کا استحقاق عموماً انہی امور پر ہوتا ہے، جب کہ فرمانِ الٰہی سے یہ ثابت ہے کہ سیادت بڑے علم والے اور بڑے صبر و استقامت والے کا حق ہے۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

کیا آپ کے ربّ کی رحمت وہ تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے مابین حیاتِ دنیا میں معیشت کو تقسیم کیا، اور بعض کو بعض پر درجات میں رفعت دی، کہ ایک دوسرے کی خدمت کریں۔ اور آپ کے ربّ کی رحمت ان کی جمع سے بہتر ہے۔

قرآنِ پاک کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے، جو سب سے بڑے علم والا ہے۔ وہ اپنی رحمت کو اپنے علم سے تقسیم کرتا ہے۔ جس ذات بابرکات کو اس نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے، اس سے بہتر بندہ دائرہ عبدیت میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا، کہ اس شرف سے نہ پہلے کوئی نوازا گیا ہے، نہ آئندہ کوئی نوازا جائے گا۔ حیاتِ دنیا میں معیشت کی اہمیت ضرور ہے مگر اللہ جس کے رزق کو بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے، جس کے رزق کو کم کرنا چاہے کم کر دیتا ہے، اور بعض کو بعض پر درجات میں بلند کر دیتا ہے، کہ لوگ اسی طرح ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔ معاشی طور پر کام لینے والے اور کام کرنے والے ایک درجے میں آجائیں، تو کام چل نہیں سکے گا۔ اس لیے ایسے معاشرے کا تصور ہی درست نہیں جس میں معاشی لحاظ سے سب ایک ہی درجے میں ہوں۔ رحمت ربی بندے کو ہر مقام پر پورا رکھتی ہے، کہ بندہ معطیٔ مطلق کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے جو کچھ لوگ جمع کرتے ہیں یہ اس کے مقابل بہت بہتر ہے۔

حاصل: رحمت ربی، اللہ کے علم سے تقسیم ہوتی ہے۔ حیاتِ دنیا میں معیشت کی تقسیم بھی اللہ کا کام ہے۔ معاشی طور پر درجات کا موجود رہنا معاشرے کی زندگی ہے۔ مال و منال بندے کو ہر مقام پر پورا نہیں رکھ سکتا، رحمت خداوندی ہر مقام پر پورا رکھتی ہے، اس لیے مال و منال کے مقابل رحمت ربی یقیناً بہتر ہے۔

Marfat.com

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّکۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِہِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّۃٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیۡہَا یَظۡہَرُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی راہ پر چل کھڑے ہوں گے، تو ہم الرحمٰن کے منکروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی ٹھہرا دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھا کرتے۔

متاعِ حیاتِ دنیا کی بہتات کسی کی پاکیزگی کا ثبوت نہیں ہوتی۔ قربِ الٰہی کے لیے یہ کوئی معیار نہیں ہے۔ اللہ نے تو یہ بھی مہربانی فرمائی ہے کہ اپنے منکروں کو اس قدر مال نہیں دیا کہ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی ہوتیں اور ان کے زینے چاندی کے ہوتے جن پر وہ چڑھتے پھر بھی آخرت میں تو ان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہوتا۔ مگر اس طرح متاعِ حیات کی بہتات کو دیکھ کر بہت لوگ انہی کی راہ اختیار کرنے لگتے، اور یہ بات کم لوگوں کی نظر میں رہتی کہ غریب، اللہ کے قریب رہنے کی بڑی اہلیت رکھتے ہیں۔ عطائے الٰہی کی تقسیم میں عالی ظرفی کا ثبوت کم لوگ ہی دے پاتے ہیں۔

حاصل: کافروں کی جمع جتھا سے مرعوب ہونا قطعاً درست نہیں ہے۔ غریب میں اللہ کے قریب رہنے کی اہلیت زیادہ ہوتی ہے۔

وَلِبُیُوۡتِہِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیۡہَا یَتَّکِـُٔوۡنَ ﴿۳۴﴾

اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے تخت بھی چاندی کے کر دیتے، جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال و منال کی طلب میں ایک ہی راہ پر چل کھڑے ہوں گے تو کافروں کو دنیا میں بڑے مال دیئے جاتے، ان کے گھروں کے دروازے چاندی کے ہوتے، ان کے تخت چاندی کے ہوتے جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھا کرتے، حیاتِ دنیا میں ان کے پاس بہت سی آسائشیں ہوتیں۔ یہ لوگ تو موجودہ متاعِ حیات کے ساتھ بھی فخر وغرور کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں، اگر یہ متاع بہت بڑی ہوتی تو ان کا حال کیا ہوتا۔

حاصل: متاعِ حیاتِ دنیا کی بہتات کو قربِ الٰہی کا ثبوت جاننا قطعاً درست نہیں۔ دنیاوی شان و شوکت کبھی پاکیزگی کی نشانی نہیں ہو سکتی۔

وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ وَالۡاٰخِرَۃُ عِنۡدَ رَبِّکَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۵﴾ ع

اور طرح طرح کی آرائش، اور یہ سب حیاتِ دنیا کی متاع ہے، اور آخرت تمہارے ربّ کے نزدیک متقین کے لیے ہی ہے۔

ڈھیروں مال اور طرح طرح کی آرائش سب متاعِ حیاتِ دنیا ہی ہے۔ اس کا استعمال خلافِ حق ہوگا، تو انجام جہنم ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی تو ضرور ہوگی۔ وہاں ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا بھی دی جائے گی۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، اور اللہ کی عطا کو اس

کی رضا کے حصول کے لیے بطریقِ احسن استعمال کرتے ہیں، یہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی فلاح پانے والے ہیں۔

حاصل: زندگی کی آسائشیں جس قدر بھی کسی کو حاصل ہوں، اگر اس کا حال خلافِ حق ہے، تو وہ خسارے کے رخ پر ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگ دنیا میں خوف و حزن سے بچے رہتے ہیں، آخرت میں تو فلاح ہے ہی ان کے لیے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (۳۵) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی اسے عاجز کر سکے۔ بے شک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور جو الرحمٰن کی نصیحت سے آنکھیں بند کرے، ہم اس پر ایک شیطان مقرر کرتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

جو خیر کو قبول نہ کرے، غیر اس کے گلے پڑ جاتا ہے، اور اس کے ساتھ رہتا ہے۔ انسانوں سے دشمنی کرنا اور انہیں انتہائی خسارے تک پہنچانا شیطان نے اپنا مقصدِ حیات بنا لیا ہے۔ جو بھی اللہ کے مقابل شیطان کو دوست بنائے، وہ صریحاً خسارے میں پڑتا ہے۔ الرحمٰن کی نصیحت یہ شان رکھتی ہے، کہ اس کے ماننے سے ماننے والے کا بھلا ہوتا ہے، اس نصیحت کے حق ہونے کی سند موجود ہوتی ہے اور اس نصیحت کے پہنچانے والے کی طرف سے کسی اجر کا سوال نہیں کیا جاتا۔ جو شعور کی موجودگی میں اس نصیحت کا انکار کرے اور اس کے مقابل اپنی خواہش کی پیروی کرے، وہ خود اپنے لیے گمراہی کا انتخاب کرتا ہے۔

حاصل: الرحمٰن کی نصیحت سے آنکھیں بند کر لینا بندے کا فعل ہے، حق کی بے قدری کرنے والے پر شیطان کو مقرر کر دینا سنّت الٰہی ہے۔ بنی آدم سے دشمنی کرنے میں شیطان کبھی غفلت نہیں کرتا۔

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت والے ہیں۔

راہِ حق سے بندے کو روکنے میں شیطان کو بڑی مہارت حاصل ہے۔ وہ بندے کے اعمال کو مزین کر کے اس کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ بندہ اپنے اعمال کو خوب جانتے ہوئے اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ وہ ہوتا گمراہ ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ ہدایت والا ہے۔ شیاطین کی دوستی، ایمان نہ لانے والوں سے ہی ہوتی ہے۔

حاصل: بندے کو راہِ حق سے روکنا شیطانی کام ہے۔ جو بندہ اپنے اعمال کی زینت پر راضی ہو جائے تو وہ شیطان کا دوست ہوتا ہے، اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ ہدایت والا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾

حتیٰ کہ جب ہمارے پاس حاضر ہوگا، کہے گا، کاش میرے اور تیرے مابین بعد المشرقین ہوتا، تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔

Marfat.com

انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف واپس بھی جانا ہے۔ جو لوگ حق کو نہیں مانتے، شیطان ان کا ساتھی ہو جاتا ہے، اور شیطان اور اس کا قبیلہ بندوں کو وہاں سے دیکھتا ہے، جہاں سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتے۔ قیامت کے دن شیطان جلوت میں ہوگا، اور خسارے میں پڑنے والے کو نظر آئے گا، تو وہ کہے گا کاش میرے اور تیرے مابین بہت فاصلہ ہوتا، تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے۔ بُرا ساتھی وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ خواہشات کی پیروی کی ترغیب دیتا رہے، انجام سے غافل رکھے، حق سے بہکاتا رہے اور جب اصلاح کا امکان ختم ہو جائے تو بندے پر اس ساتھی کی حقیقت واضح ہو اور بندہ اپنے ہاتھ چبا ڈالے اور کہے کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

حاصل: جزا کے دن بندہ شیطان کی دوستی کی حقیقت کو دیکھے گا تو کہے گا، کاش میرے اور تیرے مابین بہت فاصلہ ہوتا، تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے۔

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور آج کے دن تمہیں ہرگز نفع نہ ہوگا جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے ہو، تم عذاب میں بھی شریک ہو۔

گمراہ ہونے والے گمراہی کی ترغیب دینے والوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کریں گے، تو گمراہی کی ترغیب دینے والے یہ جواب دیں گے کہ ہمارا تو تم پر کچھ زور نہ تھا، تم خود ہی سرکش لوگ تھے۔ تب یہ فرمایا جائے گا: کہ اب تمہیں اپنے ماضی پر افسوس کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا، تم خلافِ حق کرتے رہے ہو اور ظالم ٹھہر چکے ہو، تم اپنے کئے کا انجام پاؤ گے، تم عذاب میں بھی شریک ہو۔

حاصل: جزا کے دن کسی کا یہ کہنا کہ ہائے افسوس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیّت اختیار کی ہوتی اور فلاں سے دوستی نہ کی ہوتی، کوئی فائدہ نہ دے گا۔ جو ظلم کے مقام پر ساتھ ہوں گے وہ عذاب میں بھی ساتھ ہوں گے۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راہ دکھائیں گے اور ان کو جو صریحاً گمراہی میں ہیں۔

پیغامِ حق پہنچانے والے رضائے الٰہی کے حوالے سے اپنا کام کئے جاتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے لوگ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کر رہے ہیں۔ جو لوگ حق کو نہیں مانتے ان کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے، کہ وہ جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ جو حق کو سننے کی طلب نہ رکھتا ہو اس پر حق کا کیا اثر ہو سکتا ہے، جو راہِ حق کو پانے کی طلب نہ رکھتا ہو وہ راہِ حق کی کیا قدر کر سکتا ہے۔ نصیحت تو اسے فائدہ دیتی ہے جو دل رکھتا ہو، یا کان لگائے اور حاضر رہے۔ جو جان بوجھ کر گمراہی کو اختیار کرے اس کو ڈرسنانا یا نہ سنانا برابر ہے کہ وہ ایمان نہیں لایا کرتا۔ حق کا سنانا اسی کو فائدہ دیتا ہے جو اللہ کی آیات کو مانتا ہو اور اپنی تسلیم کو عملاً سچا ثابت کرے۔

حاصل: جو لوگ حق کو سننے کی طلب نہ رکھتے ہوں، راہِ حق کے قدردان نہ ہوں اور جان بوجھ کر گمراہی کو اختیار کریں، وہ کب ہدایت پا سکتے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾

تو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو ان سے انتقام ضرور لیں گے۔

Marfat.com

حق کو ماننے والے مسلم ہیں، حق کا صریحاً انکار کرنے والے مجرم ہیں اور مسلم و مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ماننے والوں کو انعامات سے نوازتا ہے، مجرموں سے انتقام لیتا ہے، اور انہیں عذاب اکبر سے پہلے عذابِ ادنیٰ چکھاتا ہے کہ وہ رجوع ہوں۔ اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اس کے ربّ کی آیات سے نصیحت کی گئی پھر اس نے اعراض کیا۔ ایسے مجرموں سے انتقام لینا سنّتِ الٰہی ہے۔ اس انتقام کا وقت شاہد کے وصال کے بعد بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ جو بھی کرتا ہے بڑے علم سے کرتا ہے۔ اتمامِ حجت اللہ کی شان ہے، ورنہ اس کو پوچھنے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: حق پہنچانے والے کا کام اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے مخالفین سے ان کے جرم کا انتقام لینا اللہ کی سنت ہے۔ اللہ جن سے انتقام لے وہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ یا آپ کو دکھادیں جو انہیں وعدہ دیا ہے، تو بے شک ہم ان پر مقتدر ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالقِ کل ہے، وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ مجرمین کے ساتھ جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے اس عذاب کو ٹال دینا کسی قوت کے بس میں نہیں ہوسکتا۔ اس عذاب سے بچ نکلنا بھی کسی کے لیے ممکن نہیں ہوسکتا۔ ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے، اس سے سبق لینا عقل مندی ہے۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ماضی میں جن قرون کو عبرت ناک ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور ہم ان کے مساکن میں چل پھر رہے ہیں، وہ ہم سے قوت میں بڑھ کر تھے، ان کے پاس متاعِ حیات بھی کم نہ تھی۔

حاصل: ماضی سے سبق لینا چاہئے۔ حال پر اصلاح کو قبول کرنا بڑی عقل مندی ہے، ورنہ مجرم اللہ کے انتقام سے نہ کبھی بچے ہیں نہ کبھی بچ سکیں گے۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ تو مضبوط تھامے رہو جو تمہاری طرف وحی فرمایا گیا ہے، بے شک تم صراطِ مستقیم پر ہو۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے حضور اکرم ﷺ قرآن پاک کو ماننے کا بہترین نمونہ ہیں۔ حق کو مضبوطی سے تھامنے کی صورت یہی ہے کہ قولاً طاغوت کا انکار کیا جائے اور اللہ پر ایمان لایا جائے اور عملاً اپنے رخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف درست رکھا جائے اور احسان کیا جائے۔ جو حق کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے وہ یقیناً صراطِ مستقیم پر ہے۔

حاصل: حق کو ماننے کے بہترین نمونے کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے، ہماری تصدیق شاہدین کریں گے تو ہمارے صراطِ مستقیم پر ہونے کا ثبوت ملے گا۔ طاغوت کا انکار اور اللہ پر ایمان قولاً حق کو مضبوطی سے تھامنا ہے، تسلیم و رضا اور احسان عملاً حق کو مضبوطی سے تھامنا ہے، اور حق کو مضبوطی سے تھامنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ اور بیشک یہ آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے، اور عنقریب تم سے سوال ہوگا۔

Marfat.com

قرآن پاک حق ہے۔ جس ذات پاک پر یہ نازل فرمایا گیا ہے، اس نے نصیحت کی ایسے قدر کی ہے کہ آپ کا اتباع تا قیامت ہدایت پانے والوں کی نشانی ہے۔ اس نصیحت میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔ یہ نصیحت علم مطلق سے کی گئی ہے۔ نصیحت پہنچانے والے اس کے ساتھ کبھی اجر کا سوال نہیں کرتے۔ اس نصیحت کے ماننے میں ماننے والے کا بھلا ہے، اس کے انکار میں منکر کا خسارہ ہے۔ لوگوں سے عمل کے لیے دی گئی توفیق کے خاتمے کے بعد یہ پوچھا جائے گا، کہ تم نے حق کی کیا قدر کی اور گمان کے مقابل اسے کس قدر اہمیت دی۔ اسے عنقریب اس لیے کہا گیا ہے کہ عمل کے لیے دیا گیا وقت مسلسل خاتمے کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔

حاصل: قرآنِ پاک ہمارے لیے نصیحت کا وہ معیار ہے، کہ جس کو ماننے کا ثبوت ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہر مقام پر نظر آنا چاہئے۔ ہم سے اس نصیحت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ہم نے اس کی کیا قدر کی۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ع ﴿۴۵﴾ ۴/۱۰

اور جو رسول ہم نے آپ سے قبل بھیجے ہیں ان سے سوال کیجئے، کیا ہم نے الرحمٰن کے مقابل اور معبود ٹھہرائے ہیں، جن کی عبادت ہو۔

حق ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا جاتا رہا ہے، مرسلین اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا دین ہمیشہ اسلام ہی رہا ہے۔ مرسلین سے یہ سوال کرنے کا شرف اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا، کہ جو رسول ہم نے آپ سے قبل بھیجے ہیں، ان سے پوچھ لیجیے، کیا ہماری تعلیم میں کبھی شرک کا کوئی مقام موجود تھا۔ کیا ہم نے الرحمٰن کے مقابل کبھی اور معبود ٹھہرائے ہیں، جن کی بندگی کی اجازت دی گئی ہو۔ اس سے صاف روشن ہوتا ہے، کہ اللہ کے کسی رسول نے شرک کی تعلیم نہیں دی، اور اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت ہمیشہ شرک سے پاک رہی ہے۔

حاصل: مرسلین کی تعلیمات ہمیشہ شرک سے پاک تھیں۔ ماضی کے مرسلین سے سوال کرنے کا شرف اللہ عطا کرے تو ممکنات کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے۔ الرحمٰن کے مقابل کوئی معبود ہو ہی نہیں سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) میں ارشاد فرمایا ہے: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اے لوگو اس کا اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے ربّ کے پاس سے نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے مقابل والوں کا اتباع نہ کرو۔ بہت ہی قلیل نصیحت مانتے ہو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تو آپ نے بتایا کہ میں ربّ العالمین کا رسول ہوں۔

ماضی حال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے، حال ماضی کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ آلِ فرعون مفسد تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے ان کے سامنے اپنی رسالت کا دعویٰ کیا اور بتایا کہ مجھے ربّ العالمین نے تم لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ میں اللہ کے بارے میں وہی بات کرتا ہوں جو حق ہے۔ فرعون یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ ربِّ اعلیٰ ہے۔ ربّ العالمین کے رسول

کو سامنے پا کر اس نے مستقبل میں بہت سے خدشات کو دیکھا، مگر بعض خدشات کو بیان کرنا اس کے لیے مشکل تھا کہ اس طرح اس کے رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ ہی باطل ہو جاتا۔

حاصل: اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔ راہِ راست دکھانے کا اہتمام اللہ ضرور کرتا ہے، کوئی حق کو مانے یا نہ مانے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

پھر جب آپ ان کے پاس ہماری نشانیاں لائے، جبھی وہ آپ کی تضحیک کرنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا، تو فرعون نے کہا اپنی صداقت کا ثبوت لاؤ۔ آپ نے حکمِ الٰہی کے مطابق اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا وہ فوراً اژدہا بن گیا۔ فرعون پر اس نشانی کا اثر ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا، تو وہ چمکنے لگا۔ یہ نشانی بھی بڑی روشن تھی، اور ان نشانیوں کی وضاحت سے وہ لوگ عاجز تھے۔ طلبِ ہدایت سے وہ لوگ عاری تھے، اس لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے لگ گئے اور کہنے لگے یہ تو صریحاً جادو ہے اور یہ جادوگر ہے بڑے علم والا، مگر اس کا مقابلہ جادوگروں سے کرایا جاسکتا ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والے کے پاس اس کی صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ منکرینِ حق، حق پہنچانے والوں کی تضحیک میں اپنی عافیت دیکھتے ہیں مگر یہی تضحیک انہیں ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی، اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا کہ وہ رجوع کریں۔

آلِ فرعون کو حق کی نشانیاں دکھائی جاتی رہیں۔ ہر نشانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو روشن کرتی تھی اور ایک سے ایک بڑھ کر تھی۔ ان لوگوں پر قحط کا مقام آیا، ثمرات کی کمی کا مقام آیا، طوفان آیا، ٹڈیوں کا عذاب آیا، جوؤں کا عذاب آیا، مینڈکوں کا عذاب آیا اور خون کا عذاب آیا۔ ان کو ہر عذاب میں یہ نظر آیا کہ ان کا رخ درست نہیں تھا، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے احاطے میں تھے اور قدرتِ الٰہی کے سامنے کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ مصائب و آلام کی یہ صورتیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں مدد دینے کے لیے تھیں۔

حاصل: اتمامِ حجت کرنا اللہ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نشانیاں بھی آلِ فرعون کو دکھائی گئیں، ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ملتا تھا۔ مصائب و آلام، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں بڑی مدد دیتے ہیں۔

وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور کہنے لگے اے ساحر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، اس عہد کے سبب جو تمہارے پاس ہے، ہم ضرور ہدایت پانے والے بنیں گے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو اللہ نے اپنے علم سے واضح کیا۔ آل فرعون دکھ میں ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ درخواست کرتے کہ آپ مہربانی کیجیے ہمارے لیے اپنے ربّ سے دعا کیجیے، اس نے آپ کو بڑا شرف عطا فرمایا ہے، آپ کی دعا سے یہ دکھ دور ہو جائے تو ہم آپ کی معیّت اختیار کر لیں گے اور ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ دکھ کے وقت میں بھی ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر ہی کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ یہ کیا تھا کہ وہ ربّ العالمین کے رسول ہیں اور ساحر تو اللہ کا رسول ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ رہے تھے کہ آل فرعون اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کو ضائع کرتے ہوئے مسلسل ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں، مگر آپ نے اپنے حق کو ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آلِ فرعون کی تکلیف وہ باتوں پر صبر کرتے ہوئے آپ وہ سب کچھ کرتے رہے جو اللہ کی رضا کے لیے آپ کو کرنا تھا۔

حاصل: متکبر کے نزدیک اخلاقی قدریں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ خواہشات کو معبود بنانے والے، حدود اللہ کو کب مانتے ہیں۔ وہ دکھ کے وقت یہ کہتے ہیں، کہ یہ دکھ دور ہو جائے تو ہم ہدایت والے بنیں گے، مگر اس عہد کے پیچھے کوئی سنجیدگی نہیں ہوتی۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿۵۰﴾

پھر جب ہم ان پر سے عذاب کو کھول دیتے جبھی وہ عہد سے پھر جاتے۔

وقتِ عذاب میں آل فرعون یہ عہد کرتے تھے کہ ان کے لیے دعا کی جائے اور عذاب ان سے ٹل جائے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزادی دے دیں گے، مگر جب ان پر سے عذاب کو ٹال دیا جاتا تو وہ اپنے عہد سے پھر جاتے تھے۔

حاصل: متکبر لوگوں کا رویہ دکھ کے وقت میں اور طرح کا ہوتا ہے دکھ کے وقتی طور پر ٹل جانے سے ان کا رویہ بالکل بدل جاتا ہے۔

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا اے میری قوم، کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور میرے تحت یہ نہریں جاری نہیں، تو کیا تم دیکھ نہیں رہے۔

فرعون نے اپنی قوم کو دعوتِ فکر و نظر دی، انہیں اپنی طرف متوجہ کر کے ان سے کہا: کیا مصر کی بادشاہی میرے لیے نہیں ہے، اور کیا یہ بادشاہی میری عظمت کا ثبوت نہیں ہے۔ میری شان و شوکت تمہارے سامنے ہے۔ کیا میرے محل کے نیچے نہریں جاری نہیں ہیں۔ اس سے بڑی شان ہو بھی کیا سکتی ہے۔ کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے۔ اللہ کو اگر حق نازل کرنا ہی تھا تو مجھ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا۔

حاصل: متکبر کے نزدیک اس کا دائرہ اختیار اور اس کی عالی شان رہائش گاہ، اس کی عظمت کی وہ اسناد ہوتی ہیں، جن کو بہت قدر کی نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾

کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو حقیر آدمی ہے اور صاف بیان کرتا بھی معلوم نہیں ہوتا۔

Marfat.com

فرعون نے اپنی سلطنت کی نشانیاں اپنی قوم کے سامنے بیان کرنے کے بعد ان لوگوں سے تقابل کر کے نتیجہ اخذ کرنے کو کہا، کہ آزاد قوم کے سردار اور بادشاہ کے سامنے غلام قوم کے ایک نادار آدمی کی حیثیت کیا ہے۔ پھر خطابت کے حوالے سے اس کے بیان کو دیکھا جائے تو اس کا بیان اعلیٰ پائے کا نہیں ہے۔ جہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کے عقدے کا تعلق ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ نے حل فرما دیا تھا، فرعون اپنی قوم سے یہ کہہ رہا تھا کہ ربّ العالمین کا رسول ہونے کا دعویٰ کرنے والا، زورِ خطابت بھی نہیں رکھتا۔

حاصل: قیادت وسیادت پر اپنا استحقاق ثابت کرنے کے لیے لوگوں کو اپنے عالی مرتبہ ہونے کا احساس دلانا اور ان کے سامنے اپنے زورِ خطابت کا بالواسطہ ذکر کرنا، فرعون صفت لوگوں کا کام ہے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے، اب بھی یہی ہو رہا ہے۔

فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

تو اسے سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے، یا اس کی معیت میں ملائکہ آتے کہ اس کے پاس رہتے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو موضوع بناتے ہوئے اپنا زورِ خطابت دکھایا اور کہا کہ اللہ کے رسول کی شان بہت بلند ہونی چاہیے تھی، اسے سونے کے کنگن پہنائے گئے ہوتے کہ اس کی فضیلت لوگوں کو نظر آتی یا یہ ہوتا کہ ملائکہ اس کے ساتھ آتے اور اس کی شان وشوکت کو بڑھاتے نظر آتے۔ اور یہاں جو کچھ ہے وہ تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو، کیا ایسا شخص ربّ العالمین کا رسول ہو سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کا چناؤ، اللہ کے علم سے ہوتا ہے اور اللہ کا علم ہی سب سے بڑا علم ہے، اس لیے اللہ کے انتخاب سے بہتر کوئی انتخاب ہو نہیں سکتا۔ سونے کے کنگن کبھی رسالت کی نشانی نہیں ٹھہرائے گئے۔ ملائکہ اسی وقت صاحبانِ حق کی مدد کو آتے رہے ہیں جب حجت پوری ہو چکی ہوتی تھی۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

تو اس نے اپنی قوم کو بے حیثیت کر دیا، پھر انہوں نے اسی کی اطاعت کی، بے شک وہ قوم فاسق تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی روشن نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی آلِ فرعون نے فرعون کی بے سند باتوں کو وقعت دی، اور اپنی حیثیت کو بے معنی کر لیا۔ جب یہ احساس ہی نہ رہے کہ زینتِ حیاتِ دنیا ہمارے لیے ہے اور ہم زینتِ حیاتِ دنیا کے لیے نہیں ہیں، تو بندے کا وزن ختم ہو جاتا ہے، اور وہ بے حیثیت ہو جاتا ہے۔ بے حیثیت جس کو بھاری دیکھتا ہے اسی کی اطاعت کرتا ہے۔ آلِ فرعون حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے میں لگے رہے اس لیے یہ فاسق لوگ تھے۔

حاصل: حق کی روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی جو لوگ زینتِ حیاتِ دنیا کو مقصود بناتے ہیں وہ اپنی حیثیت کو ختم کر لیتے ہیں، اور اس کی اطاعت کرتے ہیں جس کو بھاری جانتے ہیں۔ حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے والے فاسق ہوتے ہیں۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۵۵﴾

پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا، تو ہم نے ان سے انتقام لیا، تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

Marfat.com

حق کو ماننے والے لوگوں کو ظلم کا نشانہ بنانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ آل فرعون نے بنی اسرائیل پر وہ ظلم توڑے جن کا ذکر کرنا بھی بہت تکلیف دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت بھی دی حق کی روشن نشانیاں بھی دکھائیں مگر وہ لوگ ظلم میں بڑھتے چلے گئے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی تو اللہ نے ان لوگوں سے انتقام لیا۔ یہ سب آلِ فرعون اپنی پوری تیاری کے ساتھ بنی اسرائیل کی سرکوبی کے لیے نکلے، بنی اسرائیل کو اللہ نے دریا سے گزرنے کا راستہ دیا، اسی راستے پر آلِ فرعون بھی چلے تو یہ سب غرق کر دیئے گئے۔

حاصل: اللہ کو ناراض کرنا باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ اللہ جن سے انتقام لے وہ دوسروں کے لیے باعثِ عبرت بن جاتے ہیں۔

ع۵ ۱۱
فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع
پھر انہیں داستانِ ماضی ٹھہرا دیا اور پچھلے لوگوں کے لیے مثال بنا دیا۔

آل فرعون کو اللہ نے اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹایا کہ وہ داستانِ ماضی ہو گئے، اور وہ قوم جو کمزور کر دی گئی تھی اور جس کی تذلیل میں آلِ فرعون کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے، اس زمین کے مشرق و مغرب کی وارث بنا دی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی فرما چکے تھے کہ اے بنی اسرائیل عن قریب تمہارے دشمن کی جگہ تمہیں خلافت دی جائے گی پھر دیکھا جائے تم کیسے عمل کرتے ہو۔ آلِ فرعون کی بناوٹوں کو برباد کر دیا گیا، اور ان فاسق لوگوں کو پیچھے آنے والوں کے لیے مثال بنا دیا گیا۔ ماضی سے سبق سیکھنے والے اس مثال کو سامنے رکھتے ہیں، اور جو اس مثال سے سبق نہیں لیتے وہ اسی راہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں جس پر آلِ فرعون عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں۔

حاصل: جو حق کی روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی خلافِ حق کرنے سے باز نہ آئے تو وہ قصہ ماضی بنا دیا جاتا ہے اور پیچھے آنے والوں کے لیے مثال بنا دیا جاتا ہے۔

شہادت: غافل لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں، سب نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے، ان کے متعلق سورہ الاعراف (۷) میں یہ بھی فرمایا گیا ہے:... وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ... ﴿۱۴۶﴾ اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اسے اختیار نہیں کرتے، اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے جھٹ اختیار کر لیتے ہیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾
اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے جبھی تمہاری قوم اس پر چیخنے لگتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں بھی یہ بات روشن تھی کہ اللہ کی بندگی کی جائے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مانا ہے انہوں نے آپ کی تعلیمات کا انکار کیا ہے۔ آپ تو پالنے میں ہی اپنے عبداللہ ہونے کا اعلان کر چکے تھے۔ جو لوگ اس بات پر چیخنے لگتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش ہو سکتی ہے تو ملائکہ کی کیوں نہیں ہو سکتی وہ حق کو سنتے ہی نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو کبھی لوگوں کو شرک کی تعلیم نہیں دی۔

حاصل: حق وہ ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور شاہدین نے اس پر عمل کر کے لوگوں کو دکھایا ہے۔ شاہدین کے

Marfat.com

نام پر لوگوں کے بے سند نظریات کبھی حق نہیں ہو سکتے۔

وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ یہ بات وہ محض جھگڑے کے لیے کرتے ہیں، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔

مشرکین یہ کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ قرآن پاک تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے تھے، پھر مشرکین کے معبودوں سے ان کا تقابل کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ بے سند بات محض جھگڑا کرنے کے لیے کہی جاتی ہے، اور جھگڑالو لوگ ایسی باتیں کرتے ہی ہیں۔

حاصل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں، مشرکین کے معبودوں سے ان کا تقابل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جھگڑالو لوگ، جھگڑا کھڑا کرنے کے لیے بے سند باتیں بناتے رہتے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ ؕ

وہ تو بندے تھے جس پر ہم نے انعام فرمایا اور بنی اسرائیل کے لیے آپ کو مثال بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلِ آدم علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا، پھر ''کن'' فرمایا گیا تو آپ ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سند نازل فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کے انعام یافتہ بندے تھے، اور بنی اسرائیل کے لیے مثال تھے۔ جب آپ نے بنی اسرائیل کے عقائد کو خلافِ حق دیکھا تو فرمایا: کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے ساتھ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صراطِ مستقیم کو روشن کر دیا اور بنی اسرائیل کے عقائد کو درست کر دیا۔

حاصل: اللہ کے انعام یافتہ بندے کے اتباع سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ عقیدہ درست ہو تو رخ درست ہوتا ہے، اور رخ درست ہو تو فلاح حاصل ہوتی ہے۔

وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور اگر ہم چاہتے، تو تم ہی میں سے ملائکہ ٹھہرا دیتے، کہ زمین میں خلیفہ ہوتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بن باپ کے پیدا کیا، تو یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کے بعد کہ وہ عبداللہ ہیں، انہیں معبود ٹھہرانا بالکل بے سند بات ہے اور ان کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔ اللہ کی قدرت اور مشیت جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کو اگر یہ پسند ہوتا کہ بنی آدم میں سے فرشتہ صفت لوگ پیدا ہوں اور وہ زمین میں حکومت کریں، تو اللہ کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں تھا۔ فرشتے کی یہ صفت ہے کہ وہ خواہش نہیں رکھتا اور امر الٰہی کے مطابق کام کرتا ہے، بندے کی یہ صفت ہے کہ خواہش کی موجودگی میں

امرِ الٰہی کے مطابق کام سرانجام دے سکتا ہے اور وہ بنی آدم کے لیے لائق اتباع ہے، فرشتہ بنی آدم کے لیے لائقِ اتباع نہیں ہے۔

حاصل: اللہ کی قدرت اور مشیّت سے ہی ہوتا ہے جو بھی ہوتا ہے۔ اللہ کے کاموں میں بڑی حکمت ہوتی ہے، اس حکمت کا پتہ اسی کو لگ سکتا ہے جو اللہ کو مانتا ہو۔

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾

اور بے شک یہ ساعت کے لیے علم ہے، تو تم اس میں شک نہ کرو، اور میرا اتباع کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

قرآن پاک قیامت کے بارے میں جو علم دیتا ہے، اس کے ماننے میں ہی بندوں کی فلاح ہے۔ حضرت عیسیٰ السلام قیامت کی نشانی تو ہیں مگر انہیں قیامت کا علم کہنا درست نہیں ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حال پر دعوتِ خیر دے رہے تھے، آپ کا اتباع حال پر ہی ہونا تھا اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی بات بھی حال سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں شک نہ کرنے سے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اور صراطِ مستقیم کا حصول کیسے ممکن ہے۔

حاصل: قرآن پاک قیامت کے بارے میں علم کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں شک کرنے والا فلاح نہیں پاتا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع ہی صراط مستقیم ہے۔ آپ کے تابعین کا اتباع بھی آپ کا ہی اتباع ہے، اور قیامت تک یہ سلسلہ شاہدین جاری رہے گا۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾

اور کہیں شیطان تمہیں سیدھی راہ سے روک نہ دے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان نے بنی آدم سے دشمنی کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیا ہے۔ سیدھی راہ پر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے گھات لگا کر بیٹھنا اس کا طریقہ ہے۔ سیدھی راہ یہ ہے کہ حق کو مانا جائے، اس میں شک نہ کیا جائے اور شاہدین کا اتباع کیا جائے۔ شیطان سے اپنی حفاظت اسی طرح ممکن ہوتی ہے، کہ کبھی حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت نہ دی جائے، حق کی سند دیکھ لینے کے بعد بھی کبھی شک نہ کیا جائے اور بنی آدم سے شیطان کی دشمنی کو کبھی بھلایا نہ جائے۔

حاصل: بندوں کو سیدھی راہ سے روکنے میں شیطان کبھی غفلت نہیں برتتا، شیطان سے اپنی حفاظت کرنے میں کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾

اور جب عیسیٰ علیہ السلام روشن نشانیاں لائے، فرمایا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں، اور بعض وہ باتیں واضح کرنے کے لیے جن میں تم اختلاف رکھتے ہو، تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ بتایا کہ میں ربّ العالمین کا رسول ہوں، میری صداقت کا ثبوت دیکھو: تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں، تمہیں دانائی سکھانا میرا منشاء ہے۔ جو دین میں تمہیں سکھاؤں گا یہ نیا دین نہیں ہے، وہی اسلام ہے جو پہلے تمہیں سکھایا گیا تھا اور تم اس کی اصل کو چھوڑ کر فروعات میں پڑ چکے ہو۔ جب حق صرف کچھ الفاظ اور کچھ رسومات کا نام ہو جائے تو اختلاف کا پیدا ہونا اور بڑھنا قدرتی ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو یہ بتایا کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی مورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے پرند ہو جاتی ہے، اور میں پیدائشی اندھے کو اچھا کرتا ہوں، برص والے کو اچھا کرتا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے مُردے زندہ کرتا ہوں، اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ توریت کی تصدیق کرتا ہوں، اور بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں، اب اللہ کے حکم سے حلال کرتا ہوں۔ تم لوگ اللہ سے ڈرو گے اور میری اطاعت کرو گے تو تمہارا بھلا ہو گا۔ حیاتِ دنیا میں تم صراطِ مستقیم پر رہو گے، آخرت میں تمہیں جنّت نصیب ہو گی۔

حاصل: جب لوگ حق کو شاہدین کے حوالے سے مانتے ہوں تو اختلاف کا کوئی مقام نہیں ہوتا، جب حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی راہ اختیار کی جائے تو اختلافات کا پیدا ہونا اور بڑھنا قدرتی بات ہے۔ جزا کا یقین رکھنا اللہ سے ڈرنا ہے، اور شاہد کی بات کو جانتے ہوئے ماننا اور نہ جانتے ہوئے ماننا اس کی اطاعت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾

بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا ربّ ہے، تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بتایا، کہ مجھے انعامات سے نوازنے والا اللہ ہی ہے۔ وہی مجھے پالتا ہے، وہی تم لوگوں کو پالتا ہے وہی عالمین کو پالتا ہے۔ عبادت اسی کی شان کے لائق ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ صراطِ مستقیم یہی ہے کہ حکم اللہ کا مانا جائے اور نمونہ اس معیار کو بنایا جائے جو اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔

حاصل: اللہ کے ہر رسول کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی لوگوں کو یہی بتایا ہے کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا ربّ ہے، تو اسی کی بندگی کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

تو ان گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ تو ظالموں کی خرابی ہے، ایک المناک دن کے عذاب سے۔

جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو سنا اور ادب سے آپ کی اطاعت کی، آپ کو اللہ کی بندگی کرنے والا اکمل نمونہ جانتے ہوئے آپ کا اتباع کیا، وہی سچے ثابت ہوئے۔ جن لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنی پسند کے معنی دیئے وہ گروہوں میں بٹ گئے اور آپس میں اختلاف کرتے کرتے حق سے دور ہوتے گئے۔ خلافِ حق کرنے والے ظالم ہیں۔ ان ظالموں کو جزا کے دن کا یقین نہیں ہے۔ ان ظالموں کے لیے وہ دن بڑے دردناک عذاب کا دن ہو گا۔ اس دن یہ بہت سنیں گے اور بہت دیکھیں گے، مگر آج یہ حق کو سن کر ان سنا کر دیتے ہیں، اور دیکھے ہوئے کو بھی اہمیت نہیں دیتے۔

Marfat.com

حاصل: تفرقہ بازی اور اختلاف، حق کو نہ ماننے والوں میں ہوتا ہے۔ ظالموں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوا۔ قیامت کے دن ان کو المناک عذاب کا سامنا ہوگا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ کا ہے کے انتظار میں ہیں سوائے اس کے کہ قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں شعور بھی نہ ہو

منکرین حق کے متعلق فرمایا گیا ہے، کہ یہ لوگ اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کی بے قدری کرتے چلے جارہے ہیں، اور عمل کے لیے دی گئی مہلت مسلسل کم ہورہی ہے۔ اس غفلت کا انجام یہی ہوسکتا ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ان پر اچانک آجائے اور یہ اس کے لیے بالکل تیار نہ ہوں۔ حیاتِ دنیا کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ واضح ہوجائے گا کہ کیا کیا جانا چاہئے تھا اور کیا کیا جاتا رہا، مگر اس وقت اصلاح کو قبول کرنا اور عملاً اپنی صداقت کا ثبوت دینا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: دیکھنا چاہئے کہ جو راستہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا، اور کیا ہم غفلت میں پڑے، وقت کو ضائع تو نہیں کرتے چلے جارہے۔

ع ۶ ۱۱ ۱۲ **اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾** اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، سوائے متقین کے۔

جس دوستی کی بنا خواہشات پر ہو، غرض و غایت پر ہو، وہاں رخ کبھی درست نہیں ہوگا، وہاں دوست کی بھلائی کبھی پیشِ نظر نہیں ہوگی۔ قیامت کے دن جب اپنے کئے کا انجام سامنے آجائے گا، تو خلاف حق کرنے والے دوست، خسارے میں پڑنے کا سبب نظر آئیں گے، اور قابلِ نفرت معلوم ہوں گے۔ متقین کی شان ملاحظہ ہو کہ ان کی دوستی دنیا میں بھی قائم رہتی ہے، آخرت میں بھی قائم رہے گی۔ جزا کا یقین اور شاہد کا اتباع، اللہ سے ڈرنے والوں کی طریقت ہے، یہی درست رویہ ہے۔

حاصل: ہماری دوستی اسی سے ہونی چاہئے جو جزا کا یقین رکھتا ہو اور شاہد کا اتباع کرے، کہ باقی سب دوستیاں بے حقیقت ہوتی ہیں۔

شہادت: سورہ الاعراف (۷) میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن کافر کہیں گے:.... فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ تو ہیں کوئی ہماری شفاعت کرنے والے کہ ہماری شفاعت کریں، یا ہم واپس بھیجے جائیں، کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں۔ بے شک انہوں نے اپنی جانیں خسارے میں ڈالیں اور گم ہوگئے جو افترا وہ باندھتے تھے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اے میرے بندو آج کے دن نہ تمہیں خوف ہوگا اور نہ تم محزون ہوگے۔

Marfat.com

قیامت کے دن فلاح پانے والوں سے فرمایا جائے گا، اے میرے بندو آج کے دن تم کو خوف بھی نہیں ہوگا اور تمہیں غم بھی نہیں ہوگا۔ خوف اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے، حزن اپنے متعلقین کے بارے میں ہوتا ہے۔ یہ کلمہ مومنین کے لیے اس قدر راحت کا باعث ہوگا کہ جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ مالکِ یوم الدّین سے اپنی بندگی کی قبولیت کی سند پائیں گے تو ان کے وجود میں قربِ الٰہی سے ایسی کیفیت پیدا ہوگی، جس کو محسوس کیا جاسکتا ہے مگر اس کو بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: فیصلے کے وقت، اللہ کے بندوں کو ان کی بندگی کی قبولیت کی سند اس طرح دی جائے گی کہ انہیں بتایا جائے گا، کہ آج کے دن تم کو خوف و حزن نہیں ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ ج وہ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور مسلمان رہے۔

جن کی بندگی اللہ کے ہاں قبول ہوگی، یہ ان کی صفات ہیں، کہ انہوں نے حق کو مانا اور عملاً فرماں بردار رہے۔ جس کی زبان پاک ہو اور ہاتھ امین ہو، وہ اپنے قول کو عمل سے سچا ثابت کرتا ہے۔

حاصل: آیات قرآن پر ایمان لانا اور اپنے آپ کو عملاً سچا ثابت کرنا، اللہ کی بندگی ہے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ تم اور تمہارے ساتھی جنّت میں داخل ہو جاؤ، بڑی خوشی اور شادمانی کے ساتھ۔

جو تعلق صداقت پر مبنی ہے وہ حال پر بھی باعث راحت ہوتا ہے آخرت میں تو ہوگا ہی۔ اللہ کی آیات پر ایمان لانے والے اور مسلمان رہنے والے لوگوں کو جنّت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا، اور انہیں بڑی خوشی اور شادمانی سے نوازا جائے گا۔ رخ کا حق کے مطابق ہونا اور طلب ہدایت رکھنے والوں کی قدر کرنا یہ ساتھ رکھنے کا علم ہے۔

حاصل: خیر کا رخ رکھنے والوں کی قدر کرنی چاہیے اور ان کی عزّت افزائی کرنی چاہیے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ج وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ج وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ ج ان پر سونے کے پیالوں اور جاموں کا دور ہوگا اور وہاں ہے جو ان کا جی چاہے گا اور آنکھیں جس سے لذّت اٹھائیں گی، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

جنّت کی حقیقت راحت ہے۔ جنّتی حضرات کو خدائی مہمان ہونے کا شرف ملے گا، تو ان کو عطا ہونے والے کھانے اور مشروب کی عمدگی کے ساتھ، عطا کا طریقہ بھی اپنی ایک شان رکھتا ہوگا، کہ وہ برتن نہایت نفیس ہوں گے جن میں وہ نعمتیں دی جائیں گی، اور نعمتیں اس قدر نظر کو بھائیں گی کہ ان کے دیکھنے سے بھی خوشی ہوگی، اور راحت کے اس مقام پر ہمیشہ رہنے کا حکم ہوگا۔

حاصل: کھانے کی افادیت کے ساتھ، اس کے پیش کرنے کا طریقہ بھی مہمان نوازی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کھانا اور مشروب نظر کو بھانا چاہیے۔ دائمی پاک دامنی کا انعام دائمی راحت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوگا۔

Marfat.com

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ اور یہ ہے وہ جنّت جس کے تم وارث بنائے گئے اپنے اعمال کی بدولت۔

جنّت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اہلِ جنّت کو دائمی راحت سے نوازنے کے بعد یہ بتایا جائے گا، کہ جس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو، یہ تمہیں تمہارے اعمال کی بدولت دی گئی ہے۔تم نے وہ کیا جو اللہ کی رضا کے حصول کے لیے تمہیں کرنا چاہیے تھا۔ تمہارے صالح اعمال نے تمہارے دعویٰ ایمان کو سچا ثابت کیا۔

حاصل: جن اعمال کی بدولت جنّت نصیب ہوگی، وہ اعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہیں۔

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ تمہارے لیے اس میں کثیر میوے ہیں کہ تم ان میں سے کھاؤ گے۔

جنت میں پھل بہت ہوں گے، افادیت کا پہلو تو اللہ نے رکھا ہی ہوا ہے، کہ اس نے کسی شے کو بے مقصد بنایا ہی نہیں۔ جو پھل، کھانے والے پسند کریں گے، وہی انہیں عطا ہوں گے، اور وہ ان کے لیے باعثِ راحت بھی ہوں گے۔ ان پھلوں کی تازگی، عمدگی اور کثرت لاجواب ہوگی۔

حاصل: مہمان نوازی میں پھلوں کا پیش کرنا بڑی بات ہے کہ اللہ نے اس طریقے کو پسند فرمایا ہے۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ بے شک مجرم، جہنّم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

مجرمین کو یہ گمان ہوتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر نہیں جانا، وہ من مانی کرتے ہوئے ظلمات میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ غفلت ان کا احاطہ کیے رکھتی ہے۔حق کی دائمی مخالفت کو وہ اپنا کام جانتے ہیں۔ ان کے کئے کی جزا جہنّم کا دائمی عذاب ہے، اس لیے وہ اس میں پڑے رہیں گے۔

حاصل: اللہ کی روشن نشانیوں کو دیکھ کر غفلت میں پڑنا اور حق کی دائمی مخالفت کو اپنا کام جاننا مجرمین کا طریقِ زندگی ہے۔ ان کو ان کے کیے کی جزا جہنّم کے دائمی عذاب کی صورت میں ملے گی۔

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہیں ہوگا اور وہ اس میں بے آس پڑے رہیں گے۔

مجرمین کو جہنّم کے دائمی عذاب میں ڈالا جائے گا، تو یہ ان کی اپنی کمائی ہوگی۔ حق کی مخالفت میں پورا اور مسلسل زور لگانے والوں سے عذاب کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور ان لوگوں کو یہ آس بھی نہیں ہوگی کہ جس عذاب میں وہ پڑے ہوئے ہیں وہ کبھی ختم ہوگا۔ بے آس ہونے سے سزا کی شدت بڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

حاصل: کسی کو آگ کی سزا دینا صرف اللہ کی شان کے لائق ہے کہ اللہ ہی ہر ایک کو اس کے کئے کی پوری پوری جزا دے سکتا ہے اور دے گا۔ بے آس ہونا سزا کی شدت کو بڑھا دیتا ہے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا، بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی پر ظلم کرے، خلافِ حق کرنے والے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، کہ حق ان پر واضح ہو چکا ہوتا ہے اور وہ شعور کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ظالم کے سامنے، ماضی میں ظلم کرنے والوں کی مثالیں بھی ہوتی ہیں، حال پر حق کو ماننے والے پاک لوگ بھی ہوتے ہیں، اور مستقبل سے بھی اسے آگاہ کر دیا جاتا ہے، شعور کے ساتھ خلافِ حق کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

حاصل: ظلم کرنا اللہ کی شان کے لائق نہیں۔ خلافِ حق کرنے والے، اپنے کئے کی ہی جزا پائیں گے۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ اور وہ ندا دیں گے۔ اے مالک، آپ کا ربّ ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔ وہ جواب دے گا، تمہیں اسی حال میں رہنا ہے۔

ظالم اپنے کئے کی جزا پاتے ہوئے بے آس ہوں گے، سزا کی شدت کبھی کم نہ ہوگی تو وہ موت کی آرزو کریں گے، اور جہنم کے داروغہ سے کہیں گے، کہ اپنے رب سے ہمارے خاتمے کی ہی درخواست کریں۔ وہ جواب دے گا، تمہیں اسی حال میں رہنا ہے، بعث بعد الموت کے بعد موت کا تو مقام ہی نہیں رہا۔

حاصل: دکھ انتہائی شدید ہو، اور مسلسل ہو تو اس کے مقابل موت کو ترجیح دینا نفس کو قبول ہوتا ہے۔ بعث بعد الموت کے بعد موت کا مقام ہی نہیں۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے، لیکن تمہاری اکثریت کو حق سے کراہت ہے۔

حق لوگوں تک پہنچانا، اللہ کا کام ہے، اور اللہ کا کام ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حق اس تک پہنچا ہی نہیں، ورنہ وہ اسے خود مان لیتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت یقیناً آتی ہے۔ اسے نہ ماننے والے اس سے اعراض کرتے ہیں، اس سے کراہت کا اظہار کرتے ہیں تو ان کا رخ درست نہیں رہتا، اور وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہوئے اپنے انجام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

حاصل: حق کا ہر ایک فرد اور جماعت تک پہنچنا یقینی بات ہے۔ جانتے بوجھتے جب اس سے کراہت کا اظہار ہو تو پھر اس کا انجام بھی وہی ہوگا، جو سنّتِ الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ج کیا انہوں نے کوئی حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ تو ہم بھی ایک حتمی فیصلہ کر لیں گے۔

Marfat.com

حق سے کراہت کا اظہار کرنے والے، جب یہ فیصلہ کر لیتے ہیں، کہ حق کا مٹانا ان کی فوری ضرورت ہے تو وہ حق پہنچانے والوں کو ختم کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ انہیں اپنی قوت پر ناز ہوتا ہے۔ اپنی تدابیر پر یقین ہوتا ہے، مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ نتائج پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ اللہ کی مشیّت کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ سنتِ الٰہی یہی رہی ہے کہ جن لوگوں نے حق پہنچانے والوں کو ختم کرنے کی تدبیریں کیں، ان کی ہلاکت میں دیر نہیں لگی، اور وہ لوگ ہمیشہ المناک انجام کو پہنچے۔

حاصل: حق سے کراہت کرنے والے جب حق پہنچانے والوں کے خاتمے کا تہیہ کر لیتے ہیں، تو ان مجرم لوگوں کے خاتمے کا خدائی فیصلہ بھی کر دیا جاتا ہے۔

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۸۰

کیا سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ ہم سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہیں اور لکھتے جاتے ہیں۔

منکرینِ حق کو، حق سے اس قدر کراہت ہوتی ہے، کہ وہ حق کو مٹانے کی کوشش میں شب و روز لگے رہتے ہیں۔ کبھی وہ اپنے ساتھیوں سے اشاروں کی زبان میں بات کرتے ہیں، کبھی وہ ان سے سرگوشی کرتے ہیں۔ جو سازش بھی وہ کرتے ہیں، اس کے بارے میں انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ جو سازش بھی حق پہنچانے والوں کے لیے تیار کی جائے، اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے اسے جانتے ہیں کہ کیا کیا جا رہا ہے، اور وہ اسے لکھتے جاتے ہیں، اور یہ لکھا ہوا ایسا ہے کہ جب منکرین حق کے سامنے آئے گا تو وہ حیران رہ جائیں گے، کہ اس میں تو سب کچھ درج ہے۔

حاصل: منکرینِ حق کے راز اور سرگوشیاں اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوتیں۔ فرشتے ان کی سازشوں کو اس طرح سے لکھتے جاتے ہیں کہ ان کی ہر چھوٹی بڑی بات ریکارڈ ہو رہی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۸۱

فرمادیجئے اگر الرحمٰن کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے اس کی بندگی میں ہی کرتا۔

کبھی حال کی وضاحت کے لیے محال سے سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے، مقصود لوگوں کو حق کے قریب کرنا ہوتا ہے۔ حق تو وہی ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور وہ ماضی میں اللہ کے فرمان کی تصدیق کرتا ہے۔ فرمانِ الٰہی کا سب سے پہلے ماننے والا تو اللہ کا بھیجا ہوا بندہ ہی ہوتا ہے، حق کو ماننے کی طریقت اسی ذات بابرکات سے جاری ہوتی ہے۔ اگر الرحمٰن کی اولاد ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ اسے کون جان سکتا تھا اور کون حضور سے بڑھ کر اس کی قدر کر سکتا تھا۔ اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ فرشتوں کو اللہ کی اولاد کہنے والے بے سند باتیں کرتے ہیں اور اللہ پر افترٰی باندھتے ہیں۔

حاصل: کبھی محال سے بھی حال کی وضاحت کی جاتی ہے، مقصود لوگوں کو حق کے قریب کرنا ہی ہوتا ہے۔ حق کو عملاً نافذ کرنے والی ذات بابرکات سے بڑا کوئی حق شناس ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ کی بندگی کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرے۔

Marfat.com

سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾

آسمانوں اور زمین اور عرش کا ربّ ان باتوں سے پاک ہے، جو یہ بتاتے ہیں۔

آسمانوں میں ربوبیّت کا دعویٰ، اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔ زمین میں ربوبیّت کا دعویٰ بھی اللہ کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ کائنات کی ہم آہنگی یہ بتاتی ہے، کہ ربوبیّت کرنے والی ذاتِ اقدس ایک ہے۔ احکام کو جاری کرنے والے مقام کا مالک، عرشِ عظیم کا ربّ بھی ایک ہی ہے۔ حق کا انکار کرنے والے جو باتیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتاتے ہیں، وہ تو اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں ہیں۔

حاصل: آسمانوں کا ربّ ہونا اللہ کی شان ہے، زمین کا رب ہونا اللہ کی شان ہے، عرشِ عظیم کا ربّ ہونا اللہ کی شان ہے۔ اندازے قیافے سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بات کرنا قطعاً گناہ ہے۔

فَذَرۡہُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَہُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾

تو چھوڑیئے ان کو کہ بے ہودہ بکیں اور کھیلتے رہیں، حتیٰ کہ اس دن سے دوچار ہوں، جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

جو لوگ حق سے کراہت کو اپنا وطیرہ بنالیں اور بے سند باتیں بنانے میں لگے رہیں، ان کو اِن کے حال پر چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ ان کی باتیں بے ہودہ ہوتی ہیں اور وہ لوگ اللہ کی دی ہوئی مہلت کو کھیل کود اور ہنسی مسخری میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ عمل کے لیے دیا گیا وقت تو مسلسل کم ہو رہا ہے، حتیٰ کہ وہ دن آجائے گا، جس دن حقائق ناقابلِ تردید صورت میں سامنے ہوں گے، کوئی نفس کسی دوسرے کی جزا نہ ہو سکے گا، اور حکم صرف اللہ کا ہی ہوگا۔ اس دن منکرینِ حق افسوس کرتے ہوئے کہیں گے: ہائے افسوس، ہم نے اللہ کے رسول کی معیت کی راہ نہ اپنائی۔

حاصل: حق پہنچانے والے کسی کو زبردستی راہِ حق پر نہیں لا سکتے۔ جو طلبِ ہدایت نہ رکھتا ہو، بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں وقت ضائع کرتا رہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا حق ہے۔ جزا کے دن اسے اللہ کے رسول کی معیّت اختیار نہ کرنے کا بڑا افسوس ہوگا۔

وَ ہُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰہٌ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾

اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے، اور وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے۔ آسمانوں میں بھی اسی کی بندگی ہو رہی ہے، زمین پر بھی اسی کی بندگی حق ہے۔ اس نے جو کچھ بھی بنایا ہے، بڑی حکمت سے بنایا ہے اور بڑے علم سے بنایا ہے۔ حکمت و علم والے خالقِ کل کے مقابل جس کو بھی معبود مانا جائے گا، اگر اس کی کوئی بات ہوگی تو اس کی بات حکمت سے بھی خالی ہوگی، علم سے بھی خالی ہوگی، اور وہ قطعاً بے سند ہوگی۔ آسمانوں اور زمین میں جس نظم کو دیکھا جاتا ہے، یہ ایک معبود سے ہی ممکن ہے۔ اگر معبود ایک سے زائد ہوتے تو کائنات میں نظم کا قائم رہنا ممکن ہی نہ تھا۔

حاصل: آسمانوں میں بھی اللہ معبود ہے، زمین میں بھی اللہ معبود ہے۔ وہی حکمت والا ہے وہی علم والا ہے۔ حق

Marfat.com

وہی ہے جو معبود نے بتایا ہے۔حق کو چھوڑ دیا جائے،تو حکمت سے دور ہو جانا بھی یقینی ہے علم سے دور ہو جانا بھی یقینی ہے۔

وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور بڑی برکت والا ہے وہ جس کی بادشاہی آسمانوں میں اور زمین میں اور ان کے مابین ہے،علم ساعت اسی کے پاس ہے،اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

برکات کا مالک اللہ ہی ہے۔اس کی رحمت و برکات کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا۔اللہ کی برکات سے فیض یاب ہونے والے جس قدر بھی ہوں،اللہ کی برکات میں کمی نہیں آئے گی۔آسمانوں میں بھی اسی کی بادشاہی ہے،زمین میں بھی اسی کی بادشاہی ہے کہ اسکی مشیت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی،اور آسمانوں اور زمین کے مابین ہر مقام پر بھی اللہ کی بادشاہی ہے کہ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔قیامت کا علم اسی کی شان کے لائق ہے۔بندوں کو اس علم سے فائدے کی بجائے نقصان ہو سکتا ہے،کہ وہ عمل کے لیے دی گئی مہلت کو دیکھنے کی بجائے،قیامت کے وقوع کو بعید دیکھتے ہوئے غفلت میں پڑ سکتے ہیں۔ہم آئے بھی اللہ کی طرف سے ہیں،لوٹائے بھی اسی کی طرف جائیں گے۔اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کر کے واپس جانے والے اور مقصدِ تخلیق کو نظر انداز کرتے ہوئے من مانی کر کے واپس جانے والے کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔

حاصل: برکات کا مالک اللہ ہے۔اس کی بادشاہی آسمانوں میں،زمین میں اور ان کے مابین ہر مقام پر ہے۔حصولِ برکات کے لیے اسی کا رخ رکھنا چاہیے۔علمِ ساعت اسی کی شان کے لائق ہے۔ہمیں مسلمان کی حیثیت سے موت آئے تو ہم بابرکات لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور اللہ کے مقابل جن کو یہ پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے،مگر وہ جو حق کی شہادت دیں اور علم رکھتے ہوں۔

اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہو سکتا ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہو سکتا ہے۔جو معبود لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے وجود پاتے ہیں وہ تو اپنی حرکات کے لیے بھی دوسروں کے محتاج ہیں۔اللہ کے پاک بندوں اور فرشتوں کو جن لوگوں نے معبود کا درجہ دیا ہے،اور وہ یہ سمجھتے ہیں،کہ اللہ کے دربار میں ان لوگوں کو ان پاک ہستیوں کی شفاعت نصیب ہوگی،وہ بھی جان لیں کہ اللہ کے ہاں شفاعت اسے ہی نفع دے گی جس کے لیے الرحمٰن کا اذن ہوگا۔ اللہ کے دربار میں جن شفاعت کرنے والوں کو بولنے کا اذن ہوگا،ان کی صفات یہ ہیں کہ وہ حق کی شہادت دیتے ہیں،وہ حق کو مانتے ہیں اور عملاً اس پر پورا رہ کر دکھاتے ہیں۔انہیں علم ہوتا ہے کہ کون ان کا اتباع کرتا ہے اور کون خلاف حق کرتا ہے۔جو حق کی شہادت دیں اور علم رکھتے ہوں،ان سے شرک کرنے والوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

حاصل: اللہ کے دربار میں شفاعت قطعاً باذن اللہ ہوگی۔جو حق کی شہادت دیں اور علم رکھتے ہوں ان سے مشرکین کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾

اور تم ان سے پوچھو انہیں کس نے خلق کیا ہے، تو یقیناً کہیں گے، اللہ نے، تو پھر کہاں پھرے جاتے ہیں۔

معبود کی شان ہے کہ وہ خالقِ کل ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا علم کسی کا دیا ہوا نہیں ہے، وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اس نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ وہ ہر ایک کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ جب مشرکین کے معبود بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں، ان کی ربوبیت بھی اللہ کرتا ہے، انہیں علم بھی وہی عطا کرتا ہے، انہیں وقت بھی وہی عطا کرتا ہے، اور اللہ کی رضا کے علاوہ پاک لوگوں کو کچھ درکار ہی نہیں ہوتا، پھر انہیں اللہ کے مقابل معبود قرار دینا کتنی بے ہودہ بات ہے۔

حاصل: مشرکین پر ان کے عقائد کے تضاد کو واضح کرنا، انہیں صحیح رخ اختیار کرنے میں مدد دینے کے لیے ہوتا ہے۔ سمجھایا اسے ہی جا سکتا ہے، جو سمجھنے کے لیے تیار ہو۔

وقف لازم

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور ان کا قول یہ ہوگا، اے ربّ یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنے۔

حق کے ساتھ شہادت دینے والوں کا اور علم والوں کا بیان یہ ہوگا کہ پیغامِ حق پہنچانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی، حال پر لوگوں کو فرمانِ الٰہی سنایا گیا، عملاً وہ کر کے بھی دکھایا گیا جو سچا ثابت ہونے کے لیے ضروری تھا، مگر یہ منکر لوگ حق کے انکار پر اڑے رہے، اور ایمان لانے والے نہ بنے۔ یہ شہادت اللہ کے دربار میں اتنی اہمیت رکھتی ہے، کہ اسی شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا۔

حاصل: حق کے ساتھ شہادت دینے والے، علم والے، منکرینِ حق کے بارے میں یہ گواہی دیں گے کہ ان کو نصیحت بھی پہنچائی گئی اور حسنِ عمل کا نمونہ بھی ان کے سامنے رکھا گیا، مگر یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنے۔

ع ۲۲ ۱۳

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

تو ان سے منہ پھیر لیجیے اور کہہ دیجیے، تمہیں میرا سلام۔ پھر وہ جلد ہی جان لیں گے۔

اتمامِ حجت میں آخری مقام یہ بتایا گیا ہے، کہ جب لوگ حق کے انکار پر اڑ جائیں اور ماننے کے لیے کسی طور تیار نہ ہوں تو ان سے منہ پھیر لینا حق ہے۔ ان سے الگ ہوتے وقت انہیں سلام کہنا بھی حق ہے۔ اس سلام کی حقیقت جہالت میں پڑے لوگوں سے کنارہ کشی ہے۔ عمل کے لیے دیئے گئے وقت میں اصلاح کی طرف نہ آنے والوں کا انجام، عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے خاتمے کے ساتھ ہی انہیں معلوم ہو جائے گا، مگر اس وقت اصلاح کی طرف آنا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: جو لوگ حق کے انکار پر اڑ جائیں، ان سے منہ پھیر لینا حق ہے۔ ان سے سلام کہہ کر الگ ہو جانا چاہیے، پھر منکرین کو اپنے انجام تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (۲۵) میں ارشاد فرمایا ہے: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ فرما دیجیے میرے ربّ کے ہاں تمہاری کچھ قدر نہیں اگر تم اسے نہ پکارو، تو تم نے یقیناً تکذیب کی، تو جلد ہی تمہیں عذاب ہوگا کہ لپٹ رہے گا۔

Marfat.com

ایاتہا ۵۹ ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ۚ۱ حروف مقطعات

بولنا بھی علم سے ہو اور خاموشی بھی علم سے ہو، تو اس سے لوگوں کو بہت سکھ ملتا ہے، کہ وہ معلّم سے تعلق کی بدولت تربیت پا لیتے ہیں۔

حاصل: خاموشی کے مقام کو پہچاننا اور عملاً اس پر پورے رہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ۙ۲ قسم اس کتاب مبین کی۔

کتاب اللہ، اس قدر روشن ہے، کہ اس کی صداقت کی اسناد اس کے اندر موجود ہیں۔ اس کی تنزیل ربّ العالمین کی طرف سے ہوئی ہے، اور رسول مبین پر ہوئی ہے۔ کتابِ مبین کے اندر جو حکمت اور علم ہے وہ رسولِ مبین کی اطاعت و اتباع سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حاصل: پاک کو ہی کتابِ مبین کی قسم کھانے کا حق ہے۔ قسم حق کو روشن کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝۳ بے شک ہم نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا، ہم یقیناً آگاہ کردینے والے تھے۔

یہ مبارک رات شب قدر ہے، جس میں قرآنِ پاک کا نزول ہوا ہے۔ یہ رات رمضان شریف میں ہے۔ اس رات میں نزولِ قرآن کا عنوان رکھا گیا، تو یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو گیا۔ حضور کے قلب مبارک پر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے علم سے، اپنی حکمت سے ایک وقت تک نازل فرماتا رہا، حتیٰ کہ حضور نے اس کام کے پورا ہونے کی خبر دی، اور لوگوں سے گواہ رہنے کو کہا کہ آگاہی کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنا اللہ کی شان ہے، کہ لوگ شعور کے ساتھ ایک رخ اختیار کریں۔ وہ حق کو ماننے کے انجام سے بھی آگاہ ہوں اور حق کو نہ ماننے کے انجام سے بھی آگاہ ہوں۔

حاصل: شب قدر کی برکت سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ آگاہ کرنا اللہ کا طریقہ ہے۔ آگاہی کو ہمیشہ حق کے حوالے سے ہونا چاہیئے تاکہ اس کی اہمیت لوگوں پر واضح رہے۔

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ۙ۴ اس میں ہر امر اللہ کی حکمت کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔

شب قدر کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر امر اللہ کی حکمت کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اللہ کی قدر کرنے والے اس کی حکمت سے فیض یاب ہوتے ہیں، بے قدری کرنے والے خسارے کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ ہر ایک کو اس کے کیے کی ہی جزا دی جائے گی۔

Marfat.com

حاصل: اظہارِ بندگی کرتے ہوئے اللہ کے حضور یہ عرض کرتے رہنا چاہیے: یا اللہ جو تو ہمارے لیے پسند کرتا ہے، اس سے بہتر ہمارے لیے کچھ نہیں ہو سکتا، ہمیں دائمی پاک دامنی کا مقام عطا فرما۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ ہمارے ہاں کے امر سے۔ بے شک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

جو عنوان بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا جاتا ہے، وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کی حکمت سے تعلق رکھتا ہے، اور امرِ الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔ جو امرِ الٰہی کو مانے گا وہ فلاح پائے گا، جو نہ مانے گا وہ خسارے میں پڑے گا۔ جس ذاتِ بابرکات کے ذریعے سے احکامِ الٰہی بندوں تک پہنچے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی بھیجا ہے۔ اس سے احکامِ الٰہی کی شان بھی واضح ہوتی ہے، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی واضح ہوتی ہے۔

حاصل: احکامِ الٰہی کو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہی مانا جائے تو قبولیت کی سند حاصل ہوگی۔

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے رحمت ہے۔ بے شک وہی سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

بندے کو یہ دیکھنا چاہیے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ بندے کو ہدایت کی ضرورت تھی، اس کو بہترین ہدایت دی گئی ہے، اور وہ ہدایت بہترین ذریعے سے دی گئی ہے۔ بندہ جب بھی اپنے حال کو اپنے ربّ کے سامنے بیان کرے گا، اللہ اسے یقیناً سنے گا، اور اپنے علم سے جو چاہے گا وہی کرے گا۔ جو صورت اللہ کے علم سے بنے گی وہی بہترین ہوگی۔ بندہ اپنے رخ کو درست رکھنے کے لیے اپنے ربّ کے علم کو ادب سے مانے تو اسے بہت آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔

حاصل: احکامِ الٰہی کو ماننا باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ اپنے حال کو اپنے ربّ کے سامنے بیان کرکے، اس سے مدد طلب کی جائے تو وہ اپنے علم سے مدد دیتا ہے۔ اللہ کے علم سے جو صورت بنے، اس کو بہترین ماننا چاہیے اور اس کے بہترین ہونے کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔

وقف لازم

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ وہ ربّ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، اگر تمہیں یقین ہو۔

اس رحمت کا بھیجنے والا، آسمانوں کا ربّ ہے، زمین کا ربّ ہے، اور آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس کی ربوبیّت بھی وہی کر رہا ہے۔ ربوبیت سے ہی افعال قائم رہ سکتے ہیں، اور اس کائنات کے اندر جو نظم نظر آتا ہے، وہ ربوبیت کرنے والی ذات پاک کے ایک ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ شعوری زندگی میں اپنی ضروریات کو دیکھا جائے، تو ان میں سے کچھ ہمارے علم میں ہوتی ہیں اور کچھ ہمارے علم میں نہیں ہوتیں۔ کچھ ضروریات کے پورا کرنے کے لیے ہماری سعی نظر آتی ہے، کچھ ضروریات پوری ہوتی ہیں اور ہماری سعی ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتی۔ اپنی پرورش اور سنبھال میں ہمارا اپنا کام کس قدر ہوتا ہے، اس کو بھی دیکھنا چاہیے۔ پرورش کی اہمیت کا کسی مقام پر بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور پرورش ابتداء سے انتہا تک اللہ کے علم سے ہوتی ہے، اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ربّ العالمین کو مان لیا جائے تو رخ

Marfat.com

کا حق کے مطابق ہو جانا ضروری ہے اور یہی درستگی بندے کے یقین کا ثبوت ہوتی ہے۔

حاصل: آسمانوں میں ربوبیت اللہ کر رہا ہے، زمین میں ربوبیت اللہ کر رہا ہے، آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر ربوبیت اللہ کر رہا ہے۔ ربّ العالمین ہی ہماری ربوبیت کر رہا ہے، ہمارے رخ کو حق کے مطابق ہونا چاہئے، یہی درستگی ہمارے یقین کو ثابت کرے گی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حیات وموت دیتا ہے۔ تمہارا ربّ ہے اور تمہارے اولین آباء کا بھی ربّ ہے۔

ربّ العالمین کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی کی بندگی حق ہے۔ اس کے احکام کی اطاعت ہی بندے کو ہر مقام پر پورا رکھتی ہے۔ وہی حیات دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ وہی ہماری ربوبیت کرتا ہے۔ وہی ہمارے باپ دادوں کی ربوبیّت کرتا رہا ہے۔ وہی ربّ العالمین تھا، وہی ربّ العالمین ہے اور وہی ربّ العالمین رہے گا۔

حاصل: ربّ العالمین کو معبود ماننے کا ثبوت اس طرح دیا جاسکتا ہے، کہ ہم حق کے مقابل کبھی اپنی پسند کو وقعت نہ دیں۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑨

بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے، وہ غافل ہوتے ہیں، اور حق کو سن کر ان سنا کر دیتے ہیں۔ جب ان کے پاس ان کے ربّ کی طرف سے کوئی نصیحت آتی ہے، تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔ سنجیدگی سے حق پر توجہ دینا ان کا طریقِ زندگی نہیں ہوتا۔

حاصل: جزا کا انکار کرنے والے، ربّ العالمین کو نہیں مانتے۔ وہ شک میں پڑے رہتے ہیں، اور کھیل تماشے میں ہی عطاءِ الٰہی کو ضائع کرتے ہوئے انجام کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ ⑩

تو انتظار کرو اس دن کا، جس دن آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔

جزا کا انکار کرنے والوں کو، من مانی کرنے والوں کو، شک میں پڑے ہوئے لوگوں کو، آگاہ کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، کہ تم لوگ اس دن کا انتظار کرو، جس دن آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ یہ دھواں جو آسمان پر ظاہر ہوگا، وہ قطعاً واضح ہوگا، اور بصورتِ عذاب ہوگا۔ یہ قربِ قیامت کی نشانی ہے۔ اس دھوئیں سے منکرینِ حق کو پریشانی ہوگی، اور وہ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنے عجز کو دیکھ لیں گے۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے، عذابِ الٰہی کو سامنے پائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے، پھر انہیں سنجیدگی کی طرف آنے میں دیر نہیں لگے گی۔

Marfat.com

يَّغۡشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ⑪ وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ المناک عذاب ہے۔

جولوگ حقائق کوسن کر کھیل میں پڑے رہتے ہیں، ان پر المناک عذاب آئے گا جو دھوئیں کی صورت میں ہوگا، اور اس قدر ہوگا کہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا، آسمان تک ہوگا، اور اس سے بچ کر بھاگ جانا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوکر، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنے عجز کو ماننا کوئی بات نہیں۔

رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ⑫ اے ہمارے ربّ ہم سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں۔

جزا کا انکار کرنے والے، حقائق کا مذاق اڑانے والے، کھیل تماشے میں پڑے رہنے والے، جب دھوئیں کے المناک عذاب میں پکڑے جائیں گے، اور وہ دھواں انہیں ڈھانپ لے گا تو وہ پکاریں گے: اے ہمارے ربّ ہم سے عذاب کھول دے، ہم ایمان لاتے ہیں۔ مگر عذاب کے وقت ایمان لانا کب کسی کو نفع دے سکتا ہے۔ انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم کی ناکامی کا ایسا اعتراف لوگوں کو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

حاصل: جب عذابِ الٰہی چھا جائے تو حق کا مذاق اڑانے والے لوگ یہی کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ ہم سے عذاب کھول دے، ہم ایمان لاتے ہیں۔

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ۙ⑬ انہیں کہاں سے نصیحت ملے گی، حالانکہ ان کے پاس رسولِ مبین تشریف لا چکے۔

فرمانِ الٰہی قرآنِ مبین ہے، جس ذاتِ بابرکات پر نازل ہوا وہ رسولِ مبین ہیں، اس روشن نصیحت سے استفادہ وہی کرتے ہیں جو دل رکھتے ہیں، توجہ سے سنتے ہیں اور حاضر رہتے ہیں۔ جو اس پاک نصیحت کو سن لیتا ہے، اور اسے دل سے مان لیتا ہے، وہ سنجیدگی کے ساتھ حق کی احسن ادائیگی میں لگا رہتا ہے۔ جن لوگوں نے رسولِ مبین کے روشن بیان سے فائدہ نہ اٹھایا ہو، انہیں کہاں سے نصیحت مل سکتی ہے۔

حاصل: نصیحت کرنے والے سے محبت ہو، تو اس کے روشن بیان سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ جس نے رسولِ مبین کی قدر نہ کی ہو اسے کہیں سے بھی نصیحت نہیں مل سکتی۔

ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ⑭ پھر آپ سے منہ پھیرا اور کہنے لگے یہ تو سکھایا ہوا مجنون ہے۔ وقف لازم

رسولِ مبین سے نصیحت کو سن کر ان سنا کر دینے والے اپنی زندگی میں سنجیدگی کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ آپ کے بارے میں کہتے تھے، کہ یہ صاحب جو ہر وقت انجام سے ڈراتے رہتے ہیں ان کو اور کچھ نظر ہی نہیں آتا، یہ تو دیوانے ہیں۔ مگر ان کی دیوانگی عجیب

Marfat.com

ہے کہ ان کی باتیں بے جوڑ نہیں ہیں، بے مقصد نہیں ہیں، بے محل نہیں ہیں، بلا ثبوت نہیں ہیں۔ تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ان کو سکھا پڑھا دیتا ہے، اور پس پردہ ان کو سکھانے پڑھانے والا ان کو خوب استعمال کر رہا ہے۔ ماضی میں یہی لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور ہدایت پانے والے ہوں گے۔ مگر ہوا یہ کہ جب ان کے پاس ڈر سنانے والے صاحب آئے تو ان لوگوں کے اندر ان سے نفرت ہی بڑھی، اور ان لوگوں نے یہ کہا، سنئے صاحب! آپ ہیں نا وہ صاحب جن پر نصیحت نازل ہوئی ہے اور ہم سمجھتے ہیں آپ یقیناً مجنون ہیں۔

حاصل: نصیحت کی بے قدری کرنے والا ناصح سے منہ پھیر لیتا ہے، مگر وہ اپنے لیے ناصح کے رویئے میں بے پناہ جذبہ خیر خواہی کو نظر انداز نہیں کر سکتا، اس لیے اسے مجنون اور سکھایا پڑھایا مجنون کہتا رہتا ہے۔

وقف لازم

إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿١٥﴾ ہم تھوڑے وقت کے لیے عذاب کو کھول دیتے ہیں مگر تم اپنے کاموں کی طرف لوٹ جاتے ہو۔

عذابِ اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ کا مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ عذاب ادنیٰ میں مبتلا ہو کر منکرینِ حق ہمیشہ یہ کہتے ہوئے پائے گئے ہیں، کہ ہم سے عذاب کو ہٹا دیا جائے ہم ایمان لانے والے بنیں گے۔ مگر عذاب کے ہٹا دیئے جانے کے بعد وہ اپنی سابقہ ڈگر پر لوٹ جاتے ہیں، اور اس عہد کو جو عذاب کے وقت انہوں نے کیا ہوتا ہے، بھلا دیتے ہیں۔

حاصل: اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے عذاب میں پکڑے جائیں تو ایمان لانے کا عہد کرتے ہیں اور لمبی چوڑی دعائیں کرتے ہیں۔ عذاب کھول دیا جائے تو پھر وہی کرنے لگتے ہیں جو پہلے کرتے رہے تھے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ﴿١٦﴾ جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔

عذابِ اکبر قیامت کے دن ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی شدید پکڑ ہوگی۔ مجرمین سے انتقام لیتے وقت انہیں ان کے کیے کی ہی جزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ اس بڑی پکڑ کے بارے میں آگاہ ہو جانے کے بعد اس سے غافل رہنا، بڑے غرور کا ثبوت ہے۔ غرور اور استکبار سے جرائم کی ابتدا ہوتی ہے، اور اللہ بڑی عزت والا، انتقام لینے والا ہے۔

حاصل: مخلصین سے دعوتِ حق کو سن کر، ان سنی کر دی جائے اور انہیں مجنون کہتے ہوئے ان سے اعراض کیا جائے، اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے گمراہی کو اپنا معمول بنا لیا جائے، تو اللہ مجرمین سے یقیناً انتقام لے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ لا اور بے شک ان سے قبل ہم نے قوم فرعون کو دیکھا اور ان کے پاس ایک رسول کریم تشریف لائے۔

جو راستہ کسی نے اختیار کیا ہوا ہو، اس راستے پر پہلے چلنے والوں کا انجام معلوم ہو جائے تو اس سے اصلاحِ حال میں بڑی مدد ملتی ہے۔

Marfat.com

ماضی کے واقعات سے حال کی مماثلت کو واضح فرمایا گیا ہے۔ منکرینِ حق کو بتادیا گیا ہے کہ جس راہ پر وہ گامزن ہیں، قومِ فرعون بھی اسی راہ پر گامزن تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیکھا گیا کہ قومِ فرعون حق کو مانتی ہے یا ان آسائشوں کو مقصود بنا چکی ہے جو اسے حاصل تھیں۔ قومِ فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اللہ کے حکم سے ہوئی، اور اللہ نے یہ دیکھنا چاہا کہ اس کے رسول کریم سے یہ لوگ کس طرح پیش آتے ہیں۔ اللہ کا رسول ہمیشہ کریم ہی ہوتا رہا ہے، کہ اس کی اپنی تو کوئی بات ہوتی ہی نہیں تھی، اس کی بات تو اللہ کی بات ہوتی تھی۔ جس کی بات حق ہو، جس کا عمل سند کا درجہ رکھتا ہو، بندوں میں وہ بڑا عزت والا ہے۔

حاصل: حال پر اپنے مقام کو دیکھنا چاہئے، اپنے رخ کو دیکھنا چاہئے۔ ماضی سے سبق لینے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔ جس کی بات حق ہو، بندوں میں وہ بڑا عزّت والا ہے۔

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۙ﴿۱۸﴾

کہ اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کر دو، میں تمہارے لیے رسولِ امین ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس آ کر حق کو بیان کیا، اپنی صداقت کی اسناد دکھائیں اور اس سے یہ کہا کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جن کو تم نے غلام بنا رکھا ہے، ان کو آزاد کر دے اور ان کو میرے سپرد کر دے، یہ اللہ کا حکم ہے جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ ان لوگوں کو میں اللہ کے حکم کے مطابق سنبھالوں گا اور جہاں لے جانے کا حکم ہوگا لے جاؤں گا۔ میری اس بات کو درخواست نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ہے، بلکہ اس کو اس تناظر میں دیکھا جائے کہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسولِ امین ہوں، تمہیں وہی کہتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حکم ہوتا ہے، اور تمہارے بارے میں اللہ کا فریضہ میری شہادت سے تعلق رکھتا ہے۔

حاصل: مجبور لوگوں کو آزادی دلانا کہ وہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کر سکیں بہت بڑی خدمت ہے۔ اپنے مقام اور مرتبے کا اظہار بھی حق کے مطابق ہونا چاہئے۔

وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۚ﴿۱۹﴾

اور یہ کہ اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو، میں تمہارے پاس روشن سند لایا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا ذکر کرنے کے بعد قومِ فرعون سے یہ کہا کہ میری مخالفت کے معنی قطعاً اللہ کے مقابل سرکشی ہے، کہ میں اس کا بھیجا ہوا ہوں، اسی کی بات کرتا ہوں، اور میں اللہ کا رسول ہونے کے حوالے سے تمہارے پاس روشن سند بھی لایا ہوں۔ میری صداقت کا ثبوت دیکھ لینے کے بعد اگر تم میری مخالفت پر کمر بستہ رہو گے، تو یہ اللہ سے تمہاری عملاً دشمنی ہوگی، اور اس کا نتیجہ وہی ہوگا، جو اللہ کے مقابل سرکش لوگوں کا ہوتا رہا ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والوں کی مخالفت کرنا، اللہ کے مقابل سرکشی کرنا ہے۔ حق پہنچانے والوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینا چاہئے۔

وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾

اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے ربّ کی اور تمہارے ربّ کی، اس سے کہ تم مجھے رجم کرو۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت کو کہ تم لوگ اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو، فرعون اور اس کی قوم نے نہ مانا اور فرعون نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کروں اور اسے کہوں کہ وہ اپنے ربّ کو پکارے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس حال پر یہ فرمایا کہ تم نے اللہ کے مقابل سرکشی کی راہ کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے، تو میں اپنے ربّ کی پناہ لیتا ہوں، وہی تمہارا بھی ربّ ہے۔ جس کی میں پناہ لیتا ہوں وہی قادرِ مطلق ہے، اس قادرِ مطلق کی پناہ لینے والے کو یہ خوف کیوں کر ہوسکتا ہے کہ تم لوگ اسے سنگسار کردو گے۔

حاصل: منکرینِ حق جب حق کی مخالفت کو اپنا مقصدِ حیات بنالیں اور اللہ کے مقابل سرکشی کرنے لگیں، تو ان سے یہ کہنا چاہئے: میں اپنے ربّ کی پناہ لیتا ہوں، جو تمہارا بھی ربّ ہے۔ قادرِ مطلق سے مقابلے میں نہ کوئی جیتا ہے نہ جیت سکتا ہے۔

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے کنارہ کشی کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون سے جو آپ کو ختم کرنے کا ارادہ کرچکے تھے یہ کہا، کہ تم لوگ اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو یہ یقیناً تمہارے لیے بھلائی کی صورت نہیں ہے مگر اس کے ساتھ تم مجھے ختم کرنے کی سازشیں بھی کر رہے ہو، یہ سازشیں تمہیں مٹا کر رکھ دیں گی۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مجھ سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے غالب رہنے کا علم تو تھا، آپ رسولِ کریم تھے، اور آل فرعون اپنی سازشوں کی وجہ سے جس ہلاکت میں مبتلا ہونے والے تھے اس ہلاکت سے ان لوگوں کے بچاؤ کی راہ بھی آپ نے ان کو بتادی۔

حاصل: تبلیغ حق کرنے والوں کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو بھلائی کی راہ دکھاتے رہیں۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ تو آپ نے اپنے ربّ کو پکارا کہ یہ لوگ یقیناً مجرم قوم ہیں۔

جب آلِ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی سازشوں کو بڑھا دیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مرتبہ رسالت کے حوالے سے اس قوم کے بارے میں یہ شہادت دی کہ یہ لوگ قطعاً مجرم ہیں، اور جو کچھ بھی انہیں حاصل ہے یہ اس کو خلافِ حق ہی استعمال کرتے ہیں اور گمراہی کو پھیلانے میں ہمیشہ سرگرمی دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو شاہد بنا کر بھیجا ہے، اس کی شہادت اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مقام رکھتی ہے۔

حاصل: شاہد کی گواہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مقام رکھتی ہے، اس لیے شاہد کی بات کو عام لوگوں کی بات نہیں جاننا چاہئے۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ تو راتوں رات میرے بندوں کو لے جایئے، وہ لوگ آپ کے پیچھے آئیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس گواہی کے بعد جو آپ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں دی اور اللہ کے دربار میں یہ

گزارش کی کہ یہ لوگ عطائے الٰہی کو مخلوق کے بہکانے پر لگا رہے ہیں اور قطعاً مجرم ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ملا، کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے جایئے اور آگاہ رہیے کہ وہ لوگ آپ کا پیچھا کریں گے۔ جس مقام سے آپ کو چلنا تھا وہاں آپ کی قوم مقہور تھی۔ لوگوں کو آگاہ کرنا کہ انہیں راتوں رات فلاں مقام پر پہنچنا ہے، طاقتور لوگوں کو یہ بتانا کہ کمزور لوگوں کو سہارا دے کر منزل پر پہنچانا ان کی ذمہ داری ہے، تعمیلِ حکم میں اپنی سوچ کو ساکن رکھنا تنظیم کو مضبوط بناتا ہے، مقررہ وقت میں اس سفر کو پورا کرنا ضروری ہے، اور اس کے علاوہ بھی ضروری ہدایات آپ نے بنی اسرائیل کو دیں۔ انہیں یہ بھی بتایا کہ فرعون مع اپنے لشکروں کے ہمارا پیچھا کرے گا، اور اس کی ہلاکت سے پہلے تم اس کو پوری قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھو گے۔

حاصل: دشمن قوم کے چنگل سے اپنے ساتھیوں کو بچا کر لے جانا، اللہ کی مہربانی سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ ظالم جب یہ دیکھیں کہ مظلوم ان کے دائرہ اختیار سے باہر جا رہے ہیں تو وہ اپنی قوت کے مظاہرے کی حد کر دیتے ہیں۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ اور دریا کو تھما ہوا رہنے دیجئے، بے شک وہ لشکر غرق ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا تھا کہ آپ دریا پر پہنچ کر اپنا مبارک عصا پانی پر ماریں گے، دریا میں آپ کے گزرنے کا راستہ بن جائے گا، آپ کے ساتھی سلامتی سے دریا کو پار کر جائیں گے، اس کے بعد بھی دریا کو اسی حالت میں رہنا چاہئے۔ جب تک فرعون اور اس کے سب لشکر دریا میں داخل نہ ہو جائیں دریا کی اسی حالت کو قائم رکھا جائے، جب یہ ہو جائے پھر دریا کو اپنی حالت پر آنے دیا جائے، فرعون اور اس کے لشکروں کو غرق ہوتے دیکھنا آپ کو نصیب ہوگا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی توفیق ہمیشہ پوری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا اختیار بڑی شان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا شرف دیکھئے کہ دریا اس وقت تک تھما رہا جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا چاہا۔ اللہ تعالیٰ جس کو سزا دینا چاہے وہ کہاں بھاگ کر جا سکتا ہے۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۲۵﴾ وہ لوگ کتنے باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔

زینتِ حیاتِ دنیا تو کسی کے ساتھ جاتی ہی نہیں۔ آلِ فرعون کو اپنی ملکیت پر بڑا ناز تھا۔ وہ بہت بڑے بڑے باغات کے مالک تھے۔ ان کی زراعت بڑی شان رکھتی تھی، کہ ان کے ہاں بہت چشمے جاری تھے۔ اللہ کی عطا یہ دیکھنے کے لیے تھی کہ وہ حیاتِ دنیا میں کونسا رخ اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی عطا کو اپنا امتیاز بنایا اور استکبار کرنے لگے، اور جن باغات اور چشموں پر وہ لوگ فخر کرتے تھے، ان کو پیچھے چھوڑ گئے اور خود عبرتناک انجام کو پہنچے۔

حاصل: باغات اور چشمے اللہ کی عطا جان کر استعمال کئے جائیں، تو نتیجہ خیر ہوگا ورنہ انجام عبرتناک ہوگا۔

وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ﴿۲۶﴾ اور کھیتیاں اور عالی شان محلات۔

آلِ فرعون کی زراعت بھی بڑے وسیع رقبے پر تھی۔ ان کی فصلیں خوب ہوتی تھیں۔ ان کے محلات بڑے عالی شان تھے۔ ان لوگوں

نے عطا کرنے والی ذاتِ پاک کو جس کا کوئی شریک نہیں، نہ دیکھا اور اپنی کھیتیوں اور محلات پر ناز کرنے لگے۔ آلِ فرعون تو غرق کر دیئے گئے اور ان کی کھیتیاں اور محلات پیچھے رہ گئے۔ اس سے روشن ہوا، کہ مالکِ حقیقی بہر حال اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حاصل: اپنی حیثیت کو اس طرح دیکھنا چاہئے کہ مالکِ حقیقی کی شان ہمیشہ پیشِ نظر رہے، ورنہ توازن درست نہیں رہ سکتا۔

وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ ۙ﴿۲۷﴾ اور دوسری نعمتیں جن میں وہ مگن رہتے تھے۔

آلِ فرعون کو باغات، چشمے، کھیتیاں، محلات اور دوسری بہت ساری نعمتیں حاصل تھیں اور وہ ان نعمتوں میں مگن رہتے تھے۔ ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ نعمتوں کے استعمال میں انہیں سلامتی کا رخ اختیار کرنا چاہئے، ورنہ یہی نعمتیں ان کے لیے باعث ہلاکت ہو جائیں گی۔

حاصل: نعمتوں کو اللہ کی عطا جاننا چاہئے، اور اللہ کی رضا کے مطابق ان کے استعمال کو باعثِ عافیت جاننا چاہئے۔

كَذٰلِكَ ۖ وَاَوۡرَثۡنٰهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۲۸﴾ ہم نے یونہی کیا اور دوسری قوم کو ان کا وارث کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مصائب و آلام سے گزرتے وقت، صبر کی تلقین کے ساتھ یہ بشارت بھی دی تھی کہ عن قریب تمہارا رب، تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور تمہیں زمین میں خلافت دے گا پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (۱۲۹:۷) بنی اسرائیل پر یہ مقام اللہ کی مہربانی سے یقیناً آیا اور وہ ان باغات کے، چشموں کے، خزانوں کے اور محلات کے وارث ہوئے، جن سے آلِ فرعون کو اللہ نے نکال باہر کیا تھا۔ (۲۶:۵۹) مالکِ کل، قادرِ مطلق ہے، وہ کسی مجرم کو ہلاک کرنا چاہے تو اسے دیر نہیں لگتی، اور اللہ جس قوم کو وارث بنانا چاہے اس قوم کے ضعف، اس کی کم سامانی اور اس کی دوسری کوتاہیوں کو دور کرنے میں بھی اللہ کو دیر نہیں لگتی۔ قادرِ مطلق جو چاہے کر سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی قدرت کے سامنے ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ کو کسی مجرم قوم سے انتقام لینے میں بھی دیر نہیں لگتی اور کسی کمزور قوم کو اس کی جگہ وارث بنانے میں بھی دیر نہیں لگتی۔ ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہے، اس کو اللہ کے فضل کی بدولت ہی جاننا چاہئے۔

فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ﴿۲۹﴾ؑ تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔

ع ۱ ۲۹ ۱۴

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (۵:۳۹) جب آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طوعاً یا کرہاً حاضری کا حکم ہوا تو دونوں نے یہ عرض کیا، ہم طوعاً حاضر ہیں۔ (۱۱:۴۱) اس سے آسمان اور زمین کے شعور کا ثبوت ملتا ہے۔ زمین اگر فرش ہے تو آسمان چھت ہے، یوں یہ دونوں مکان ہیں۔ مکین اگر حق کے مطابق رہے تو اس سے مکان کو بھی راحت ہوتی ہے۔ اور جس کی موجودگی باعث راحت ہو اس کے رخصت ہونے سے دکھ بھی ہوتا ہے۔ اس کے خلاف جب مکین خلافِ حق کرنے کو اپنا معمول بنالیں تو مکان کو ان سے کراہت ہونے لگتی ہے اور جس کی موجودگی باعثِ کراہت ہو، اس کے جانے سے خوشی ہوتی ہے۔ آلِ فرعون کی ہلاکت اور خاتمے پر آسمان اور زمین کو کوئی دکھ نہیں ہوا۔ ہلاکت کے وقت لوگ ایمان لانے کا دعویٰ تو کیا ہی کرتے ہیں، مگر اس دعوے کی اہمیت کچھ نہیں ہوتی جس

Marfat.com

کے ساتھ شہادت نہ پیش کی جاسکے، اس لیے عمل کے لیے دی گئی مہلت کے خاتمے پر کسی کی توبہ قابلِ سماعت نہیں ہوتی۔

حاصل: اگر ہم حق کے مطابق رہیں تو آسمان اور زمین کو ہماری موجودگی سے راحت ہوگی، ہمارے جانے سے ان کو دکھ بھی ہوگا۔ موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوا کرتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (۴۰) میں ارشاد فرمایا ہے:...اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ﴿۵۱﴾ بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں، اور ایمان والوں کی مدد کرتے ہیں، حیاتِ دنیا میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

وَلَقَدۡ نَجَّیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ ﴿۳۰﴾ — اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر قہر کرنے کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ وہ انہیں اسطرح ایذا دیتا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ (۱۲۷:۷) بنی اسرائیل نے اپنی بے بسی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ہمیں آپ کی تشریف آوری سے پہلے بھی ایذا دی جاتی رہی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی ایذا دی جارہی ہے۔ آپ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور ان کے سامنے آلِ فرعون کی تباہی کی پیش گوئی بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی، کہ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی کی حیثیت ہوتی ہی کیا ہے۔ کوئی عددی قوت، کوئی سامان حرب، کوئی جنگی تیاری اللہ کی قدرت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی، اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

حاصل: اللہ کی قدرت کے سامنے منکرینِ حق کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَالِیًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۱﴾ فرعون سے، بے شک وہ سرکشی کرنے والا، اسراف کرنے والا تھا۔

فرعون سے نجات بنی اسرائیل کے لیے ایک رُسوا کُن عذاب سے نجات تھی۔ فرعون زمین میں فساد کرتا تھا۔ اہل زمین کو گروہوں میں تقسیم کرنا اور ایک گروہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے رہنا اس کی سرکشی تھی اور اللہ کی عطا کو اپنی خواہشات پر لگاتے چلے جانا اسراف تھا۔ سرکشی کرنے والا، اسراف کرنے والا ان لوگوں کے لیے جن پر اس کی حکومت ہوتی ہے، رسوا کُن عذاب کا درجہ رکھتا ہے۔

حاصل: سرکش و مسرف حاکم، لوگوں کے لیے رُسوا کُن عذاب کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ ہی ایسے عذاب سے نجات دیتا ہے۔

وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۲﴾ اور ہم نے انہیں اپنے علم کی بنا پر عالمین پر فضیلت دی۔

بنی اسرائیل کمزور کر دیئے گئے تھے، اللہ نے ان پر احسان کیا، ان لوگوں کو امام بنایا، اور ان کو وارث بنایا۔ (۵:۲۸) بنی اسرائیل کے صبر کی بدولت اللہ نے ان کو یہ شرف بخشا کہ انہیں عالمین پر فضیلت نصیب ہوئی (۱۴۰:۷) اللہ کا فیصلہ ہمیشہ علم سے ہوتا ہے۔ جب تک

Marfat.com

وجہ فضیلت قائم رہے گی، فضیلت قائم رہے گی، یہی بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔

حاصل: اللہ کا فیصلہ ہمیشہ علم سے ہوتا ہے، اس میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ وجہِ فضیلت نہ رہے گی تو فضیلت ختم ہو جائے گی۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اور ہم نے انہیں نشانیاں عطا فرمائیں، جن میں صریح انعام تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں آلِ فرعون پر جب بھی کوئی عذاب آیا، تو بنی اسرائیل کو اس عذاب سے بچایا گیا۔ اس طرح انہوں نے اللہ کی قدرت کی نشانیوں کا بارہا مشاہدہ کیا۔ آلِ فرعون کی ہلاکت بھی اللہ کی قدرت کی نشانی تھی، یہ بھی ان لوگوں کے لیے ایک رسواکن عذاب سے نجات تھی۔ پھر ان کو من وسلویٰ عطا ہوتا رہا، صحرا میں ان کو بادل کا سایہ نصیب ہوتا رہا، اور بھی بہت سی آسانیاں اللہ نے ان کو عطا کیں۔

حاصل: اللہ کی مہربانیوں کو اپنی زندگی میں دیکھنا چاہیے، اور ان کی قدر کرنی چاہیے۔ ان کا ذکر بھی کرنا چاہیے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ یہ مشرک لوگ کہتے ہیں۔

اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو نہ دیکھنے والے، اللہ کی مہربانیوں کی قدر نہ کرنے والے اور جب خلافِ حق کرنے کے انجام سے آگاہ کیا جائے تو بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے والے لوگ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ ان کا گمان ان کو حقائق کے مقابلے میں بہت اہم نظر آتا ہے۔

حاصل: بے سند باتیں کرنا مشرکین کا طریق زندگی ہے۔

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ بس یہ تو ہماری ایک موت ہی ہے اور ہم ہرگز زندہ نہیں ہوں گے۔

مشرکین یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک بار مرنا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمارا معاملہ ختم ہو جائے گا، اور ہم جزا کے لیے ہرگز زندہ نہ ہوں گے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں اور پھر نئے سرے سے پیدا کر دیے جائیں گے۔ (۱۷:۹۸) بس یہ تو حیات دنیا ہی ہے کہ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں ہونا ہے۔ (۲۳:۳۷) جزا کا انکار مشرکین ہر زمانے میں کرتے رہے ہیں، اور جزا کا انکار بعث بعد الموت کو نہ ماننے سے ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل: بندے کا اس دنیا میں آنا بھی اس کی مرضی سے نہیں ہوتا، اس دنیا سے جانا بھی اس کی مرضی سے نہیں ہوتا، بعث بعد الموت کے بارے میں اس کی بات کیا اہمیت رکھتی ہے۔

فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ تو لے آیئے ہمارے آباء کو اگر آپ سچے ہیں۔

مشرکین بعث بعد الموت کا انکار کسی علم کی بنا پر نہیں کرتے، یہ تو محض ان کا گمان ہے کہ بس یہی زندگی ہے اور یہی موت ہے۔ اور جب

Marfat.com

ان پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے، تو ان کی حجت یہی ہوتی ہے کہ اگر اس میں صداقت ہے تو ہمارے باپ دادا کو لا کر دکھایئے۔ (۲۵:۴۵) یہ حجت قطعاً جہالت سے تعلق رکھتی ہے۔ بعث بعد الموت کا مقام تو اجل مسمّٰی کے اختتام پر ہوگا، اور صور اسرافیل سے لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کسی کے آباء کو اس کے سامنے لا کر دکھانے کا تو کبھی دعوٰی ہی نہیں کیا گیا، پھر تبلیغِ حق کرنے والوں کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط کیسے لگائی جاسکتی ہے۔

حاصل: علم کی بنا پر بات کرنے والے اور گمان کی بنا پر بات کرنے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ہماری حجت کا تعلق علم سے ہونا چاہیئے۔ جو حجّت جہالت سے تعلق رکھتی ہو، اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

کیا یہ بہتر ہیں یا قومِ تبّع اور وہ جو ان سے پہلے گزرے۔ ہم نے انہیں ہلاک کردیا، بے شک وہ مجرم تھے۔

حقائق کو نہ ماننے والے خسارے میں مبتلا ہوتے رہے ہیں۔ قومِ تبّع کے لوگ جسمانی قوت کے لحاظ سے، مادی شان وشوکت کے لحاظ سے بلند درجے پر تھے۔ قومِ عاد اور قومِ ثمود بھی بڑے قوی لوگ تھے اور ان کی مہارت کے آثار یہ بتاتے ہیں کہ وہ بڑی شان وشوکت رکھتے تھے۔ مگر یہ لوگ حق کو نہ ماننے کی وجہ سے مجرم تھے۔ ان کا انجام ہلاکت ہی ہوا۔ اب جو ان کے راستے پر چلے گا اور ان کے مقابلے میں کم قوت والا ہوگا اور تھوڑی صلاحیتوں کا مالک ہوگا، اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو راہِ ہلاکت کو اختیار کرنے والے پہلے لوگوں کا ہو چکا ہے۔

حاصل: بڑی قوت والے لوگ بڑی استعداد والے لوگ، خلافِ حق کرنے کے جرم مین ہلاک کیے جاچکے ہیں، اس لیے اپنے انجام کو دیکھنے میں کوتاہی خلافِ عقل ہوگی۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، کھیل کے طور پر خلق نہیں کیا۔

آسمانوں کی تخلیق بہت بڑا کام ہے، زمین کی تخلیق بہت بڑا کام ہے۔ آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ بھی ہے، اللہ کے علم سے پیدا کیا گیا ہے۔ کوئی شے بغیر مقصد کے وجود میں آ نہیں سکتی۔ اللہ نے ہی سب کچھ پیدا کیا ہے، اور اللہ نے ہی ہر شے کی اس کی ضروریات کے حوالے سے ربوبیّت بھی کی ہے۔ اتنی وسیع کائنات اور اس میں ایسا اعلیٰ درجے کا نظم، اس سے حضرتِ انسان کی آنکھیں کھلنی چاہئیں کہ یہ سب کھیل تماشہ نہیں ہے۔

حاصل: اپنے مقصدِ حیات کو دیکھنا چاہیئے۔ کھیل تماشے میں وقت کو ضائع کرنا، متاعِ حیات کو ضائع کرنا عقل مندی نہیں ہے۔ کام کو ہمیشہ با مقصد ہونا چاہیئے اور مقصد کو حق کے مطابق ہونا چاہیئے۔

مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے، لیکن ان میں اکثر علم نہیں رکھتے۔

Marfat.com

آسمانوں اور زمین کی تخلیق حق کے ساتھ ہوئی ہے۔ خالقِ کل نے کوئی شے بے مقصد تو بنائی ہی نہیں۔ اس کائنات میں جہاں بھی حق کے مقابل کوئی مقصد ٹھہرایا جائے گا، خرابی یقیناً ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اس کی سند نازل فرمائی ہے۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ ہر نفس اپنے کسب کی جزا پائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ (۴۵:۲۲) اس حقیقت کی وضاحت میں کبھی کوتاہی نہیں ہوئی، کہ حق وہی ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور مقصدیت اسی حوالے سے روشن ہو سکتی ہے۔ مگر لوگوں کی اکثریت اس کائنات کو اپنے گمان سے جاننے کی کوشش کرتی ہے، اس لیے حق کا علم انہیں نہیں ہوتا۔

حاصل: ہمارا مقصد ہر مقام پر حق کو ادا کرنا ہونا چاہئے۔ علم والوں کو ہمیشہ اسی راہ پر رہنا چاہئے۔

اِنَّ يَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِيۡقَاتُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَۙ ﴿۴۰﴾ بے شک فیصلے کا دن ان سب کے لیے وقتِ مقرر ہے۔

جزا کا انکار کرنے والے لوگوں کو جب قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو وہ ایک جھڑک ہی ہوگی، جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔ (۳۷:۱۹) اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری یہ تو یوم الدین ہے۔ (۳۷:۲۰) اس وقت یہ فرمایا جائے گا: یہ ہے وہ فیصلے کا دن جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ فیصلے کا دن وہ دن ہے جو کافروں پر بہت بھاری ہوگا۔ اس دن ہر ایک پر واضح ہو جائے گا کہ اس نے کیا کیا اور حق کے حوالے سے اسے کیا کرنا چاہئے تھا۔ اس دن حق کو ماننے والے فلاح پائیں گے، نہ ماننے والے خسارے میں پڑیں گے۔ اللہ نے فیصلے کا دن مقرر کر کے یہ روشن کیا ہے کہ اس دن ہر ایک سے پوچھ ہوگی، کہ اس نے عطاءِ الٰہی کو حق کے مطابق استعمال کیا یا حق کے خلاف استعمال کیا۔

حاصل: فیصلے کے دن کو ماننے والے ہی حال پر ٹھیک رہ سکتے ہیں۔

يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ مَوۡلًى عَنۡ مَّوۡلًى شَيۡـًٔـا وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَۙ ﴿۴۱﴾ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی ان کی نصرت ہوگی۔

منکرینِ حق کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ فیصلے کے دن ان کی دوستی بے حقیقت ہوگی، وہ ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آئیں گے، اور نہ ہی ان کی کسی طرف سے مدد ہوگی۔ مومنین کی نصرت تو حیاتِ دنیا میں بھی ہوتی ہے اور اس دن بھی ہوگی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔ (۴۳:۶۷)

حاصل: منکرینِ حق کی ایک دوسرے سے دوستی بھی فیصلے کے دن کچھ کام نہ آئے گی اور ان کے گمان کے مطابق کوئی ان کی شفاعت بھی نہیں کرے گا۔ ان کی نصرت کا مقام ہی نہیں رکھا گیا۔

ع ۲ ۱۴ ۱۵ **اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۴۲﴾** مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ بے شک وہی عزت والا، رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہوتا۔ وہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ جس پر رحم فرمائے گا یقیناً وہ اس کے رحم کا مستحق ہوگا، اور اللہ کو کوئی پوچھنے والا تو ہے ہی نہیں۔ اللہ کی قدرت کے احاطے سے باہر کچھ نہیں ہے۔ وہ رحم فرمانا چاہے تو بھی اپنے علم سے رحم فرماتا ہے اور اس سے بڑا

Marfat.com

کوئی علم والا نہیں ہے۔

حاصل: اللہ سے اس کا رحم مانگنا چاہئے۔ اللہ عزّت والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذاریات (۵۱) میں ارشاد فرمایا ہے: وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ اور نصیحت فرمائیے کہ نصیحت مومنین کو نفع دیتی ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ بے شک زقّوم کا شجر۔

تھوہر کا درخت، فیصلے کے دن سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک درخت ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے: کہ جہنّم میں ہوتا ہے اور اس کے شگوفے شیاطین کے سروں کی طرح ہوتے ہیں۔ منکرینِ حق نے حیاتِ دنیا میں اللہ کی عطا کو جس طرح استعمال کیا، وہ جس طرح اسراف کرتے رہے، یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آخرت کی زندگی میں انہیں زقّوم نصیب ہوگا۔ زقّوم کا دیکھنا بھی تکلیف دہ ہوگا اس کا کھانا بھی تکلیف دہ ہوگا۔

حاصل: زقّوم سے کسی درخت کو تشبیہ نہیں دینی چاہئے کہ یہ جہنّم سے تعلق رکھتا ہے۔

طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ گناہ گاروں کا طعام ہے۔ معانقۃ ۱۲

گناہ گاروں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ زقّوم سے پیٹ بھریں گے۔ (۶۶:۳۷) یہ طعام بذاتِ خود سخت عذاب ہوگا، کہ طعام کی ضرورت بھی شدّت سے ہوگی، اور یہ طعام دیکھنے میں بھی تکلیف دہ ہوگا، ذائقے اور بو کے اعتبار سے بھی تکلیف دہ ہوگا۔ اس سے کراہت بھی ہوگی، اور اس کراہت کے باوجود اسی کو استعمال بھی کرنا پڑے گا۔

حاصل: گناہ گاروں کی طرح کھانا راہِ عذاب پر ہونے کا ثبوت ہوگا۔ گناہ گاروں کے کھانے میں خواہشات کا اتباع بھی ہوتا ہے، اسراف بھی ہوتا ہے، آخرت میں ان لوگوں کو وہ طعام ملے گا، جس کا نام زقّوم ہے۔

كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ پگھلی ہوئی دھات کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔

زقّوم کے کھانے کے بعد منکرینِ حق کی کیفیت یہ ہوگی، کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ کھانا ان کے بطون میں جوش مارے گا، اور وہ جوش ایسا ہوگا جیسا بہت بڑے درجہ حرارت پر پگھلنے والی دھاتوں میں جوش آتا ہے۔ اس جوش سے بطون میں جو جلن پیدا ہو گی، اس کو الفاظ میں کب بیان کیا جا سکتا ہے۔

حاصل: ایسا کھانا جو پیٹ میں سخت حدّت پیدا کرے قطعاً نقصان دہ ہوتا ہے۔

كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ جیسے کھولتا ہوا پانی۔

زقّوم کے کھانے سے جو عذاب پیدا ہوگا، اس کو مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ منکرینِ حق کے پیٹ میں اس سے ایسا جوش پیدا ہوگا، جیسے کھولتے ہوئے پانی کا جوش ہوتا ہے۔ خوراک اتنی کثیف ہوگی، کہ وہ پیٹ میں پگھلی ہوئی دھات کی طرح معلوم ہوگی، اور اس کثافت کے باوجود اس میں حدّت اس قدر شدید ہوگی کہ وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارے گی۔

Marfat.com

حاصل: کسی شے کے درجہ کھولاؤ کو کھولتے پانی کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ اسے پکڑو اور بھڑکتی آگ کی طرف گھسیٹ کر لے جاؤ۔

زقوم کھانے سے مجرم کے اندر سخت عذاب کی کیفیت پیدا ہوگی، تب فرشتوں کو یہ حکم دیا جائے گا، کہ اس کو پکڑو اور اس کے جلنے کے مقام پر لے جاؤ اور گھسیٹ کر لے جاؤ۔ اس طرح باہر کا عذاب بھی شروع ہو جائے گا۔ مجرم کی پکڑ بھی عذاب کا حصہ ہے، اسے اس مقام تک گھسیٹ کر لے جانا بھی عذاب کا حصہ ہے جس کا وہ اپنے غیر صالح اعمال کی وجہ سے مستحق ٹھہرا ہے، اور بھڑکتی آگ تو عذاب ہے ہی۔

حاصل: اندر کے عذاب کے بعد باہر کا عذاب ہوگا۔

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ پھر اس کے سر پر جلتے پانی کا عذاب ڈالو۔

قیامت کے دن مجرم کو اس کے غیر صالح اعمال کے حوالے سے کیا سزا دی جائے گی، اس کا فیصلہ کرنا اللہ کی شان کے لائق ہے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک کو اس کی کمائی کے مطابق جزا دیتا ہے۔ اندر کے عذاب کے بعد، باہر کے عذاب کا مقام ہوگا، اور مجرم کے سر پر جلتا پانی ڈال کر اسے مزید بڑھایا جائے گا۔ حق کے مقابل خودسری کرنے والے جان لیں کہ وہ اپنے لیے کیا کمائی کر رہے ہیں۔

حاصل: اللہ ہی مجرم کو اس کے غیر صالح اعمال کی پوری پوری سزا دے سکتا ہے اور یہ اللہ کی شان کے منافی ہے کہ اللہ کسی پر ظلم کرے۔

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ ذائقہ دیکھو، تم کو بہت طاقت ور اور باعزت ہونے کا زعم تھا۔

منکرینِ حق یہ کہا کرتے ہیں، کہ ہمیں عذاب نہیں ہوگا، ہم دنیا میں بھی طاقت اور عزت رکھتے ہیں، آخرت میں بھی ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن مجرم کو اندر کے عذاب کے بعد باہر کا عذاب دیا جائے گا پھر اس کے سر پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، پھر فرمایا جائے گا، تم کو بہت طاقت ور ہونے کا زعم تھا، بہت باعزت ہونے کا زعم تھا۔ جو کچھ تم کرتے رہے، اسی کی تم کو جزا دی جا رہی ہے، اب اس کا ذائقہ دیکھو۔

حاصل: اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو بڑا دیکھنا اور اپنے باعزّت ہونے کا زعم رکھنا وہ جرم ہے، جو عذاب میں مبتلا کرنے کے بعد مجرم کو یاد کرایا جائے گا، اور فرمایا جائے گا، اس کا ذائقہ دیکھو۔

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ بے شک یہ ہے وہ جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

عذاب کی شدّت کو الفاظ میں کب بیان کیا جا سکتا ہے، عذاب کے واقع ہو جانے کے بعد مجرموں سے فرمایا جائے گا: یہ ہے وہ عذاب جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا، تو تم اس میں شک کیا کرتے تھے۔ تمہیں بہت سی مثالیں دے کر قیامت کے بارے میں حقائق سے آگاہ کیا گیا،

Marfat.com

مگر تم مانتے ہی نہ تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ نہ ہونے سے ہونا بنا سکتا ہے، ہونے سے نہ ہونا بنا سکتا ہے۔ پہلے بھی اسی نے پیدا کیا ہے، دوبارہ پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ اس کی قدرت کے دائرے سے باہر کچھ بھی نہیں ہے۔ شک کرنے والے دیکھتے تو سب کچھ ہیں، مانتے نہیں۔ جب عذاب ان پر محیط ہو جائے گا، پھر ان سے فرمایا جائے گا، یہ ہے وہ جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ بے شک متقی لوگ مقامِ امن میں ہوں گے۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ وہ اپنے قول و فعل کو حق کے مطابق رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔ ان کی زبان پاک ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھ امین ہوتے ہیں۔ ان کا حال بھی امن سے تعلق رکھتا ہے ان کا مستقبل بھی امن سے تعلق رکھتا ہے۔ جو عطائے الٰہی کو امانت جانتے ہوئے حق کے مطابق تصرّف میں لائے، وہ امین ہے اور امن میں ہے۔

حاصل: عطائے الٰہی کو امانت جانتے ہوئے حق کے مطابق تصرّف میں لانے والے لوگ امین ہوتے ہیں۔ وہ حال پر بھی امن کے مقام پر ہوتے ہیں، آخرت میں بھی امن کے مقام پر ہوں گے۔

فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ باغوں اور چشموں میں۔

متقی حضرات کے مقام کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ ان کے مقامِ امن کا تعلق باغوں اور چشموں سے ہے۔ باغات اور چشمے باعث راحت ہوتے ہیں۔ متقین کی شان یہ ہے کہ اللہ انکا دوست ہوتا ہے، اللہ اپنے دوستوں کو جس طرح نواز سکتا ہے، اس کی مثال مل ہی نہیں سکتی۔ تقوے کا علم متقی حضرات کے اتباع سے ملتا ہے، کتاب و شنید سے نہیں ملتا۔

حاصل: باغات اور چشمے باعثِ راحت ہوتے ہیں، راحت اور امن لازم و ملزوم ہیں۔

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ ان کے لباس باریک اور دبیز ریشم کے ہوں گے، اور وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

متقین کو جن انعامات سے نوازا جائے گا، یہ ان کا ذکر ہے۔ مقامِ امن، باغات اور چشموں کے بعد لباس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ لباس قطعاً آرام دہ ہوگا، اور حسب ضرورت باریک یا موٹا ہوگا۔ اور متقی حضرات آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، اور ایک دوسرے کو دیکھنا جس قدر ان کے لیے باعث راحت ہوگا وہ محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

حاصل: لباس آرام دہ ہونا چاہئے، حسب ضرورت ہونا چاہئے، اور پاک لوگوں کو بیٹھتے وقت یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ آمنے سامنے بیٹھیں۔

كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اسی طرح ہوگا اور ہم ان سے غزّال چشم حوریں بیاہ دیں گے۔

Marfat.com

متقی حضرات کی جلوت کی زندگی میں جن راحتوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اللہ عطا فرمائے گا، اس لیے نعمتوں کی شان بہت بڑی ہوگی۔ جلوت کے ذکر کے بعد خلوت کی زندگی کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے۔ حور، متقی کے لیے ہوگی اور باعث راحت ہوگی، جسمانی طور پر بھی روحانی طور پر بھی۔ جلوت کے سکھ کے ساتھ خلوت کا سکھ بھی ضروری ہوتا ہے۔

حاصل: جلوت کے سکھ کے ساتھ خلوت کا سکھ بھی ضروری ہوتا ہے۔ جو زوجہ اپنے صاحب کے سکھ کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھے وہ بڑی آنکھوں والی ہوتی ہے، اس کا قرب خلوت میں یقیناً باعث راحت ہوتا ہے۔

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ وہ اس میں ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔

متقی حضرات خدائی مہمان ہوں گے۔ اللہ میزبان ہو تو اس کی عطا کا اعلیٰ ہونا، دائمی ہونا اور مفید ہونا بھی واضح ہے۔ اللہ کی معیت میں رہنے والوں کو حال پر بھی اطمینان ہوتا ہے، آخرت میں بھی اطمینان ہوگا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں یہ یقین کہ وہ اعلیٰ درجے کی ہیں، قطعاً مفید ہیں اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہیں، اہل جنت کے لیے باعث اطمینان ہوگا۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٥٦﴾ وہ اس میں پہلی موت کے علاوہ موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے۔ اور اللہ نے انہیں جہنّم کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

متقین اپنے ربّ کی عطا پر بہت خوش ہوں گے۔ موت کے دروازے سے وہ گزر چکے ہوں گے، اور موت کا دروازہ ان کے لیے وصال کا دروازہ بن چکا ہوگا۔ اس وصال کے بعد موت کا مقام ان پر کبھی نہ آئے گا۔ دائمی راحتیں انہیں حاصل ہوں گی۔ ان کا صبر بھی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا، ان کا شکر بھی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا، اور اللہ انہیں اپنے قرب سے نوازے گا۔ یوں وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

حاصل: متقی حضرات کے لیے موت کا مقام صرف ایک بار ہے۔ منکرین حق تو سزا کی شدت پر جہنم میں موت کو ترجیح دیں گے مگر موت انہیں نہ آئے گی۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہنا اور جلوت میں اللہ کے محبوب کے ساتھ باوضو رہنا بندے کے ذمے ہے، پاک رہنے والوں کو دوزخ کی آگ سے بچانا، اللہ کا کام ہے۔

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾ تمہارے ربّ کے فضل سے۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔

اللہ سے محبت رکھنے والے، حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرتے ہیں، اللہ انہیں اپنا دوست بنالیتا ہے اور ان کی کوتاہیوں کو بخش دیتا ہے۔ یہ فضل وکرم اس تعلق کی بدولت ہوتا ہے جو طلب ہدایت رکھنے والے، معلم کتاب وحکمت سے رکھتے ہیں۔ اللہ کے فضل کا حصول ہی بڑی کامیابی ہے۔ حیات بھی اللہ نے دی ہے، متاع حیات بھی وہی دیتا ہے، مہلت بھی وہی دیتا ہے، حق کا پہنچانا بھی اسی کا کام ہے، جزا دینے

والا بھی وہی ہے۔ مالک کل کی رضا حاصل ہو جائے تو یہی عظیم کامیابی ہے۔

حاصل: شاہد کی خوشی، اللہ کے فضل کا باعث بنتی ہے۔ مالک کل کی رضا کا حصول ہی عظیم کامیابی ہے۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ تو ہم نے اسے آپ کی زبان میں آراستہ کر دیا ہے تا کہ وہ نصیحت لیں۔

قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس میں ہدایت ہے، اس میں شفا ہے۔ اس میں حقائق کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں، کہ وہ ان سے سبق حاصل کریں۔ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنے کا راستہ دکھایا گیا ہے، اور وہ سب کچھ بیان فرمایا گیا ہے، جو طلب ہدایت رکھنے والوں کو درکار ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا، اس سے متعلق اپنا حال بھی لوگوں کے سامنے رکھا، دعوت اتباع کے ساتھ خوف وحزن سے نجات کی ضمانت بھی دی۔ نصیحت کو مانتا تو وہی ہے، جو ناصح کا قدردان ہو۔

حاصل: خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک، عربی زبان میں سند کا درجہ رکھتی ہے، کہ اسی زبان میں اللہ نے قرآن پاک کو علم وحکمت سے آراستہ کیا ہے۔ نصیحت کو ماننے کے لیے ناصح کا قدردان ہونا ضروری ہے۔

ع ۱۷/۱۶ **فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾** تو انتظار کیجئے، وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ایک دن ایسا آنے والا ہے، جس دن کافروں کو انکا ایمان لانا نفع نہ دے گا، اور نہ انہیں مہلت ہی دی جائے گی۔ (۲۹:۳۲) جو لوگ جہالت کو اپنی پہچان بنالیں، ان سے اعراض کرنے کا حکم ہے۔ اعراض کے بعد انتظار کا مقام آتا ہے، اور انتظار توفیق کے خاتمے کا ہوتا ہے۔ حق پہنچانے والے کا انتظار امر الٰہی کی تعمیل ہے، منکرین حق اس نتیجے کے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں جس سے ان کو آگاہ کیا گیا ہوتا ہے۔

حاصل: ہمارا رخ حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ جاہلین سے اعراض کرنے کے بعد انتظار کا مقام آتا ہے۔ جاہلین اس انجام کے واقع ہونے کا انتظار کرتے ہیں جس سے انہیں آگاہ کیا گیا ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ السجدہ (۳۲) میں ارشاد فرمایا ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ موڑ لیا۔ بے شک ہم مجرمین سے انتقام لینے والے ہیں۔

Marfat.com

ایاتھا ۳۷ ۴۵ سُورَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۵ رکوعاتھا ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ حروفِ مقطعات

یہ حروفِ مقطعات ہیں۔ ان کے پڑھنے کا معروف طریقہ ہے۔ ان پر خاموش رہنا حق ہے۔

حاصل: بولنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جس مقام پر ہم بولنے والے ہیں، وہاں بولنا حق ہو۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ اس کتاب کی تنزیل اللہ کی طرف سے ہوئی ہے جو عزیز وحکیم ہے۔

قرآنِ پاک کو ربّ العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے، کہ رخ کو درست رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ معیار یہی کتاب اللہ ہے۔ اللہ کی کتاب گزارشات پر مشتمل نہیں ہے۔ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا فرمان ہمیشہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

حاصل: قرآن پاک کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے، جس سے بڑی قوت والا بھی کوئی نہیں اور جس سے بڑی حکمت والا بھی کوئی نہیں۔ اس لیے رخ کو درست رکھنے کے لیے یہی بہترین معیار ہے۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ بے شک آسمانوں اور زمین میں مومنین کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، کھیل کے طور پر خلق نہیں کیا۔ (۳۸:۴۴) مومنین یہ یقین رکھتے ہیں، کہ اللہ نے کسی شے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا۔ آسمانوں کی تخلیق، ستاروں کی روشنی، شمس وقمر سے حاصل ہونے والے فوائد اور ان کا تسلسل، ہواؤں کا چلنا، موسموں کا تغیر وتبدل، زمین میں اگانے کی صلاحیت، دریاؤں کی موجودگی، راستوں کی موجودگی، پہاڑوں کی موجودگی، جانوروں کی موجودگی، حشرات الارض کی موجودگی، پرندوں کی موجودگی، اور دوسری بے شمار نشانیاں ہیں جن سے ایمان والے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انہیں اللہ کی قدرت بھی نظر آتی ہے، انہیں اس کی حکمت کا پتہ بھی لگتا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین میں اللہ کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ ان نشانیوں سے استفادہ وہی کرتے ہیں جو مومن ہیں۔ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اپنے مقام کو پہچاننا، اپنے حق کو دیکھنا، بندگی کا حق ادا کرنے میں بہت مدد دیتا ہے۔

وَفِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَمَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾ اور تمہاری تخلیق میں اور جانوروں میں جو اس نے پھیلا رکھے ہیں، یقین کرنیوالوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

Marfat.com

حضرت انسان کی تخلیق پہلے مٹی سے ہوئی، پھر ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے اس کی نسل ٹھہرائی گئی، پھر اسے درست فرمایا گیا، اس میں روح پھونکی گئی، اس کے لیے کان اور آنکھیں بنائی گئیں۔ ان مقامات پر خالقِ کل کی شان نظر آتی ہے۔ جو جانور بھی اللہ نے زمین میں پھیلا رکھے ہیں وہ ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کا ہمارے لیے مسخر ہونا، ان میں حلال وحرام کی حدود کا تعین، ان کی انواع و اقسام، ان سے حاصل ہونے والے فوائد کا تسلسل، ان کے لیے موزوں رزق کا اہتمام اور دوسری بہت سی نشانیاں اللہ کی قدرت اور اس کے علم مطلق کا پتہ دیتی ہیں۔ یقین کرنے والے ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ سے وہ تعلق بناتے ہیں جو عبد کا اپنے معبود سے ہونا چاہیے۔

حاصل: ہماری تخلیق میں اور ہمارے کام آنے والے جانوروں کی تخلیق میں اللہ کی قدرت اور اس کے علم مطلق کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اللہ سے ہمارا تعلق یقین پر قائم ہو تو بندگی کا حق ادا ہوگا۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٥

اور لیل ونہار کے اختلاف میں اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے رزق نازل فرمایا تو اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا، اور ہواؤں کی گردش میں، عقل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

لیل ونہار انسانی ضرورت ہیں۔ ان کا اختلاف اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ زندگی کا عمل، لیل ونہار کے اختلاف کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ زمین سے انسان کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جب اس میں اگانے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے تو وہ معنوں کے اعتبار سے ساکن ہو جاتی ہے، مُردہ ہو جاتی ہے۔ اسے اللہ آسمان سے پانی برسا کر زندہ کر دیتا ہے، اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد پھر سے حاصل ہونے لگتے ہیں۔ ہواؤں کی گردش بھی انسانی ضرورت ہے۔ موسموں کی تبدیلی کے بغیر زندگی کا حسن قائم نہیں رہ سکتا۔ عقل کرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ جس کے علم سے ہماری ضروریاتِ حیات پوری ہو رہی ہیں، اس سے بڑا ہمارا خیر خواہ اس سے بڑا کوئی پرواہ رکھنے والا نہیں ہے۔ عقل والے اپنی بھلائی اسی میں دیکھتے ہیں کہ اپنے علم کو اللہ کے علم کے تابع رکھا جائے۔

حاصل: لیل ونہار کا اختلاف، ہماری زندگی کی بڑی ضرورت ہے۔ زمین کی زندگی ہمارے لیے بہت اہم ہے اور زمین کو اللہ ہی زندہ رکھتا ہے۔ ہواؤں کی گردش ہمارے لیے بہت ضروری ہے، اللہ ہی اس ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ اپنے علم کو علم الٰہی کے تابع رکھا جائے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦

یہ اللہ کی آیات ہیں کہ ہم حق کے ساتھ تم پر تلاوت کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ اللہ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

مذکورہ حقائق سے اللہ کے عزیز وحکیم ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، انسانوں کو پیدا کیا ہے، ان کے لیے زندگی کی ضروریات کا بہترین بندوبست کیا ہے۔ لیل ونہار کے اختلاف سے انہیں سکھ دیا ہے۔ بارہا آسمان سے پانی برسا کر مُردہ زمین کو

Marfat.com

ان کے لیے زندہ کیا ہے۔موسموں کے تغیّر سے ان کو فائدہ پہنچایا ہے ۔ یہ تو سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔اب حق کا انکار کرنے والے وہ دکھائیں جو اللہ کے مقابل والوں نے پیدا کیا ہو۔(۱۱:۳۱) جب اللہ کے سوا کوئی خالقِ کل نہیں ہے،اور اللہ کی مخلوق کے سوا کوئی مخلوق نہیں ہے،تو پھر یہ منکرینِ حق،اللہ کو چھوڑ کر اور اس کی نشانیوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

حاصل: اللہ کی آیات کی تلاوت کا حق ادا کرنے کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔اللہ اور اس کی آیات پر ایمان نہ لانے سے بڑا تکبّر کیا ہوسکتا ہے۔آیاتِ خداوندی کا انکار ظلم ہے،اور اس کا نتیجہ گمراہی ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ خرابی ہے ہر جھوٹے،گناہ گار کے لیے۔

جو حق کے مقابل بے سند بات کرتا ہے،وہ جھوٹا ہے۔جو حق کے مقابل جھوٹ کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے وہ گناہ گار ہے۔ہر جھوٹے، گناہ گار پر شیاطین اترتے ہیں۔(۲۲۲:۲۶) اور جو شیاطین سے رہنمائی لے،اس کے لیے خرابی ہی ہوسکتی ہے۔

حاصل: جھوٹے اور گناہ گار کے لیے خرابی نہ ہو،یہ ممکن نہیں۔شیاطین کو رہنما بنانے والے کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾

اللہ کی آیات کو سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ استکبار سے حق کی مخالفت پر اڑا رہتا ہے، جیسے اس نے سنا ہی نہیں، تو اسے المناک عذاب کی بشارت دیجیے۔

جھوٹے،گناہ گار کا طریقِ زندگی یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ انہیں سنتا ہے،مگر حق کی مخالفت پر اڑا رہتا ہے،اور استکبار کرتے کرتے اس کا رویہ ایسے ہوجاتا ہے کہ جیسے اس نے حق کو سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں بوجھ ہے۔اس طرح حق کی مخالفت کرنے والے کو المناک عذاب کی خبر دینی چاہیے(۷:۳۱) کہ وہ یہ بھی سن لے کہ وہ کس انجام کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے۔

حاصل: اللہ کی آیات کو سن کر حق کی مخالفت پر استکبار سے اڑے رہنا غلط رویہ ہے۔جو حق کو سن کر ان سنا کردے، اسے المناک عذاب کی خبر دینی چاہیے۔

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ﴿۹﴾

اور جب ہماری آیات سے اسے کچھ معلوم ہو تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے رسوائی کا عذاب ہے۔

جھوٹے،گناہ گار کے بارے میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ جب حق کو سن کر ان سنا کرتے ہوئے اسے کسی نشانی کا پتہ لگتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔وہ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ بات نہیں کرتا،کہ اس سے اس کا استکبار قائم نہیں رہتا۔لوگوں کو الجھانا اور اللہ کی راہ سے بہکانا اسے بہت عزیز ہوتا ہے۔ایسے لوگ رسوائی کے عذاب کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے والا، کبھی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ حق کے بارے میں بات نہیں کرتا۔ حق کا مذاق اڑانے والے رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوا کرتے ہیں۔

مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَيۡـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ؕ ﴿۱۰﴾

اور جہنّم ان کے آگے ہے، اور ان کا کسب ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ جو اللہ کے مقابل دوست ٹھہرا رکھے تھے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

جھوٹے گناہ گار لوگوں کا مستقبل جہنم ہے، یہاں انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ ان لوگوں کا یہ زعم بھی بے حقیقت ثابت ہو جائے گا کہ اللہ کے حضور ان لوگوں کے دوست ان کے کام آئیں گے۔ اس دن اصلاح کی اہمیت بہت روشن ہوگی اور اس کو اختیار کرنا اس دن ممکن نہ ہوگا، اس طرح وہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل: اپنے رخ کو دیکھنا چاہئے کہ ہمارا کسب خلافِ حق نہیں ہونا چاہئے، اور اللہ کے دوستوں سے دوستی کا ثبوت ان کی صفات کو اپنا کر دینا چاہئے، یہ بڑے عذاب سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱/۱۷

یہ ہدایت ہے، اور جو لوگ اپنے ربّ کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے عذاب ہے، سخت المناک عذاب۔

قرآن پاک حقائق کو بیان کرنے والی کتابِ ہدایت ہے، اس ہدایت کو ماننے والے کا ہی بھلا ہوگا۔ اور جو لوگ اپنے ربّ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، یہ ظالم قیامت کے دن اپنے ہاتھ چبا ڈالیں گے اور پکاریں گے ہائے کسی طرح رسول کی معیت اختیار کی ہوتی، اور ہائے خرابی کسی طرح فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ (۲۵: ۲۷-۲۸) جھوٹے گناہ گار، ضدی اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے والے اور اللہ کی آیات کے انکار کو اپنی پہچان بنا لینے والے لوگوں کے لیے، اللہ کا عذاب ایسا ہوگا کہ اس کو دیکھتے ہی ان پر کپکپی طاری ہو جائے گی۔

حاصل: قرآنِ پاک کو ماننا باعثِ فلاح ہے، اپنے ربّ کی آیات کا انکار باعثِ عذاب ہے۔ جو لوگ آیاتِ الٰہی کے انکار کو اپنی پہچان بنا لیں، ان کے لیے سخت المناک عذاب ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان (۳۱) میں ارشاد فرمایا ہے: وَمَنۡ يَّشۡكُرۡ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ﴿۱۲﴾ اور جو شکر کرتا ہے، اپنے ہی بھلے کو شکر کرتا ہے، اور جو کفر کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا۔

اَللّٰهُ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَـكُمُ الۡبَحۡرَ لِتَجۡرِىَ الۡـفُلۡكُ فِيۡهِ بِاَمۡرِهٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۚ ﴿۱۲﴾

اللہ ہی ہے جس نے بحر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ اس کے امر سے اس میں کشتیاں چلتی رہیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرتے رہو۔

حضرت انسان کے لیے مسخر کی جانے والی بہت بڑی چیز سمندر ہے۔ اللہ نے ہی پانی میں یہ صفت رکھی ہے کہ وہ مساوی الحجم شے کو جو وزن میں کم ہو تیرا تا ہے، اور اگر کوئی شے اپنے مساوی الحجم پانی کے وزن سے بھاری ہو تو وہ ڈوب جاتی ہے۔ اللہ اگر پانی میں یہ صفت نہ رکھتا تو سمندر انسان کے لیے بڑی ہی تکلیف دہ چیز ہوتا۔ اللہ کے امر سے اس میں کشتیاں چلتی رہتی ہیں، اور انسان ان کشتیوں کے ذریعے بحری سفر کرتے ہیں، مچھلی وغیرہ کی صورت میں تازہ گوشت حاصل کرتے ہیں، مروارید اور مرجان حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے کی یہ صورتیں اللہ نے ہی رکھی ہیں۔ اللہ کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت انسان کو نعمت کے استعمال کے ساتھ معطی مطلق کی طرف بھی دیکھنا چاہئے، کہ اس نے اس نعمت کو بندے کے لیے کس قدر مفید بنایا ہے، اس کو کس مقام پر رکھا ہے، اس کے حصول میں کیا آسانیاں رکھی ہیں۔ شکر یہ تبھی ادا ہو گا جب کوئی نعمت اللہ کی رضا کے مطابق استعمال ہو گی۔ اللہ کی رضا ہمارے لیے اسوۂ رسول ﷺ میں موجود ہے۔

حاصل: بحر کا ہمارے لیے مسخر ہونا اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے میں جو اسباب ہمارے کام آتے ہیں وہ بھی اللہ کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ عطائے الٰہی کا شکر ادا کرنا بندے کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تمہارے لیے مسخر فرمائے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، اپنی طرف سے۔ بے شک اس میں فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

بحر کے مسخر فرمانے کے ذکر کے بعد یہ روشن فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین سے جو مفادات بھی لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں، ان کی صورت بھی اللہ کی طرف سے ہی رکھی گئی ہے۔ شمس و قمر اور ستارے امرِ الٰہی کے مطابق خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ہوائیں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ زمین سے حاصل ہونے والے فوائد بھی شمار میں نہیں آ سکتے۔ جمادات، حیوانات، نباتات سب کو انسان کی خدمت پر لگایا گیا ہے۔ کسی بھی شے کو اللہ نے بے مقصد نہیں بنایا۔ جب کوئی شے بے مقصد نہیں ہے، تو اشیاء سے استفادہ کرنے والے کو بھی غور و فکر کرنا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ جب کسی بھی شے کی موجودگی یہی ثابت کرتی ہے کہ اس کا مقصد ہے لہٰذا بندے کو بھی اپنے مقصد پر نظر کرنی چاہئے۔ غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے آسمانوں میں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں اور یہ نشانیاں ان کے لیے باعثِ قربِ الٰہی ہوتی ہیں۔

حاصل: کوئی شے بے مقصد نہیں ہے۔ اتنا بڑا اہتمام ہمارے لیے ہے تو ہم مالکِ کل کے لیے ہیں۔ غور و فکر باعثِ قربِ الٰہی ہوتا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ایامَ اللہ کی امید نہ رکھنے والوں سے درگزر کریں تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کے کسبوں کی جزا دے۔

جزا کا انکار کرنے والے، حیاتِ دنیا پر راضی ہو رہتے ہیں۔ یہ لوگ آیاتِ الٰہی سے غافل ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانا آگ ہے اور یہ ٹھکانا ان کے اپنے کسبوں کی جزا ہے۔ (۸:۱۰:۷) ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے ان دنوں کی امید نہیں رکھتے، جن

Marfat.com

دنوں میں کسی قوم پر حجت پوری ہو جانے کے بعد عذاب الٰہی آجایا کرتا ہے، ان سے درگزر کریں۔ اللہ اپنی سنت کے مطابق کسی قوم کو اتمام حجت کے بعد اس کے اعمال کا بدلہ دیا ہی کرتا ہے، اور اللہ ہی سب سے بڑی عزت والا، قدرت والا ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا انتقام لینے والا ہے۔

حاصل: اپنے نفس کی شح سے بچنا جہاد ہے، کافروں کے خلاف جہاد وقتی ہوتا ہے۔ دونوں طرح کا جہاد حسنِ عبادت کو ظاہر کرتا ہے۔ کوئی قوم اپنے کسبوں کی جزا سے بچ جائے یہ ممکن ہی نہیں، مہلت دینا اور حجت پوری کرنا اللہ کی شان ہے۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۵﴾

جو صالح عمل کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے، اور جو بُرائی کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی پر ہوتا ہے، پھر تمہیں اپنے ربّ کی طرف مراجعت کرنی ہے۔

حق پہنچانے والے، ان انعامات کو تقسیم کرتے ہیں، جو انہیں عطا ہوتے ہیں۔ جو عطاءِ الٰہی کو تقسیم نہ کرے اس پر عطاءِ الٰہی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ جو صالحین کی معیت اختیار کرتا ہے، وہ ان پر مہربانی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ صالحین کی طرف سے نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال تو ہوتا ہی نہیں۔ صالحین کی معیت اختیار کرنے کی بجائے جو من مانی کی راہ اختیار کرتا ہے، وہ یقیناً بُرائی کرتا ہے، اس کی بُرائی کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے۔ یہ اللہ کا فرمان ہے جو ہمیشہ پورا رہا، اب بھی پورا ہے اور ہمیشہ پورا رہے گا۔ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا ہے اس لیے اس کی واپسی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی، اور جس قدر کسی کو توفیق دی گئی ہے، اسی قدر اس سے پوچھ بھی ہوگی۔

حاصل: صالح، صالحین کی معیت میں ہوتا ہے۔ صالح جو کرتا ہے اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے۔ جو بُرائی کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی بُرائی کرنے والے پر ہوتا ہے، کسی دوسرے پر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۚ ﴿۱۶﴾

بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوّت عطا فرمائی، اور انہیں طیّبات سے رزق دیا اور انہیں عالمین پر فضیلت دی۔

بنی اسرائیل کو اللہ نے تورات شریف عطا فرمائی، جس میں ان کے لیے نور ہدایت تھا۔ راہ فلاح کو ان پر روشن کر دیا گیا تھا۔ کتاب اللہ کو عملاً نافذ کرنے کے لیے اللہ نے ان لوگوں کو زمین میں حکومت بھی دی، اس سے ان کو یہ فائدہ ہوا کہ احکامِ الٰہی کے نفاذ میں انہیں کسی مزاحمت سے واسطہ نہ پڑا۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو نبوت بھی عطا فرمائی، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت عطا ہونے کا بہترین ذریعہ ان میں مسلسل قائم رہا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک قائم رہا۔ اللہ نے ان لوگوں کو طیبات سے رزق دیا، اور ان کو ایسے نوازا کہ حصولِ رزق میں ان کو کسی طرح کی مشقت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ اللہ نے ان لوگوں کو اس زمانے میں عالمین پر فضیلت دی، اور لوگوں نے ان کی سیادت کو تسلیم کیا جو بنی اسرائیل کی فضیلت کا بڑا اعتراف تھا۔

Marfat.com

حاصل: بنی اسرائیل کو کتاب اللہ عطا فرمائی گئی حکومت عطا فرمائی گئی، ان میں نبوّت کا سلسلہ ایک وقت تک جاری رکھا گیا، انہیں طیبّات سے رزق دیا گیا، انہیں عالمین پر فضیلت دی گئی۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ اللہ کی عنایات کی قدر کرنے کا حق کیا تھا، اوران لوگوں نے کیا کیا، اوران کی ناقدری کے ان پر کیا نتائج مرتب ہوئے۔

وَاٰتَيۡنٰهُمۡ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ‌ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡيًاۢ بَيۡنَهُمۡ‌ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۷﴾

اور ہم نے انہیں امر سے بینات عطا فرمائیں، تو انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعداس کے کہ انہیں علم ہو چکا تھا، محض باہمی رقابت کی بنا پر۔ بے شک تمہارا ربّ قیامت کے دن ان میں فیصلہ فرما دے گا، جن باتوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو واضح شریعت عطا فرمائی۔ اللہ کے احکام کو اللہ کے نبی کے حوالے سے مانا جائے تو حق ادا ہوتا ہے، یہ علم بنی اسرائیل کو ہو چکا تھا۔ اس علم کے بعد انہوں نے باہمی ضد اور رقابت کی بنا پر آپس میں اختلاف کرنا شروع کر دیا، اور اسی اختلاف میں وہ اس فضیلت کو گنوا بیٹھے جو انہیں حاصل تھی۔ جو اپنی برتری کو ثابت کرنے کی خواہش میں حق کو چھوڑ چکے ہوں، وہ بھلا حق کو پانے کی طلب میں کسی کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ ان میں فیصلہ فرما دے گا۔

حاصل: شریعت کو ماننے میں فلاح ہے۔ شریعت کو ماننے میں ایسا اختلاف جو محض باہمی رقابت اور ضد کی بنا پر ہو، بہت بڑی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ جب حق کے ساتھ اپنی انا کو بھی اہمیت دی جائے تو پھر سلامتی کے راہ پر رہنا ممکن نہیں ہوتا۔

ثُمَّ جَعَلۡنٰكَ عَلٰى شَرِيۡعَةٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡهَا وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸﴾

پھر ہم نے تمہیں امر سے شریعت پر ٹھہرایا، تو اسی کا اتباع کرو اور بے علم لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ لگو۔

بنی اسرائیل کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ علم ہو جانے کے بعد وہ باہمی رقابت اور ضد کی بنا پر اختلاف میں پڑ گئے، اور اپنی فضیلت گنوا بیٹھے۔ اس کے بعد اللہ نے نئی شریعت عطا فرمائی۔ شریعت کی حقیقت شاہراہ ہے، راہِ فلاح ہے۔ حق کو ماننے والے سے یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اس شریعت کا اتباع کرو جو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ بے علم لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کی دعوت دیتے ہی رہتے ہیں، ان کے پیچھے لگنے سے بندہ علمِ حقیقی سے دور ہی ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو جانتے ہیں کہ حق کیا ہے، حق آپ پر نازل ہوا ہے، اور حق کے بعد ہے کیا مگر گمراہی۔ اس لیے یہ سوچنا بھی خلافِ ادب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بے علم لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے کا امکان تھا۔

حاصل: شریعت شاہراہ ہے، اسی کا اتباع کرنا باعثِ فلاحِ دارین ہے۔ بے علم لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنا حق نہیں ہے کہ ان کی بات ہمیشہ بے سند ہوتی ہے۔

Marfat.com

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑲

یہ لوگ اللہ کے حضور تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور بے شک ظالمین ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متّقین کا دوست ہے۔

بے علم لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کی دعوت تو دیتے ہیں، مگر یہ تو جزا کو مانتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک من مانی کرنے سے بہتر کوئی راہِ عمل نہیں ہے۔ ان کے پیچھے لگنے والا یقیناً خسارے کی راہ پر ہوگا۔ جب اللہ کے حضور پیشی ہوگی تو یہ بے علم لوگ اپنے کیے پر گرفت میں ہوں گے۔ کسی کے کام آسکنے کی ان کو توفیق ہی نہ ہوگی۔ خلافِ حق کرنا ظلم ہے، اور ظالمین کے مابین یہی قدرِ مشترک ہوتی ہے۔ ظالم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو مدد دیتے ہیں، منشاء یہی ہوتا ہے کہ حق کے مقابل من مانی کرنے کے طریقے کو تقویت دی جائے اور اپنے استکبار کو قائم رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ متّقین کا دوست ہے، اللہ ان کو مدد دیتا ہے۔ اور جن کو اللہ کی مدد حاصل ہو، ان کی شان دنیا میں بھی بڑھتی ہے، اور عاقبت تو ان کی اچھی ہوگی ہی۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں سے دوستی منع ہے، ان کی باتیں بے سند ہوتی ہیں۔ متقین سے دوستی ہونی چاہئے، کہ یہ لوگ اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ ان کی دوستی حال پر بھی مفید ہے، قیامت کے دن بھی مفید ہوگی۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ⑳

یہ لوگوں کے لیے بصائر ہیں اور ہدایت و رحمت ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔

بصائر وہ حقائق ہیں، جن سے نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے والے اپنا بھلا کرتے ہیں، اور انہیں دیکھنے کے باوجود ان کا انکار کرنے والے اندھے ہوتے ہیں، اور ایسے اندھے اپنا ہی برا کرتے ہیں، جو لوگ حقائق کا یقین رکھتے ہیں ان کے لیے یہ باعثِ ہدایت بھی ہیں، باعثِ رحمت بھی ہیں۔ جزا کا یقین رخ کو درست رکھنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور رحمتِ الٰہی سے وہی فیض یاب ہوتا ہے، جس کا رخ درست ہو۔ ہدایت حال ہے، رحمت مستقبل ہے۔

حاصل: بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی خسارے کی راہ ہے۔ متقین کی معیت اللہ سے دوستی ہے۔ جو حقائق کو سن کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کو دیکھ کر اس کا اتباع کرے وہ آنکھوں والا ہے، جو ایسا نہ کرے وہ اندھا ہے۔ جزا کا یقین ہی رخ کو درست رکھتا ہے، رخ درست ہو تو رحمتِ الٰہی سے نوازا جاتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ع ㉑

کیا برائیوں کا ارتکاب کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا ٹھہرا دیں گے جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے، کہ ان کی حیات و موت مساوی ہو جائے گی۔ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اس لیے دی جاتی ہے کہ یہ دیکھا جائے، بندہ کونسا رخ اختیار کرتا ہے۔ جس نے بصائر سے استفادہ کیا وہ فلاح پانے والوں کے ساتھ ہے، جو اندھا بنا رہا وہ خسارے والوں کے ساتھ ہے۔ مومن اور فاسق مساوی نہیں ہیں۔(۱۸:۳۲) خبیث اور طیب مساوی نہیں ہیں۔(۱۰۰:۵) اندھا اور آنکھوں والا مساوی نہیں۔(۵۰:۶) اندھیرا اور روشنی مساوی نہیں۔(۱۶:۱۳) علم والے اور بے علم مساوی نہیں ہو سکتے۔(۹:۳۹) برائیوں کا ارتکاب کرنے والے جزا کا یقین نہیں رکھتے۔ ایمان والے جو صالح عمل کرتے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہیں اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہے۔ اچھے اور برے حیات و موت میں کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ جو لوگ ان کو برابر قرار دیتے ہیں وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس فیصلے کو جمہوریت کا نام دیا جائے تو بھی یہ فیصلہ برا ہی رہے گا، کہ اللہ نے اس فیصلے کے برے ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔

حاصل: حق و باطل کبھی مساوی نہیں ہو سکتے، اس لیے اہل حق اور اہلِ باطل بھی کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔ جن کا حال مساوی نہ ہو ان کا مستقبل بھی مساوی نہیں ہوتا۔ نیک و بد، اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ہیں حالانکہ اللہ سے بڑا رحم کرنے والا کوئی نہیں، کسی دوسرے کو نیک و بد کے برابر ٹھہرانے کا حق کیسے ہو سکتا ہے۔ جو فیصلہ بصائر کے خلاف ہو وہ بہت برا فیصلہ ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ...۝ اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے راضی نہیں، اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۲۲

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق کیا ہے، تاکہ ہر نفس اپنے کسب کی جزا پائے، اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو، زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔(۱۶:۲۱) زمین و آسمان اللہ کے امر سے قائم ہیں۔(۲۵:۳۰) اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق کیا ہے۔ جہاں بھی خلافِ حق کیا جائے گا، تو یہ امانت میں خیانت ہو جائے گی۔ امین اور خائن کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مہلت اللہ تعالیٰ ضرور دیتا ہے۔ اگر کوئی اس مہلت میں حق کو بطریق احسن ادا کرتا ہے تو اس میں اس کا بھلا ہے، اگر اس مہلت میں کوئی خلاف حق کرتا ہے تو وہ اپنا ہی برا کرتا ہے۔ قیامت کے دن ہر نفس کو اس کے کیئے کی پوری پوری جزا دی جائے گی، کہ وہ دن اللہ نے رکھا ہی جزا کے لیے ہے۔ اس دن ہر عمل چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، سامنے آجائے گا، ناکردہ گناہ پر کسی کی گرفت کا مقام بھی نہ ہوگا، کسی کی حق تلفی بھی نہ ہوگی۔

حاصل: ہمیں ہر مقام پر حق کی احسن ادائیگی کو اپنا طریق زندگی بنانا چاہیے۔ جزا کا یقین اصلاحِ حال کے لیے ضروری ہے۔ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

Marfat.com

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو معبود ٹھہرا لیا ہے اور اللہ نے اسے ایک علم پر گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، تو اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے، وہ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دیتا ہے۔ یہ پسند بت کی صورت اختیار کرے یا خفی رہے، گمراہی کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھیں کھولنے والی نشانیاں دکھا کر یہ واضح کر دیا ہوتا ہے کہ حق کیا ہے اور اسے عملاً کس طرح ادا کیا جانا چاہئے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد جو کان حق کو سن کر ان سنا کر دے، اس پر مہر کر دی جاتی ہے، جو دل من مانی کرنے کو عقل مندی جانے اس دل پر مہر کر دی جاتی ہے، جو آنکھ حقائق کو دیکھ کر بھی وہی کرے جس سے منع فرمایا گیا ہے، اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ کام اللہ کے ہیں، جو سب سے بڑا رحم فرمانے والا ہے، سب سے بڑا معاف کرنے والا ہے، سب سے بڑا بخشنے والا ہے۔ جس کے کان پر مہر ہو، جس کے قلب پر مہر ہو، جس کی آنکھ پر پردہ ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوسکتا۔ اس بات کی طرف دھیان کیا جائے، تو پھر زندگی کو بے مقصد جان کر ضائع نہیں کیا جانا چاہئے۔

حاصل: اپنی خواہش کو معبود بنانے والا گمراہ ہو جاتا ہے۔ اللہ جس کے کان پر مہر کر دے، جس کے قلب پر مہر کر دے، جس کی آنکھ پر پردہ ڈال دے وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے، اس کی مہربانیوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ دھیان یہ ہے کہ بندہ یہ دیکھے کہ وہ بندگی کا حق کیسے ادا کر رہا ہے اور یہ بھی دیکھے کہ مالکِ کل اس کے لیے کیا کیا کر رہا ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

اور کہتے ہیں وہ تو ہماری حیاتِ دنیا ہی ہے کہ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو محض ظن میں پڑے ہوئے ہیں۔

جب لوگوں کو یہ سنایا جاتا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا گیا، متاعِ حیات اللہ نے دی ہے، اس کی طرف سے صراطِ مستقیم کو روشن کر دیا گیا ہے اور بندہ اللہ کے حضور اس توفیق کے حوالے سے جواب دہ ہوگا، جو اسے حاصل رہی ہوگی، ہمارا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے، ہمارا جانا بھی اسی کی طرف ہوگا، تو منکرین اس کے جواب میں کہتے ہیں، کہ حیاتِ دنیا ہی ہمارے مشاہدے میں آتی ہے، موت و حیات کو ہم دیکھتے ہیں، اور اس کے پیچھے کسی کی قدرت کو ہم نہیں دیکھتے۔ مشاہدہ ہمارا یہی بتاتا ہے، کہ ایک وقت میں ایک شے پیدا ہوتی ہے، پھر بڑھتے بڑھتے عروج پر پہنچتی ہے پھر زوال پذیر ہو کر ختم ہو جاتی ہے، اس طرح یہ زمانے کا چکر ہے اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ باتیں منکرینِ حق کسی علم کی بنا پر نہیں کرتے، کہ علم کا مقام تو عملِ کے بعد آتا ہے، یہ

Marfat.com

باتیں وہ محض اپنے گمان کی بنا پر کرتے ہیں۔

حاصل: اللہ ربّ العالمین ہے، وہ ہر ایک کو علم سے پالتا ہے۔ موت و حیات کا خالق وہی ہے۔ قدرت یقیناً قادر کا پتہ دیتی ہے۔ ہماری بات علم سے ہونی چاہیے محض ظن کی بنا پر بات کرتے چلے جانا منکرینِ حق کا طریقِ زندگی ہے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجّت صرف یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے آباء کو لاکر دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔

منکرینِ حق کے سامنے جب حقائق کا بیان ہوتا ہے، اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے، انہیں جزا کا یقین رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے، تو وہ کہتے ہیں: اگر مُردوں کے زندہ ہونے کی بات حقیقت سے تعلق رکھتی ہے، تو ہمارے آباء واجداد کو لاکر دکھا دیجیے ہم آپ کی صداقت کو مان لیں گے۔ یہ حجّت جہالت سے تعلق رکھتی ہے۔ بعثِ بعدَ الموت کا مقام تو اجلِ مسمّٰی کے بعد ہوگا، اور اللہ کے امر سے ہوگا۔ جب حق بیان کرنے والے یہ دعویٰ ہی نہیں کرتے کہ وہ منکرینِ حق کے آباء واجداد کو ابھی لاکر دکھا سکتے ہیں تو پھر ان سے یہ مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے۔

حاصل: اللہ کی آیات کو ادب کے ساتھ متوجہ ہو کر سننا چاہیے۔ ہماری بات اسی موضوع سے متعلق ہونی چاہیے جو ہمارے سامنے بیان کیا جارہا ہو۔ جس نے ہمیں پہلی بار بنایا ہے، وہ دوبارہ ہمیں بنانے کی قدرت یقیناً رکھتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ

ع ۲ ۵ ۱۹ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

فرما دیجیے، اللہ ہی تمہیں حیات دیتا ہے، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ لاعلم ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، ان پر واضح فرمایا جارہا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ حیات دینے والا بھی اللہ ہے، حیات کے بعد موت دینے والا بھی اللہ ہے، قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دینے کے لیے جمع کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ یہ حقائق ہیں، جن کا شک سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن ان کے مقابل اپنے گمان کے حوالے سے زندگی گزارنے والے، مقصدیت کا انکار کرنے والے لوگ بہت ہیں اور لاعلم ہیں۔ حقائق کا انکار کرنے سے علم کا حصول ممکن نہیں رہتا۔

حاصل: حیات دینے والا اللہ ہے۔ اس کے بعد موت دینے والا بھی اللہ ہے۔ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دینے کے لیے جمع کرنے والا بھی اللہ ہے۔ ان حقائق پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ اکثر لوگ اپنے گمان کے دائرے سے باہر نہیں نکلتے اس لیے لاعلم ہی رہتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ (الجاثیہ (۴۵) میں فرمایا ہے: هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے۔ بے شک ہم لکھتے رہے جو عمل تم کرتے تھے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور جس دن ساعت قائم ہوگی، اس دن اہل باطل خسارے میں پڑیں گے۔

آسمانوں اور زمین میں بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ ماضی سے اس بات کی شہادت ملتی ہے، حال سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے، مستقبل میں بھی اللہ ہی مالکِ کل ہے۔ اللہ کی بادشاہی میں نہ کوئی دخل دے سکا ہے اور نہ کوئی دخل دے سکے گا۔ قیامت کا دن اسی کے حکم سے آئے گا۔ جو لوگ اللہ سے ملنے کو جھٹلاتے ہیں ان کے لیے قطعاً خسارہ ہی ہوگا۔ (۶:۳۱) اللہ کے مقابل شیطان کو دوست بنانے والے خسارے میں پڑیں گے۔ (۴:۱۱۹) اہل باطل، حزب الشیطان ہیں۔ ان کا انجام خسارہ ہی ہے۔ (۵۸:۱۹) جس گمان پر انہوں نے سب کچھ لگا دیا ہوگا، قیامت کے دن وہ گمان باطل ثابت ہو جائے گا۔ اس لیے اہل باطل صریحاً خسارے میں پڑیں گے۔

حاصل: اللہ کی بادشاہی کو ماننے کا ثبوت ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہئے، ہمارے معاملات میں نظر آنا چاہئے۔ جزا کے دن اہلِ باطل یقیناً خسارے میں پڑیں گے، کہ ان کا سب کچھ جزا کے انکار پر لگ چکا ہوگا، اور جزا ناقابلِ تردید صورت میں ان کے سامنے ہوگی۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور تم ہر امّت کو دو زانو بیٹھے ہوئے دیکھو گے۔ ہر امّت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی۔ آج تمہیں جزا دی جائے گی جو عمل تم کرتے تھے۔

قیامت کے دن ہر امّت دربارِ الٰہی میں بڑے ادب سے حاضر ہوگی۔ جزا کا دن مجرمین پر بہت بھاری ہوگا۔ دو زانو بیٹھنا اس بات کا ثبوت ہوگا کہ الہ العالمین کا فیصلہ عن قریب سامنے آنے والا ہے، اور اس فیصلے کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اجتماعی زندگی میں لوگ اپنی ملت کے لیے جو کچھ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ریکارڈ کا ملاحظہ کروانے کے لیے لوگوں کو بلایا جائے گا، اور انہیں بتایا جائے گا، کہ آج تمہیں اسی کی جزا دی جائے گی، جو کچھ تم حیاتِ دنیا میں کرتے رہے۔

حاصل: جب جزا کا یقین جسم کی زبان بن جاتا ہے تو دو زانو بیٹھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اجتماعی زندگی کا اعمال نامہ جلوت سے تعلق رکھتا ہے، یہ لوگوں کو بلا کر دکھایا جائے گا اور اس میں وہ سب کچھ درج ہوگا، جو لوگوں نے اپنی ملّت کے لئے کیا ہوگا، اور اسی کی انہیں جزا دی جائے گی۔

هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ہماری یہ کتاب تم پر حق بولتی ہے، ہم لکھتے جاتے تھے جو عمل تم کرتے تھے۔

اعمال نامہ جو اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے کسی اندراج میں شک و شبہ کا مقام نہیں ہوگا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعمال کے اندراج کا اتنا یقینی بندوبست ہے کہ فرشتوں کے لکھنے کو اللہ نے اپنا لکھنا فرمایا ہے۔

حاصل: اجتماعی زندگی کا اعمال نامہ جلوت سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوبست قطعاً درست ہے۔ اگر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے اعمال کو بالکل درست طریقے سے لکھا جا رہا ہے، تو پھر خلافِ حق کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾

تو جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے، انہیں ان کا ربّ اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔

ایمان دعویٰ ہے۔ صالح اعمال کی شہادت کے ساتھ یہ دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے حضور سچے ثابت ہو جائیں گے، ان کا صدق انہیں نفع دے گا۔ اللہ ان لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ رحمتِ الٰہی کا حصول یقیناً بڑی کامیابی ہے۔ صالحین کی معیت سے صالح اعمال کی تصدیق ہوتی ہے، اپنی پسند کے دائرے میں رہتے ہوئے نفس دکھاوے کے لیے بظاہر نیکی بھی کرتا ہے تو وہ کام صالح اعمال کے زمرے میں نہیں آئیں گے۔ اللہ کے حضور بندے کا رخ درست ثابت ہو جائے، تو اللہ اسے اپنی رحمت میں داخل فرما لیتا ہے۔ عبد کو معبود کا قرب نصیب ہو جائے تو یہ بڑی کامیابی ہے۔

حاصل: ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت کے ساتھ ہی سچا ثابت ہوتا ہے، جو سچا ثابت ہو جائے اسے رحمتِ ربی نصیب ہو جاتی ہے۔ عبد کو معبود کا قرب نصیب ہو جائے تو یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا، کیا میری آیات تم پر تلاوت نہیں کی جاتی تھیں، تو تم نے استکبار کیا اور تم لوگ مجرم تھے۔

ایمان والے لوگوں کا جنہیں اللہ کے حضور کامیابی نصیب ہوگی ذکر ہو چکا ہے۔ اب کافروں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے، کہ یہ لوگ عذاب الٰہی میں پکڑے جائیں گے، تو ان سے یہ فرمایا جائے گا کہ: تمہیں تمہارے کئے کا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے۔ تم لوگوں پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی تھیں، تو تم ان کا انکار کرتے تھے، اور تم مومنین سے کہتے تھے کہ ہم تم سے بہتر ہیں۔ (۱۹: ۷۳) اور حق کی باتوں کو سن کر استکبار کرتے ہوئے پھر جاتے تھے کہ جیسے سنا ہی نہ ہو۔ (۳۱: ۷) بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہوئے تم ہی کہا کرتے تھے کہ اگر اس کا ہونا یقینی ہے تو ہمارے آباء واجداد کو لا کر دکھایا جائے۔ (۴۵: ۲۵) یہ سب صورتیں استکبار سے تعلق رکھتی ہیں، اور استکبار جرم ہے، اور تم لوگ اپنے جرم کی بنا پر عذاب میں پکڑے گئے ہو۔

حاصل: اللہ کی آیات کو سن کر ادب سے ماننا حق ہے۔ سن کر ان سنا کر دینا استکبار ہے اور جرم ہے۔ مجرم لوگوں کو ان کے کیے کی ہی جزا دی جائے گی، ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

اور جب یہ فرمایا جاتا کہ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے، اور ساعت میں کچھ شک نہیں، تو تم کہتے تھے ہمیں پتہ نہیں ساعت کیا ہے، ہمیں تو ظن ہی ہے اور ہم یقین نہیں رکھتے۔

جب اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور یہ بتایا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ یقیناً حق ہے، اور بندوں کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی، اور قیامت کے واقع ہونے میں کچھ شک نہیں، تو استکبار کرنے والے مجرم لوگ تم یہ کہا کرتے تھے کہ یہ قیامت کیا چیز ہے، ہمیں تو اس کے بارے میں ایک ظن ہی ہے، اور ہمیں اس کا یقین بالکل نہیں۔ جب تمہیں بعث بعد الموت کو حق ماننے کے لیے کہا جاتا تھا، تو تم کہتے تھے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو لا کر دکھایا جائے تبھی ہم مانیں گے۔

حاصل: قیامت کے دن واضح کر دیا جائے گا کہ منکرین حق کیا کہا کرتے تھے۔ قیامت کے بارے میں عدم یقین، عقلی دلائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا، حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ان پر ان کے عملوں کی بُرائیاں ظاہر ہو جائیں گی، اور وہی ان کو گھیرے گی جس کا استہزاء کرتے رہے تھے۔

منکرینِ حق پر قیامت کے دن یہ واضح ہو جائے گا، کہ عقل کرتے ہوئے انہیں یقین کا راستہ اختیار کرنا چاہئے تھا، جو کچھ وہ حیات دنیا میں کرتے رہے وہ محض ان کے ظن کی بنا پر تھا۔ استکبار کرنے والے جس جزا کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ بصورتِ جہنّم ان کو گھیرے گی۔ انسان خلافِ حق کرتے ہوئے اپنے لیے جہنّم کا ایندھن اکٹھا کرتا رہتا ہے۔ یہ ایندھن قیامت کے دن اسے ظاہراً نظر آئے گا۔ اس وقت جو خلوت ہے وہ قیامت کے دن جلوت ہو جائے گی۔

حاصل: خلافِ حق اعمال کی حقیقت جہنّم کا ایندھن ہے۔ یہ ایندھن منکرینِ حق کو قیامت کے دن ظاہراً نظر آئے گا۔ جزا کا مذاق اڑانے والے لوگوں کو ان کا اپنا اکٹھا کیا ہوا ایندھن، بصورتِ آگ گھیرے گا۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور فرمایا جائے گا، آج ہم تمہیں نظر انداز کریں گے، جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو نظر انداز کیے ہوئے تھے، اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے، اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔

منکرین حق پر واضح کر دیا جائے گا، کہ تم پر ہماری آیات پڑھی جاتی تھیں، تم کو تمہارے انجام سے آگاہ کیا جاتا تھا تو تم اس کو نظر انداز کر دیتے تھے، اسی طرح آج تم کو بھی نظر انداز کر دیا جائے گا (۱۲۶:۲۰) اور رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا تمہیں نظر انداز

Marfat.com

کرے گا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے، جس کا ایندھن تمہارے اعمال کی صورت میں تمہارا اپنا لایا ہوا ہے، اور یہاں تمہارا کوئی مددگار تو ہو ہی نہیں سکتا، نہ تمہاری چیخ پکار پر توجہ دی جائے گی۔

حاصل: جو حق کو سن کر اسے نظر انداز کرتا ہے، جب قیامت کے دن اسے ارحم الراحمین کی طرف سے نظر انداز کیا جائے گا، تو یہ اس کے لیے بڑی سزا ہوگی۔ اسے بتا دیا جائے گا، تمہارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا، اور حیاتِ دنیا نے تمہیں دھوکا دیا، تو آج نہ انہیں اس سے نکالا جائے گا، اور نہ ان کی معذرت ہی سنی جائے گی۔

سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا اللہ ہی ہے۔ وہ منکرینِ حق کو قیامت کے دن اس لیے نظر انداز کر دے گا، کہ یہ لوگ حیاتِ دنیا میں اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اللہ کے رسول کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (۱۰۶:۱۸) ان کی جزا جہنم ہے، جس سے نہ تو انہیں نکالا جائے گا، نہ ہی ان کی معذرت قبول کی جائے گی، کہ توبہ تو وہی قبول ہو سکتی ہے، جس کے بعد اصلاحِ حال کے لیے مہلت موجود ہو۔

حاصل: جو لوگ اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں، وہ حق پہنچانے والوں کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ حیاتِ دنیا انہیں دھوکا دیتی ہے کہ انہیں اس سے آگے کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن نہ انہیں آگ سے نکالا جائے گا، اور نہ ان کی معذرت سنی جائے گی۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾

تو حمد اللہ ہی کے لیے ہے، جو آسمانوں کا ربّ ہے اور زمین کا ربّ ہے، اور ربّ العالمین ہے۔

بندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ خالقِ کل بھی وہی ہے، مالکِ کل بھی وہی ہے۔ ربوبیّت آسمانوں میں، زمین میں اور عالمین میں صرف ایک ذاتِ بابرکات کر رہی ہے، وہی معبود ہے اور لاشریک ہے۔ جب ربوبیّت کرنے والی ذاتِ اقدس ہے ہی ایک تو پھر کسی دوسرے کو معبود ماننے کا جواز کہاں سے آتا ہے۔

حاصل: آسمانوں میں، زمین میں اور عالمین میں ربوبیّت کرنے والی ذات پاک ایک ہے، لاشریک ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ ہر ایک کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ اس ربوبیت میں کسی کی تجویز کو دخل نہیں ہوتا۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے کبریائی ہے، اور وہی ہے عزت والا حکمت والا۔

Marfat.com

اللہ معطی مطلق ہے، ربوبیت ہر مقام پر اسی کی شان ہے، اور وہ احتیاج سے پاک ہے۔ جو استکبار میں مبتلا ہو وہ اللہ کی کبریائی کا منکر ہوتا ہے، اسے عزت وحکمت کی راہ کبھی نہیں ملتی۔

حاصل: استکبار سے بچنا ہی اللہ کی عظمت کو ماننے کا ثبوت ہے۔ عزیز وحکیم کے ساتھ میں جو راحت ہے، وہ بھی اللہ کے واحد اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم (۱۴) میں ارشاد فرمایا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑱ اپنے رب سے کفر کرنے والوں کی مثال ایسے ہے، کہ ان کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں، کہ آندھی کے دن اس پر ہوا کا سخت جھونکا آئے، ساری کمائی سے کچھ ہاتھ نہ لگے۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔

Marfat.com

آیاتہا ۳۵ ۴۶ سُورَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ ۶۶ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجزء ۲۶

حٰمٓ ۝۱ حروف مقطعات

ان حروف کوالگ الگ پڑھا جاتا ہے، ان کے معنوں کا تعین کرنا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقدم ہے۔

حاصل: حقائق سے آگہی اسے حاصل ہوگی، جو بولنے اور خاموش رہنے کے مقامات کو پہچان کر اپنا حق ادا کرے گا۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝۲ کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزیز وحکیم ہے۔

قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، کہ حق کو منشاءِ الٰہی کے مطابق روشن کردیا جائے۔ علیمِ مطلق کا فرمان ہی وہ معیار ہے، جس کو ہمارے رخ کے درست ہونے پر شاہد ہونا چاہئے۔ کتاب اللہ کی تصدیق کے بعد کسی اور سند کو ڈھونڈنا گمراہی کی طرف جانے والی بات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابل کسی قوت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا فرمان ایسا نہیں ہے جو ہو بھی سکتا ہے، نہیں بھی ہوسکتا۔ اللہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ بندے کو فلاح مطلوب ہو تو اللہ کے فرمان سے بڑی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ حکمت کا پتہ اسے ہی چلے گا، جو اللہ کے فرمان کو مانے گا۔

حاصل: کتاب اللہ کی سند اس قدر لائقِ احترام ہے کہ اس کے بعد کسی دوسری طرف دیکھنا بھی خلافِ ادب ہے۔ کتاب اللہ کو ماننے والا، عبدالعزیز ہوتا ہے، عبدالحکیم ہوتا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، حق اور اجل مسمّٰی کے ساتھ ہی خلق فرمایا ہے۔ اور کافروں کو جس سے ڈرایا جاتا ہے، اس سے اعراض کرتے ہیں۔

آسمانوں کو اللہ نے خلق فرمایا ہے، زمین کو اللہ نے خلق فرمایا ہے، آسمانوں اور زمین کے مابین جو کچھ بھی ہے، اسے بھی اللہ نے خلق فرمایا ہے۔ اللہ نے جو کچھ بھی بنایا ہے، وہ حق کے ساتھ بنایا ہے، ایک مقصد کے ساتھ بنایا ہے۔ جس شے کو بھی اس کے مقصدِ تخلیق کے خلاف استعمال کیا جائے گا، اس سے خرابی ضرور پیدا ہوگی۔ کائنات کا ایک اجلِ مسمّٰی تک ہونا بھی اللہ کے فرمان سے ثابت ہے۔ اشیاء کے مابین ربط یہ ثابت کرتا ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل باہم مربوط ہیں۔ عدلِ کامل اسی طرح ممکن ہے کہ کائنات ایک معین وقت کے لیے ہو۔ کافروں کو جب قیامت سے ڈرایا جاتا ہے، تو وہ حق کو سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

Marfat.com

حاصل: عطائے الٰہی کو حق کے مطابق استعمال کرنے میں ہی بھلائی ہے۔ یہ کائنات ایک معین وقت تک ہے۔ قیامت کی بات سن کر منہ پھیر لینا، علامتِ کفر ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④

فرما دیجئے، بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا خلق کیا ہے، یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔ میرے پاس اس سے قبل کی کتاب یا علم کے آثار لاؤ اگر تم سچے ہو۔

قیامت کی بات کو سن کر اعراض کرنے والے، کافر لوگوں سے یہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، ان کی حقیقت پر نظر کرو۔ ذرا دکھاؤ زمین میں ان کا کیا پیدا کیا ہوا ہے۔ کسی بھی شے کا نام نہیں لیا جاسکتا، جس کو زمین میں اللہ کے سوا کسی نے پیدا کیا ہو۔ آسمانوں میں بھی کافروں کے معبودوں نے کچھ پیدا نہیں کیا ہے۔ اللہ کے مقابل جن کو معبود ٹھہرایا جاتا ہے، ان کے لیے دو طرح کی اسناد پیش کی جانی چاہئیں: کسی آسمانی کتاب سے اللہ کے مقابل کسی معبود کا ثبوت دیا جائے، یا تجربات کی بنا پر حاصل ہونے والے علم کے آثار سے یہ ثابت کیا جائے کہ اللہ کے مقابل کوئی خالق ہے۔ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جو اللہ کے مقابل کسی اور خالق کا ذکر کرے۔ تجربات کی بنا پر حاصل ہونے والے علم سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا، کہ اللہ کے مقابل کوئی خالق ہے۔ اگر بات بے سند ہو تو اس کے کرنے سے رک جانا چاہئے۔

حاصل: معبود کی شان ہے کہ وہ خالقِ کل ہے۔ اللہ کے مقابل جن کو کافر لوگ پکارتے ہیں، ان کا زمین و آسمان کی تخلیق میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ کسی کتاب اللہ سے اللہ کے مقابل کسی معبود کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا، علم کے آثار سے اللہ کے مقابل کسی معبود کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا۔ بے سند بات کرنا کبھی صداقت کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے، جو اللہ کے مقابل انہیں پکارے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور وہ ان کی دعا سے ہی غافل ہوں۔

منکرین حق جن کو اللہ کے مقابل معبود ٹھہراتے ہیں، وہ کچھ خلق نہیں کرتے اور خود خلق کیے گئے ہیں۔ (۱۶:۲۰) مخلوق تو خالق کے برابر ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ کی بندگی حق ہے اور اس کے مقابل جنہیں پکارا جائے وہ باطل ہے۔ جن لوگوں کو دائمی پاک دامنی کا شرف مل جاتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کو اللہ کے مقابل لوگوں کی صف میں شمار کرنا درست نہیں ہوگا۔ اللہ نے کافروں کے حال کی وضاحت کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے: کہ اللہ کا پکارنا حق ہے، کہ وہ ہر مقام پر ہر آواز کو سنتا ہے، اور جن کو اللہ کے مقابل پکارا جاتا ہے، وہ تو کچھ بھی نہیں سنتے۔ ان کی مثال ایسے ہے کہ کوئی پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہو کہ پانی اس کے منہ میں پہنچ جائے، اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔ (۱۳:۱۴) جو کسی کی پکار سے ہو ہی غافل، وہ اس کی کیا سن سکتا ہے۔ اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ کافروں کی دعا بھٹکتی ہی رہتی ہے۔

Marfat.com

حاصل: بت پرست سب سے بڑھ کر گمراہ ہوتا ہے، کہ اپنی خواہشات سے اپنا معبود بناتا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا بنایا ہوا اس کی کچھ سنتا نہیں ہے۔ بت پرست اپنے بنائے ہوئے کو مانتا ہے، اپنے بنانے والے کو نہیں مانتا۔ معبود کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے عبد کی پکار سے غافل ہو۔

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦

اور جب لوگوں کا حشر ہوگا، وہ ان کے دشمن ہوں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع راہِ فلاح ہے۔ پاک لوگوں کے فرمان میں اپنی پسند کو داخل کر لیا جائے، تو اس سے بھی گمراہی ہی پیدا ہوگی۔ قیامت کے دن جب پاک لوگوں سے یہ پوچھا جائے گا: کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا، یا یہ خود ہی گمراہ ہوئے (۲۵:۱۷) تو وہ عرض کریں گے، پاک ہے تیری ذاتِ اقدس، ہمیں لائق نہیں تھا کہ تیرے مقابل کسی کو دوست بنائیں۔ یا اللہ تو نے انہیں اور ان کے آباء کو متاع دی، حتیٰ کہ وہ تیری نصیحت کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے بنے۔ فرمایا جائے گا، انہوں نے تمہارے بیان کو جھٹلا دیا ہے تو اب نہ تمہیں عذاب کو خود سے پھیر دینے کی استطاعت ہے، نہ اپنی مدد کرنے کی استطاعت ہے۔ (۲۵:۱۸۔۱۹) قیامت کے دن منکرینِ حق سے بیزاری کا اظہار ہر شے طبعی طور پر کرے گی۔

حاصل: ہمیں اپنے عقیدے کو حق کے مطابق بنانا چاہیے۔ اگر اللہ کی رضا ہر مقام پر مطلوب ہو تو رخ درست ہوگا، اگر حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کی کوشش ہوگی، تو انجام قطعاً خسارہ ہی ہوگا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ؕ

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کے بارے میں کہتے ہیں، یہ صریحاً جادو ہے۔

جب کافروں کے سامنے قرآن پاک کی آیات پڑھی جاتی ہیں، تو حقائق کو سن کر، اپنے مشاہدے کے حوالے سے انہیں ناقابلِ تردید پا کر، انہیں پرتاثیر پا کر، کافر لوگ یہ کہتے ہیں، کہ یہ بیان سننے والوں پر بڑا اثر کرتا ہے، اس لیے یہ صریحاً جادو ہے۔

حاصل: حقائق ناقابلِ تردید ہوتے ہیں، راہِ حق کو روشن کرتے ہیں، ان میں ہمیشہ دعوتِ فکر و عمل ہوتی ہے۔ جادو کا اثر کبھی راہِ فلاح کی طرف نہیں لا سکتا، کہ جادوگر راہِ فلاح پر ہوتا ہی نہیں۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٨

کیا کہتے ہیں کہ اس کا افتریٰ ہے، فرما دیجیے کہ اگر یہ میرا افتریٰ ہے تو تم اللہ کی طرف سے میرے لیے کسی شے کے مالک نہیں۔ اسے خوب علم ہے جن باتوں میں تم لگے ہوئے ہو۔ اور وہ کافی ہے میرے اور تمہارے مابین گواہ۔ اور وہ غفور الرحیم ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک کا بیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے سن کر کافر لوگ اسے جادو کہنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ کا فرمان تو نہیں ہے، سنانے والے صاحب کی من گھڑت باتیں ہیں۔ ان لوگوں پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ قادر مطلق ہے، احتیاج سے پاک ہے، اس کے بارے میں ایسی باتیں بنانے والے کا انجام عبرتناک ہی ہوسکتا ہے۔ کون ہے جو اس کی گرفت سے مفتری کو چھڑا سکے گا اور شعور کی موجودگی میں عبرتناک انجام کی طرف جانا ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اسے خوب علم ہے جو کچھ کافروں نے گھڑا ہے۔ حق سنانے والے اور حق کو سن کر اسے افترىٰ کہنے والوں کے مابین اللہ ہی سب سے بڑا گواہ ہے۔ اللہ کا فرمان اس کی منشاء کے مطابق ہی پہنچایا گیا ہے۔ اللہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے کہ وہ حق کو سن کر اصلاح کو قبول کریں، وہ انہیں بخش بھی دیتا ہے، ان پر رحم بھی فرماتا ہے۔

حاصل: مفتری اللہ تعالیٰ کو علیم مطلق نہیں مانتا، وہ جزا پر یقین بھی نہیں رکھتا۔ وہ پاک نہیں ہوتا، اسے کسی کو پاک کرنے کا شرف بھی نہیں ہوسکتا۔ اللہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے بارے میں کیا کہا گیا ہے، اور سننے والوں نے اس کا کیا جواب دیا ہے۔ اصلاح کو قبول کرنے والوں کو بخش دینا اور ان پر رحم فرمانا اللہ کی سنت ہے، اللہ کے بندوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨

فرما دیجیے میں کچھ نیا رسول نہیں ہوں، اور نہ یہ ادراک ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی آتی ہے، اور میں تو صاف ڈر سنانے والا ہی ہوں۔

مرسلین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے بھی بھیجا گیا ہے، اس لیے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، ماضی کے مرسلین کی مصدق ہے، اور ماضی کے مرسلین آپ کی رسالت کی بشارت دیتے رہے ہیں۔ اللہ کے رسول کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ ذاتی علم کا دعویٰ کرے، اور اس کی بنا پر یہ بتائے کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا اور دوسروں کا مستقبل کیا ہوگا۔ ایسا علم کبھی قیافے سے خالی نہیں ہوسکتا۔ ایسے علم سے کبھی لوگوں کو راہِ فلاح نہیں مل سکتی۔ ایسا علم، اللہ کی معیت کے راستے میں ہمیشہ بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے، میری اپنی کوئی بات نہیں ہوتی، میری بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔ میں وہ علم عطا کرتا ہوں جو علم تمہیں نہیں تھا، اور میں تمہیں تمہارے انجام سے اسی علم کی بدولت ڈرا رہا ہوں جو علم مجھے اللہ نے دیا ہے۔

حاصل: اللہ کے رسول کا تعارف اللہ نے کروایا ہے۔ ذاتی علم شانِ رسالت کے منافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو علم عطا کیا وہ انتہائی قابل احترام ہے۔ شاہد کی یہ شان بتائی گئی ہے کہ وہ بشارت بھی دیتا ہے، ڈر بھی سناتا ہے۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَآءِيْلَ عَلَىٰ مِثْلِهٖ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ ع

فرما دیجیے بھلا دیکھو تو اگر یہ عند اللہ ہو اور تم اس کا انکار کر بیٹھو، اور بنی اسرائیل سے شاہد اس کی مثل پر شہادت دے، پھر وہ ایمان لائے اور تم استکبار کرو۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

Marfat.com

دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جس قرآن پاک کو تم افتریٰ کہہ رہے ہو، اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، تو اس سے بڑا انعام تمہارے لیے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر تم اس کا انکار کر بیٹھو گے، تو اس سے بڑا خسارہ بھی تمہارے لیے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس قرآنِ پاک کے بارے میں تمہیں اپنے لوگوں میں سے یعنی بنی اسرائیل سے کسی بڑے صاحبِ علم وفضل کی شہادت پر غور کرنا چاہئے۔ اگر تم میں بہت بڑے علم وفضل والا ایمان لے آئے، اور قرآنِ پاک کے حق ہونے کی شہادت دے، یہ شہادت دے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے کہ ماضی اس کی تصدیق کرتا ہے، اور تم اس کی بات کو سن کر استکبار سے منہ پھیرلو، تو یہ تمہاری علم دشمنی کا ثبوت ہوگا، یہ تمہارے ظلم کا ثبوت ہو گا، اور ظالم لوگوں کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

حاصل: قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اسکا انکار بڑے خسارے کا باعث بنتا ہے۔ ماضی کا علم رکھنے والا جب حال کی تصدیق کرے، تو اس کی شہادت بڑی شان رکھتی ہے۔ ایسی شہادت کا انکار وہی کرتا ہے جو شیطان کا ساتھی ہو۔ ظالم کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج (۲۲) میں ارشاد فرمایا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ اور کوئی شخص اللہ کے بارے میں بغیر علم و ہدایت کے اور بغیر کتابِ منیر کے جھگڑتا ہے، اپنی کروٹ موڑ کر، تاکہ اللہ کی راہ سے بہکائے۔ اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے، اور قیامت کے دن ہم اسے جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱

اور کافر ایمان والے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر اس میں بہتری ہوتی تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت نہ لے جاتے۔ اور جب انہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو اب کہیں گے، یہ تو قدیم جھوٹ ہے۔

کافر لوگ حیاتِ دنیا پر راضی اور مطمئن ہوجاتے ہیں۔ حیاتِ دنیا کی زینت ان کا مقصود ہوتی ہے۔ متاعِ حیات کی بہتات کو وہ اپنی فضیلت جانتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ غریب مسلمانوں کے مقابل سبقت حاصل کر گئے ہیں۔ یہ کافروں کے صاحبانِ ثروت لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں، کہ اگر قرآن میں کچھ بہتری ہوتی، تو یہ غریب لوگ اس کو ماننے میں ہم پر سبقت کیسے لے جاتے، زندگی کے دوسرے بہت سے مقامات پر تو یہ لوگ ہم سے بہت پیچھے ہیں۔ جب کافروں نے قرآنِ پاک سے ہدایت نہیں پائی، تو یہ اس معیارِ ہدایت کا ہی انکار کریں گے اور اسے پرانا جھوٹ قرار دیں گے، اور یہ کہیں گے کہ جزا کا ڈراوا تو قدیم زمانے سے سنتے چلے آرہے ہیں، نہ قیامت کبھی آئی ہے نہ اسے آنا ہے۔

حاصل: قرآنِ پاک کے ماننے میں یقیناً بہتری ہے، مگر یہ بہتری اسے نظر آتی ہے جو ناصحِ امین سے محبت رکھتا ہو۔ جو لوگ حق کے مقابل اپنی پسند کو معیار بنا لیتے ہیں، وہ ڈر کے پیغام کو قدیم جھوٹ قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾

اوراس سے قبل کتاب موسیٰ امام ورحمت تھی، اور یہ کتاب زبانِ عربی میں اس کی مصدّق ہے، کہ ظلم کرنے والوں کو ڈر سنائے اور محسنین کے لیے بشارت ہو۔

قرآن پاک سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی کتاب توریت شریف لوگوں کی رہنمائی کرتی تھی، اوران کے لیے باعثِ رحمت تھی۔ قرآن شریف زبانِ عربی میں اس کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔ حق کی تصدیق کرنے والی کتاب کو جھوٹ قرار دینا ممکن نہیں۔ توریت شریف کا منشاء بھی یہ تھا کہ خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرایا جائے، اوراحسان کرنے والوں کو یہ خوش خبری دی جائے کہ انہیں فلاح نصیب ہوگی۔ قرآن پاک بھی ظالموں کو ان کے انجام سے ڈراتا ہے، اوراحسان کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دیتا ہے۔ توریت شریف میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں کہ اہلِ کتاب کے لیے آپ کو پہچاننے میں کچھ مشکل نہیں۔

حاصل: قرآنِ پاک حال پرتا قیامت امام اور رحمت ہے۔ حال ماضی کا مصدّق ہے ماضی حال کا مصدّق ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرانا اور احسان کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دینا، شاہدین کا کام ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے، پھر اس پر استقامت پکڑی تو ان پر نہ خوف ہے اور نہ ہی انہیں غم ہوگا۔

احسان کرنے والے لوگوں کا حال بیان فرمایا گیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں: ہمارا ربّ اللہ ہے، وہی ہمارا پالنے والا ہے، وہی ہماری ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے، وہی قادر مطلق ہے۔ اس کی طرف سے جو بھی عطا ہو وہ بڑے علم سے ہوتی ہے۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد استقامت سے اس پر پورا رہ کر دکھانا صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہونے کا مقام ہو تو شکر ادا کیا جاتا ہے، ہونے کا مقام آنے والا ہو تو صبر کیا جاتا ہے۔ جو لوگ نتائج کو باذن اللہ جانتے ہیں، انہیں خوف وحزن سے نجات مل جاتی ہے۔

حاصل: محسنین یہی کہتے ہیں، اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ جو نتائج کو باذن اللہ مان لیں، انہیں خوف وحزن سے نجات مل جاتی ہے۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

وہ اہلِ جنّت ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، جزا ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے۔

اہلِ جنت کی پہچان بتائی گئی ہے، کہ اس آئینے میں دیکھ کر اپنا رخ سیدھا کیا جا سکتا ہے۔ رخ درست ہو تو انجام جنّت ہوگا۔ یہ دائمی انعامات کا مقام ہے۔ محسنین کو جن انعامات سے جنّت میں نوازا جائے گا، وہ ان کے اعمال کی جزا ہوں گے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ رخ درست ہو تو محسنین کے ساتھ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، ورنہ اصلاحِ حال میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے اعمال کی جزا ہی ہمیں ملے گی۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی وصیّت کی۔ اس کی ماں نے تکلیف سے اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے اسے جنا۔ اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہوئے، حتیٰ کہ جب پختگی کو پہنچتا ہے اور چالیس کے سال میں داخل ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے، اے میرے ربّ مجھے سنبھال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جس نعمت سے تو نے مجھے اور میرے والدین کو نوازا اور میں وہ صالح عمل کروں جس سے تو راضی ہو، اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح فرمادے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔

والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کو حق کی احسن ادائیگی میں ان کے درجے کے حوالے سے اس طرح مدد دینا کہ وہ ان کے لیے باعثِ راحت ہو، وہ جو کارِ خیر بھی کرنا چاہیں حوصلے سے کر سکیں، تو یہ اولاد کی طرف سے احسان کا ثبوت ہوگا۔ اگر والدین شرک کرتے ہیں تو ان کی ذاتی خدمت کا حق ضرور ادا کرنا چاہیے، مگر ان کی راہ نہیں لینی چاہیے۔ والدین کے ساتھ احسان کیا جائے تو معاشرے میں خوبی مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے۔ بہتر جاننے والوں کی قدر و منزلت ہوگی تو راہِ راست روشن ہوتا جائے گا۔ والدین مخلصین سے ہوں تو پھر ان کے نقوشِ قدم کو صراطِ مستقیم کہنا حق ہے، اور اپنی سمجھ کو ان کے فرمان کے تابع رکھنا تقاضاءِ ادب ہے۔ وصیّت کے بعد ماں کے مقام کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ بچے کو پیٹ میں اٹھائے رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ وضعِ حمل کا دکھ بھی بڑا دکھ ہوتا ہے۔ دودھ پلانا بھی بہت بڑی خدمت ہے۔ یہ سب کام ماں طبعی طور پر کرتی ہے۔ اللہ نے اپنے علم سے جو اہتمام کیا ہے، اس کی طرف بھی دیکھنا چاہیے، اور ماننا چاہیے کہ ربّ العالمین کے علم سے بڑا کوئی علم ہو ہی نہیں سکتا۔ حمل کے ابتدائی تین مہینے ایسے ہوتے ہیں، جن میں عورت کئی طرح کے حالات سے گزرتی ہے مگر پیٹ میں بوجھ کا احساس نہیں ہوتا۔ جب تین ماہ بعد بوجھ کا احساس شروع ہوتا ہے تو پھر یہ ہر روز بڑھتا ہی رہتا ہے۔ کمزوری پر کمزوری بڑھتی چلی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوتِ برداشت بھی بڑھتی رہتی ہے۔ کم سے کم مدت جس میں بچے کی پیدائش ممکن ہے، اس کا تعین ضروری ہے کہ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف روشن رہے۔ طبعی طور پر کسی مادہ کے حاملہ ہو جانے کے بعد نر اس کے قریب نہیں جاتا۔ وضعِ حمل کے بعد دودھ پلانے کی مدت میں بھی نر مادہ کے قریب نہیں جاتا۔ حضرتِ انسان کے لیے جانوروں میں بھی نشانیاں رکھی گئی ہیں۔ اگر ماں باپ حمل قرار پانے کے بعد سے لے کر دودھ چھڑانے کی عمر تک آپس میں نہ ملیں تو اس سے جو برکات حاصل ہوں گی، ان کو دیکھا تو جا سکتا ہے، وہ بیان میں نہیں آسکتیں۔ بچہ بڑا ہوتے ہوتے جب چالیس برس کا ہو جاتا ہے تو جسمانی لحاظ سے بھی اس کے اندر پختگی

Marfat.com

آ جاتی ہے، روحانی لحاظ سے بھی اس کے اندر پختگی آجاتی ہے۔ اس کے اپنے تجربات اور مشاہدات اسے یہ بتاتے ہیں کہ حق کے حوالے سے اس کو کیا کرنا چاہیئے تھا، اور اس نے کیا کیا ہے۔ اس کو اپنے حقوق بھی نظر آتے ہیں مگر دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے گناہ سے بچنا اس کا طریق زندگی ہوجاتا ہے۔ جو اس کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے، وہ اسے باذنِ اللہ مانتا ہے اور خدمتِ خلق کو کبھی مؤخر نہیں کرتا۔ عمر کی اس حد پر پہنچ کر طبیعت میں توازن آجاتا ہے، اور بندہ حقوق العباد کو بطریق احسن ادا کرنے کی صلاحیت اپنے اندر دیکھتا ہے، تب وہ دعا کرتا ہے: اے میرے ربّ تیرے سہارے کے بغیر میں اپنا توازن قائم نہیں رکھ سکتا۔ تو نے مجھے بھی اپنے فضل سے نوازا، میرے والدین کو بھی اپنے فضل سے نوازا۔ جس مقام پر میں یہ دعا کر رہا ہوں، اس پر پہنچنا تیرے فضل سے ہی ممکن ہوا۔ تو میری رہنمائی فرما کہ میں صالح عمل کروں، صالحین کی معیت اختیار کروں جس سے تو راضی ہو۔ میری اولاد کو بھی راہِ راست پر رکھ کہ وہ بھی صالح ہوں۔ میں تیری طرف رجوع لاتا ہوں، اور میں فرمان بردار لوگوں سے ہوں۔ اصلاحِ معاشرہ کے لیے سنجیدگی کا مقام اس قدر واضح کر دیا گیا ہے، کہ شعور کی موجودگی میں چالیس کے سن میں داخل ہونے والا کوئی بھی فرد اس سے غافل نہیں رہ سکتا۔

حاصل: والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ والدین حق کے منکر بھی ہوں تو بھی ان کی ذاتی خدمت کا حق ضرور رہتا ہے اولاد پر۔ ماں کے ساتھ تعلق ایسا ہونا چاہیئے کہ اسے اصول وضوابط نہ سمجھائے جائیں، اس کی بات امرِ الٰہی کے خلاف نہ ہو تو مان لینی چاہیئے۔ اس کی خوشی کے لیے مال خرچ کرنا ضروری ہے۔ کم سے کم مدت جس میں بچہ پیدا ہوسکتا ہے، اس کا تعیّن کرنا ضروری ہے کہ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف رہے۔ حمل کے دوران اور رضاعت کے وقت میں ماں باپ ایک دوسرے کے قریب نہ جائیں تو اس سے بڑی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ چالیس سال کے سن میں داخل ہو کر سنجیدگی اور قناعت بندے کا حال ہوجائے تو حق ہے، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، والدین کے لیے دعا کرنی چاہیئے، صالحین کی معیت اختیار کرنی چاہیئے، کہ اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔ اپنی اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ صالح ہو۔ یہ کہنا چاہیئے کہ یا اللہ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں فرمانبرداروں سے ہوں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

یہ ہیں وہ لوگ جن کے اچھے اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں، اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہیں، یہ اہلِ جنّت ہیں۔ ان سے کیا جانے والا وعدہ پورا ہو گا۔

جو لوگ چالیس کے سن میں داخل ہوتے ہوئے سنجیدگی اور متانت کو اپنا حال بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصود بناتے ہیں، اولاد کو راہِ راست پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں اور فرمانبرداروں سے رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان کے اچھے اعمال اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں، ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، یہ جنّتی حضرات ہیں۔ جنّت کی حقیقت راحت ہے، ان لوگوں سے اللہ نے راحت کا وعدہ فرما رکھا ہے اور یہ وعدہ پورا ہوگا۔

حاصل: جن اعمال کا مقصود رضائے الٰہی ہو، وہ اچھے ہوتے ہیں، اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے اچھے اعمال اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں، ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ ایسے جنّتی لوگوں سے راحت

کا وعدہ ہے، اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا ہوگا۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

اور جس نے اپنے والدین سے کہا میں تم سے بیزار ہوں، کیا مجھے اس سے ڈراتے ہو کہ اٹھایا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے کتنے ہی قرن گزر چکے ہیں۔ اور وہ اللہ سے مدد مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں، تجھ پر افسوس ہے تو ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ یہی جواب دیتا ہے کہ یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

یہ مومن والدین کے کافر بیٹے کا ذکر ہے۔ جب والدین اسے یوم حساب کا یقین رکھنے کو کہتے ہیں، تو وہ ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ والدین مجھے عیش و عشرت سے روکنا چاہتے ہیں، اس لیے مجھے قیامت کے دن سے ڈرا رہے ہیں۔ والدین کو جواب دیتے ہوئے بیٹا یہ کہتا ہے کہ جس قیامت سے آپ مجھے ڈرا رہے ہیں، یہ ایک مفروضہ بات ہے۔ نہ یہ کبھی ہوئی ہے نہ ہوگی۔ مجھے یہ پتہ ہے کہ مجھ سے پہلے بہت لوگ گزر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی جزا کے لیے اٹھایا نہیں گیا۔ والدین بیٹے کی تکلیف دہ باتوں کو سن کر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، اور بیٹے کو سمجھاتے ہوئے یہ کہتے ہیں: تجھ پر افسوس ہے کہ تو بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ تو اس راستے کو چھوڑ دے، تو ایمان لے آ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آئے گی اور تجھے تیرے کیے کی جزا دی جائے گی۔ وہ جواب میں یہی کہتا ہے: آپ کیسی باتیں کرتے ہیں، نہ قیامت آئی ہے نہ آئے گی، یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

حاصل: نیک لوگوں کی اولاد بھی حق کا انکار کرنے لگے تو والدین سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔ قیامت، کلی طور پر عمل کے لیے دیئے گئے وقت کے خاتمے پر ہوگی۔ والدین کو اولاد کی بڑی پرواہ ہوتی ہے۔ اولاد کی بے ہودہ باتیں سن کر بھی وہ سمجھاتے ہی چلے جاتے ہیں، ایمان لانے کی تاکید کرتے ہیں، یہ بتاتے رہتے ہیں قیامت ضرور آکر رہے گی، کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ مگر مغرور لوگ حق کو سن کر یہی کہتے ہیں، یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

یہ وہی لوگ ہیں، جن پر قول حق ہو چکا، جن و انس کی اُمتوں میں سے جو ان سے قبل گزر چکی ہیں۔ بے شک وہ خسارے والے تھے۔

جن و انس کے صراطِ مستقیم پر ہونے کا ثبوت یہی ہے کہ وہ اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرتے ہوں۔ جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں، وہ ضرور عذاب میں پکڑ لیے جاتے ہیں۔ ان پر عذاب وہاں سے آجاتا ہے جس کا انہیں شعور بھی نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن علم والے حضرات یہ کہیں گے، آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔ (۱۶:۲۷)

حاصل: حق کا انکار کرنے والے، یقیناً خسارے کی راہ پر پڑ جاتے ہیں۔ ان کا انجام وہی ہوتا ہے جو پہلے منکرین حق

کا ہو چکا ہے۔ جو حق کے مقابل باطل کو مانتے ہیں، وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾

اور ہر ایک کے لیے اپنے اعمال کے مطابق درجات ہوں گے، تا کہ اللہ ان کے اعمال انہیں پورے دے، اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

والدین کے ساتھ احسان کرنے والے اور احسان نہ کرنے والے مساوی نہیں ہیں۔ ہر ایک کے لیے اپنے اعمال کے مطابق درجات ہوں گے۔ اہلِ جنّت کو جو کچھ عطا ہوگا وہ کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔ (۱۰۸:۱۱) منکرین حق کو ان کا کیا ہوا پورا دیا جائے گا، جس میں کمی نہ ہوگی۔ (۱۰۹:۱۱) اللہ تعالیٰ کی شان ہے، کہ وہ ہر حال کی خبر رکھتا ہے۔ کسی کا کوئی بھی عمل اللہ سے مخفی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کسی کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

حاصل: جو خیر کے رخ پر ہے، اس کی جزا بصورت فلاح ہوگی، جو خلافِ حق کرتا ہے اس کی جزا بصورتِ خسارہ ہو گی۔ کسی کا کوئی عمل اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتا، اس لیے کسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم بھی نہیں ہوگا، ہمیں ہر عمل کے ساتھ جزا کا یقین رکھنا چاہیے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ ع ۲

اور جس دن کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے، (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی حیاتِ دنیا میں طیّبات کو لے چکے ہو اور ان سے بہرہ مند ہو چکے ہو، تو آج تمہاری جزا ذلّت کا عذاب ہے، اس لیے کہ تم زمین میں ناحق استکبار کرتے تھے اور اس لیے کہ تم فسق کرتے تھے۔

کافر حیاتِ دنیا کے بارے میں یہ کہتے ہیں: کہ بس یہی ہے اور ہمیں جزا کے لیے اٹھایا نہ جائے گا۔ (۳۷:۲۳) جو حیاتِ دنیا اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو، اسے اس کے اعمال پورے دیئے جاتے ہیں، اس میں کمی نہیں ہوتی۔ (۱۵:۱۱) آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ ہی ہوگی۔ جزا کے منکرین کو جب آگ کے سامنے لایا جائے گا، تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ حق نہیں ہے۔ وہ کہیں گے یقیناً ہے۔ تو حکم ہوگا، چکھو عذاب بدلہ اس کا جو تم کیا کرتے تھے۔ تم اپنے حصے کی نعمتیں حیاتِ دنیا میں خلاف حق استعمال کرتے ہوئے ضائع کر چکے، تو آج تمہاری ناسپاسی کی جزا ذلّت کا عذاب ہے۔ تم اپنی پسند کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ تم زمین میں ناحق استکبار کرتے تھے، اور حق کے ساتھ اپنی پسند کو ملاتے تھے۔ اس طرح تم اپنی خواہشات کی ہی پیروی کرتے تھے۔

حاصل: جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔ جو نعمتیں اللہ کی رضا کے مطابق استعمال ہوں، انہیں دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ جو نعمتیں خلافِ حق استعمال ہوں وہ حیاتِ دنیا میں ہی ضائع ہو جاتی ہیں۔ استکبار کرنے والوں کے لیے اور

Marfat.com

فسق کرنے والوں کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہوگا، رسوائی کا عذاب ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء(۴) میں ارشاد فرمایا ہے:... وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے قبل کتاب دی گئی تھی، اور تمہیں، وصیت کی کہ اللہ پر تقویٰ کرو، اور اگر تم کفر کرو، تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا۔

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

اور عاد کے بھائی کا ذکر کیجیے، جب آپ نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرسنایا، اور بے شک ڈر سنانے والے آپ کے آگے بھی گزرے، پیچھے بھی، کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک مجھے تم پر یوم عظیم کے عذاب کا خوف ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام قومِ عاد میں مبعوث ہوئے۔ آپ نے اپنی قوم کو اس کے مقام پر جس کا نام احقاف ہے، اللہ کا پیغام پہنچایا۔ یہ احقاف ایسی جگہ تھی، جہاں اس کی قوم کی مادی ترقی لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی، اور اس قوم کو اپنے علوم وفنون پر بڑا ناز تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام کا پیغام تو وہی تھا جو آپ سے پہلے مرسلین کی زبانی سنا جا چکا تھا۔ یہ پیغام تو ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا، اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، یہ شرک ہے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پر ایک ہولناک دن کا عذاب آنے والا ہے۔

حاصل: اصلاحِ حال کے لیے ماضی کا ذکر بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ پیغامِ حق ایک ہی تھا، ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا، کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے، اس کا انجام خسارہ ہی ہوتا ہے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾

کیا آپ اس لیے آئے ہیں، کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے فریب کے ذریعے برگشتہ کردیں۔ تو لے آیئے وہ جسکی آپ دھمکی دے رہے ہیں، اگر آپ سچے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا تھی۔ آپ نے انہیں ان کے انجام سے آگاہ کیا، تو وہ بہت برہم ہوئے، اور اللہ کے مقابل جن کو وہ لوگ معبود ٹھہراتے تھے، انہیں کسی سند کے بغیر معبود ماننے پر مصر رہے۔ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ کہا، آپ کا استدلال اپنی جگہ، مگر یہ کیا بات ہوئی کہ آپ اس تہذیب کو ہی ختم کرنا چاہتے ہیں جو ہماری پہچان ہے۔ آپ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر نہیں سکتے۔ اگر آپ سچے ہیں، تو جس عذاب سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں، وہ عذاب لے آیئے۔ عذابِ الٰہی کے بعد عمل کے لیے دی گئی مہلت ہی نہ ہو تو پیغامِ حق پہنچانے والے کی صداقت کو ماننا کبھی نفع نہیں دیتا۔

حاصل: مشرک لوگوں کو اپنی قدروں سے، اپنی تہذیب سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ پیغامِ حق کو کن کروہ یکسو ہونے

Marfat.com

کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ یہ کہتے ہیں، جس انجام سے انہیں ڈرایا جارہا ہے، اسے دیکھ کر ہی وہ حق کو مانیں گے۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

فرمایا، اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو تمہیں وہی پہنچاتا ہوں، جو دے کر بھیجا گیا ہوں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کرنے والوں نے جب ہولناک عذاب کو ہی حضرت ہود علیہ السلام کی صداقت کو ماننے کے لیے شرط قرار دے دیا، تو آپ نے فرمایا، تم پر تمہارے ربّ کا عذاب اور غضب پڑ گیا۔(۷:۷۱) میں تو تمہیں اپنے ربّ کا بھیجا ہوا ہی پہنچاتا ہوں۔(۷:۶۸) اگر اللہ نے عذاب کا وقت بتایا ہوتا تو وہ بھی تمہیں بتا دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا علم رکھنے والا ہے۔ وہ تو لوگوں کے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک ہی کرتا ہے۔ لوگ اگر ظلم کا راستہ اختیار کریں تو وہ اپنے کیے پر ہی پکڑے جائیں گے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے منکرینِ حق کو بتایا، کہ میں تم لوگوں کو جہالت میں پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں، تم لوگ عذابِ الٰہی کے سامنے اپنی حیثیت کو نہیں دیکھ رہے، عذاب کے واقع ہونے کا وقت جاننے کے پیچھے پڑے ہو۔

حاصل: اللہ کے رسول کی شان کے لائق ہی نہیں تھا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے میں کمی بیشی کرتے۔ جاہل لوگ وہ نہیں دیکھ پاتے جو اللہ کے پاک بندے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جاہل، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھتے ہی نہیں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾

پھر جب انہوں نے دیکھا کہ بادل ان کی وادیوں کی طرف امڈا آرہا ہے، کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ نہیں بلکہ یہ تو وہ ہے، جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، یہ آندھی ہے جس میں المناک عذاب ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے عاد کو عذابِ الٰہی سے آگاہ کر دیا تھا، جب یہ عذاب بادل کی صورت میں ان لوگوں کو نظر آیا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ بارش برسانے والا بادل ہے جس کے لیے وہ لوگ سخت بے چین تھے اور جس سے ان کی زمین کی حالت سدھرنے والی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بتایا، یہ بادل تمہاری حالت سنوارنے والا نہیں ہے۔ یہ بادل تمہارے لیے عذاب ہے، یہ تمہاری حالت بگاڑ کر رکھ دے گا، اور یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ آندھی ہے جو اپنے اندر المناک عذاب رکھتی ہے، اب دیکھو اس کے مقابل تم کیا حیثیت رکھتے ہو۔

حاصل: جاہل لوگ عذابِ الٰہی میں پکڑے جائیں تو انہیں اپنے انجام کا پتہ لگتا ہے مگر یہاں سے فلاح کی طرف کوئی راستہ جاتا ہی نہیں۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

ہر شے کو اپنے ربّ کے امر سے تباہ کر دے گی۔ پھر وہ صبح کو ایسے ہو گئے کہ ان کے مساکن کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ ہم مجرم لوگوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام نے جس عذاب سے اپنی قوم کو آگاہ کیا تھا، وہ آندھی کی صورت میں عاد پر مسلط ہوا اور آپ نے اس آندھی کی صفت یہ بتائی کہ یہ ہر شے کو اپنے ربّ کے امر سے تباہ کردے گی، اور اس آندھی کے سامنے تم لوگ کس قدر ٹھہر سکو گے یہ تم دیکھ لو گے۔ جب عاد نے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ کہا تھا، لے آیئے وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا: انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (۷:۷۱) جب یہ عذاب ان لوگوں پر پڑا تو وہ نابود ہوگئے، اور جب عذاب ختم ہوا، تو ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ ہوا نے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ آیاتِ الٰہی کی تکذیب جرم ہے، اور اس جرم کی سزا ایسے ہی دی جاتی ہے۔

حاصل: استکبار کرنے والے لوگوں کی جڑیں کاٹنے کے لیے ہوا سے کام لے لینا اللہ کی مطلق قدرت کا ثبوت ہے۔
- آیاتِ الٰہی کی تکذیب، جرم ہے، اور اس جرم کا انجام تباہی و ہلاکت ہے۔ تباہی کے راستے کو اختیار کرنے والے اسی انجام کو پہنچیں گے، جس انجام کو پہلے آیاتِ الٰہی کو جھٹلانے والے پہنچ چکے ہیں۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۲۶ ع ۳

اور ہم نے ان کو وہ جماؤ دیا تھا، جو تمہیں نہیں دیا، اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے، تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل ان کے کچھ کام نہ آئے، کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ اور انہیں اسی نے گھیر لیا، جس کا وہ استہزاء کرتے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے عاد سے یہ فرمایا تھا کہ یاد کرو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تمہیں زمین میں خلافت دی تھی، اور تمہیں بڑی بدنی قوت سے نوازا تھا، تمہیں بڑی نعمتوں سے نوازا تھا۔ اللہ کی عنایات کو یاد رکھنا تمہارے لیے باعث فلاح ہوگا۔ (۷:۶۹) اللہ نے جس قوت سے عاد کو نوازا تھا، وہ بہت بڑی تھی۔ وہ لوگ پہاڑوں میں آسانی سے گھر بنا لیتے تھے۔ یہ قوت اللہ نے ان کو دی تھی۔ حال پر لوگوں کو یہ قوت حاصل نہیں ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کو کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیئے اور انہوں نے خداداد قوت سے وہ کام کیے کہ وہ اپنی مادی ترقی پر اترانے لگے۔ اپنی قوت پر وہ اس قدر نازاں ہوگئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے، اور حق کا مذاق اڑانے لگے۔ اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ یہ ہوا ہی تھی، جس نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھی دی۔ وہ لوگ اپنی قوت کو تو دیکھتے تھے، مگر یہ نہیں دیکھتے تھے، کہ جس نے یہ قوت دی ہے، اس کی قدرت کے سامنے اس قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ماضی میں اس کی بہت مثالیں ہیں کہ اللہ کے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، پھر جن لوگوں نے تمسخر کیا انہیں اسی نے گھیر لیا جس کا وہ استہزاء کرتے تھے۔ (۲۱:۴۱)

حاصل: اپنے اسباب و وسائل کی کثرت پر فخر کرنے والے لوگوں کا رخ درست نہیں رہتا۔ کان، آنکھیں اور دل مادی ترقی کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ جب رخ درست نہ رہے تو یہ بندے کو خسارے سے نہیں بچا سکتے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو پہچاننا ضروری ہے، ورنہ انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ہود (۱۱) میں ارشاد فرمایا ہے: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اور اگر ہم عذاب کو ان سے کچھ گنتی

کے وقت کے لیے ہٹا دیں، تو ضرور کہیں گے، کس نے روکا ہے۔ سن لو، جس دن ان پر عذاب آئے گا، ان سے پھیرا نہیں جائے گا، اور انہیں گھیرے گا جس کا استہزاء کرتے تھے۔

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے تمہارے گرد و پیش کے قریوں کو بھی ہلاک کیا، اور ہم نے اپنی نشانیوں کو کئی صورتوں سے واضح کیا تاکہ وہ رجوع کریں۔

جن بستیوں کو ماضی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاک کیا گیا، ان کے اہل یقیناً ظالم تھے۔ ان لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ بھی کیا گیا، اللہ کی نشانیوں کو ان لوگوں پر اس طرح واضح کیا گیا، کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے، اور باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی وضاحت میں کبھی کسر نہیں رہی۔ اللہ ہی ہر شے کا علم رکھنے والا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کس مقام پر لوگوں کو کس طرح کی وضاحت رجوع الی اللہ ہونے میں مدد دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی وضاحت ہمیشہ اللہ کے علم سے فرمائی گئی ہے، اس لیے یہ وضاحت ہر زمانے میں پوری تھی۔ ہدایت تو انہیں ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائیں۔

حاصل: اپنے گرد و پیش پر بھی نظر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہمیشہ واضح ہوتی ہیں۔ رجوع الی اللہ ہونے کے لیے جس روشنی کی ضرورت ہوتی ہے وہ روشنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور دی جاتی ہے۔

فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

تو انہوں نے کیوں نہ ان کی مدد کی جن کو وہ تقرب الٰہی کے لیے معبود بناتے تھے۔ بلکہ وہ تو ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور ان کا افتراء تھا۔

جب کسی بستی کے اہل کو ان کے ظلم کی بدولت پکڑا گیا، تو جن کو وہ معبود مانتے تھے، انہیں ان کی مدد کو آنا چاہیے تھا، اور اپنے ماننے والوں کی مدد کرنی چاہیے تھی، مگر یہ کبھی نہیں ہوا۔ بلکہ عذاب کے وقت تو یہ معبود انہیں کہیں نظر ہی نہ آئے۔ تقرب الٰہی کے نام پر یہ ان لوگوں کا اپنا گھڑا ہوا جھوٹ تھا، ان کا اپنا بنایا ہوا افتراء تھا۔

حاصل: قرب الٰہی کے لیے انعام یافتہ حضرات کا اتباع لازم ہے۔ اپنے جھوٹ اور افتراء سے نہ کبھی کسی کا بھلا ہوا ہے نہ اس سے کبھی کسی کا بھلا ہوگا۔ اللہ کی نشانیوں کو نہ مانا جائے تو پھر اپنے جھوٹ اور افتراء سے بچ جانا کب ممکن ہوتا ہے، اور اس کا انجام ہلاکت ہی ہوا کرتا ہے۔

وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا، کہ قرآن سنیں۔ پھر جب وہاں حاضر ہوئے، کہنے لگے خاموشی ہو۔ تو جب پورا ہو چکا، اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے کے لیے لوٹ گئے۔

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب وحکمت کا معلّم بنا کر بھیجا گیا۔ جن لوگوں نے آپ کے علم سے فیض حاصل کیا وہ آپ کے لیے باعثِ راحت ہوئے۔ جن لوگوں نے آپ کے علم کی بے قدری کی ان سے آپ کو دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بے قدری کے دکھ میں اس طرح راحت سے نوازا کہ جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا کہ وہ قرآن پاک کو سنیں۔ جب انہوں نے سنا تو اپنے ساتھیوں سے خاموش رہنے کو کہا۔ پھر جب وہ بیان پورا ہو چکا، تو یہ جن آپ پر ایمان لائے، آپ سے حق کا علم حاصل کیا، سیدھے رہنے کی طریقت سیکھی اور اپنی قوم کو حق پہنچانے کے لیے انہیں ڈر سنانے کے لیے چلے گئے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہمیشہ حسبِ حال ہوتی ہے، اور بڑے علم سے ہوتی ہے۔ قرآنِ پاک کے ادب کے تقاضے کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ خاموشی سے سننا اس یقین سے تعلق رکھتا ہے، کہ جو کچھ سنایا جا رہا ہے وہ سننے والوں کے لیے بہت اہم ہے۔ خود ماننے کے بعد کسی کو ڈر سنانا حق ہے۔

قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾

کہنے لگے اے ہماری قوم، ہم نے ایک کتاب سنی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے، تصدیق کرتی ہے جو اس سے آگے ہے، حق اور طریق مستقیم کی ہدایت دیتی ہے۔

جنوں نے اپنی قوم میں آ کر ان سے خطاب کیا اور کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ یہ قرآن پاک رشد کی راہ دکھاتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اب ہم کبھی کسی کو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ قرآن پاک وہ کتاب ہے، جو تورات شریف کی تصدیق کرتی ہے، اور تورات شریف میں جس کتاب اللہ کا تعارف کرایا گیا ہے یہ وہی کتاب اللہ ہے۔ یہ کتاب، حق کو بیان کرتی ہے اور راہِ راست کو روشن کرتی ہے۔ کتاب اللہ کی اہمیت سے جنوں کو پوری آگاہی تھی، اس لیے ان کے لیے یہ خبر بڑی باعثِ راحت تھی۔

حاصل: اپنے محسوسات کو اپنے لوگوں کے سامنے بیان کرنا ان کے عقائد کے حوالے سے ہونا چاہیے، اور اپنے حال کے مطابق ہونا چاہیے۔ حق اور راہِ راست کی طلب رکھنا شعور کے درست ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔

یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾

اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو مانو اور آپ پر ایمان لاؤ، کہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے، اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے۔

قرآن پاک کو سن کر جنوں نے اپنی قوم کو پیغامِ حق پہنچایا، اور اپنی قوم سے کہا: یہ قرآن جو ہم نے سنا ہے، جس میں رشد و ہدایت ہے، راہِ راست ہے، حق کو اسناد کے ساتھ روشن فرمایا گیا ہے، اللہ کی بہت بڑی عطا ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ہماری بھلائی کی صورت ہے۔ اس سے ہمارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور ہمیں اللہ کے المناک عذاب سے پناہ مل جائے گی۔ وہ گناہ جس میں کسی دوسرے کا حق تلف ہوا ہو، اس کی بخشش میں دوسرے کے مقام کی اہمیت واضح ہے۔ یہ مقام کبھی موجود ہوتا ہے، کبھی موجود نہیں ہوتا۔ کلی عدل قیامت کے دن ہوگا۔

Marfat.com

حاصل: اپنی قوم کو پیغامِ حق پہنچانا بہت بڑی خدمت ہے۔ اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی شان کو بلند کرنا چاہیے، اس سے محبت کی راہ دکھانی چاہیے، یہ گناہوں کی بخشش اور المناک عذاب سے پناہ مل جانے کا یقینی راستہ ہے۔

وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾

اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کو نہ مانے، تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں، اور اس کے لیے اللہ کے مقابل کوئی دوست نہیں ہوگا۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو مانا نہ جائے، تو یہ خسارے کی راہ ہے۔ جو حق کو نہ مانے گا، وہ اپنی قوت کے بارے میں یہ بھی جان لے، کہ وہ اللہ کی مشیّت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا، اور اللہ کی مشیّت کے خلاف کرنے کی طاقت کسی کو ہو ہی نہیں سکتی۔ جو خلافِ حق کرے گا وہ اپنا انجام بھی جان لے کہ اللہ کے مقابل وہ کسی کو اپنا مددگار نہ پائے گا۔ حق کے مقابل من مانی کرنے والے ہی کھلی گمراہی میں ہیں۔ جنّوں نے اپنی قوم کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں عقائد کو درست رکھنے کی طریقت سکھائی۔ انسانوں اور جنّوں کی تخلیق میں فرق ہے، اس لیے مزاج میں بھی فرق ہے، ضروریات میں بھی فرق ہے۔ بشر کا اسوۂ حسنہ جنّوں کے لیے سند کا درجہ نہیں رکھتا، اس طرح کوئی جن انسانوں کے لیے رسول نہیں ہوسکتا۔ انسانوں اور جنّوں کا حال بھی الگ الگ ہے، مستقبل بھی الگ الگ ہوگا۔ جنّوں کے اعمال کی جزا بھی اللہ ہی دے گا۔ ان کے اعمال کو بشر کے حوالے سے نہ دیکھا جائے گا، اس حوالے سے دیکھا جائے گا، جو جن ہوگا اور راہِ ہدایت پر ہوگا۔

حاصل: جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کو نہ مانے، اس کو اپنی حیثیت کا پتہ نہیں ہوتا، وہ اللہ کی مشیّت کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتا، جزا کے وقت اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ حق کے مقابل من مانی کرنے والے کھلی گمراہی میں ہوتے ہیں۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾

کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا، اور ان کی تخلیق سے تھکا نہیں، مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے۔

معاد کو، دوبارہ زندہ کئے جانے کو، مان لینے سے اصلاحِ حال لازم ہو جاتی ہے۔ رخ درست ہو تو خواہشات کی پیروی ممکن نہیں ہوتی، اور خواہشات کی پیروی نہ کرنا بہت بڑی بات ہے۔ اس لیے معاد کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے بہت سی مثالیں دی گئی ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان کی تخلیق بہت بڑا کام ہے۔ اس کام نے خالقِ کل کو تھکایا نہیں۔ آسمانوں کے اجزاء ہوں، زمین کے اجزاء ہوں، اللہ کے علم سے ہی سب کچھ بنا ہے۔ جس قادرِ مطلق نے نہ ہونے سے ہونا بنایا ہے، وہ مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت یقیناً رکھتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اور اللہ کی قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

حاصل: اللہ خالقِ کل ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کرنے والے قادرِ مطلق کے لیے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

Marfat.com

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور جس دن کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے، (ان سے پوچھا جائے گا) کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ عرض کریں گے، ہمارے ربّ کی قسم یقیناً یہ ہے۔ حکم ہوگا، تو چکھو عذاب اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے۔

جزا کا انکار کرنے والے جہنّم کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ جب یہ جہنّم کے سامنے پہنچ جائیں گے، اور وہ دن جس کے آنے کو کافر ناممکن کہتے ہیں، آچکا ہوگا، تو کافروں سے یہ پوچھا جائے گا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ عرض کریں گے، یہ تو یقیناً حقیقت ہے، ہمارے ربّ کی قسم یہ یقیناً حقیقت ہے۔ اس وقت کافر اللہ کے مقابل کسی کی قسم کھانے کا تصور بھی نہ کر سکیں گے۔ حکم ہوگا، تو چکھو عذاب اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے۔ مرسلین کو جھٹلانا جرم ہے، اور اس جرم کی سزا جہنّم کا عذاب ہے۔

حاصل: جزا کا یقین بندے کو راہِ راست پر رکھتا ہے۔ مرسلین کے بیان کی تصدیق قیامت کے دن کافروں سے کروائی جائے گی، پھر انہیں یہ حکم دیا جائے گا، تو چکھو عذاب کہ تم حقائق کو مانتے نہ تھے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

رکوع ٤

تو صبر کرو جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا، اور ان کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن یہ لوگ دیکھیں گے جو وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے (تو سمجھیں گے) جیسے دن کی ایک ساعت ہی ٹھہرے تھے۔ تو پہنچا دینا ہی ہے۔ تو فاسق لوگوں کے سوا کون ہلاک ہوگا۔

یہ حکم عام ہے۔ رسول سبھی اولوالعزم تھے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے نمونے سے بہتر کا تصور بھی گمراہی ہے۔ رسولوں کا اتباع یقیناً صراطِ مستقیم تھا۔ مخالفین کے مطابق رہنا، مصائب و آلام کو باذن اللہ جاننا اور لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے معاملہ کرنا، صبر کرنے والوں کی طریقت ہے۔ منکرینِ حق جب عذابِ الٰہی کے لیے جلدی مچائیں تو ان سے یہ کہنے کا حکم ہے کہ، قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آ لگی ہو وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ (۲۷:۷۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت پوری کی جا رہی ہوتی ہے، اس لیے منکرینِ حق کے لیے عذاب جلد مانگنا درست نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن منکرین، حیاتِ دنیا کو ایک ساعت ہی جانیں گے۔ یومِ قیامت کی سختی کے مقابل، حیاتِ دنیا اور اس کا سکھ پل بھر ہی معلوم ہوگا۔ حق کا پہنچا دینا ہی کام ہے۔ جو مانتا ہے اسے ماننے کی جزا ملے گی، جو نہیں مانتا اسے اس کے نہ ماننے کی جزا ملے گی۔ جو لوگ حق کے ساتھ اپنی پسند کو ملاتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ اللہ انہیں گمراہ کر دیتا ہے۔ ان کے لیے ہلاکت ہی ہو سکتی ہے۔

حاصل: صبر کرنا مومن پر لازم ہے۔ صابر اولوالعزم ہوتے ہیں۔ مخالفین کے لیے عذاب کی جلدی مچانا درست نہیں ہوتا۔ حیاتِ دنیا کے سکھ قیامت کی سختی کے مقابل پل بھر کے ہی معلوم ہوں گے۔ حق کا پہنچا دینا ہی کام ہے۔

Marfat.com

ماننے والے کو اس کے ماننے کی جزا دی جائے گی، منکر کو اس کے انکار کی جزا دی جائے گی۔ فاسق لوگ یقیناً ہلاک ہوں گے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تو بھی اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا، اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اٰیاتھا ۳۸ ۔ ۴۷ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ ۹۵ ۔ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ مبارکہ کو پہلے مرسلین کی بشارتوں کے حوالے سے جانتے تھے، وہ لوگ آپ کو بالکل پہچانتے تھے۔ان لوگوں میں سے جنہوں نے آپ کی تصدیق کو اپنی خواہشات کے خلاف جانا، وہ استکبار میں مبتلا ہو گئے اور آپ کا انکار کرنے لگے۔ ان کے متعلق فرمایا گیا ہے، یہ دور کی گمراہی میں جا پڑے۔(۴:۱۶۷) یہ لوگ اللہ کی آیات کو قلیل داموں کے عوض بیچتے ہیں پھر اس کی راہ سے روکتے ہیں۔ بے شک یہ بہت بُرے عمل کرتے ہیں۔(۹:۹) ان کا حال خلافِ حق ہوتا ہے، اس لیے ان کے ماضی سے تعلق نہیں رکھتا۔ جس ماضی کی حال تصدیق نہ کرے، اس کی نفی کر دی جاتی ہے۔

حاصل: حق کا جان بوجھ کر انکار بہت ہی بُرا عمل ہے، اس کا منشاء لوگوں کو اللہ کی راہ سے رُوکنا ہوتا ہے۔ جو حال پر بُرا ہے اس کے ماضی کی خوبیاں اکارت ہو جاتی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ②

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، اور وہی ان کے ربّ کی طرف سے حق ہے، اللہ نے ان کی بُرائیوں کی نفی کر دی، اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔

ایمان لانے کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے، ایمان لانے کے دعوے کی تکرار کبھی صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتی۔ ایمان اس حق پر لایا جائے گا، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے۔ جس بات کی تصدیق قرآن پاک سے نہ ہو گی اس کو مستند نہیں کہا جائے گا۔ صالح اعمال وہ ہوں گے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کو حق جانتے ہوئے کئے جائیں گے اور آپ کے اتباع میں ہوں گے۔ اس معیارِ ہدایت کو بہر حال ملحوظ رکھنے والے صاحبان کی ماضی کی بُرائیوں کی نفی کر دی جائے گی۔ وہ ایسے پاک ہو جائیں گے، کہ جیسے آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے حال کی اصلاح کر دی جائے گی۔ ان لوگوں کا رخ یقیناً سیدھا ہو گا، اور سیدھا رہے گا، کہ ان کی پسند تو کسی بھی مقام پر ان کے راستے میں حائل نہ ہو سکے گی۔

حاصل: ایمان لانے کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ اس حق پر ایمان لانا جو بصورتِ قرآن شریف آپ پر نازل ہوا اور آپ کی اطاعت کرنا، آپ کا اتباع کرنا، آپ سے کامل تعلق کا ثبوت ہو

گا۔ جہاں یہ تعلق کامل ہوگا، وہاں سے برائیوں کو دور کردیا جائے گا، اور حال کی اصلاح کردی جائے گی۔ بندے کی طرف سے صداقت کا ثبوت ملتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ پورا کردیا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

یہ اس لیے ہوا کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا، اور ایمان والوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے ربّ کی طرف سے ہے۔ اللہ اسی طرح لوگوں سے ان کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔

کافروں کا رخ ہمیشہ حق کے انکار کا ہوتا ہے۔ وہ باطل کو مانتے ہیں، اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ سے روکنا، اس میں کجی چاہنا اور آخرت کا انکار کرنا کافروں کا طریق زندگی ہے۔ کافر اگر ماضی میں بھلائی کرتے رہے ہوں تو حال پر مذکورہ صفات کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت کردیے جائیں گے۔ ایمان والے حق کو مانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتے ہیں۔ ناصح سے محبت ان کے لیے اتنا بڑا سہارا بن جاتی ہے کہ مشکل مقامات سے وہ لوگ بآسانی گزر جاتے ہیں۔ ان کے ماضی کی کوتاہیوں کو بھی دور کردیا جاتا ہے۔ جس ماضی کی حال پر شہادت نہ ملے اس کو ختم کردیا جاتا ہے۔ لوگوں کو ان مثالوں سے سبق سیکھنا چاہیے۔

حاصل: جو باطل کا اتباع کرے اس کے سابق اعمال کا اکارت ہوجانا ضروری ہے۔ جو حق کا اتباع کرے اس کی سابقہ کوتاہیوں کی نفی بھی ضروری ہے۔ جس ماضی کی حال پر شہادت نہ ملے اس کو ختم کردیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے حال پر نظر رکھنی چاہیے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ۛ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④

وقد یبتدا بقولہ ذٰلک ط ولکن حسن اتصالہ بما قبلہ ویوقف علی ذٰلک ط — مع ١٣

پھر جب تم کافروں کے مقابل آ جاؤ، تو ان کی گردنیں مارو۔ حتیٰ کہ جب انہیں کچل چکو تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو۔ پھر اس کے بعد احسان کر دیا فدیہ لے لو، حتیٰ کہ لڑائی اپنے اوزار رکھ دے۔ تمہارا کام یہی ہے۔ اور اللہ اگر چاہتا تو ان سے بدلہ لیتا، لیکن یہ اس لیے ہوا کہ اللہ تم میں بعض کو بعض سے آزمائے۔ اور جو لوگ فی سبیل اللہ قتل ہوئے، اللہ ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کو نورِ ہدایت جاننا چاہیے، اور اس کو ادب سے ماننا چاہیے۔ اس آیت میں جنگ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جب کافروں سے مقابلے کا مقام آجائے تو باقی سب تعلقات کالعدم ہوجائیں گے۔ یہاں کافروں کو اللہ کا دشمن جاننا ضروری ہے اور ان کی گردنیں مارنے میں اللہ کی رضا ہے۔ ان کی طاقت کو کچلنا مقصود ہونا چاہیے۔ یہ طاقت زمین میں فساد کا باعث بنتی ہے اس لیے اس طاقت کو

کچلنے کے لیے کافروں کی گردنوں پر مارا جائے اور ان کے جوڑوں پر مارا جائے۔ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ کافروں کو قید کرے، حتیٰ کہ انہیں زمین میں خوب کچل نہ لے۔ (۸:۶۷) کافروں کی قوت کو ختم کر دینے کے بعد جو لوگ ان میں سے بچ جائیں، انہیں قیدی بنانے کا حکم ہے۔ یہاں مضبوطی سے باندھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مضبوطی سے باندھنا ان کی حرکات کو حفاظتی تدابیر کے لیے محدود کر دینے کے لیے ہوتا ہے، نقصان پہنچانے کے ارادے سے بالکل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد مومنین کو حاصل ہوگی، کہ اللہ نے اپنے اوپر یہ حق رکھ لیا ہے۔ (۴۷:۳۰) اس مدد کا اظہار بڑے زور سے ہونا چاہئے، پوری قوت سے اللہ کی رضا کے لیے لڑنا چاہئے۔ اس کے بعد دشمن کے ساتھ دو طرح کا رویہ رکھا جا سکتا ہے، اور اس کا فیصلہ امیر المومنین کو ہی کرنا ہوتا ہے، کہ کس کو احسان کر کے چھوڑنا ہے، اور کس قیدی سے فدیہ لے کر چھوڑنا ہے۔ جب کافروں کی قوت ٹوٹ جاتی ہے، تو لڑائی کے لیے اٹھائے جانے والے ہتھیار رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ہتھیار اٹھانے سے لے کر ہتھیار رکھ دینے تک حالتِ جنگ ہے، اور اس میں قطعاً دشمنوں سے کوئی رعایت کرنا حق نہیں ہے۔ بندے سے صرف اسی کام کے بارے میں پوچھا جائے گا، جو اس کے ذمے ہے۔ اللہ نے مومنین کو جنگ کرنے کا حکم دے کر ان کی عزت افزائی کی ہے، اللہ کو کسی قوم کے مٹانے میں نہ کبھی دیر لگی ہے نہ کبھی دیر لگ ہی سکتی ہے۔ اللہ یہ ضرور دیکھتا ہے کہ حق کو ماننے والے کس قدر مانتے ہیں، اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کیا کرتے ہیں، اور یہ بھی چاہتا ہے کہ منکرینِ حق کی حیثیت ان کے سامنے آجائے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے کا شرف پالیتے ہیں، ان کے اعمال کا پورا پورا صلہ دینا اللہ کی شان ہے۔

حاصل: اللہ کے دشمنوں سے میدانِ جنگ میں لڑنا، اللہ کے فرمان کے مطابق ہونا چاہیے: دشمنوں کی گردنیں ماری جائیں، ان کے جوڑوں پر ضربیں لگائیں جائیں، ان کی قوت کو خوب کچلا جائے، باقی جو بچیں ان کو قید کیا جائے، اور مضبوطی سے باندھ لیا جائے۔ چھوڑنے کی صورتیں بھی واضح فرمائی گئی ہیں: احسان کر کے چھوڑ دیا جائے، یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ ہتھیار اٹھانے سے لے کر ہتھیار رکھ دینے تک کا کام مومنین کے ذمے ہے، اللہ کو منکرینِ حق کے تباہ و برباد کرنے میں نہ کبھی دیر لگی ہے نہ لگے گی۔ حق کو ماننے کا دعویٰ اسی طرح سچا ثابت ہوتا ہے، اس لیے آزمائش کی یہ صورت رکھی گئی ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قربان ہو جاتے ہیں، وہ زندہ ہیں ان کے اعمال کا انہیں پورا پورا صلہ دینا اللہ کی شان ہے۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ ⑤ — جلد ہی انہیں راہ دے گا اور ان کے حال کی اصلاح کر دے گا۔

جو لوگ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جانیں قربان کرتے ہیں، وہ حیاتِ دوام پالیتے ہیں۔ ان کو بلند درجات کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ ان کے حال کو سنوار دینا اللہ کی شان ہے۔ ان کی کوتاہیوں کی نفی ہو جاتی ہے، اور وہ لوگ قربِ الٰہی کو پالیتے ہیں۔

حاصل: جو لوگ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائیں ان کو بلند درجات کی طرف لے جایا جائے گا، اور انہیں قربِ الٰہی سے نوازا جائے گا۔ دائرہ عبدیت میں یہ بڑا انعام ہے۔

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ — اور انہیں جنّت میں داخل کرے گا، جس کی انہیں پہچان کرادی ہے۔

Marfat.com

جولوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں ہوں، اور اسی حالت میں وہ موت کے دروازے سے گزر جائیں، ان کی پاکیزگی پر دو شہادتیں موجود ہوتی ہیں: شاہد ان کی پاکیزگی پر اور حق کے اتباع پر شہادت دیتا ہے، اللہ ان کی خلوت کی پاکیزگی پر گواہ ہوتا ہے۔ شہید کو یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کی حقیقت راحت ہے اور جنّت ہے، اس لیے وہ حال پر بھی جنّتی ہے، آخرت میں بھی جنّتی ہوگا۔ اسے اپنے مقام سے آگاہ کر دیا جاتا ہے، اور اس میں اس کے لیے بڑی راحت ہوتی ہے۔

حاصل: شہیدوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا، اور یہ اس مقام کو خوب پہچانتے ہوں گے۔ مستقبل میں حاصل ہونے والے انعامات کا مشاہدہ ایسی راحت دیتا ہے، جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦

— اے ایمان والو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، اللہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، کوئی شے اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے، اسے کسی شے کی احتیاج بھی نہیں ہے۔ حق پہنچانے والے کی مدد کرنا، اس مدد میں کسی شے کو اٹھا نہ رکھنا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اپنے حق کو بطریقِ احسن ادا کرنا، اللہ کی مدد کرنا ہے۔ اس کے دو انعامات کا ذکر کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد دی جاتی ہے، اور اللہ ہی سب سے بڑا جاننے والا ہے کہ کس مقام پر ہمیں کس مدد کی ضرورت ہے، اس لیے اللہ کی مدد سے زیادہ مفید کوئی مدد ہو نہیں سکتی۔ ثابت قدمی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جو مصائب آئیں ان سے بندے کے اندر سستی نہ آئے، کمزوری نہ آئے اور وہ دب نہ جائے۔ (۱۴۶:۳) ان لوگوں کو دنیا کا ثواب بھی ملتا ہے، آخرت کا ثواب تو بہت اچھا ہو گا اور اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔ (۱۴۸:۳) ثابت قدم رہنے والے پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات کی بارش ہونے لگتی ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والے کی مدد کرنا اللہ کی مدد کرنا ہے، اور اللہ کی مدد کرنے والے کو دو انعامات ملتے ہیں: اللہ کی مدد اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے، اور ثابت قدمی اسے عطا ہو جاتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧

اور جن لوگوں نے کفر کیا تو ان پر تباہی پڑی، اور ان کے اعمال ضائع ہوئے۔

جن لوگوں نے حق کی مدد کرنے کی بجائے، حق کے انکار کی راہ کو اپنایا، اور عمل کے لیے دیئے گئے وقت کو حق کے انکار پر صرف کیا، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو باطل کی ترقی پر لگایا، ان لوگوں نے جو چاہا وہ حاصل کرنا تو ان کے بس میں نہیں تھا کہ نتائج پر اللہ کی قدرت کا کسی زمانے میں انکار ممکن نہیں ہوا۔ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ حق کو جھٹلانے والے ہی خسارے میں رہے، ان پر تباہی مسلط ہوئی اور انہوں نے ماضی میں جو کام بھلائی کے کیے تھے وہ بھی بے حقیقت ہو گئے۔

حاصل: حق کے انکار کا نتیجہ تباہی اور پھٹکار ہی ہوتا ہے۔ وہ بھلائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، جس کی حال پر تصدیق نہ ہو۔

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَرِهُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ۝۹

یہ اس لیے کہ انہیں اللہ کے نازل فرمائے ہوئے سے کراہت ہوئی، تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

کافروں پر خدا کی لعنت اس وجہ سے پڑی کہ انہوں نے حق سے کراہت کا اظہار کیا۔ حق سے کراہت کا اظہار، اللہ سے دور ہونے کا ثبوت ہے۔ جو اللہ سے دور ہو جائے، اس کے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ حق سے کراہت کا اظہار کرنے والا شیطان کا دوست ہوتا ہے۔ شیطان اس کے اعمال کو زینت دے کر اس کے سامنے رکھتا رہتا ہے، اس طرح وہ شیطان دوست اپنی پسندیدہ کارروائیوں کو خوبیاں جانتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اعمال کو اکارت کر دیا جاتا ہے۔

حاصل: اللہ کے نازل فرمائے ہوئے کی قدر کرنی چاہیے۔ حق کی قدر کرنے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔ حق سے کراہت کرنے والے کے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور اس پر لعنت پڑتی ہے۔

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ‌ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡثَالُهَا‏ ۝۱۰

تو کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ نظر کرتے ان سے قبل والوں کی عاقبت کیسی ہوئی۔ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی، اور کافروں کے لیے اس طرح ہوتا رہے گا۔

جن لوگوں نے ماضی میں حق سے کراہت کی راہ اختیار کی، ان پر تباہی کا مقام آیا، پھر ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوا۔ اب جو لوگ اس راستے کو اختیار کرتے ہیں وہ اس راستے پر پہلے تباہ ہونے والوں کے انجام کو کیوں نہیں دیکھتے۔ کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا، کہ ان سے قبل بڑی قوت والے لوگ جنکے آثار قدیمہ ان کے مشاہدے میں آتے ہیں، حق سے کراہت کرنے کی بنا پر عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں۔ کافر اگر اسی راہ کو اختیار کریں گے، تو ان کا انجام بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

حاصل: زمین میں سیر کا منشاء ماضی سے سبق سیکھنا ہو تو یہ بھی عبادت ہے۔ حق سے کراہت کرنے والے تباہ ہوتے رہے ہیں، اور تباہ ہوتے رہیں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاَنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ لَا مَوۡلٰى لَهُمۡ ۝۱۱ ع ۵

یہ اس لیے کہ ایمان والوں کا مولیٰ اللہ ہے، اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

شریعت شعور پر لاگو ہوتی ہے، جب شعور اس مقام پر آ جائے کہ حق اور ناحق کے درمیان امتیاز کیا جا سکے، اور اپنے لیے راہِ عمل کا انتخاب کیا جائے، تو لوگ دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں: ایک حق کو مانتے ہیں، دوسرے حق کو نہیں مانتے۔ حق کو ماننے والے، اللہ کی ولایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی نصرت کرتا ہے اور وہ خیر الناصرین ہے۔ (۳:۱۵۰) جہاں تک حق کو نہ ماننے والے، ظالموں کا تعلق

Marfat.com

ہے ان کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے نہ نصرت دینے والا۔ (۸:۴۲) ایمان والوں کا مقصود ہوتا ہے اللہ کی رضا، اللہ انہیں ہدایت دیتا ہے، ان کی مدد کرتا ہے، انہیں ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ حیاتِ دنیا میں سچے ثابت ہوجاتے ہیں۔ کافروں کا مقصود ہوتا ہے اپنی خواہشات کا اتباع، اللہ انہیں گمراہ کرتا ہے، ان پر تباہی ڈالتا ہے، اور وہ عبرتناک انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔

حاصل: ایمان والے لوگ، حق کو مانتے ہیں۔ اللہ کو مولیٰ مان لینے والے کو خلافِ حق کرنا کبھی زیب نہیں دیتا۔ اللہ کی نصرت سے بڑی کوئی نصرت نہیں اور اللہ کی نصرت سے جو نتائج حاصل ہوسکتے ہیں وہ کسی اور صورت میں حاصل ہو نہیں سکتے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم (۱۹) میں ارشاد فرمایا ہے: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ اور ہم نے ان سے قبل کتنے ہی قریئے ہلاک کردیئے، کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک ہی سنتے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور جو لوگ کافر ہوئے برت رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، اور انکا ٹھکانا آگ ہے۔

ایمان والے اپنی صداقت کا ثبوت صالح اعمال سے پیش کرتے ہیں۔ اللہ دنیا میں ان کو خوف وحزن سے بچاتا ہے، اور وہ پاک لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول کو حق کے مطابق درست رکھتے ہیں، اپنے اعمال کو شاہد کے حوالے سے درست رکھتے ہیں، جو علمِ حقیقی انہیں حاصل ہوتا ہے، وہ دوسروں کو سکھاتے ہیں اور کبھی استکبار نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو جنتوں میں داخل فرمایا جائے گا، جن میں دائمی بہار ہو گی کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہاں زیر زمین پانی ایسی سطح پر ہوگا کہ زمین کو سرسبز وشاداب رکھنے میں کوئی مشقت نہیں ہوگی۔ رہے کافر تو وہ لوگ مقصدِ حیات کو مانتے ہی نہیں۔ نہ ان کے قول میں اخلاقی حدود کا احترام ہوتا ہے، نہ ان کے اعمال میں پاکیزگی ہوتی ہے۔ وہ جانوروں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور بستے ہیں۔ ان کی پسند سے بڑی کوئی بات ان کے پیش نظر نہیں ہوتی، اس لیے اسی دائرے میں ان کا سب کچھ کھپ جاتا ہے۔ آخرت کو تو یہ لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس لیے ان مجرموں کا انجام دوزخ کی آگ ہے، جو ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا بدلہ ہوگی۔

حاصل: مومن ہر حال میں حق کے مطابق رہتا ہے، اللہ کی رضا کا حصول ہر مقام پر اس کا مقصود ہوتا ہے، اس کا انجام جنّت ہے۔ کافر پر اس کی چاہت سوار رہتی ہے، اس کی زندگی چوپایوں کی مانند ہوتی ہے، حقائق کے انکار کی

Marfat.com

وجہ سے اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں ہوگا۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬

اور کتنے ہی قریئے کہ قوت میں اس قریئے سے اشد تھے جس نے آپ کو نکالا، ہم نے انہیں ہلاک کیا تو کوئی انہیں نصرت دینے والا نہ ہوا۔

وہ لوگ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے وہ آپ کے ساتھیوں کے وجود کو ایک مانتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوت پر فخر کیا کہ ہم نے ان صاحب کو جو ہمارے آباء واجداد کے معبودوں کو جھٹلاتے تھے، اور ایک اللہ کی بندگی کا حکم دیتے تھے، اپنے قریئے سے مع ان کے سب ساتھیوں کے نکال دیا ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ سے بڑی قوت والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ عاد وثمود یقیناً قوت میں بڑے درجے کے لوگ تھے کہ پہاڑوں میں گھر بنا لیتے تھے۔ خلافِ حق کرنے کی بنا پر وہ ہلاک کیے گئے تو کوئی انہیں مدد دینے کے لیے نہ آیا۔ جس قادرِ مطلق نے بڑی قوت والے لوگوں کو ہلاک کیا ہے، جسے آسمانوں اور زمین میں کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی، اس کے علم کا بھی جواب نہیں، اس کی قدرت کا بھی جواب نہیں۔ (۳۶:۴۴)

حاصل: اپنی قوت پر فخر کرنے کی بجائے، قوت عطا کرنے والے قادرِ مطلق کی شان کو بیان کرنا چاہیے۔ ہلاکت کی راہ پر بڑی قوت والے ہلاک ہو چکے ہیں اور اللہ کے مقابل کبھی ہلاک ہونے والوں کی مدد کو کوئی نہیں آسکا۔ اپنے انجام کو ضرور دیکھنا چاہیے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭

تو کیا وہ جو اپنے ربّ کی طرف سے روشنی پر ہو، اس جیسا ہو جائے گا جس کے لیے اس کے بُرے عمل کو زینت دی گئی، اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا۔

جو شیطان کو اپنا کھلا دشمن جانتا ہے، وہ اس سے دور رہتا ہے، اللہ کے پاک بندے کا اتباع کرتا ہے، اللہ اسے ہدایت دیتا ہے۔ یہ بندہ صراطِ مستقیم پر ہوتا ہے، راہِ روشن پر ہوتا ہے، اور ہر حال پر پورا رہتا ہے۔ اس کے مقابل جو انسان باطل کی پیروی کرے، شیطان کے ساتھ رہے اور شیطان اس کے بُرے اعمال کو اسطرح اس کے سامنے زینت دے کر رکھے کہ وہ من مانی کرنے میں مزہ لینے لگے، ہدایت سے دور ہوگا، ظلمات کی طرف بڑھ رہا ہوگا۔ جن لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہو وہ یقیناً گمراہ ہوتے ہیں۔ حق کو ماننے والے اور حق کو نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

حاصل: حق کو ماننے والے اور حق کو نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ان کا حال بھی ایک جیسا نہیں ہوتا، مستقبل بھی ایک جیسا نہیں ہوگا۔ جو بندہ صراطِ مستقیم پر ہو اسے اپنے کسی عمل پر کبھی فخر نہیں ہوتا۔

Marfat.com

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

مثل اس جنّت کی جس کا متقیوں سے وعدہ ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ متغیر نہیں ہوتا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس میں پینے والوں کے لیے لذّت ہے، اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو مُصفّٰی ہے۔ اور اس میں ان کے لئے ہر طرح کے ثمرات ہیں، اور ان کے ربّ کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ ویسے ہوں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں، اور جن کو کھولتا پانی پلایا جائے گا، کہ ان کی آنتوں کو قطع کر کے رکھ دے گا۔

حق کو ماننے والوں کا انجام، فلاح ہوگا، حق کو نہ ماننے والوں کا انجام، خسارہ ہوگا۔ متقی حضرات سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ اس جنّت میں ایسے پانی کی نہریں جاری ہیں جو بگڑتا نہیں، اس میں بدبو نہیں پیدا ہوتی۔ جو لوگ اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ متوکّل رہتے ہیں، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ صاف پانی کی نہریں۔ اس جنّت میں ایسے دودھ کی نہریں ہوں گی، جس کا مزہ نہیں بدلتا اور وہ دودھ اپنی طبعی حالت پر رہے گا۔ جو لوگ حق کو فی سبیل اللہ ادا کرتے رہتے ہیں اور مخالفین سے بھی معاملہ اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں، کسی کی مخالفت سے ان کا عمل بدلتا نہیں، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ دودھ کی نہریں۔ اس جنّت میں شراب کی نہریں ہوں گی جس میں پینے والوں کے لیے لذّت ہے، جس کا ذائقہ بھی راحت بخش ہے، اور جس میں منافع بھی بہت ہیں۔ جو لوگ عطاء الٰہی کو تقسیم کرنے میں راحت پاتے ہیں اور فیض یاب ہونے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی بدولت فانی اشیاء، دائمی نعمتیں بن گئی ہیں، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ شراب کی نہریں۔ اس جنّت میں شفاف شہد کی نہریں ہوں گی۔ جو لوگ انعامات کو بانٹتے رہیں گے اور شان اپنے معلم کی بلند کریں گے، ان کے اعمال کا صلہ ہوں گی یہ شفاف شہد کی نہریں۔ متّقین کا حال پر بھی ان نہروں سے تعلق ہے، آخرت میں ہوگا ہی۔ متّقین کے لیے جنت میں ہر طرح کے پھل ہوں گے۔ جب اللہ میزبان ہو، تو مہمان کی عزّت افزائی اس سے بڑھ کر ہو بھی کیا سکتی ہے۔ اور اس بیان کو یوں پورا کیا گیا ہے: اللہ کی بخشش بھی ان کے شاملِ حال ہوگی، ان کی کوتاہیوں کو بخش کر اللہ انہیں قرب مزید سے نوازے گا۔ اس راحت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے مقابل خلافِ حق کرنے والوں کا انجام یہ ہوگا، کہ وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، کہ وہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ منکرینِ حق کے لیے باہر کا عذاب بھی ہوگا، اندر کا عذاب بھی ہوگا، اور یہ عذاب مسلسل بھی ہوگا۔

حاصل: متقی حضرات کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے، ہمیں بھی ان کی قدر کرنی چاہیے۔ منکرینِ حق کو کبھی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ متقی حضرات دائمی نعمتوں سے نوازے جائیں گے، منکرینِ حق دائمی عذاب میں ہوں گے۔ جو حال پر ایک جیسے نہیں ہیں، وہ آخرت میں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

اور ان میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، حتیٰ کہ جب آپ کے پاس سے نکلتے ہیں، تو علم والے حضرات سے پوچھتے ہیں، آپ نے کیا فرمایا تھا۔ یہ وہی ہیں، جن کے قلوب پر اللہ نے مہر لگادی ہے، اور وہ اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں۔

جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں، وہ گمراہ ہوجاتے ہیں۔ یہ لوگ حق کو اپنی پسند کے مقابل کمتر جانتے ہیں، اس استکبار کی وجہ سے ان پر نا قابل اصلاح ہونے کی مہر لگ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے اندر یہ لوگ شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ حق پہنچانے والے صاحب کی خدمت میں حاضر بھی ہوتے ہیں، ان کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں، مگر نہ حق سنانے والے کی بات ان کے نزدیک سند کا درجہ رکھتی ہے، نہ یہ اس کے نقوشِ قدم کو صراطِ مستقیم مانتے ہیں۔ اس لیے جب حق سنانے والے صاحب کی مجلس سے اٹھ کر باہر نکلتے ہیں تو اس کے محبین سے پوچھتے ہیں، آپ نے کیا فرمایا تھا۔ منشاء یہ ہوتا ہے کہ اس صاحب کے ارشاد کو موضوع بنا کر اس پر باتیں کی جائیں، اور مبتدی حضرات سے یہ کہا جائے کہ اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہیے، یہ کیا بات ہوئی کہ جو ان صاحب سے سنا اس کے اتباع میں لگ گئے۔

حاصل: عقل مندی یہی ہے کہ حق پہنچانے والے کی بات کو توجہ سے سنا جائے، اس کا احسن اتباع کیا جائے، یہی رویہ باعثِ ہدایت ہوتا ہے۔ (۱۸:۳۹) منافقین کی حرکات کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بڑے علم والوں پر لازم ہے کہ وہ مبتدی حضرات کو مدد دیں اور انہیں منافقوں کے بارے میں آگاہی دیں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

اور جن لوگوں نے راہ لی انہیں ہدایت بڑھی اور انہیں تقویٰ عطا ہوا۔

طلبِ ہدایت رکھنے والے جب حق کو سنتے ہیں، تو اس کو مان لیتے ہیں۔ ناصح سے محبت ان کی ہدایت میں اضافے کا باعث بنتی ہے، اور اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ جو لوگ ہدایت کی طلب نہیں رکھتے، ان پر حق کی باتوں کا اثر ایسے ہی ہوتا ہے، جیسا بارش کا اثر اروڑی پر ہوتا ہے۔

حاصل: ناصحِ امین کی اطاعت باعث ہدایت ہوتی ہے۔ حق کو ماننے والے کے لیے بڑی برکات ہیں۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے لیے گمراہی ہے۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

تو یہ لوگ بس ساعت کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک آئے، اس کی اشراط تو آ ہی چکی ہیں، پھر اس کے آنے پر انہیں نصیحت کہاں نصیب ہوگی۔

Marfat.com

ہدایت اور نصیحت تو عقل والوں کے لیے ہوتی ہے۔(۴۰:۵۴) عقل والے ہی حال سے استفادہ کرتے ہیں۔قیامت کا آنا عمل کے لیے دی گئی مہلت کا خاتمہ ہوگا۔اس وقت نصیحت کو مان لینا صرف قول کے درجے میں ہوگا،عمل سے اس قول کو سچا ثابت کرنا ممکن نہ ہوگا۔جو لوگ حق کو مان نہیں رہے،اور ان کا سب کچھ جزا کے انکار پر لگ رہا ہے تو وہ بس قیامت کے انتظار میں ہی ہیں،کہ ان پر اچانک آجائے اور ان کا خاتمہ کردے۔قیامت کی اشراط تو آ ہی چکی ہیں۔خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری یہ ثابت کرتی ہے کہ اب کسی نبی کی بعثت نہیں ہو گی۔دین کی تکمیل کی شرط بھی پوری ہو چکی ہے۔بندے کا اپنا کیا اس کے سامنے آجائے گا۔یہ علم کسب کے دائرے میں دیکھا جا رہا ہے، علمِ الٰہی کا مقام تو بہت بلند ہے۔جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔خلافِ حق کرنے والے لوگ بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے ہیں،مگر ان کے علم سے ان کو سکھ نہیں مل رہا،ان کا بھلا نہیں ہو رہا۔یہ نشانیاں لوگوں کی غفلت کو ثابت کرتی ہیں۔اجلِ مسمّٰی کے بعد قیامت آ ہی جائے گی۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔قیامت کے دن کسی ظالم کی معذرت اسے نفع نہ دے گی۔خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری،دین کی تکمیل،علمِ کسب کا عروج اور اس سے حقائق کی تصدیق،یہ سب قیامت کے قریب ہونے کا ثبوت ہیں۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝۱۹ ع ۸

تو تمہیں معلوم رہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،تو اپنے اور مومنین و مومنات کے گناہوں پر استغفار کرو۔اور اللہ کو تمہارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ کا علم ہے۔

یہ حکم عام ہے کہ ہر مومن ذاتی زندگی میں بھی پاک رہے یک سو رہے،اور اللہ کی رضا کے علاوہ اس کا کچھ مقصود نہ ہو،اجتماعی زندگی میں بھی وہ کسی مقام پر ذاتی مفاد کو اوّلیت دے کر فساد نہ مچائے۔حدود اللہ کے احترام میں اپنی کوتاہیوں پر اللہ سے بخشش طلب کرے،دوسرے مومنین و مومنات کی کوتاہیوں پر بھی اللہ سے بخشش طلب کرے۔حق کو اس طرح مانا جائے کہ چلنے پھرنے اور ٹھہرنے میں،تمام حرکات و سکنات میں اللہ کی بندگی کا ثبوت ملے،تو اس سے مومنین کی شان بڑھے گی،اور لوگ ان سے نورِ ہدایت حاصل کر سکیں گے۔

حاصل: اللہ کی رضا ہر مقام پر ہمارا مقصود ہو تو بندگی کا حق ادا ہوتا ہے۔اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرنا حسنِ عمل کو بڑھاتا ہے۔دوسرے مومنین و مومنات کی کوتاہیوں پر استغفار کرنا ان کی خدمت کی استعداد کو بڑھاتا ہے۔اجتماعی زندگی میں حرکات و سکنات کو قطعاً حق کے مطابق رکھنا چاہیے ورنہ ہمارے اس دعویٰ ایمان کا ثبوت کیا ہوگا،کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ کا علم ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران (۳) میں ارشاد فرمایا ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳ اور اللہ کی اطاعت کرو،اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو،تاکہ تم پر رحم ہو۔اور اپنے ربّ کی بخشش کی طرف دوڑو،اور جنّت کی طرف،جس کا عرض آسمان اور زمین ہیں،متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ
فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا
الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ
الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾

اور ایمان والے کہتے ہیں، ایک سورۃ نازل ہوتی۔ پھر جب محکم سورۃ نازل ہوئی اور اس میں قتال کا ذکر ہوا، تو تم ان لوگوں کو دیکھتے ہو جن کے قلوب میں مرض ہے، تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو۔ تو ان پر تباہی ہے۔

ایمان والوں کو اللہ کی رضا کے حوالے سے اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لیے ان لمحات کا انتظار ہوتا ہے، جن لمحات میں انہیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم ہے۔ جب ایسا حکم ہو، تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ (۹:۱۲۴) جن کے قلوب میں مرض ہوتا ہے، جہاد فی سبیل اللہ کا حکم سن کر ان کے اندر پلیدی پر پلیدی بڑھتی ہے۔ (۹:۱۲۵) ایمان کا دعویٰ کرنے میں منافق زور لگاتا ہے، مگر زینتِ حیاتِ دنیا کو مقصود بھی جانتا ہے، اس لیے جہاد کا حکم سن کر پریشان ہو جاتا ہے، اور اس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔ ایسے لوگوں پر پھٹکار ہے۔

حاصل: جس کا مقصد رضائے الٰہی ہو، حکمِ جہاد اس کے ایمان کو بڑھاتا ہے۔ جس کے دل میں مرض ہو، حکم جہاد سے اس کی ناپاکی بڑھتی ہے، اس پر مُردنی چھا جاتی ہے، ایسے لوگوں پر پھٹکار ہوتی ہے۔

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ ۚ
فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾

طاعت اور قولِ معروف ہی امر کی تاکید کے بعد درست رویّہ تھا۔ تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔

حق کو ماننا باعثِ ہدایت ہوتا ہے۔ اولی الامر کی اطاعت حال سے تعلق رکھتی ہے، حکمِ جہاد ہمیشہ حال پر ہوتا ہے، اس حکم کو ماننا ہی باعثِ فلاح ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر معروف طریقہ یہی ہے کہ یہ کہا جائے: میں نے حق کو سنا اور مانا۔ جہاد کا امر، اولی الامر کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس حکم کے ہو جانے کے بعد اپنی صداقت کا ثبوت باتوں سے نہیں دیا جاسکتا۔ اس حکم کو ماننے سے ہی صداقت کا ثبوت مل سکتا ہے، اور اللہ کے ہاں سچے ثابت ہو جانا یقیناً بہتر ہوتا ہے کہ اللہ ہی ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔

حاصل: حق کی اطاعت اور حق کو سن کر ادب سے ماننا ہی درست رویّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں، صداقت کا ثبوت حسنِ نیت سے ملتا ہے، حق کی بطریقِ احسن ادائیگی سے ملتا ہے۔ جزا دینے والے مالکِ کل کے نزدیک سچا ثابت ہو جانا بڑی بات ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي
الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾

پھر اگر تم پھر جاؤ، تو قریب ہے زمین میں فساد کرو، اور اپنے رِحموں کو قطع کرو۔

Marfat.com

سلامتی کی راہ یہی ہے کہ حق کو مانا جائے، اور حق کو سن کر یہی کہا جائے: ہم نے سنا اور ہم نے مانا۔ اس طریقِ زندگی کو چھوڑ دینے سے زمین میں فساد ہوگا، اور قطع رحمی ہوگی۔ فاسق لوگ ہی منافق ہوتے ہیں۔ یہ یثاق کے بعد اللہ سے عہد کو توڑتے ہیں، اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے امر دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں، اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ حق کے مقابل زمین میں جس نظریے کو بھی پھیلایا جائے گا، اس سے زمین میں فساد ہی ہوگا، کہ حق اللہ کا فرمان ہے اور اللہ سب سے بڑے علم والا ہے۔ فساد کرنے والے، اصلاحِ معاشرہ کے نام پر بھی فساد کرتے ہیں، امنِ عالم کے نام پر بھی فساد کرتے ہیں۔

حاصل: حق کی اطاعت سے پھر جانا، فساد کی راہ کو اختیار کرنا ہے، اور قطع رحمی کی راہ کو اختیار کرنا ہے۔ فاسق لوگ اصلاحِ معاشرہ کے نام سے، امنِ عالم کے نام سے اور ایسے کئی ناموں سے خلافِ حق کرتے ہیں، مگر اس سے فساد ہی بڑھتا دیکھا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، پھر انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔

حق کے مقابل اپنے نظریات کو پھیلانے والے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ ایک وقت کے بعد حق ان کو سنائی ہی نہیں دیتا، ان کی سماعت پر مہر کر دی جاتی ہے، ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

حاصل: لعنتی لوگوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔ نہ ان کی باتیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں، نہ ان کا مشاہدہ کوئی حقیقت رکھتا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴

تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبّر نہیں کرتے یا ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

قرآنِ پاک بابرکت نصیحت ہے۔ اس کی آیات میں تدبّر کرنا اس کی برکات سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے۔ اس کتاب کے ذریعے ہی لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لایا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب، حق کو ماننے والے لوگوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ کسی بھی مقام پر تضاد اور اختلاف کے خاتمے کے لیے اور یک سوئی کے لیے یہی بہترین ذریعہ ہے۔ جو لوگ اس میں تدبّر کر کے اس سے نورِ ہدایت نہیں لیتے ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ حقائق کو جاننے کا بہترین ذریعہ قرآن پاک ہی ہے۔

حاصل: نورِ ہدایت کی طلب ہو تو قرآنِ پاک میں تدبّر کرنے سے یقیناً فائدہ ہوتا ہے۔ جو لوگ قرآنِ پاک سے رہنمائی نہیں لیتے، ان کے قلوب پر قفل لگے ہوتے ہیں، ان کی پسند انہیں حق کی طرف آنے سے روک دیتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝۲۵

بے شک وہ لوگ جو اپنی پیٹھ پر پھر گئے، بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی، شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں لمبی امید دلائی۔

حق کو مان لینے کا دعویٰ ہو، اور عملاً حق کے خلاف کیا جائے، تو یہ ارتداد ہے۔ حق کو ماننے کے دعوے کی صداقت کا ثبوت تو عمل سے ہی دیا جا سکتا ہے، صداقت کا ثبوت دینے کی بجائے جو اپنا رخ نور سے ظلمات کی طرف کرے، شیطان اس کے ساتھ لگ جاتا ہے، اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ انسان دشمنی میں جو مہارت شیطان کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کا مقام ہی نہیں ہوسکتا۔ شیطان حق کے منکر کے اعمال کو زینت دے کر اس کے سامنے رکھ دیتا ہے، اور اسے اس فریب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ خوب کار ہے۔ شیطان اسے غفلت کی طرف بڑھا دیتا ہے اور اسے لمبی آرزوؤں میں ایسے الجھا دیتا ہے کہ اسے مراجعت یاد ہی نہیں رہتی۔

حاصل: تدبّرِ قرآن سے منہ موڑنے والے، نور سے ظلمات کی طرف چل پڑتے ہیں۔ شیطان ان کو فریب دیتا ہے، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جانے سے غافل کر کے لمبی امیدوں میں الجھا دیتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہیں اللہ کے نازل فرمائے ہوئے سے کراہت ہے کہا، کہ ہم بعض امر میں تمہاری اطاعت کریں گے، اور اللہ ان کے رازوں کو جانتا ہے۔

منافقین، اسلام دشمن لوگوں سے بھی اپنے تعلق کو ضروری جانتے ہیں۔ مومنین سے ملیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی معیت کا دم بھرتے ہیں۔ جن لوگوں کو قرآن شریف سے کراہت ہو ان کی کسی بات میں اطاعت، باعث ارتداد ہی ہوسکتی ہے۔ اگر ان سے تعلق قائم رکھنے میں اپنی سلامتی نظر آئے تو پھر ایمان کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ خلوت میں اسلام دشمن لوگوں سے جن مقاصد کے تحت باتیں ہوں گی، اللہ ان کو یقیناً جانتا ہے، اور نتائج تو باذن اللہ ہی ہوتے ہیں۔

حاصل: قرآن شریف سے کراہت کرنیوالوں کے ساتھ کسی بھی درجے کا تعلق باعث ارتداد ہی ہوسکتا ہے۔ کسی کے مرتد ہو جانے سے خسارہ اس کو ہی ہوتا ہے، اور اللہ کی مشیت کے سامنے کسی قوت کی کوئی حیثیت تو ہوتی ہی نہیں۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾

پھر کیا حال ہوگا، جب ملائکہ ان کی جان نکالیں گے، ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر ضرب لگاتے ہوئے۔

منافقین کو اس بات سے کراہت ہوتی ہے، کہ وہ اپنے اموال وانفس کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کریں۔ (۸۱:۹) یہ لوگ اپنے رخ کا نام جو بھی رکھ لیں، ظلمات کی طرف ہی جا رہے ہوتے ہیں۔ جب اس دنیا سے واپس جانے کا مقام ان پر آتا ہے، تو ان کے مونہوں پر مار کر ان کو واپس کیا جاتا ہے، اور ان کی پیٹھوں پر مار کر انہیں تیز چلایا جاتا ہے۔ اس وقت منافقین کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ نہیں کرنا چاہیے تھا، مگر اس وقت اصلاح کو اختیار کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا، کہ عمل کے لیے دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔

حاصل: منافقین کے لیے موت کا وقت بڑے عذاب کا وقت ہوتا ہے۔ انہیں مار پڑتی ہے، انہیں اپنی برائیاں نظر آتی ہیں، اور اس وقت اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع ۳ / ۹ / ۷

یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اس کا اتباع کیا جس میں اللہ کی ناخوشی ہے، اور اس کی رضا سے کراہت کی، تو اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ مالکِ کل ہے، اور کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ اس کے فرمان کو ماننے میں ماننے والوں کا بھلا ہوتا ہے۔ جو لوگ خلاف حق کرتے چلے جاتے ہیں، اور باطل کی پیروی کو اپنا معمول بنا لیتے ہیں، وہ فرمانِ الٰہی کی مخالفت میں ہمہ تن لگے رہتے ہیں۔ اللہ کی رضا سے کراہت ان کا طریقِ زندگی بن جاتا ہے۔ یہ لوگ اس قدر ناپاک ہوجاتے ہیں، کہ ان کا سب کچھ خلافِ حق استعمال ہوتا ہے، اور اگر ان کے ماضی میں کچھ بھلے اعمال ہوئے ہوں تو حال پر باطل کے اتباع میں منہمک ہوجانے کی وجہ سے ان کے وہ اعمال اکارت کر دیئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی موت عبرتناک ہوتی ہے۔ فرشتے ان کے مونہوں پر مارتے ہیں ان کی پیٹھوں پر مارتے ہیں۔ اس وقت اللہ کی رضا کی اہمیت تو ان پر بہت واضح ہوجاتی ہے، مگر اس وقت رخ کو درست کر لینا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: اللہ کی رضا سے کراہت کا اظہار کرنے والے نامراد ہوتے ہیں، ان کے اعمال اکارت ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دور رہنا ان معنوں میں ضروری ہے کہ ہمارے اور ان کے قول کے مابین وقف ہو، ہمارے اور ان کے عمل کے مابین وقف ہو۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (۳۹) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۗ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ ... ﴿۷﴾ اور اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں اور اگر تم شکر کرو تو تم سے راضی ہوتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

کیا وہ لوگ جن کے قلوب میں مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔

جو لوگ اللہ کی رضا سے کراہت کا اظہار کرتے ہیں، ان کے قلوب میں منافقت بصورتِ مرض موجود ہوتی ہے۔ اس مرض میں انسان، اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور مومنین کو دھوکا دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے۔ منافق کے اندر جو کینہ ہوتا ہے، وہ اس کے قول و فعل میں مخصوص لبادوں کے اندر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ جب اللہ منافقین کے کینے کو ظاہر کرنا چاہے تو اس میں دیر ہی کیا لگے گی، اور یہ ہو ہی نہیں سکتا، کہ منافقین کے کینے پر ہمیشہ پردہ ہی پڑا رہے۔

حاصل: جو زبان سے حق کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہوں اور ان کے قلوب میں حق سے کراہت موجود ہو، ان کے قلوب میں مرض ہوتا ہے۔ وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ان کی بدباطنی پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے گا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں آپ کو دکھلا دیں، تو آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیں۔ اور آپ انہیں قول کے اسلوب سے پہچان سکتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، علیم مطلق ہے۔ اس کے لیے منافقت کی کسی علامت کو جلی بنا دینا کچھ مشکل نہیں۔ چہرہ مہرہ دیکھنے سے ہی منافقت کا پتہ لگ سکتا ہے، مگر اللہ ایسا نہیں چاہتا کہ اس کی شان نرالی ہے۔ وہ عیوب کو ڈھانپ دیتا ہے۔ منافقین کے قول میں بڑا تکلف ہوتا ہے۔ ان کے قول کا اسلوب یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مومنین کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور ان کے دشمنوں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا کلام ذو معنی الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے، اور وہ بات کو اس ڈھنگ سے کرتے ہیں کہ تاویل ان کی منشاء کے مطابق کی جا سکے۔ نتائج پر اللہ کی قدرت کا احاطہ ہے۔ منافق جو کچھ بھی کرتے رہیں، نتائج تو وہی ہوں گے جو اللہ چاہے گا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا، مگر اس کی شان ہے کہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے۔ منافقین کو ان کے کلام سے بھی پہچانا جا سکتا ہے، وہ ایسے الفاظ میں بات کرتے ہیں کہ جن کی تاویل ان کی منشاء کے مطابق ہو سکے۔ اللہ نیتوں کا بھی علم رکھتا ہے، اعمال کا بھی علم رکھتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

اور ضرور ہم تمہیں دیکھیں گے، حتیٰ کہ تم میں کے مجاہدین اور صابرین معلوم ہوں، اور ہم تمہارے حالات کو دیکھیں گے۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ صرف لوگوں کے دعویٔ ایمان کو سن کر ان کی صداقت کو مان لیا گیا ہو۔ جس قول کا عمل شاہد نہ ہو وہ قول سچا نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ صداقت کا ثبوت دیا گیا ہے یا نہیں۔ اموال و انفس سے جہاد کرنے والے اللہ کے ہاں سچے ثابت ہو جاتے ہیں۔ صابرین کی کو باذن اللہ جانتے ہوئے شاکی نہیں ہوتے۔ صداقت کا ثبوت کسی بھی حالت میں دیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے ہر حال کا علم ہے۔ اموال و انفس کو اللہ کی رضا کے لیے جہاد پر لگانا صداقت کا ثبوت ہے۔ نہ ہونے کا مقام ہو تو صبر، صداقت کا ثبوت ہے۔ جس قول کا عمل شاہد نہ ہو وہ قول سچا ثابت نہیں ہوتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت ان پر روشن ہو چکی تھی، وہ اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ ان کے اعمال کو جلد ہی اکارت کر دے گا۔

حق کا انکار کرنا کفر ہے، اور اللہ کی عطا کردہ توفیق کو خلافِ حق استعمال کرنا، اللہ کی راہ سے روکنا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہمیشہ حق ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ کبھی اجر کا سوال موجود نہیں ہوتا۔ خوف و حزن سے بچ جانے کی ضمانت بھی اس کے اندر ہوتی ہے اور فلاح کا یقین بھی اس میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ راہِ ہدایت کے روشن ہو جانے کے بعد، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت صرف استکبار کی وجہ سے ہوتی ہے، اور منکرینِ حق اپنی سیادت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ اللہ کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں، اللہ تو قادرِ مطلق ہے۔ اللہ کے

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانا بھی ان کے بس میں نہیں ہے، کہ اللہ نے آپ کو بچانے کی سند نازل فرمائی ہے۔ اللہ کو منکرینِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال اکارت کرنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔

حاصل: حق کا انکار، اللہ کی عطا کردہ توفیق کا خلافِ حق استعمال، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت، اپنی سیادت کو انا کا مسئلہ بنانا، یہ سب صورتیں قطعاً خسارے سے تعلق رکھتی ہیں دنیا میں، اور آخرت میں بھی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اللہ کی اطاعت کا دعویٰ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت، اللہ کی مخالفت ہے، اور اللہ کی مخالفت سے اعمال کا اکارت ہو جانا لازم ہے۔ جو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے راستے سے ہٹ جائے گا، اس کے اعمال باطل ہو جائیں گے، بے حقیقت ہو جائیں گے۔

حاصل: اللہ کی اطاعت کا دعویٰ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے راستے سے ہٹ جانے والا، اپنے اعمال کو باطل کر لیتا ہے، ضائع کر لیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، پھر حالتِ کفر میں ہی مرے، اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

حق کا انکار کرنا کفر ہے، اور اللہ کی دی ہوئی متاعِ حیات کو خلافِ حق استعمال کرنا اللہ کی راہ سے روکنا ہے۔ جہاں ذاتی اور صفاتی کفر مل جائیں وہاں ظلمات کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسی حالتِ کفر میں موت آ جائے تو اس معیارِ حق کی مخالفت کا ثبوت مل جائے گا، جس کی اطاعت میں فلاح رکھی گئی ہے، اس لیے ایسے لوگوں کو ہرگز بخشش نصیب نہ ہو گی۔

حاصل: کفر کرنا، اللہ کی راہ سے روکنا اور حالتِ کفر میں اس دنیا سے جانا، جہاں یہ سب گناہ جمع ہو جائیں، وہاں بخشش کا مقام ہی نہیں رہتا۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

تو تم کمزوری نہ دکھاؤ اور نہ سمجھوتے کی دعوت دو، تم ہی غالب رہو گے، اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

منافقین کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بچ جائیں، اس لیے وہ صلح و آشتی کی باتوں میں بڑا زور لگاتے ہیں۔ ان کا منشاء حق کے غلبے کو روکنا ہوتا ہے۔ مومنین پر لازم ہے کہ وہ اموال و انفس کے ساتھ جہاد کرنے میں کبھی کمزوری نہ دکھائیں اور منافقین کے دائرہ اثر سے دور رہیں۔ یہاں سمجھوتے کی دعوت دینے کے معنی بھی کمزوری دکھانے کے ہی ہوں گے، اس لیے یہ بھی درست رویہ نہ ہوگا۔ منکرینِ حق کے پاس سامانِ حرب کی کثرت ہوسکتی ہے۔ لڑنے والوں کی بڑی تعداد بھی ان کے پاس ہوسکتی ہے۔ دوسرے وسائل بھی ان کے پاس ہوسکتے ہیں۔ اور اللہ مومنین کے ساتھ ہوتا ہے۔ قادرِ مطلق کے سامنے نہ کسی قوت کا کوئی مقام ہے نہ کوئی سامانِ حرب اور وسائل وہاں کام آتے ہیں۔ مومنین کو غالب کرنے والی قدرت، اللہ کی شان کے لائق ہے۔ مومنین کا خلوصِ نیت کے ساتھ جہاد کرنا ہی حق ہے۔ ان کے اعمال کی کسی کمزوری سے دشمن کو کوئی فائدہ نہیں اٹھانے دیا جاتا۔ اللہ کے ساتھ کی برکت سے ان کی کوتاہیوں پر پردہ پڑا رہتا ہے، اور مومنین کا رعب کافروں کے دلوں پر مسلط ہوجاتا ہے۔ جو لوگ سبب سے گزر جائیں اور مسبب الاسباب کی معیت کو غالب ہونے کا راز جانیں، تقدیر ان کے تابع ہوجاتی ہے، ان کی سواری بن جاتی ہے۔ اسباب کو ماننے والوں پر تقدیر سوار رہتی ہے۔

حاصل: جہاد میں کمزوری دکھانا اور سمجھوتے کی طلب رکھنا مومنین کی شان کے لائق نہیں ہے۔ غلبہ اللہ کے ساتھ سے نصیب ہوتا ہے۔ تقدیر اسباب سے وابستہ ہے، جو مسبب الاسباب کے ساتھ ہوجائے تو تقدیر اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ساتھ کی برکت سے مومنین کی کوتاہیوں پر پردہ پڑا رہتا ہے، دشمن ان کو اس حوالے سے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

حیاتِ دنیا تو لہو و لعب ہی ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو اللہ تمہیں تمہارے اجر دے گا، اور تم سے تمہارے سبھی اموال کا سوال نہیں کرے گا۔

منکرینِ حق حیاتِ دنیا کے دھوکے میں دین کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں۔ (۷:۵۱) دین تو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس میں من مانی کرنے کا کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ سب کچھ بندے کے لیے بنایا گیا ہے، اور بندے کو اللہ کے لیے بنایا گیا ہے۔ ایمان لانا حق کو ماننا ہے، تقویٰ کرنا اپنی صداقت کا ثبوت دینا ہے۔ موجود کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرنا اور توکل کے ساتھ یہ یقین رکھنا کہ جو کچھ مزید درکار ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا رہے گا، حق ہے۔ جو لوگ سچے ثابت ہوجائیں گے اللہ انہیں ان کے اجر دے گا، اور ان کو اپنے فضل سے نوازے گا۔ یہ نہیں ہوگا، کہ اللہ تم سے سبھی کچھ مانگ لے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امتحان میں کتنے لوگ اپنی صداقت کا ثبوت دے سکیں گے۔

حاصل: حیاتِ دنیا کو طویل کہنا درست نہیں ہے۔ ایمان لانے والے اور تقویٰ کرنے والے اللہ کے فضل سے نوازے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے علم والا ہے وہ لوگوں کی سکت کو جانتا ہے، اس کی طرف سے کبھی یہ نہیں ہوتا کہ بندے سے سبھی اموال کو مانگ لیا جائے۔

Marfat.com

اِنۡ یَّسۡـَٔلۡکُمُوۡہَا فَیُحۡفِکُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَکُمۡ ﴿۳۷﴾ اگر وہ تم سے مانگے، پھر زیادہ چاہے، تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے کینے ظاہر کر دے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے پھر مزید بہت کچھ خرچ کرنے کا حکم دیا جائے، تو یہ حکم کمزور ایمان والوں کے لیے بہت تکلیف دہ ہو جائے گا، اور وہ لازماً بخل کریں گے۔ انہیں یہ یقین تو ہوگا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجودہ حال سے بہتر عطا ہو سکتا ہے، اس لیے بخل سے بچ جانا ان کے لیے ممکن نہ ہوگا، اور بخل سے وہ سب کمزوریاں ظاہر ہو جائیں گی، جن پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

حاصل: اللہ کی عطا کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرنے کا شرف ہو تو یہ یقین بھی رکھنا چاہئے کہ اللہ اس سے بہتر عطا کر دے گا۔ بخل مومن کو زیب نہیں دیتا۔ بخل سے وہ سب کمزوریاں جن پر پردہ پڑا ہوتا ہے، ظاہر ہو جاتی ہیں۔

ہٰۤاَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ ﴿۳۸﴾ ع ۱۰/۸

ہاں تم کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی جاتی ہے، تو بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرے وہ اپنے ہی نفس پر بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم فقراء ہو۔ اور اگر تم منہ پھیر لو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت مومنین کو دی جاتی ہے، تو وہ بڑے ادب سے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ انہیں نہ کسی کے مقابل بڑا بننے کی طلب ہوتی ہے نہ کوئی دکھاوا ان کا مقصود ہوتا ہے۔ ایمان کے دعویداروں میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں، کہ جو انفاق فی سبیل اللہ کے حکم کو سن کر بخل کرتے ہیں۔ بخل کرنے والا، اللہ تعالیٰ کو ربّ ماننے کے دعوے میں سچا نہیں ہوتا۔ وہ متاعِ حیات کو مقصود بنا لیتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دوسروں کی حفاظت ہوتی ہے۔ جو دوسروں کی حفاظت کرتا ہے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بخل کرنے والا اپنی ہی حفاظت کو قطع کر دیتا ہے، اس طرح اس کا بخل اسی پر پڑتا ہے۔ بخیل کسی سے جڑتا ہی نہیں، اس لیے بے ثبات رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا بے نیاز ہے کہ اس نے اپنے لیے کوئی بھی شے خلق نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو کسی شے کی بھی احتیاج نہیں ہے اور بندوں کو ہر مقام پر احتیاج سے ہی واسطہ ہے۔ اللہ دیتا ہے اور سب کو دیتا ہے۔ پہلے دیتا رہا ہے، اب دیتا ہے اور آئندہ بھی دیتا رہے گا۔ دینے والا وحدہ لاشریک ہر زمانے میں اللہ ہی تھا اور اللہ ہی رہے گا۔ جو حکمِ خداوندی سے منہ پھیرے وہ فلاح کے راستے سے ہٹ جائے گا، ایک وقت کے بعد اس سے توفیق واپس لے لی جائے گی، پھر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق ہی نہ رہے گی۔ جس فرد سے خیرات کی صفت جاتی رہے، وہ فرد بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ جس قوم سے خیرات کی صفت جاتی رہے وہ قوم بے حقیقت ہو جاتی ہے۔ بے حقیقت مُردہ ہے، باحقیقت زندہ ہے عمل کی کوئی صورت ہو۔ جو لوگ حق سے منہ پھیر لیں، ان کی جگہ اللہ باحقیقت لوگوں کو لے آتا ہے اور بے حقیقت اور باحقیقت مساوی نہیں ہوتے۔ منافق سے کافر بہتر ہے، اور کافر سے مومن بہتر ہے، اس لیے انجام کار مومنین ہی ہوں گے ساری کائنات میں۔

Marfat.com

حاصل: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت نصیب ہو تو استفادہ کرنے والے کی توقیر بڑھانی چاہئے۔ بخیل اپنی حفاظت کو قطع کر دیتا ہے۔ اللہ اپنی ذات کے حوالے سے بے نیاز ہے، ہم ہر مقام پر اللہ کی عنایات کے محتاج ہیں۔ جو قوم حق سے منہ پھیرے، ایک وقت کے بعد اس سے توفیق چھن جاتی ہے پھر اسکی جگہ آنے والی قوم اس کی طرح کی نہیں ہوتی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (۹) میں ارشاد فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے یہ فرمایا جائے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو، تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابل حیاتِ دنیا پر راضی ہو بیٹھے۔ اور متاعِ حیاتِ دنیا، آخرت کے مقابل قلیل ہے۔ اگر کوچ نہ کرو گے تو تمہیں المناک عذاب دے گا، اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا، اور تم اس کو ضرر نہ دے سکو گے، اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

Marfat.com

اٰیاتہا ٢٩ — ٤٨ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ١١١ — رکوعاتہا ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ بے شک ہم نے تمہارے لیے فتحِ مبین فرمادی۔

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوا، جب وہ اس شجر کے نیچے آپ کی بیعت کررہے تھے۔ تو اللہ کو علم ہے جو ان کے قلوب میں ہے۔ تو اس نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور انہیں فتح قریب کا انعام دیا۔ (١٨:٤٨) بیعت کرنے والے حضرات نے نبی اکرم ﷺ سے اس محبت کا ثبوت پیش کیا، جس محبت میں سب کچھ قربان کر کے بھی محبوب سے یہ عرض کی جاتی ہے کہ ادب کا حق ادا کرنے میں مجھ سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ قادرِ مطلق نے اس بیعت پر راضی ہو کر آسانیاں عطا فرمادیں، اور فتح کا دروازہ کھول دیا۔ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح ہوئی، اس میں کافر شرائط پیش کرنے والے تھے، اور حضور اکرم ﷺ ماننے والے تھے۔ کافر صلح کی شرائط تبھی پیش کرتے ہیں جب انہیں اپنے مغلوب ہونے کا واضح امکان نظر آئے۔ مومنین میں سے بعض لوگوں نے کم علمی کی وجہ سے اس صلح کو حضورِ اکرم ﷺ کی نظر سے نہیں دیکھا، اور یہ محسوس کیا کہ یہ صلح بہت دباؤ میں آ کر کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ اللہ ہی ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے ہر دین پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔ (٢٨:٤٨) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی بعثت میں دینِ حق کے غلبے کا مقام رکھا ہے، اس لیے کسی دباؤ میں آنے کا امکان ہی کب تھا۔ جن لوگوں نے اس صلح کی شرائط کو حضورِ اکرم کی نظر سے دیکھا ان کا دیکھنا درست تھا، جن لوگوں نے اس صلح کو روایات کی روشنی میں دیکھا، ان کا دیکھنا درست نہیں تھا۔ بیعت فرد کی صورت سے ہوئی تھی، اس لیے بشارت اور انعام کا ذکر بھی فرد کی صورت سے ہوا۔

حاصل: جو اللہ کے محبوب کی معیت اختیار کرے، اور آپ سے محبت تامہ رکھتا ہو، اس کے لیے آسانیوں کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اپنے شاہد کی نظر سے دیکھنا چاہئے، ورنہ کوتاہی ضرور ہوتی ہے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ تاکہ اللہ تمہارے پہلے اور پچھلے گناہ بخشے، اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے، اور تمہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

ذنب (گناہ) کا ارتکاب بندے سے ہوتا ہے۔ (١٤:٢٦) ذنب کو اللہ بخش دیتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ (٣:٤٠) فیصلہ کرنے والا حالات وواقعات کی روشنی میں ذنب کا تعین کرتا ہے۔ (٢٩:١٢) صبر کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ یقین رکھے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے ذنب پر استغفار کرے اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرے۔ (٥٥:٤٠) اپنے ذنب پر استغفار کرنے والے کو مومنین کے لیے اور مومنات کے لیے بھی استغفار کرنا چاہئے، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (١٩:٤٧) ذنب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہوتی ہے۔ (٢٩:٤٠) قیامت کے دن دوزخ والے اپنے ذنب کا اعتراف کریں گے۔ (١١:٦٧) حق کو جھٹلانا اور استکبار کے ساتھ خلافِ حق کرنا ذنب ہے اور باعثِ عذابِ الٰہی ہے۔ (٩١:١٤) ذنوب (گناہ) کو اللہ ہی بخشتا ہے (١٣٥:٣) اللہ کے محبوب ﷺ

Marfat.com

کے اتباع سے، بندہ اللہ کا پیارا ہو جاتا ہے اور اس کے ذنوب بخش دیئے جاتے ہیں۔ اللہ سے محبت رکھنے والوں کے گناہوں پر انہیں عذاب نہیں ہوتا۔(۱۸:۵) جس کا قول سیدھا ہو جائے، اس کے اعمال کی اصلاح کر دی جاتی ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (۳۳:۷۱) حق پر ایمان لانے والے لوگ یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمارے ذنوب کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچالے۔(۱۶:۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے والدِ محترم سے یہ درخواست کی کہ ہمارے ذنوب کے لیے بخشش مانگئے بے شک ہم خطا کار تھے۔(۱۲:۹۷) اللہ لوگوں کو ان کے ذنوب کی بدولت ہلاک کر کے دوسرے لوگوں کو لے آتا ہے۔(۶:۶) جب اللہ لوگوں کو ان کے ذنوب پر پکڑتا ہے تو اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔(۴۰:۲۱) یہ سب اسناد ہیں جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں 'ذنب' کا لفظ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ نے آپ کو رحمۃ العالمین بنا کر بھیجا ہے، لوگوں کو تزکیہ عطا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ آپ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ کی حکم عدولی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ آپ کے اتباع سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ آپ کا نطق حکمِ خداوندی سے ہے، اس لیے قول میں آپ کے گناہ کا امکان نہیں۔ جس ذاتِ اقدس کے قدم سے قدم بڑھانا، اللہ سے قدم بڑھانا ہو، اس کے قدم گناہ کی طرف اٹھ نہیں سکتے۔ جس ذاتِ اقدس کا قلب مقامِ نزول ہوا قرآن شریف کے لیے، دائرہ عبدیت میں اس قلب سے بڑا پاک قلب کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ کسی گناہ کو منسوب کرنا خلافِ حق ہے۔ منکرینِ حق نے اگر آپ کے بارے میں کوئی بے ہودہ اور بے سند بات کی ہے تو وہ بات کبھی آپ کا عمل نہیں کہلائے گی، اسے آپ کا ذنب قرار دینا قطعاً خلافِ حق ہوگا۔ یہ خطاب فرد کی صورت سے ہے اور ہر فرد کے لیے ہے جس کو آپ کی بیعت کے حوالے سے اللہ کی رضا حاصل ہوئی۔ اس کے پہلے گناہ بھی بخشے گئے اور اس کے بعد بھی جو ہوں گے بخشے جائیں گے، کہ جس سے اللہ راضی ہو جائے اس کی حسنِ نیت کی سند موجود ہوتی ہے، اور اعمال کا انحصار نیت پر ہوتا ہے۔ جس کا سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے ہو جائے، اور جو ہر مقام پر اللہ کے محبوب کے ساتھ باوضو رہے وہ اس قدر پاک ہو جاتا ہے کہ اس کے دیکھنے سے ہی طلبِ ہدایت رکھنے والے بندے کو مقصود کا علم ہو جاتا ہے اور وہ موجود سے مقصود کی طرف چل پڑتا ہے۔ اتمامِ نعمت تکمیلِ دین ہے، اور یہ تمام مومنین کے لیے ہے۔ فتحِ مبین کے ساتھ تیسرے انعام کا ذکر صراطِ مستقیم کی ہدایت کی صورت سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو تو ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اللہ نے آپ کے صراطِ مستقیم پر ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ یہ صراطِ مستقیم کی ہدایت عام مومن کے لیے انعام ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

حاصل: جو اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ قربان کر دیتا ہے، وہ اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس کے اگلے، پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب نوازا جاتا ہے۔ اسے صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ایسا محب، اللہ کے محبوب کے ساتھ اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا۔

وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ۝۳ اور اللہ تمہاری نصرت فرمائے، عالی شان نصرت۔

نصرتِ الٰہی، اللہ کی رضا کے حاصل ہو جانے کا ایک انعام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں پاک رہے، اور اللہ کے محبوب ﷺ کے ساتھ جلوت میں باوضو رہے اور کسی مقام پر بھی اپنی پسند کو وقعت نہ دے، اس کو اللہ ایسی مدد سے نوازتا ہے کہ اس کے مقابل کسی قوت کا کوئی مقام ہی نہیں رہتا۔

حاصل: نصرتِ الٰہی بہت بڑا انعام ہے۔ اللہ جس کی شان بڑھانا چاہے، اس کی شان کو کم کرنا کسی کے بس میں نہیں رہتا۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۴﴾

وہی ہے جس نے مومنین کے قلوب میں سکینت نازل فرمائی، کہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

مومنین کو اللہ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ نے ان سے نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ مومنین کبھی اس بات پر فخر نہیں کرتے، کہ ان کی تعداد دشمن کے مقابل زیادہ ہے، انکے پاس سامانِ جنگ دشمن کے سامانِ جنگ سے بہتر ہے، یا انہیں وہ وسائل میسر ہیں، جو ان کے دشمن کو میسر نہیں ہیں۔ مومنین کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ حق کی احسن ادائیگی کے لیے جو کچھ درکار ہے وہ حال پر موجود ہے، اور جو آنے والے وقت میں درکار ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کر دیا جائے گا۔ اللہ ہماری ضروریات کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے۔ مومنین پر جب یہ روشن ہوا، کہ صلح کی درخواست کافروں کی طرف سے اسی وقت آتی ہے جب مقابلہ کرنے میں انہیں نا قابل برداشت خسارہ نظر آئے، تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا، اللہ کی نصرت کے شامل حال ہونے کا احساس ہوا۔ اللہ ہی تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور ان تمام لشکروں کا مالک ہے، جو امرِ الٰہی کی تعمیل کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اللہ کو اپنی مشیّت کے نفاذ میں کبھی کوئی رکاوٹ آ ہی نہیں سکتی، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ منکرینِ حق کو وہ عذاب سے مٹا دیتا ہے۔ اللہ کے ماننے والے اپنی صداقت کا ثبوت اسی طرح دے سکتے ہیں کہ وہ حق کو مانیں، شاہد سے محبت رکھیں اور اپنے اموال وانفس کے ساتھ جہاد کریں، نتائج کی طرف نہ دیکھیں۔ اللہ کے احکام علم وحکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ علم وحکمت کا پتہ اسی کو لگے گا، جو اللہ کے ساتھ ہوگا، اور حالات کو اپنے صاحب کی نظر سے دیکھے گا۔

حاصل: لوگ جب ایمان والوں کو دشمن کی جمعیت سے ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایمان والوں کو اللہ کی نصرت کا یقین ہوتا ہے، اور اللہ کی نصرت کے مقابل کسی قوت کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ علم وحکمت کا پتہ اندازے قیافے سے نہیں لگتا، حق کو ادب کے ساتھ ماننے سے لگتا ہے۔

لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ﴿۵﴾

تاکہ مومنین اور مومنات کو جنتوں میں داخل کرے، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور ان سے ان کی بُرائیوں کی نفی کر دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی ہے۔

مومنین اور مومنات کو حال پر تسکینِ قلب نصیب ہوتی ہے، آخرت میں انہیں جنت سے نوازا جائے گا۔ یہ باغ ایسے ہوں گے، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور ان باغوں سے راحت پانے والوں کو کوئی مشقت ان باغوں کے سرسبز وشاداب رکھنے کے لیے نہیں کرنی پڑے گی۔ ان میں ایمان والوں کو ہمیشگی کے ساتھ رہنا نصیب ہوگا۔ ایمان والوں کے وہ اعمال جو حق کو ماننے اور اصلاح کو قبول کرنے سے پہلے وقت سے تعلق رکھتے ہوں گے، ان کی نفی کر دی جائے گی، اور ان حضرات کو دائمی راحت حاصل ہوگی، جو اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی

Marfat.com

ہے۔ جس پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ بندے کو اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے، اسی پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ اسے جنت نصیب ہو جائے تو یہ عظیم کامیابی ہے۔

حاصل: مومنین ومومنات کو راحت سے نوازنے کا وعدہ فرما رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ جنت سرسبز وشاداب مقام ہو گا، وہاں رہنے والوں کو ہمیشگی کے ساتھ وہاں رہنا نصیب ہوگا۔ جو پاک ہو جائے اس کی برائیوں کو جھاڑ دیا جاتا ہے۔ جس پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ بندے کو دنیا میں بھیجا جاتا ہے، اسی پاکیزگی اور معصومیت کے ساتھ واپسی کا شرف ہو تو یہ اللہ کے نزدیک عظیم کامیابی ہے۔

وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾

اور تا کہ اللہ منافقین اور منافقات اور مشرکین و مشرکات کو عذاب دے جو اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں۔ انہیں پر بری گردش ہے۔ اللہ نے ان پر غضب کیا ہے، اور ان پر لعنت کی ہے، اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

بارانِ رحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی ہوتی ہے، جس مقام پر پھلواری ہو وہاں خوشبو بڑھ جاتی ہے، جس مقام پر گندگی کا ڈھیر ہو وہاں تعفن بڑھ جاتا ہے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں زبان سے تو یہ کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، مگر اللہ ان کے بارے میں شہادت دیتا ہے، کہ یہ جھوٹے ہیں۔ رسالت کے اقرار سے جو حق ان پر عائد ہوتا ہے، عملاً یہ لوگ اس حق کی نفی کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کو علیم وحکیم بھی نہیں مانتے، اللہ کی قدرت کو بھی نہیں مانتے، ظاہری اسباب کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ مسبب الاسباب کی قدرت کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں۔ مشرک مرد اور مشرک عورتیں مخلوق کو معبود بناتے ہیں، اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ منافقت شرکِ خفی ہے، اور اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں، مشرک مرد اور مشرک عورتیں، مومنین کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ کفر سے مقابلے میں یہ لوگ ختم ہو جائیں گے، یہ مقابلہ مومنین کے لیے ایسا گرداب ہوگا، جس سے بچ نکلنا ممکن نہ ہوگا، مگر منافقوں پر اور مشرکوں پر ہی اللہ کا غضب پڑتا ہے، اور انہی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ یہ حقائق کا انکار کرتے ہیں اور ان پر بری گردش آجاتی ہے۔ جب اللہ مومنین کو غلبہ عطا کر دیتا ہے تو ان لعنتی اور مغضوب لوگوں کو کوئی ٹھکانا نہیں ملتا۔ اللہ نے ان مغضوب اور لعنتی لوگوں کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ جہنم میں منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو ان کے اعمال کی ہی جزا دی جائے گی۔

حاصل: منافقت شرکِ خفی ہے، کفر شرکِ جلی ہے، دونوں کی اصل حقائق کا انکار ہے۔ حالات کو اللہ کی قدرت کے دائرے سے باہر جاننے والے لوگ، نامراد ہوتے ہیں۔ انہیں پر بری گردش آتی ہے، ان پر غضب پڑتا ہے، ان پر لعنت پڑتی ہے۔ یہاں بھی ان کا ٹھکانا برا ہے، آخرت میں بھی برا ہوگا۔

Marfat.com

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔

اللہ کی قدرت کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے جس لشکر سے جو کام لینا چاہے، اس کے امر سے وہ کام ہو جاتا ہے۔ اسباب پر ہمیشہ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہوتا ہے۔ مومنین جب اپنے اموال وانفس سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اللہ ان کی مدد کرتا ہے، پھر انہیں شاندار فتح نصیب کرتا ہے۔ اللہ کبھی سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، کہ خطا کے بعد توبہ کے لیے مہلت دینا اس کی شان ہے، ورنہ کسی بھی قوت کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا، عزت والے، حکمت والے اللہ کے لیے قطعاً آسان ہے۔

حاصل: اللہ ہی کے سب لشکر ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔ اس کے مقابل کسی قوت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ عزّت وحکمت والے قادرِ مطلق کے ساتھ میں جو کچھ ہے وہ کہیں نہیں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸ بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ نے اپنے رسول کو شاہد کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ حکمِ الٰہی شاہد کا حال ہوتا ہے۔ وہ اتباع کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دیتا ہے، اور حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈراتا ہے۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دینا شاہدؑ کا کام ہے۔ اللہ کے رسول کو یہ مرتبہ عطا کیا گیا۔ حضور سے یہ مرتبہ تقسیم ہوا اور قیامت تک سلسلہ شاہدین جاری رہے گا۔ شاہد کی عظمت روشن ہو جائے، تو بندے کا قول اس کے ساتھ میل جول کی بدولت پاک ہو جاتا ہے۔ شاہد سے محبت ہو جائے تو اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ اس کے قرب سے دوستی ہو جائے تو تقسیم کا علم عطا ہو جاتا ہے۔ ان تینوں مقامات پر پورا رہنے والے کو مخلص ہونے کا انعام ملتا ہے۔ جو لوگ شاہد کو جھٹلاتے ہیں، یا جن کی تسلیم عملاً سچی ثابت نہیں ہوتی، وہ بے حقیقت ہوتے ہیں۔ انہیں ان کے انجام سے آگاہ کرنا اور اس طرح آگاہ کرنا کہ انہیں حق پہنچانے والا اپنا بڑا ہی خواہ نظر آئے بہت بڑا کام ہے۔

حاصل: شاہد ہی کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حق کو ماننے والوں کو فلاح کی بشارت دیتا ہے اور حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرتا ہے۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹ تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اور آپ کی تعظیم کرو، اور آپ کی توقیر کرو۔ اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔

جو لوگ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، آپ کی تعظیم کریں، آپ کی مدد کریں، اور اس نور کا اتباع کریں جو آپ کے ساتھ نازل فرمایا گیا ہے، وہ یقیناً فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ پر ایمان حق کو ماننا ہے، اللہ کے رسول پر ایمان آپ کے اسوۂ حسنہ کو حال بنانا

Marfat.com

ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے بندے کا قول پاک ہوجاتا ہے۔جس کا قول پاک ہوجائے وہ اپنی بات نہیں کرتا، اپنے صاحب کی بات کرنے لگتا ہے۔اس طرح اس کی زبان پاک ہوجاتی ہے۔آپ کی توقیر سے بندے کے اعمال کی اصلاح ہوجاتی ہے۔وہ جو بھی کرتا ہے اپنے صاحب کے حوالے سے کرتا ہے۔ایسے پاک بندے کو صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہنا چاہئے، اس تسبیح میں اللہ کی شان بیان کرکے صبح اس سے مدد مانگی جاتی ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے میں پاکیزگی قائم رہے، اور شام کو یہ دعا مانگی جاتی ہے کہ دانستہ اور نادانستہ جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، اللہ انہیں بخش دے کہ گناہ اللہ ہی بخشتا ہے۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، آپ کی تعظیم کرنا، آپ کی توقیر کرنا، باعثِ فلاحِ دارین ہوتا ہے۔ فلاح پانے والے صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ
یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا
یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ
عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۠﴿۱۰﴾ ع ۱۰ ۹

بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔پھر جس نے عہد توڑا تو اس کی عہد شکنی اسی پر ہے، اور جس نے اس عہد کو وفا کیا جو اللہ سے کیا تھا، تو جلد ہی اسے اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

شاہد کے ساتھ یہ عہد کرنا کہ آپ کی اطاعت کروں گا، آپ کا اتباع کروں گا، اور اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، بیعت کہلاتا ہے۔جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیعت کرتے تھے وہ اللہ ہی سے حق کو ماننے کا اور یکسو رہنے کا عہد کرتے تھے۔نیچے ہاتھ ان کا ہوتا تھا، اوپر ہاتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا، اس طرح یہ بیعت اللہ ہی سے ہوتی تھی۔جو اس عہد کو توڑنے کا مرتکب ہوگا، وہ یہ عہد شکنی اللہ ہی سے کرے گا، اور اس عہد شکنی کا نقصان بھی عہد شکنی کرنے والے کو ہی ہوگا، اللہ تو کوئی احتیاج رکھتا ہی نہیں۔عہد کو وفا کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو قابلِ ذکر نہیں جانتا، اپنے صاحب کی بات کو قابلِ ذکر جانتا ہے۔شاہد کے اتباع سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتا ہے۔جو اپنے ساتھ بیت جائے اسے باذن اللہ جانتا ہے، اور اپنے قول وفعل کو حق کے حوالے سے درست رکھتا ہے۔ایسے سچے کو اللہ جلد ہی اجرِ عظیم عطا فرما دیتا ہے۔بیعت کرنے والے کا ابتدائی مقام ایمان بالغیب کی صورت سے ہوتا ہے، جب وہ اپنے عہد کو وفا کرنے میں سچا ثابت ہو جائے تو وہ ایمان بالشہادت کے مقام پر آجاتا ہے۔حیاتِ دنیا میں اس سے بڑی راحت کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل: بیعت شاہد کے ساتھ خلوت وجلوت میں پاک رہنے کا عہد ہے۔جس کا ہاتھ پاک ہے، اسی سے بیعت ہوسکتی ہے۔عہد شکنی کرنے والے ہی خسارے میں رہتے ہیں۔عہد کو پورا کرنے والے دنیا وآخرت میں خوب نوازے جاتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب (۳۳) میں ارشاد فرمایا ہے:...وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿﴾ اللہ سے کیے گئے عہد کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾

اب پیچھے رہ جانے والے اعراب کہیں گے کہ ہمیں ہمارے اموال، اور ہمارے اہل نے مشغول رکھا، تو ہمارے لیے استغفار کیجئے۔ یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے قلوب میں نہیں ہے۔ فرما دیجئے اللہ کے سامنے کسے کچھ اختیار ہے اگر وہ تمہارے ضرر کا ارادہ کرے یا تمہارے نفع کا ارادہ کرے۔ بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

شاہد سے محبت نہ ہو تو بظاہر فائدے کے مقام پر اس کا ساتھ ممکن ہوتا ہے۔ خطرات نظر آ رہے ہوں تو ساتھ رکھنے کے مقابل پیچھے رہ جانے میں عافیت نظر آتی ہے۔ اعراب وہ بادیہ نشین لوگ تھے جو مدینہ شریف کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ ان لوگوں کو بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم سفر ہونے کو کہا گیا تھا، مگر ان لوگوں نے اس سفرِ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ جانے کو اپنے مفادات کے خلاف جانا، اس لیے پیچھے رہ گئے۔ جب مومنین فتح مبین کی بشارت کے ساتھ واپس آ گئے تو ان بادیہ نشینوں نے معذرت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی کہ ہمیں ہمارے اموال نے اور ہمارا اہل نے مشغول رکھا، ہم سے یقیناً کوتاہی ہوئی ہے۔ زبان سے کوتاہی کا اقرار کرنا اور بات ہے، دل سے کوتاہی کو تسلیم کرنا اور بات ہے۔ دل سے کوتاہی کو تسلیم کیا جائے تو ندامت کا اظہار ہر عمل میں نظر آتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی سے یہ فرمایا: اگر اللہ تمہیں ضرر پہنچانا چاہے تو اس سے کون تم کو بچا سکتا ہے، اور اگر اللہ تم کو نفع دینا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ جب تمہیں یہ یقین ہو کہ قادرِ مطلق ہر مقام پر تمہارا احاطہ کئے ہوئے ہے تو پھر یہ عذر کوئی حقیقت نہیں رکھتا کہ تمہیں تمہارے اموال و اہل نے مشغول رکھا اور تم حضور کے ساتھ سفر کو نہ جا سکے۔ اللہ کو تمہاری نیّت کا بھی پتہ ہے، تمہارے اعمال کا بھی پتہ ہے۔

حاصل: جو لوگ خطرات کو دیکھتے ہوئے شاہد کے ساتھ سے پیچھے رہ جاتے ہیں، وہ جب نتائج کو مومنین کے حق میں دیکھتے ہیں تو معذرت کرتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ اعتراف زبان سے ہوتا ہے، دل سے نہیں ہوتا۔ دل سے اپنی کوتاہی کا اعتراف ہو تو اسے ہر عمل میں نظر آنا چاہئے۔ نفع و ضرر کو باذن اللہ جاننے والے کبھی خلافِ حق نہیں کرتے۔ اللہ کو ہماری نیّت کا بھی پتہ ہے، ہمارے کاموں کا بھی پتہ ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾

بلکہ تمہیں یہ گمان تھا، کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین اپنے اہل کی طرف لوٹ کر نہ آئیں گے، اور بُرے خیال کو تم نے اپنے قلوب میں زینت دی تھی، اور تم نے سخت بدگمانی کی اور بالآخر ہلاک ہونے والے تم ہی بنے۔

Marfat.com

مذکورہ سفر میں اعراب کی عدم شمولیت کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے۔ اعراب کفر و نفاق میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے اندازے لگاتے رہتے تھے۔ ان کے اندازے کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت بڑے خطرے کی طرف جا رہے تھے، ان کی تعداد کافروں کی تعداد کے مقابل بہت کم تھی، ان کے پاس کوئی بڑا سامانِ حرب نہیں تھا، جنگ کی صورت میں یہ لوگ دشمن کے نرغے میں آسکتے تھے، یہ جنگ کافروں کے علاقے میں ہوتی تھی اس لیے ان کی پوزیشن ہی مضبوط ہوسکتی تھی۔ ان اندازوں کی وجہ سے بادیہ نشینوں نے یہ حساب لگایا کہ حق کا نام لینے والے اپنے خاتمے کی طرف جا رہے ہیں، اب ان کا اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس خیال کو وہ لوگ بہت پسند کرتے تھے، اور حق سے جو کراہت ان کے دلوں میں تھی، اس سے یہ بدگمانی بڑھتی ہی چلی گئی۔ مگر اللہ کی شان دیکھیے، کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب ساتھی بخیر و عافیت اس سفر سے واپس اپنے اہل کی طرف تشریف لائے، اور ہلاکت بدگمانی کرنے والوں کے حصے میں آئی۔

حاصل: صرف ظاہری اسباب کو ملحوظ رکھ کر کوئی نتیجہ اخذ کرنا مومنین کا طریقہ نہیں ہوتا۔ منافقوں کے دلوں میں پاک لوگوں کے بارے میں بُرے خیالات ہی ہوتے ہیں۔ مومنین اللہ کے ساتھ میں اپنی سلامتی جانتے ہیں، منافق اسباب کے ساتھ سلامتی کو دیکھتے ہیں۔ اس لیے ہلاکت منافقوں کو ہی ہوتی رہی ہے، اور ہوتی رہے گی۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا، تو ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا پاک لوگوں کی معیت سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ جہاں یہ سند موجود نہ ہو وہاں دعویٰ ایمان کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ حق کو نہ مانا جائے تو باطل کو ضرور ماننا پڑے گا، اور باطل کو ماننے والوں کا انجام دوزخ کی آگ ہوگی، جو ان کے اعمال کے نتیجے میں انہیں حاصل ہوگی، جو ان کے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہوگی۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے اپنے اندازے کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ حق کو نہ ماننے والے اپنے اعمال کی جزا بصورتِ دوزخ پائیں گے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ جسے چاہے مغفرت دے، اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ مغفرت فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ کوئی اس کا شریک نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ ہر مقام پر اللہ کی قدرت کا احاطہ ہے۔ وہ لوگوں کی نیتوں کو بھی جانتا ہے ان کے اعمال کو بھی جانتا ہے۔ جو حق کو ماننے کے دعوے میں سچا ہوگا، اللہ اسے بخش دے گا۔ اور جو حق کو ماننے کے دعوے کو دہراتا رہے گا اور اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دے گا، وہ جھوٹا ہو جائے گا، اسے اللہ عذاب دے گا۔ اللہ کبھی جلد بازی نہیں کرتا، وہ لوگوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے مواقع مہیا کرتا ہے، اور حجت کو پورا کرتا ہے۔ مغفرت کی طلب رکھنے والے اور اللہ کے رحم کے

Marfat.com

طلب گار پہلے بھی فائدے اٹھاتے رہے ہیں، آئندہ بھی فائدے اٹھاتے رہیں گے۔

حاصل: نفع وضرر کے باذن اللہ ہونے کا یقین ہو، تو پھر اللہ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے مطابق استعمال ہونا چاہئے۔ جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ طلبِ مغفرت اور طلبِ رحم بندے کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

جب تم غنیمتیں لینے کے لیے چلو گے، تو پیچھے رہنے والے کہیں گے، کہ ہمیں بھی اپنا اتباع کرنے دو۔ ان کا ارادہ ہے کہ کلام اللہ کو بدل دیں۔ فرما دیجئے تم ہمارا اتباع نہیں کرو گے، یہی تو اللہ نے اس سے پہلے تمہیں فرمایا تھا۔ تو اب کہیں گے، تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ سمجھتے ہی کم ہیں۔

منافقین کا سب کچھ اپنے نفس کی خوشی کے لیے ہوتا ہے۔ جب نفس کو خطرات نظر آئیں تو ان کو ساکن رہنے میں عافیت نظر آتی ہے، جب فوائد کا یقین ہو تو متحرک ہونے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں۔ خواہشات کی پیروی دونوں صورتوں میں ہوتی ہے۔ جب مومنین کے غلبے کا یقین ہو تو وہ انکے ساتھ جانے پر اصرار کرتے ہیں، مگر اللہ نے ان کو اس سے منع فرما دیا ہے۔ ان لوگوں کے روگ کا علاج اللہ کے حکم کو ماننے میں ہے، من مانی کرنے میں قطعاً نہیں ہے۔ جب ان کو غنیمت کے حصول کے لیے ساتھ جانے سے منع فرما دیا جائے گا تو کہیں گے: تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں بھی آسانی حاصل ہو، تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ منافقین کا گمان ان پاک لوگوں کے بارے میں بھی برا ہی ہوتا ہے جو صرف ان کی بھلائی کے لیے ان سے بات کرتے ہیں۔ یہ ہوتے ہی کم سمجھ ہیں۔ اپنی خواہشات کے دائرے میں رہنے والوں کو حقائق کی سمجھ کم ہی آیا کرتی ہے۔

حاصل: فوائد کا حصول یقینی ہو تو منافق، مومنین کے ساتھ جانے کو بے چین ہوتے ہیں۔ چاہتے یہی ہیں کہ اللہ کا حکم ان کی مرضی کے مطابق ہو جائے۔ اللہ کے حکم کو ماننے میں ہی بھلائی ہوتی ہے۔ اپنی خواہشات کے دائرے میں رہنے والوں کو حقائق کی سمجھ کم ہی آیا کرتی ہے۔

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾

اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیجئے، عن قریب تم ایک شدید لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، کہ تم ان سے قتال کرو، یا وہ تسلیم کریں۔ پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں احسن اجر دے گا، اور اگر تم پھر گئے جیسے اس سے قبل پھر گئے تھے، تو تمہیں المناک عذاب دے گا۔

Marfat.com

غنیمتوں کے حصول کے لیے مومنین کے ساتھ جانے کو اعراب نے بہت پسند کیا، اس وقت ان کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔ اس کے ساتھ یہ فرمایا گیا، کہ اگر تم اپنی صداقت کا ثبوت دینا چاہتے ہو، اور تم کو اپنے سابقہ رویئے پر ندامت ہے، تو عن قریب تم کو ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا۔ یہ لڑائی اسی وقت ختم ہوگی جب وہ حق کو مان لیں گے۔ اگر تم نے اللہ کے حکم کو مانا تو وہ تمہیں اس کا خوب صلہ دے گا، اور اگر تم نے حق سے منہ موڑ لینے کی سابقہ روش کو اپنایا تو پھر تمہیں المناک عذاب دے گا۔

حاصل: اتمامِ حجت کے لیے من مانی کرنیوالوں کو اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لیے، موقع دینا اللہ کی سنّت ہے۔ اللہ کی اطاعت کرنے والے فلاح پاتے ہیں۔ حق سے دوبارہ پھر جانے والوں کے لیے المناک عذاب ہوتا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ؑ﴿۱۷﴾

ع ۲ النصف ۲

اندھے پر کوئی حرج نہیں اور لنگڑے پر کوئی حرج نہیں اور مریض پر کوئی حرج نہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، اور جو پھر جائے گا اسے المناک عذاب دے گا۔

اندھا اگر جہاد کے لیے نہ جائے تو اس کا عذر واضح ہے کہ وہ جنگ کرنے کی اہلیت پر پورا نہیں ہے، لنگڑا اگر جہاد کے لیے نہ جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جنگ میں حرکات کی سرعت اس کے بس میں نہیں ہوتی، مریض اگر جہاد کے لیے نہ جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ مرض اور ضعف اس کی کارکردگی میں بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ مگر ان لوگوں کو بھی امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کرنا چاہئے، کہ ہمیں ہماری مجبوری کے حوالے سے جو خدمات آپ سپرد کر دیں گے، ہم بصد احترام انہیں سرانجام دیں گے۔ ایسے لوگوں کو ان کی حسنِ نیت کا خوب صلہ دیا جائے گا۔ انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جو پر بہار ہوں گے، سرسبز و شاداب ہوں گے۔ اور یہ معذور لوگ بھی اگر اللہ کے فرمان کو ماننے کی بجائے اس سے اعراض کریں گے تو پھر انہیں بھی المناک عذاب دیا جائے گا۔

حاصل: معذور لوگوں کو اللہ نے رعایت دی ہے، انہیں بھی صاحبِ امر کے پاس حاضر ہو کر پوچھنا چاہئے، ہم کیا خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔ جو خدمت بھی ان کے سپرد کی جائے اسے صداقت سے سرانجام دینا چاہئے، اس کا صلہ بہت خوب ہوگا۔ معذور لوگ بھی اگر حق سے اعراض کے مرتکب ہوئے تو انہیں المناک عذاب ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف (۶۱) میں ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾ بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں، جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

Marfat.com

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوا، جب وہ شجر کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، تو اللہ کو علم تھا جو ان کے قلوب میں تھا، تو اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں فتحِ قریب کا انعام دیا۔

سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا عزم فرداً فرداً مومنین نے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے ظاہر کیا۔ حدیبیہ کے مقام پر مومنین حالتِ سفر میں تھے۔ تعداد بھی ایسی نہیں تھی، جو کافروں کو مرعوب کر سکتی تھی۔ سامان جنگ بھی ساتھ نہیں تھا۔ مومنین کے قلوب میں اللہ کی رضا کے لیے قربان ہونے کا عزم تھا۔ اللہ نے ان حضرات کے اوپر سکینت نازل فرمائی۔ ان لوگوں کو ان کی صداقت کا اور ان کی حسنِ نیت کا انعام دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سکینت بھی انعام تھی، اور اس کے ساتھ مستقبل قریب میں حاصل ہونے والی فتح کی بشارت بھی انعام تھی۔

حاصل: مومنین جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو پورا جانیں، نصرت الٰہی کا یقین رکھیں، دشمن کے وسائل سے مرعوب نہ ہوں، اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا عزم دل میں رکھتے ہوں، تو اللہ ان کی یکسوئی اور اس کے اظہار کو دیکھ کر راضی ہوتا ہے، ان پر سکینت نازل فرماتا ہے، اور انہیں انعامات کی بشارت دیتا ہے۔

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

اور کثیر غنیمتیں جن کو وہ لیں گے۔ اور اللہ عزّت والا، حکمت والا ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد مومنین کو فتح خیبر کے حوالے سے بہت سی غنیمتیں حاصل ہوئیں، اور یہ غنیمتیں انہی حضرات کو ملیں جو بیعتِ رضوان کی صورت میں حضورِ اکرم ﷺ سے عہد کر چکے تھے۔ حالات ضرور نامساعد تھے، مومنین کے مقابل کافروں کو اپنے گھروں کے قریب ہونے کا فائدہ نظر آتا تھا، سامانِ جنگ کے حصول میں آسانی کا انہیں یقین تھا، ان کی تعداد بھی مومنین کے مقابل زیادہ تھی، مگر اللہ نے ان کافروں پر مومنین کا ایسا رعب طاری کر دیا کہ انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔ کافر صلح کی درخواست صرف شکست کو دیکھ کر ہی کرتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کے سامنے، اس کی طاقت کے سامنے کسی جمعیت کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اسکے کاموں میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔

حاصل: غنیمتیں کبھی مومنین کا مقصود نہیں ہوتیں۔ اللہ جو چاہے عطا کر دیتا ہے۔ اللہ عزّت بڑھانا چاہے تو پھر اسے کم کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ نصرتِ الٰہی سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ ہمیشہ ایمان افروز ہوتے ہیں۔

Marfat.com

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

اللہ نے تم سے کثیر غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو تم لو گے، پھر یہ تمہیں جلد عطا کر دیں، اور دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تا کہ مومنین کے لیے نشانی ہو، اور تمہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

مومنین کی نصرت کا اللہ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے جو کچھ ہو سکتا ہے، وہ کسی دوسری صورت میں ممکن ہی نہیں ہوتا، کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑی قوت والا ہے، سب سے بڑی قدرت والا ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے جہاد کرنے والوں کو غنیمتیں نصیب ہوتی رہتی ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کی فتح سے مومنین کو غنیمتیں نصیب ہوئیں۔ سورۃ مائدہ میں فرمایا گیا ہے: اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنا چاہی تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے، اور اللہ سے ڈرو اور مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ (۵:۱۱) جو یہ یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے اللہ کے فضل سے حاصل ہوتی رہے گی وہ یقیناً صراطِ مستقیم پر ہوتا ہے۔

حاصل: مومنین سے کثیر غنیمتوں کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ غنیمتیں اللہ عطا کرتا ہے۔ دشمنوں کے ہاتھوں کو روک کر بھی مومنین کی مدد کی جاتی ہے۔ مومنین اللہ کی نشانیوں کی قدر کرتے ہیں، متوکل ہوتے ہیں، اللہ انہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور ایک فتح بھی جس پر ابھی تمہیں قدرت نہیں ہے، مگر اللہ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

یہ فتح مکہ کی بشارت ہے۔ مومنین کافروں کے مقابل تعداد میں کم تھے۔ جو لوگ ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے تھے، ان کے لیے کافروں کی بڑی قوت سے ٹکرانا بڑا کام تھا اور ان کے پاس وسائل بھی ویسے نہیں تھے، جو کافروں کے پاس تھے۔ مگر اللہ نے کافروں کا احاطہ کیا ہوا ہے، اور اللہ کے احاطے سے نکل جانا ممکن ہی نہیں۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ جب اللہ کا حکم ہوگا، اس فتح میں بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ اللہ کی نصرت سے ہی یہ فتح مومنین کو نصیب ہو سکتی تھی۔ اس فتح کی بشارت سے مومنین کے اندر بڑے جہاد کی تیاری کا مقام واضح ہو گیا، جس کا حکم مستقبل میں ملنے والا تھا۔

حاصل: لوگوں کی قدرت اسباب سے متعلق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر حال پر اور ہر شے پر محیط ہوتی ہے، اور اللہ کی قدرت کے سامنے کسی مزاحمت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر جاتے، پھر نہ کوئی دوست پاتے، اور نہ کوئی نصرت دینے والا پاتے۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ کافروں کی درخواست پر ہوئی، اور کافر لوگ جنگ میں اپنا مفاد دیکھتے تو کبھی صلح کی طرف نہ آتے۔ اور اگر وہ مومنین کے ساتھ جنگ کرتے تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ اس وقت نہ کوئی ان کے ساتھ دوستی کا ثبوت دے سکتا، نہ کوئی ان کو مدد دینے والا ہوتا۔ مومنین فی سبیل اللہ لڑتے ہیں، کافر فی سبیل الطاغوت لڑتے ہیں۔ حکمِ الٰہی ہے کہ شیطان کے ساتھ دوستی کرنے والوں سے لڑو، شیطان کا داؤ ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔ (۷۶:۴) اللہ کی نصرت مومنین کو حاصل ہوتی ہے، اس لیے کافر ان کے مقابل زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتے، جلد ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

حاصل: مومنین اللہ کی رضا کے لیے لڑتے ہیں، ان کی لڑائی شیطان کے دوستوں سے ہوتی ہے، اور شیطان کا داؤ ہمیشہ کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے کافر ہمیشہ مومنین کے مقابل آتے تو بڑی تیاری کے ساتھ ہیں، مگر جلد ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

اللہ کی سنّت ہے، جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنّت کو تبدیل ہوتے نہ پاؤ گے۔

بُرا داؤ انہی پر پڑتا ہے، جو اسے چلتے ہیں، یہ اللہ کی سنت ہے، جو نہ کبھی بدلتی ہے اور نہ ٹلتی ہے۔ (۴۳:۳۵) جب بھی کافر، مومنین کے ساتھ لڑیں گے، ان کے مقابل زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکیں گے اور جلد ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اللہ نے مومنین کی نصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ اور جسے اللہ کی نصرت حاصل ہو، اس کے مقابل ٹھہرنا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: مومنین کی نصرت پہلے بھی ہوتی رہی ہے، آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ کافروں کا داؤ بُرا ہوتا ہے، اور ان کا داؤ انہی پر پڑتا ہے، یہ اللہ کی سنّت ہے جو نہ کبھی بدلتی ہے نہ کبھی ٹلتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

اور وہی ہے جس نے بطنِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے، بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا، اور اللہ دیکھ رہا تھا جو عمل تم کر رہے تھے۔

بطن مکہ میں حدیبیہ کے مقام پر مومنین کو کافروں نے اس طرح سے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل ہماری زد میں ہیں، اور ان کو بچ کر جانے کا موقعہ نہیں دیا جانا چاہیے۔ مگر جب انہوں نے مومنین کی جنگ کے لیے تیاری کو دیکھا، تو کافروں کو تباہی سے بچنے کے لیے صلح کی راہ اختیار کرنی پڑی، اس طرح اللہ نے فریقین کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دیئے۔ اللہ کا علم سب سے بڑا ہے، اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے، اور اللہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ طرفین کے ہاتھ روک سکتا ہے۔ اگر ہم مانتے ہیں کہ اللہ ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو پھر ہمارے اعمال کا خلافِ حق ہونا ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔــوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۲۵

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور اپنی جگہ پہنچنے سے رکے رہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں جن کا تمہیں علم نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو، تو لاعلمی میں تمہیں ان کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچے، اور اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اور اگر وہ ایک طرف ہو گئے ہوتے تو ہم ان میں سے کافروں کو ضرور المناک عذاب دیتے۔

منکرینِ حق نے مومنین کو بیت اللہ شریف میں داخل نہ ہونے دیا، حالانکہ یہ کبھی ہوا ہی نہ تھا کہ کسی کو بیت اللہ شریف کی زیارت سے منع کیا گیا ہو۔ مومنین جنگ کے لیے آئے ہی نہیں تھے، قربانی کے جانور ان کے ساتھ تھے، اور ان جانوروں کو قربان گاہ تک پہنچنے سے روکنا ایسی زیادتی تھی، جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر اللہ نے اس وقت جنگ کو ٹال دیا۔ اللہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ مومنین کے ہاتھوں لاعلمی سے کچھ ایسے لوگ پس جائیں جو ایمان والے ہوں، یا ایمان لانے والے ہوں، ایسی صورت میں مومنین پر دکھ کا مقام آتا۔ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور اللہ ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اگر یہ لوگ جو مکہ شریف میں تھے، کافروں سے الگ ہوتے، اور مومنین کا مقابلہ صرف کافروں سے ہوتا، تو کافروں کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔

حاصل: حق کی ادائیگی سے روکنا بڑا جرم ہے۔ مومنین کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ ان کے ہاتھ سے مخفی ایمان والوں کو تکلیف نہ ہو، کہ اللہ جن کو اپنی رحمت میں داخل کرنا چاہے، ان کی قدر کرنی چاہئے۔ اگر یہ یقین ہو کہ مقابلہ صرف کافروں سے ہے تو پھر ان کو عبرتناک سزا دینی چاہئے، کہ یہی اللہ کو پسند ہے۔ اور اگر دشمن کسی جنگی چال کے تحت مسلمانوں کے کسی گروہ کو علاقائی عصبیت میں مبتلا کر کے یا کوئی اور دھوکہ دے کر مومنین کے ساتھ لڑا دے، تو پھر مومنین کے اجتماعی مفاد کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ افراد کو جماعت کے مقابل ترجیح دینا درست نہیں ہوتا۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۲۶ ع ۲/۹

جب کافروں نے اپنے قلوب میں حمیت رکھی، جاہلیت کی حمیت، تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مومنین پر سکینت نازل فرمائی، اور کلمۂ تقویٰ ان پر لازم فرمایا، اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے۔ اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ میں وہ شرائط جو کافروں کی طرف سے پیش کی گئیں، وہ کافروں کی اڑ کا ثبوت تھیں اور ان کی نخوت کو ظاہر کرتی تھیں، وہ نخوت جو جاہلیت سے تعلق رکھتی ہے۔ کافروں کو یہ نظر آ رہا تھا کہ مومنین عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، اور بیت اللہ شریف کی زیارت اور قربان گاہ پر قربانیاں پیش کرنے سے کسی کو روکنا ممکن نہیں، ضد یہ تھی ان کی کہ اس سال مومنین واپس چلے جائیں اور عمرے کے لیے آئندہ سال آئیں۔ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور مومنین پر سکینت نازل فرمائی، اور وہ کافروں کی حمیتِ جاہلیت کو دیکھتے ہوئے جنگ کے لیے کھڑے نہیں ہو گئے۔ کلمہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہتر جانتے ہیں، اور اللہ کے رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ یہ کلمہ تقویٰ مومنین کے لیے اس قدر روح پرور ہے کہ ان کے اندر کسی درجے کا اختلاف باقی نہیں رہ جاتا اور ان کی اجتماعی شان بہت روشن ہو جاتی ہے۔ اس کلمہ تقویٰ کے زیادہ حق دار وہی ہیں جو شاہد سے محبت رکھتے ہیں اور اس کے فرمان کو ادب سے مانتے ہیں۔ جو بہتر جاننے والوں کے امر کو اپنی سمجھ کے حوالے سے مانتا ہو، اس کے اندر اہلیت کی کمی ہوتی ہے۔ اہلیّت والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ بہتر جاننے والوں کے حکم کو ماننا ضروری ہے، جاننا ضروری نہیں، ماننے کے بعد جاننے کا مقام آتا ہے۔ اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے، اس لیے جو کچھ اس کی طرف سے فرمایا گیا ہے، اس میں یقیناً بھلائی ہے۔

حاصل: جاہلیت کی اڑ نخوت ہے اور علامتِ کفر ہے۔ اپنے کلام کو جاہلیت کی حمیت سے پاک رکھنا چاہیے۔ سکینت نازل فرمانا اللہ کی شان ہے۔ کلمہ تقویٰ سے مومنین کا سلوک بڑھتا ہے، ان کی شان روشن ہوتی ہے۔ ہر شے کا علم رکھنے والا جو کچھ کر سکتا ہے وہ کسی دوسرے کے بس میں ہو ہی نہیں سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورہ الروم (۳۰) میں ارشاد فرمایا ہے: ...وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اور ہم نے مومنین کی نصرت اپنے اوپر حق فرمالی ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

اللہ نے اپنے رسول کے رؤیا بالحق کو سچا فرمایا۔ انشاء اللہ تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اپنے سروں کو منڈاتے یا بال ترشواتے، تمہیں خوف نہیں ہوگا۔ تو اللہ کو علم ہے جو تمہیں معلوم نہیں، اور اس سے پہلے اس نے تمہارے لیے فتحِ قریب ٹھہرا دی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دیکھا کہ وہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے ہیں، اور عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ محبین سے اس کا ذکر ہوا۔ حدیبیہ سے واپس لوٹ آنے کی بات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رؤیا کی مطابقت کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ ان پر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اسی سال کا وعدہ تو نہیں فرمایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو دیکھا وہی ہوگا، اور مومنین امن کے ساتھ مسجدِ حرام میں داخل ہوں گے، اور مناسک کو پورا کریں گے، ان پر قطعاً خوف کی کیفیت نہ ہوگی۔ اللہ نے جو چاہا اسی میں مومنین کی بھلائی ہے، اور اللہ جو دیکھتا ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رؤیا کے مطابق زیارت بیت اللہ کا شرف پانے سے پہلے صلح حدیبیہ کی صورت میں اللہ نے ایک فتح قریب بھی مومنین کو دے دی۔

حاصل: شاہد کے فرمان کے پورا ہونے میں دیر معلوم ہو رہی ہو تو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ابھی ارکان جمع ہو رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ آسانیاں عطا فرمانے والا ہے، ہوگا وہی جو صاحب نے فرمایا ہے۔ اللہ کی نوازشات کی قدر کرنی چاہیے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۲۸

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے، دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس لیے آپ کا قول بھی معیارِ حق ہے اور آپ کا عمل بھی سند کا درجہ رکھتا ہے۔اللہ نے یہی فرمایا ہے، کہ اگر تم حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرو گے تو تم ہدایت پاؤ گے۔یہ گمان کہ کبھی آپ کی بات ہدایت اور دینِ حق کے علاوہ بھی کچھ ہوتی تھی قطعاً خلافِ حق ہے۔حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا منشاء یہ فرمایا گیا ہے کہ دینِ حق کو سب دینوں پر غلبہ حاصل ہو۔اللہ نے گواہی دی ہے، کہ یہی ہوگا اور اللہ کی گواہی ہر شے کا علم رکھنے والے کی گواہی ہے، اس لیے اس سے بڑی گواہی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔منافقت کی جڑ کٹ جائے گی، انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم کا اندھیرا ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، کہ سکھ کے وعدے پر ساری دنیا کو ایک نظام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔اور سکھ کا وعدہ پھر بھی پورا نہ ہوگا تو دینِ حق کی احتیاج بھی واضح ہو جائے گی۔تب دینِ حق کو قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔پھر دینِ حق کا غلبہ ایسا ہوگا، کہ ساری کائنات میں سوائے مومنین کے اور کوئی نہ ہوگا۔

حاصل: اللہ کے رسول ﷺ کا قول و فعل ہدایت اور دینِ حق کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتا ہے۔دینِ حق کا غلبہ سب ادیان پر یقیناً ہوگا، اللہ نے اس کی شہادت دی ہے، اور اللہ کی شہادت سب سے بڑی شہادت ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۲۹ ع

معانقہ ۱۵

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔اور جو لوگ آپ کی معیّت میں ہیں، کافروں پر شدید اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔تم ان کو دیکھو گے، رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجود کے اثر سے ہے۔یہ توصیف ان کی تورات میں ہے۔اور انجیل میں ان کی مثل یوں ہے کہ جیسے ایک کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ سخت ہوئی اور اپنے تنا پر سیدھی کھڑی ہوگئی، زراعت کرنے والوں کو خوش کرتی ہوئی، تاکہ کفار کو اس سے غیظ ہو۔اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح عمل کیے، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔آپ کا اتباع باعثِ مغفرت ہے۔آپ کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے۔آپ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔جولوگ آپ کی معیت اختیار کرتے ہیں، انہیں آپ سے میل جول کی بدولت قول کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔آپ سے محبت کی بدولت اصلاحِ حال کا شرف حاصل ہوتا ہے۔پھر وہ علمِ حقیقی سے نوازے جاتے ہیں۔ان مقامات پر پورا رہنے کا انعام بصورتِ اخلاص ملتا ہے اور مخلص کو بہکانا شیطان کے بس میں نہیں ہوتا۔مومنین کی یہ شان ہے کہ کافروں کے ساتھ ان کا رویہ بے لچک ہوتا ہے۔وہ اپنے قول کو ان کے قول سے نہیں ملاتے، وقف کا دھیان رکھتے ہیں۔اپنے اعمال کو ان کے اعمال سے الگ رکھتے ہیں، اور اپنے امتیاز کو ہمیشہ قائم رکھتے ہیں۔مومنین کے ساتھ ان کا رویہ بالکل نرم ہوتا ہے۔ان کے الفاظ کو تبھی دیکھتے ہیں، جب وہ الفاظ کا علم رکھتے ہوں، ورنہ ان کی نیّت کے اچھے ہونے کا یقین ہر مقام پر نظر آتا رہتا ہے۔اس لیے ان سے تعاون بھی ہوتا ہے، اور ان کا شکریہ بھی ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خدمت کا موقع دیا ہے۔تورات شریف میں ان لوگوں کی نشانیاں یوں بیان فرمائی گئی ہیں کہ یہ رکوع وسجود میں سرگرم رہنے والے حضرات، اللہ کے فضل اور اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔لوگوں کی خوشی کے مقابل ان کو اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جارہا ہے، یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی رضا کے مطابق انہیں کیا کرنا چاہیے۔ان کے مبارک چہرے پُرنُور ہوتے ہیں، ان پر پاکیزگی جلوہ گر ہوتی ہے۔انجیل شریف میں ان کی مثل ایسے بیان ہوئی ہے کہ جیسے ایک کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا۔زراعت کرنے والوں نے خیر کا بیج بویا، کھیتی اُگی۔شروع میں کونپلیں کمزور سی لگتی ہیں۔کاشت کرنے والے کو تو بیج میں بھی سب کچھ نظر آتا ہے۔کونپلیں بڑی ہوئیں ان میں مزید قوت آئی اور پودے اپنے تنا پر کھڑے ہو گئے۔ان پودوں کی شان دیکھ کر زراعت کرنے والوں کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی۔وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔کفار کو اس کھیتی کے مشاہدے سے بڑی تکلیف پہنچتی ہے، کہ ان کے باطل نظریات کے مقابل حق کے ماننے والے انہیں بہت منظم قوت نظر آنے لگتے ہیں۔جولوگ ایمان لاتے ہیں، اور اپنے ایمان کو صالح اعمال سے سچا ثابت کرتے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت کا وعدہ فرما رکھا ہے، ان کو اجرِ عظیم دینے کا وعدہ فرما رکھا ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔

حاصل: حضور کی معیت صفات سے ثابت ہوتی ہے۔کافروں کے ساتھ قول وفعل میں وقف رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں مومنین کے کام آنا چاہیے، بڑی صداقت سے ان کی خدمت کرنی چاہیے۔رکوع وسجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا مطلوب ہونی چاہیے۔مومنین کے چہرے پُرنور ہوتے ہیں۔دانے کی نفی ہو تو اس کی مثل کئی دانے پیدا ہوتے ہیں۔مومنین کی تعداد اور اتحاد کا کافروں کے لیے تکلیف دہ ہونا واضح ہے۔ایمان، صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہو جائے، تو مغفرت اور اجرِ عظیم عطا کرنا اللہ کا وعدہ ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب (۳۳) میں ارشاد فرمایا ہے: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ وہی ہے کہ تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے، کہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف نکالے، اور وہ مومنین پر رحم فرمانے والا ہے۔

اٰیاتھا ۱۸ ۴۹ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۶ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تقدّم نہ کیا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ صورت وتعین سے بہت بلند ہے۔ جو صورت وتعین کے دائرے میں ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے آگے قدم بڑھانے کے مرتکب اس صورت میں ہوسکتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آگے قدم بڑھائیں۔ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا گیا ہے۔ حکمِ الٰہی یہ ہے کہ حضور کا اتباع کیا جائے۔ تقدم اس امرِ الٰہی کی خلاف ورزی ہوگی۔ حق کے بعد تو ہے ہی گمراہی۔ جب مبتدی اپنے قول کو اپنے صاحب کے قول کے برابر جاننے لگے، تو وہ بات کرتے وقت حدِ ادب کو ملحوظ نہیں رکھ سکتا۔ جب وہ اپنے اعمال کو اپنے شاہد کے اعمال کے برابر جاننے لگے تو ناصح سے محبت کا دعویٰ بے معنی ہوجاتا ہے۔ ایسا بندہ اپنے اعمال کا نام جو چاہے رکھ لے، مگر رہتا وہ خواہشات کے دائرے میں ہی ہے۔ یہ اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ شاہد کے حضور بات کرتے وقت اپنے ماضی کے علم کی تصدیق کروانا چاہتا ہے، اور جس علم کی تصدیق حال پر نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، منشاء یہ ہونا چاہے کہ شاہد کے حکم کو مانا جائے اور ادب سے مانا جائے۔ یہ یقین بھی شامل حال رہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری باتوں کو سنتا ہے اور ہماری نیتوں کا علم رکھتا ہے۔

حاصل: اللہ کے رسول سے تقدم یقیناً اللہ سے تقدم ہے، اور خلافِ حق ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے اپنے شاہد کے جاننے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنے جاننے کو اہمیت نہیں دیتے۔ یہ یقین ہو کہ اللہ سننے والا، علم رکھنے والا ہے تو نیت بھی درست رہنی چاہئے، الفاظ بھی موزوں ہونے چاہئیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

اے ایمان والو تم اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو، اور نہ آپ کو اس طرح بلند آواز سے پکارا کرو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حق کی تبلیغ کی، تو وہ آوازِ حق تھی۔ سامعین پر یہ لازم تھا کہ وہ اس حق کو سنیں اور مانیں۔ آوازِ حق کے مقابل اپنی آواز کو پست رکھنا ادب ہے، اور آوازِ حق کے مقابل اپنی آواز کو بلند کرنا تقدم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرنے میں جن لوگوں نے حدودِ ادب کو ملحوظ نہیں رکھا، اور آپ کو اس طرح مخاطب کیا جیسے ایک دوسرے کو پکارا کرتے تھے، وہ بھی ادب سے دور رہے۔ حکمِ الٰہی

Marfat.com

کے معلوم ہونے سے پہلے جو کچھ ہوا ہے اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ معلّم ہیں۔ کتاب وحکمت کی تعلیم آپ نے دی ہے۔ تزکیہ آپ نے عطا کیا ہے۔ آپ نے وہ علم عطا کیا ہے جو پہلے نہیں تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے جس مومن نے بھی بات کی اس یقین سے کی کہ وہ آپ سے اپنے علم کی تصدیق کروانا چاہتا تھا۔ بندوں میں سے کسی کا یہ مقام ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ کے رسول کو سکھانے والا ہو۔

حاصل: اپنی آوازوں کو اپنے شاہد کے حضور، اپنے معلّم کے حضور پست رکھنا چاہئے کہ یہ ادب ہے۔ اپنے معلّم کو بلند آواز سے مخاطب کرنا بھی خلافِ ادب ہے۔ بے ادبی سے ماحول پر بُرا اثر پڑتا ہے، اس لیے بے ادب کے اعمال بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پسند کر لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو کلامِ حق جانتے ہیں، وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضور کے ارشادات کو سننا اور ماننا باعث فلاحِ دارین ہے۔ اس لیے وہ اپنی آوازوں کو اپنے شاہد کے حضور پست رکھتے ہیں۔ ان کے قلوب میں ادب موجود ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے قلوب میں شاہد کا ادب موجود ہوا نہی کے اندر تقویٰ افزائش پاتا ہے۔ جس علم کے بڑھنے سے خوفِ خدا بڑھے، وہ علم حقیقی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے دل پاک ہو جاتے ہیں۔ جب دل پاک ہو جائے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ جو پاک ہو جائے، اس کی خطاؤں کو بخش دیا جاتا ہے، اور اسے اجرِ عظیم عطا فرمایا جاتا ہے۔

حاصل: اپنے شاہد کے حضور اپنی آوازوں کو پست رکھنا ادب ہے۔ جن کے قلوب کے اندر ادب موجود ہو، انہی کے اندر تقویٰ کی افزائش ہوتی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بخشش بھی ہے اور اجر عظیم بھی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④

بے شک جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے ندا دیتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں کرتے۔

حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا وہ حصہ جس کا تعلق خلوت سے تھا، وہ بھی قطعاً حق تھا۔ اس لیے اس میں مداخلت یقیناً خلافِ ادب تھی۔ جو لوگ آپ کے رحمت خانے کے باہر سے آپ کو پکارتے تھے، وہ اکثر عقل نہیں کرتے تھے۔ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو صرف اس کام کے لیے آواز دی جاتی جس کو موخر کرنا ممکن نہ تھا۔ ناصح امین سے محبت ہو تو بندہ ہر مقام پر پورا رہ سکتا ہے، کہ محبت ہی ادب کا کل ہے۔

حاصل: اپنے شاہد کے بارے میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ خلوت وجلوت میں اسے حق کی احسن ادائیگی کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں۔ اپنے شاہد کو رحمت خانے کے باہر سے آواز دینا اسی صورت میں عقل کا کام ہوگا، جب کسی کام کو موخر کرنا ممکن نہ ہوگا، مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ ان کے پاس تشریف لے آتے، تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کے رحمت خانے کے باہر سے پکارنے والے، اگر صبر کرتے اور انتظار کر لیتے حتیٰ کہ حضور ان کے پاس تشریف لے آتے، تو ان لوگوں کی طرف سے آپ کی تعظیم و توقیر کا ثبوت مل جاتا، اور یہ ان کے لیے یقیناً بہتر ہوتا۔ اس ادب کی بدولت اللہ ان کو آسانیاں عطا فرما دیتا۔ کم علمی کی بدولت کوتاہی ہو جاتی ہے، اللہ اس کو بخش بھی دیتا ہے، اور جس کو بخش دیتا ہے اس کو اپنے رحم سے بھی نوازتا ہے۔

حاصل: شاہد کے رحمت خانے پر حاضری نصیب ہو تو ملاقات کے لیے انتظار کر لینا بہتر ہوتا ہے۔ اس سے صبر کا بھی ثبوت ملتا ہے، تعظیم و توقیر کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ بے صبری کا مظاہرہ ہو جائے تو اللہ بخشنے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶

اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو، کہ کہیں کسی قوم پر بے جانہ جا پڑو، پھر کل تمہیں اپنے فعل پر ندامت ہو۔

منافق یقیناً فاسق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ برائی کا امر کرتے ہیں، بھلائی سے منع کرتے ہیں، بخیل ہوتے ہیں، قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھی ہیں مگر وہ مومنین کے ساتھی نہیں ہوتے۔ (۵۶:۹) صدقات کی تقسیم ہو، مالِ غنیمت کی تقسیم ہو، یہ اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں۔ زبانوں سے کچھ اور کہتے ہیں، دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے۔ یہ لوگ حق میں اپنی خواہشات کو ملاتے رہتے ہیں۔ ان کی لائی ہوئی کسی خبر کو بلا تحقیق ماننا درست نہیں ہوتا۔ اگر کسی فاسق کی لائی ہوئی خبر کو بلا تحقیق ماننے کی بنا پر کسی قوم سے ٹکراؤ ہو جائے، تو حقائق سامنے آنے پر مومنین کو اپنے کئے پر ندامت ہی ہوگی، اور یہ جلد بازی مومنین کے اجتماعی رویئے پر داغ لگا دے گی۔

حاصل: ایمان والے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ خبر لانے والے کو دیکھیں، اگر وہ فاسق ہو، تو قطعاً اس کی لائی ہوئی خبر کو بلا تحقیق نہ مانیں۔ فاسق اپنی ضرورت کو اجتماعی مفادات کے مقابل زیادہ اہم جانتا ہے، اس کے کہنے پر جوش میں آ کر کسی قوم سے ٹکراؤ ہو جائے تو حقائق سامنے آنے پر مومنین کو اپنے کئے پر ندامت ہوگی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷

اور تمہیں معلوم رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم میں ہیں۔ اگر یہ کثیر امور میں تمہاری باتوں کو مان لیا کریں، تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ ولیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی حُبّ دی ہے، اور اسے تمہارے قلوب میں زینت دی ہے، اور کفر، فسوق اور عصیان سے تمہیں کراہت ہو گئی ہے۔ یہی لوگ تو راشد ہیں۔

Marfat.com

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جس علم سے نوازا ہے، وہ علم سب سے بڑی شان رکھتا ہے۔ اس علم کی قدر کرنی چاہئے۔ اس سے استفادہ کرنا چاہئے، اور کبھی اپنے گمان کو یہ درجہ نہیں دینا چاہئے کہ حق کے مقابل اسے قابلِ ذکر سمجھا جائے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اکثر امور میں لوگوں کی باتوں کو مان لیا کرتے تو لوگ یقیناً مشقت میں پڑتے۔ اللہ نے ایمان والوں کو مشقت سے بچا کر بڑی مہربانی کی ہے۔ ایمان والوں کے اندر اللہ نے طلب ہدایت رکھی ہے، ایمان کو ان کے قلوب میں زینت دی ہے۔ ناصح سے محبت میں ان کا حال یہ ہے کہ دل، دلبر کے حوالے رہتا ہے۔ ان کو خلافِ حق کاموں سے کراہت ہوجاتی ہے، حق میں اپنی پسند کو داخل کرنے سے کراہت ہوجاتی ہے، اور شاہد کی حکم عدولی سے کراہت ہوجاتی ہے۔ رشد وہدایت والے لوگوں کی یہ نشانیاں ہیں۔

حاصل: شاہد، حق کا بڑا علم رکھتے ہیں۔ ان کی اطاعت میں فلاحِ دارین ہوتی ہے۔ بہتر جاننے والے کو اپنی منوائی جائے تو یقیناً مشقت میں پڑ جانے کا مقام آتا ہے۔ طلبِ ہدایت، ناصح سے محبت، ایمان والوں کی شان ہے۔ ایمان والوں کو کفر، فسق کی ہر صورت اور شاہد کی حکم عدولی سے کراہت ہونی چاہئے، یہ رشد وہدایت کی نشانیاں ہیں۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾

اللہ نے تمہیں اپنے فضل اور نعمت سے نوازا ہے، اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

رشد اللہ کا فضل ہے۔ جس کو یہ نعمت حاصل ہو، اس سے نورِ ہدایت لینا چاہئے، اس کا ادب واحترام کرنا چاہئے، علم وحکمت کی طلب رکھنی چاہئے۔ اللہ کا ہر کام اس کے علم سے ہوتا ہے، اور اس میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ ماننے والے پر ہی جاننے کا مقام آتا ہے۔ جو محض جاننے کی فکر میں لگا رہے اور ماننے کا حق ادا نہ کرے، وہ کبھی اپنے گمان کے دائرے سے نکل نہیں سکتا۔

حاصل: رشد وہدایت والے صاحبان کی تکریم کرنی چاہئے۔ ان کو اللہ نے اپنے علم سے نوازا ہے، اور اللہ کی نوازش میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، تو ان کے مابین صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ جب وہ لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان کے مابین مصالحت کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، تو ان کے مابین مصالحت کرانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جو حق کو مانتے ہیں، اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اور مومنین کی اجتماعی بھلائی کا علم رکھتے ہیں۔ گروہی عصبیتوں میں پھنس جانے والے لوگ

اپنے زاویہ نگاہ کو خراب کر لیتے ہیں۔ ان کو سمجھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ زیادتی کرنے سے باز نہ آئیں، تو پھر ان سے لڑنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جب ان کی سرکوبی ہو جائے تو وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آتے ہیں، گروہی عصبیت کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں، حق کے حوالے سے دیکھنے لگتے ہیں۔ جب زیادتی کرنے والے حق کی طرف لوٹ آئیں تو عدل کے ساتھ دونوں گروہوں میں مصالحت کرا دی جانی چاہیے۔ زیادتی کا تعین کیا جائے، نقصانات کو دیکھا جائے، تلافی کی صورت واضح کی جائے اور زیادتی کرنے والے پر ایسا بوجھ نہ ڈال دیا جائے، جو کسی حوالے سے درست تو ہو مگر اس کے لیے ہونا قابل برداشت۔ انصاف کرنے کا منشاء دونوں گروہوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ اللہ کے فرمان کو ادب سے ماننا لازم ہے۔ اپنی پسند کو کبھی یہ وقعت نہیں دینی چاہیے کہ وہ حق کے مقابل، قابل ذکر معلوم ہو۔ انصاف کرنے والے، اجتماعی بھلائی کے لیے، اللہ کی رضا کے حوالے سے اپنا وقت بھی لگاتے ہیں، قوت بھی لگاتے ہیں اور مال بھی خرچ کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے محبوب لوگوں کی صفات ہیں۔

حاصل: مومنین کے دو گروہوں کے جھگڑے میں مصالحت کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جو حق کو ماننے والے ہیں، اور گروہی عصبیت سے بلند رہتے ہیں۔ پہلا درجہ قول سے سمجھانا ہے۔ زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑنے کا منشاء اسے اللہ کے امر کی طرف لوٹانا ہوتا ہے۔ زیادتی کا تعین ہو جائے، نقصان کی تلافی کا طریقہ بتایا جائے، اور فریقین کو یہ احساس دلایا جائے کہ اللہ کے فرمان کو ادب سے ماننا ہی ایمان کا ثبوت ہے، تو انصاف کا کام پورا ہو جائے گا۔ انصاف کرنے والوں کو اللہ کا محبوب جاننا ضروری ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ ع

مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں کے مابین مصالحت کرا دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

ع ۱۰ ۱۳

حکم الٰہی ہے کہ جب بات کرو تو عدل سے کرو، اگرچہ معاملہ تمہارے قربی کا ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ (۱۵۲:۶) یہی صراطِ مستقیم پر رہنے کی صورت ہے۔ اسی راہ پر رہنا چاہیے۔ دوسری راہوں کو اختیار کرنا درست نہیں ہوگا، کہ وہ راہیں اللہ سے دوری کا باعث ہوں گی۔ (۱۵۳:۶) مومن بھائیوں کے درمیان مصالحت کرانا حکم الٰہی ہے۔ اس حکم کو پورا کرنے کے لیے پاک لوگوں کی، انصاف کرنے والے لوگوں کی جماعت ہونی چاہیے، جو لوگوں کی نظر میں محترم ہو، جو غرض و غایت سے پاک ہو کر بات کرتی ہو، اپنا وقت، اپنی قوت اور مال اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتی ہو، اور مومنین کی اجتماعی بھلائی کے لیے بڑے علم سے کام کرتی ہو۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگ حق کو مانتے ہیں، اور خواہشات کی پیروی نہیں کرتے۔ اللہ کا رحم انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو حق کو ادب سے مانتے ہیں۔

حاصل: مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اس لیے ایک دوسرے پر اپنی بڑائی ثابت کرنے کو خلافِ حق جاننا چاہیے۔ مومن بھائیوں کے مابین مصالحت کرانا، پاک لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں پر رحم کیا جاتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (۴۲) میں ارشاد فرمایا ہے:... قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ㉓ فرما دیجیے میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، مگر قرب والوں سے محبت۔ اور جو اچھا کرے ہم اس کے حسن کو زیادہ کریں گے۔ بیشک اللہ بخشنے والا، قدر کرنے والا ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

اے ایمان والو کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں، عورتوں کا مذاق اڑائیں، قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں طعن و تشنیع نہ کرو، اور بُرے القاب سے ایک دوسرے کو یاد نہ کرو۔ ایمان کے بعد فسق کا تو نام بھی بُرا ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

حسن معاشرت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے، اس علم کی قدر کرنی چاہئے۔ جو لوگ اپنی نسبی فضیلت ثابت کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر ثابت کرتے ہیں، اپنے اختیار و اقتدار کو بڑا ثابت کرتے ہیں، اپنی وسعتِ مال پر اتراتے ہیں، انہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ مومنوں کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ وہ حق کو ماننے کے بعد ایسی باتیں کریں، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ نسب، اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، رزق، اللہ کے حکم سے تعلق رکھتا ہے، نفع و ضرر بھی باذن اللہ ہوتا ہے۔ اللہ کے کاموں پر زبان کھولنے کے آداب ہیں۔ کسی کی تحقیر کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ جن لوگوں کا مذاق اڑایا جائے وہ اگر یہ کہیں کہ اللہ کے کام اس کے علمِ مطلق سے ہوتے ہیں، ان میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے، اور اللہ لوگوں کے ساتھ مہربانی کرتا ہے، ان پر رحم فرماتا ہے، تو یقیناً یہ مذاق اڑانے والوں کے مقابل بہتر لوگ ہیں۔ عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ شکل و صورت بنانے والا تو اللہ ہے، کسی صورت کو ناقص کہنے سے اس کے خالق پر اعتراض ہوگا، اور یہ بے ہودگی ایمان سے کیا تعلق رکھتی ہے۔ لباس، زیورات اور دوسری چیزیں بھی مومن عورتوں کو اللہ نے دی ہیں، اور یہ دیکھنے کے لیے دی ہیں کہ ان کا استعمال اللہ کی رضا کے مطابق ہوتا ہے، یا نہیں ہوتا۔ جن عورتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، وہ اگر حق کے حوالے سے زبان کھولتی ہیں تو وہ یقیناً بہتر ہیں۔ آپس میں طعن و تشنیع سے بھی منع فرمایا گیا ہے، کہ اس کا مقصد دوسروں کی نیت کو بُرا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ اس سے آپس کے تعلقات بُری طرح متاثر ہو جاتے ہیں۔ نفرتیں افراد کے مابین فاصلوں کو بڑھا دیتی ہیں۔ بُرے القاب سے ایک دوسرے کو یاد کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی دوسروں کی تحقیر ہوتی ہے۔ دوسروں کی عزت افزائی مومنین کا طریقِ زندگی ہونا چاہئے۔ ایمان لانے کا دعویٰ تبھی درست ہوگا جب ناصح سے محبت ہوگی۔ مومن ہونے کے بعد اپنی پسند کے حوالے سے بات کرنا تو مومن کو زیب ہی نہیں دیتا۔ فسق تو ناپاکی ہے، اور قابلِ نفرت ہے۔ ایسا قصور ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔ زبان کو بڑی احتیاط سے کھولنا چاہیے۔ قول درست ہو تو پہلے درجہ میں بندہ سچا ہوتا ہے۔ پھر اعمال کے درست ہونے کا مقام آتا ہے۔ جو برائی کرنے کے بعد توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے، اور ظالم کا حق سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

حاصل: مومن مرد، مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، مومن عورتیں، عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ آپس میں طعن و تشنیع کرنا بھی خلافِ حق ہے۔ بُرے القاب سے دوسروں کو یاد کرنا بھی خلافِ حق ہے۔ قصور ہو جائے تو توبہ کرنی چاہئے، ایسا نہ کیا جائے تو یہ ظلم ہوگا، اور ظالم کو فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اے ایمان والو، بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور تجسس نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کسی کو اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند ہوگا۔ تو تمہیں اس سے کراہت ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

مومن بھائیوں کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگیں گے، اور حق کو ملحوظ نہ رکھیں گے، قطعاً درست نہیں ہوتا۔ جب کسی کی حسنِ نیت پر شک ہو تو جو گمان بھی ہوگا، وہ گناہ کے زمرے میں آئے گا۔ گمانوں سے بچنا درست رویہ ہے، کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بچنا اس طرح ممکن ہوتا ہے۔ تجسّس سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ یہ کسی کی ذاتی زندگی کے بارے میں ٹوہ لگانا اور اس کی تذلیل کے لیے زور لگانا ہے۔ کسی مومن بھائی کے حالات سے باخبر ہونا اور حق کے مطابق اس کو آسانیاں مہیا کرنے کی کوشش کرنا یقیناً اللہ کے نزدیک پسندیدہ کام ہے۔ اس کو تجسّس کہنا درست نہیں ہے۔ تجسّس سے مراد ہی دوسرے کو لوگوں کی نظروں میں گرانا ہوتا ہے۔ غیبت، کسی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنے کا نام ہے۔ غیبت کرنے والا یہ جرأت نہیں رکھتا کہ وہ کسی کی خامی کو اس کے سامنے بیان کرے۔ دوسروں کے سامنے کسی کی خامی کو بیان کرنے سے اس کو حقیر ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مُردہ بھائی کو پردہ دینا چاہیے۔ اس کا گوشت نوچ کھانا تو کسی کو پسند نہیں ہوگا، اور غیبت کرنا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ حق کے حوالے سے تحقیق کرنا، کسی کے بارے میں اپنے مشاہدے کو بیان کرنا کہ دوسروں کو اس کے ساتھ اپنا تعلق درست رکھنے میں مدد ملے، غیبت نہیں ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے یہ دھیان رکھتے ہیں کہ ظاہر و باطن میں وہ گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ جہاں کوتاہی کا احساس ہو وہ فوراً توبہ کرتے ہیں، زبان کو حق کے مطابق کھولتے ہیں، اللہ کی شان ہے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔

حاصل: بہت سے گمانوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ کسی مومن کے بارے میں بُرا گمان رکھنا گناہ ہے۔ کسی مومن کی تذلیل کے لیے ٹوہ لگانا بھی گناہ ہے، اور کسی مومن کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا بھی گناہ ہے۔ کوتاہی ہو جائے تو اللہ سے ڈرنے والے توبہ کرتے ہیں، اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اور ان پر رحم فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں شعوب و قبائل میں تقسیم کیا ہے، آپس کے تعارف کے لیے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ مکرّم وہ ہے، جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ علم والا، خبر رکھنے والا ہے۔

Marfat.com

تمام لوگوں کے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے کی سند نازل فرمائی گئی ہے۔ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے والے ایک دوسرے پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کریں تو ان کی بات بے سند ہوگی۔حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ محترمہ سے پیدا ہونے والی اولاد ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔تعارف بہت بڑی ضرورت ہے، اور اللہ نے اس ضرورت کو اپنے علم سے پورا کیا ہے۔زمین میں لوگوں کا پھیلنا، ان کے رنگوں کا اختلاف، ان کی زبانوں کا اختلاف، اللہ کی نشانیاں ہیں، اور یہ نشانیاں بھی تعارف میں مدد دیتی ہیں۔ خاندان اور قبیلے بنتے رہتے ہیں، مگر ان کو صرف تعارف کے لیے استعمال کیا جانا چاہئے۔کسی خاندان اور قبیلے کو کسی دوسرے خاندان اور قبیلے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم وہ ہے، جو تقوے کے اعتبار سے بڑا ہے اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔جو اللہ کے نزدیک مکرّم ہے، اس کی تکریم کرنے سے لوگوں کو سکھ ملے گا۔اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے، ہر حال کی خبر رکھتا ہے۔وہ خوب جانتا ہے، کون زیادہ متقی ہے۔

حاصل: ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے والے ایک دوسرے پر نسبی فضیلت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ خاندان اور قبیلے تعارف کے حوالے سے یقیناً اہم ہیں، ان کو لوگوں کے مابین نفرت کی دیواروں کا درجہ دینا قطعاً غلط ہے۔جو اللہ کے نزدیک مکرّم ہے، اس کی تکریم کرنے سے اللہ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے۔اللہ خوب جانتا ہے، کس کا رخ درست ہے، اور کس کا نہیں ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اَعراب نے کہا ہم ایمان لائے ہیں۔فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے، ولیکن تم کہو ہم نے تسلیم کیا ہے، اور ابھی ایمان تمہارے قلوب میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔بے شک اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

بعض بادیہ نشین لوگ اپنے ایمان لانے کا ذکر کر کے مومنین پر احسان جتاتے تھے۔یہ لوگ کفر و نفاق میں اشدّ تھے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان جانتے تھے، مومنین پر گردشوں کے انتظار میں رہتے تھے، جہاد کا حکم سن کر ان پر سخت خوف کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، خوف دور ہو جاتا تو مال غنیمت کے لالچ میں طعن و تشنیع کرنے لگتے تھے۔ان لوگوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرو، صرف یہ کہو کہ ہم نے حق کو تسلیم کیا ہے۔ایمان تو ناصح سے محبت کی بدولت نصیب ہوتا ہے، طلبِ ہدایت ہو تو ایمان قلوب میں زینت پاتا ہے، اور ایمان قلوب میں داخل ہو جائے تو کفر، فسوق اور عصیاں سے کراہت ہو جاتی ہے۔یہ رشد والے صاحبان کی نشانیاں ہیں۔بھلا تو اس کا ہوگا، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرے گا۔اللہ اس کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ادب موجود ہوگا تو اطاعت میں کوتاہی کو بخش دیا جائے گا اور اللہ اپنے رحم سے مزید نوازے گا۔

Marfat.com

حاصل: دعویٰ ایمان بے شہادت نہیں ہونا چاہئے۔ کذب سے بچنے کے لیے دعوے کی تصحیح بھی ایک مقام ہے۔ ناصح سے محبت ہو تو ایمان قلوب میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ ادب کے ساتھ حق کو ماننے والے سے کوتاہی ہو جائے تو اللہ بخش بھی دیتا ہے، اپنے رحم سے مزید نوازتا بھی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾

مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر کبھی شک میں نہیں پڑے، اور اپنے اموال و انفس سے فی سبیل اللہ جہاد کیا۔ یہی سچے ہیں۔

جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر احکامِ الٰہی کو ماننے میں اپنی پسند کو شامل کرتے ہیں، جہاں فائدہ نظر آئے وہاں سرعت دکھاتے ہیں، جہاں خطرات محسوس ہوں وہاں سے جی چراتے ہیں، یہ شک میں پڑے ہوئے لوگ ہیں، ان کا دعویٰ ایمان درست نہیں ہوتا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد شک کا مقام ختم ہو جانا چاہئے۔ اللہ کے عطا کردہ اموال اور اللہ کی عطا کردہ جانیں، اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے پیش کرنا دعویٰ ایمان کو سچا ثابت کرتا ہے۔ جھوٹے اور سچے لوگوں کو برابر قرار دینا خلافِ حق ہے۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے، شک میں پڑ جائیں تو ان کا دعویٰء ایمان بے معنی ہو جاتا ہے۔ سچے لوگ اپنے دعویٰ ایمان کے ساتھ اپنے اموال و انفس سے جہاد فی سبیل اللہ کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں۔

قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾

فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو، اور اللہ کو علم ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ کو ہر شے کا علم ہے۔

اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ اللہ کو اگر اپنا دین بتایا جائے گا، تو یہ اللہ کو نہ ماننے کا ثبوت ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اور آپ کے بعد شاہدین کے سامنے اپنے دعویٰ ایمان کو دہرایا جائے گا، تو یہ صداقت کا ثبوت نہیں ہوگا۔ اللہ سے تو کچھ مخفی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو خلوت و جلوت میں حق کے مطابق نہیں رہتا، اسے یہ یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے، اس کا دعویٰ ایمان بے حقیقت ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کو اپنا دین بتانے والے، ایمان والے نہیں ہوتے۔ جو خلوت و جلوت میں حق کے مطابق نہ رہتا ہو، اسے یہ یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

Marfat.com

يَمُنُّوۡنَ عَلَيۡكَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا ؕ قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَىَّ اِسۡلَامَكُمۡ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ هَدٰٮكُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۷﴾

یہ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے۔ فرما دیجیے اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے، کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی، اگر تم سچے ہو۔

دائرہ کفر سے دائرہ اسلام میں داخل ہونا بہت بڑی تبدیلی ہے، اس تبدیلی کے لیے بہت سے مقامات سے گزر ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ لوگوں کے سامنے تھی۔ آپ کی صداقت اور امانت کا اعتراف ہر مقام پر تھا۔ آپ کا ارشاد سند کے ساتھ تھا۔ آپ کو لوگوں کی بھلائی عزیز تھی، اور لوگوں کا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں ہوتا تھا۔ آپ لوگوں کو خوف وحزن سے پاک ہونے کا راستہ دکھاتے تھے۔ جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ آپ سے محبت رکھتے تھے۔ محبّ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے محبوب پر احسان جتائے۔ جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان جتاتے تھے، ان سے فرمایا گیا کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ کا اپنے اوپر احسان مانو کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف راہ دی ہے۔ اگر تمہارے اندر صداقت ہے تو تمہارا رخ یہی ہونا چاہیے۔

حاصل: دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دینے والے پر اس کی دعوت کو قبول کر کے احسان جتانا قطعاً درست نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف آنے میں سہارا دیتا ہے، جسے چاہے تزکیہ عطا کرتا ہے۔ ناصح سے محبت ہو تو پھر اس پر احسان جتانے کا مقام آنہیں سکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲/۸ ۱۴

بے شک اللہ کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ خالقِ کل ہے۔ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے ہر ظاہر اور چھپے ہوئے کو جانتا ہے۔ وہ ہمارے صدور میں مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے، اور ہمارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ جو حضرات اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہونے کا شرف رکھتے ہیں، جب ان کے سامنے ایسی بات کی جائے جو سچی نہ ہو تو ایسی بات کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمٌ ہونے کا منکر ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے۔ وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے، اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علیم وبصیر ماننے کا ثبوت خلوت وجلوت میں پاک رہ کر ہی دیا جاسکتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ شعرا (۲۶) میں ارشاد فرمایا ہے: فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ تو اگر آپ کی حکم عدولی کریں تو فرما دیجیے، میں اس سے الگ ہوں جو کچھ تم کرتے ہو۔

PESHAWAR
London Book Company
Arbab Road, Saddar Cantt, Peshawar.
Tel. +92 (91) 5272722

FAISALABAD
Paramount Books (Pvt) Ltd. Faisalabad
41, 1st Floor, Koh-e-Noor One
Jaranwala Road, Faisalabad.
Tel. +92-41-8501676

ABBOTABAD
Paramount Books (Pvt) Ltd.
House. No 69/8, Street No: 9
Habib Ullah Colony, Abbottabad.
Mobile. 0313-6606779/ 0344-9496567

Marfat.com

DISTRIBUTOR

PARAMOUNT BOOKS (PVT) LTD.

The Online Bookstore

SALEPOINTS

KARACHI
Head Office: 152/O Block 2 P.E.C.H.S Karachi.
Tel. +92(21) 34310030-2
Fax. +92(21) 34553772
info@paramountbooks.com.pk

Original Book Point
Shop # 44 Opp: Bahadur Shah Market, Urdu Bazar, Karachi.
Tel. +92 (21) 32217628

Paramount Books
Urdu Bazar Shop No. 3/A Zarina Manzil G. Lekhraj Road, Karachi.
Tel. +92 (21) 32217527

The Book Tique
Alliance Francaise Karachi,
Street-1, block-8, Kehkashan, Clifton, Karachi.

HYDERABAD
Shop no. 2, Ground Floor Madina Heights
Risala Road, Near PSO Pump, Hyderabad.
Tel. 022-2782403

LAHORE
Paramount Books (Pvt) Ltd.
81, Block C-II, Tariq Road
Gulberg III, Lahore.
Tel. +92 (42) 35877087

ISLAMABAD
Paramount Books (Pvt) Ltd.
107, 1st Floor, Pacific Centre, F/8 Markaz, Islamabad.
Tel. +92 (51) 2853106

Marfat.com

Tafseer-e-Fazli

Aṣ-Ṣafât to Al-Ḥujrât

Manzil VI

COMMENTARY:

HAZRAT FAZAL SHAH

WRITTEN BY:

MUHAMMAD ASHRAF FAZLI

1418 A.H.

FAZLI FOUNDATION LAHORE

Marfat.com

تفسیر فاضل

مجلد ششم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

١٣١٨

فاضل فاؤنڈیشن لاہور